الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّن رِّجَالِكُمْ وَلَٰكِن رَّسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ

النّبوۃ فی الاسلام

مصنفہ

امیر جماعت احمدیہ حضرت مولانا مولوی محمد علی صاحب ایم اے ایل ایل بی

مصنف تفسیر بیان القرآن۔ انگریزی ترجمہ و تفسیر قرآن کریم۔ جمع قرآن۔ مقام حدیث۔ سیرت خیر البشر۔ تاریخ خلافت راشدہ۔ مسیح موعود۔ حدوث مادہ۔ شناخت مامورین۔ آیات اللہ۔ حقیقۃ المسیح۔ مراۃ الحقیقۃ۔ و دیگر متعدد کتب انگریزی و اردو

باہتمام ماسٹر فقیر اللہ صاحب مہتمم تصنیفات

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور

نے

کواپریٹو سٹیم پریس لاہور میں میاں فیروز الدین صاحب منیجر مطبع کے زیر اہتمام

چھپوا کر شائع کیا

تعداد اشاعت ۱۰۰۰ بار دوم قیمت ؏

ص 30 ایک غلطی کا ازالہ

بیان القرآن یعنی اردو تفسیر و ترجمۃ القرآن

مصنفہ حضرت مولانا مولوی محمد علی صاحب ایم۔ اے امیر جماعت احمدیہ لاہور

اس بے نظیر تفسیر کی چند ایک خصوصیات جو اسے دوسری تفاسیر سے ممیز کرتی ہیں حسب ذیل ہیں:۔

(۱) قرآن کریم کے ایک مقام کو دوسرے مقام سے حل کیا گیا ہے۔ (۲) قرآن کریم کی تفسیر کرنے میں احادیث صحیحہ کو دوسری تمام باتوں پر مقدم کیا گیا ہے۔ اور اس غرض کے لئے امام بخاری کی تفسیر کتاب التفسیر ابن جریر اور تفسیر ابن کثیر کو سامنے رکھا گیا۔ (۳) لغات قرآن کریم کی پوری تشریح کی گئی ہے جس کے لئے امام راغب تاج العروس اور لسان العرب سے مدد لی گئی ہے (۴) قرآن کریم کی ترتیب اور نظم کو خاص طور پر واضح کیا گیا ہے۔ اول آیات قرآنی کا باہمی ربط۔ دوم رکوعوں کا باہمی تعلق۔ سوم سورتوں کا ایک دوسرے سے تعلق واضح طور پر بیان کیا گیا ہے۔ (۵) ہر ایک سورت کے شروع میں اس کے تمام رکوعوں کا خلاصہ دیا گیا ہے اور اس سورت کے نام میں جو حکمت ہے اسے ظاہر کیا گیا ہے (۶) قرآن کریم کا ترجمہ لفظی مگر با محاورہ کیا گیا ہے۔ اور ترجمہ کو الفاظ کی حد سے نہیں نکلنے دیا۔ اپنی طرف سے الفاظ بڑھانے کے اصول کو بالکل ترک کر دیا گیا ہے۔ (۷) قرآن کریم کی لغات کے حل اور مطالب کی تشریح میں متقدمین کی آراء کو ساتھ ساتھ بیان کیا ہے اور کتب کا حوالہ بھی دیا گیا ہے۔ (۸) اس تفسیر کی اصل غرض یہ ہے۔ کہ لوگوں میں قرآن کریم کا شوق پیدا ہو۔ اور جو لوگ زبان اردو لکھ پڑھ سکیں وہ اس تفسیر کی مدد سے خود قرآن شریف کا درس دے سکیں۔ اس لئے ہر ایک بات عام فہم عبارت میں واضح کی گئی ہے۔ (۹) ہر ایک جلد کے شروع میں تفسیر کے مضامین کی مکمل فہرست دی گئی ہے۔ (۱۰) ان تمام باتوں کے ساتھ کتاب کی ظاہری خوبی کو بھی نظر انداز نہیں کیا گیا ہے۔ ہر ایک صفحہ کے شروع میں قرآن کریم نہایت اعلیٰ درجہ کا خوشخط بین السطور ترجمہ۔ نیچے تفسیر۔ کاغذ نہایت اعلےٰ قسم۔ جلد نہایت خوبصورت اور مضبوط پشت پر سنہری حروف میں کتاب کا نام اور جلد کا نمبر۔ وسط میں سنہری طغریٰ۔ (۱۱) تمام تفسیر تین جلدوں میں شائع ہوئی ہے ہر ایک جلد کی ضخامت ۲۲×۲۹/۸ تقطیع کے سات آٹھ سو صفحات کے قریب ہے۔

قیمت

پہلی جلد قیمت للعہ؍ محصول ڈاک و خرچ پیکنگ عہ؍۔ دوسری جلد قیمت مئے؍ محصول ڈاک وغیرہ ایک روپیہ۔

تیسری جلد قیمت للعہ؍ محصول ڈاک سہ؍۔ مکمل رعایتی قیمت پچیس روپیہ (۲۵) علاوہ محصول ڈاک۔

نوٹ۔ وی۔ پی کی درخواست کے ہمراہ قیمت کا چوتھائی حصہ پیشگی آنا چاہئے۔

تمام درخواستیں بنام منیجر دار الکتب الاسلامیہ احمدیہ بلڈنگس۔ لاہور آنی چاہئیں

فہرست مضامین النبوۃ فی الاسلام

خلاصہ مضمون	نمبر صفحہ
باب اوّل نبوت اور رسالت کی اصل غرض ا تا ۱۲	
وعدہ الٰہی کہ تکمیل نفوس انسانی کیلئے اپنی جانب سے ہدایت بھیجوں گا	۱
سب انبیاء منجانب اللہ ہدایت لاتے رہے کہ تکمیل نفوس ہو	"
حضرت موسیٰ اور ان سے پہلے اور پچھلے نبی سب منجانب اللہ ہدایت لائے	۲
اصل غرض نبوت تزکیۂ نفوس ہے	۳
تزکیہ سے مراد تکمیل ہے	۴
ہدایت کا آنا کمال انسانی کے لئے ضروری ہے ...	۶
سب سے کامل اور سب سے آخری ہادی محمد رسول اللہ صلعم ہیں ...	"
ہدایت کا مفہوم شریعت سے وسیع ہے	"
نبوت موہبت سے ہے اکتساب سے نہیں	۷
بذریعہ اکتساب کمال کو حاصل کرنیوالا نبی نہیں کہلا سکتا۔	۸
مسیح موعود کا مذہب کہ تمام انبیاء پر الگ الگ ہدایتیں نازل ہوئیں	"
مسیح موعود کا مذہب کہ انبیاء کا تزکیۂ نفس فطری طور پر اور خدا کے ہاتھ سے ہوتا ہے نہ اکتساب سے ...	۹
مسیح موعود کا مذہب کہ بالذات معصوم صرف انبیاء ہی ہیں۔	"
حضرت مسیح موعود کا مذہب کہ معرفت الٰہی صرف نبیوں کی معرفت حق ہے	"
حضرت مسیح موعود کا مذہب کہ اسرائیلی انبیاء کی نبوت اکتساب یعنی حضرت موسیٰ کی پیروی سے نہ تھی	۱۰
حضرت مسیح موعود کا مذہب کہ تزکیہ نفس کمال انسانی ہے۔	"
شاہ ولی اللہ کا مذہب کہ نبی وہی ہے جو کسی امام کے اتباع کے بغیر ناقصوں کو کامل کرے	"
امام ابن حزم کا مذہب کہ نبوت وہی ہے جو بلا اکتساب حاصل ہو اور اس میں درجہ بدرجہ ترقی نہیں ہوتی برخلاف اکتساب کے	۱۱
امام رازی کا مذہب کہ انبیاء خود کامل ہوتے اور ناقصوں کو کامل کرتے ہیں	"
امام غزالی کا مذہب کہ نبوت اکتساب سے نہیں محض عطائے الٰہی ہے	"
امام غزالی کا مذہب کہ خدا کا امر مخلوق کو پہنچانے کے لئے نبی واسطہ ہے	۱۲
نبی کیلئے دو شرائط (۱) تکمیل نفوس انسانی کیلئے منجانب اللہ ہدایت لائے (۲) اکتساب اور تعلیم یا کسی کی پیروی کا اسمیں دخل نہ ہو	"

باب دوم نبوت اور رسالت کی وحی اور اسکے امتیازی نشان

از ۱۳ - ۷۲

خلاصہ مضمون	نمبر صفحہ
وحی کیا ہے؟	۱۳
وحی کی مختلف اقسام	۱۴
اللہ تعالیٰ انسان کے ساتھ کس کس طرح کلام کرتا ہے	۱۵
وحی قرآنی جبرئیل کے نزول سے ہوئی	۱۶
سب انبیاء پر حضرت جبرئیل ہی وحی لاتے تھے	"
آنحضرت کی وحی قبل از بعثت	۱۸
وحی نبوت کا انقلاب عظیم	۱۹
مقام نبوت پر کھڑا ہونے کیلئے جبرئیل کا وحی لانا ضروری ہے	۲۰
انبیاء کی وحی میں جبرئیل کا خاص نزول	۲۱
مریم کی وحی وحی نبوت نہ تھی	۲۳
جبرئیل کا بدون وحی الٰہی آنا یا غیر نبی پر آنا	"
قبل از وحی نبوت جبرئیل کا آنحضرت کے ساتھ رہنا	۲۶

باب سوم۔ ختم نبوت۔ از ۷۴ تا ۱۱۴

انڈکس

ضمیمہ النبوۃ فی الاسلام

اس انڈکس میں مضمون کے لحاظ سے حضرت مسیح موعود کی تحریروں کے حوالجات کو ترتیب دیا گیا ہے جس سے نہایت آسانی سے کسی مسئلہ کے متعلق حوالہ معلوم ہوسکتا ہے۔ اس انڈکس میں نہ صرف ضمیمہ کے صفحات کے حوالے ہیں۔ بلکہ اصل کتابوں کے صفحات کے حوالجات دیدیئے گئے ہیں۔ اور اس لئے اس انڈکس سے الگ طور پر بھی فائدہ اٹھایا جاسکتا ہے۔ انڈکس میں کتاب کا نام کسی قدر اختصار کیساتھ دیا گیا ہے۔ اور ذیل کی فہرست میں پورے نام کے علاوہ کتاب کی طبع کی تاریخ بھی دیدی گئی ہے +

نام کتاب	خلاصہ نام	تاریخ طبع
براہین احمدیہ	براہین	سنہ ۱۸۸۰ء تا سنہ ۱۸۸۴ء
سرمہ چشم آریہ	سرمہ	سنہ ۱۸۸۶ء
توضیح مرام	توضیح	۲۲ جنوری سنہ ۱۸۹۱ء
فتح الاسلام	فتح	״
ازالہ اوہام	ازالہ	۳ ستمبر سنہ ۱۸۹۱ء
الحق لدھیانہ	الحق	سنہ ۱۸۹۱ء
نشان آسمانی	نشان	۲۶ مئی سنہ ۱۸۹۲ء
برکات الدعا	برکات	۲ اپریل سنہ ۱۸۹۳ء
آئینہ کمالات اسلام	آئینہ	۲۶ فروری سنہ ۱۸۹۳ء
جنگ مقدس	جنگ مقدس	سنہ ۱۸۹۳ء
تحفہ بغداد	بغداد	جولائی سنہ ۱۸۹۳ء
کرامات الصادقین	کرامات	۲۴ اگست سنہ ۱۸۹۳ء
شہادت القرآن	شہادت	۲۲ ستمبر سنہ ۱۸۹۳ء
نور الحق حصہ اول عربی	نور الحق اول	فروری سنہ ۱۸۹۴ء
انوار الاسلام	انوار	۶ ستمبر سنہ ۱۸۹۴ء
انجام آتھم معہ ضمیمہ	انجام یا ضمیمہ انجام	۲۲ جنوری سنہ ۱۸۹۷ء
سراج منیر	سراج	۲۴ مارچ سنہ ۱۸۹۷ء
حجۃ اللہ	حجۃ اللہ	۲ مئی سنہ ۱۸۹۷ء
سراج الدین عیسائی کے چار سوالوں کے جواب		۲۲ جون سنہ ۱۸۹۷ء
کتاب البریہ	البریہ	۲۴ جنوری سنہ ۱۸۹۸ء
ضرورت الامام	ضرورت	ستمبر سنہ ۱۸۹۸ء
راز حقیقت	راز	۳۰ نومبر سنہ ۱۸۹۸ء
کشف الغطاء	کشف الغطاء	۲۷ دسمبر سنہ ۱۸۹۸ء
ایام الصلح اردو	ایام	جنوری سنہ ۱۸۹۹ء
خط حضرت مسیح موعود مندرجہ الحکم	خط الحکم	۱۷ اگست سنہ ۱۸۹۹ء
ضمیمہ رسالہ جہاد	ضمیمہ جہاد	۲۲ مئی سنہ ۱۹۰۰ء
اربعین نمبر ۳	اربعین نمبر ۳	۱۵ دسمبر سنہ ۱۹۰۰ء
״ نمبر ۴	״ نمبر ۴	״
ایک غلطی کا ازالہ	ایک غلطی	سنہ ۱۹۰۱ء
دافع البلا	دافع	۲۳ اپریل سنہ ۱۹۰۲ء
الہدیٰ	الہدیٰ	۱۲ جون سنہ ۱۹۰۲ء
نزول المسیح	نزول	۲۰ اگست سنہ ۱۹۰۲ء
تحفہ گولڑویہ	گولڑویہ	یکم ستمبر سنہ ۱۹۰۲ء
کشتی نوح	کشتی	۱۵ اکتوبر سنہ ۱۹۰۲ء
تحفۃ الندوہ	الندوہ	۶ اکتوبر سنہ ۱۹۰۲ء
خطبہ الہامیہ	خطبہ	۱۷ اکتوبر سنہ ۱۹۰۲ء
تریاق القلوب	تریاق	۲۸ اکتوبر سنہ ۱۹۰۲ء
اعجاز احمدی	اعجاز	۱۵ نومبر سنہ ۱۹۰۲ء
ریویو بر مباحثہ چکڑالوی و بٹالوی	ریویو	۲۷ نومبر سنہ ۱۹۰۲ء
مواہب الرحمٰن	مواہب	۱۴ جنوری سنہ ۱۹۰۳ء
حمامۃ البشریٰ	حمامہ	۲۷ جولائی سنہ ۱۹۰۳ء
تذکرۃ الشہادتین اردو	تذکرہ	۱۶ اکتوبر سنہ ۱۹۰۳ء
سیرۃ الابدال	سیرۃ	دسمبر سنہ ۱۹۰۳ء
لیکچر اسلام سیالکوٹ	لیکچر	۲ نومبر سنہ ۱۹۰۴ء

نام کتاب	خلاصہ نام	تاریخ طبع
الوصیت	الوصیت	۲۰ دسمبر سنہ ۱۹۰۵ء
چشمہ مسیحی	چشمہ	یکم مارچ سنہ ۱۹۰۶ء
تجلیات الٰہیہ	تجلیات	۱۵ مارچ سنہ ۱۹۰۶ء
حقیقت الوحی	حقیقت	۱۵ مئی سنہ ۱۹۰۷ء
چشمہ معرفت	چشمہ معرفت	۱۵ مئی سنہ ۱۹۰۸ء
خط بنام اخبار عام	خط اخبار عام	۲۳ مئی سنہ ۱۹۰۸ء
براہین احمدیہ حصہ پنجم	براہین پنجم	۱۵ اکتوبر سنہ ۱۹۰۸ء
لجۃ النور	لجۃ	فروری سنہ ۱۹۱۰ء
مجموعہ اشتہارات	مجموعہ	۱۲ و ۱۹۱۳ سنہ ء

326 - گذشتہ انبیاء علیہم السلام ہو چکے
311 - توہین حضرت فاطمہ رضی
267 - ستر اشخاص جناب مرزا [illegible] آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم الانبیاء تسلیم کرنا
270 - مفتی محمد صادق صاحب [illegible] //
272 - مولوی شیر علی صاحب [illegible] مرزائی //
273 - مولوی غلام نبی صاحب مرزائی // //
274 - قادیانی خلیفہ محمود احمد صاحب // //

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

باب اوّل

نبوّت اور رسالت کی اصل غرض

وعدہ الٰہی کہ تکمیل نفوس انسانی کیلئے اپنی جانب سے ہدایت بھیجوں گا۔

نبوّت اور رسالت کی غرض و غایت کو سمجھنے کے لئے سب سے پہلے ہم قرآن کریم کے اس موقعہ کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ جہاں ابتدائے آفرینش انسان کا ذکر ہے۔ اور جس میں انسان کی فطرت کا نقشہ کھینچا گیا ہے اور فطرتِ انسانی کو کمال تک پہنچانے کی راہ بتائی گئی ہے۔ یہ تذکرہ حضرت آدم علیہ السلام کا ہے۔ جو قرآن کریم میں متعدد موقعوں پر آیا ہے۔ اور جس کا ذکر قرآن شریف کے شروع میں سورہ بقرہ کے چوتھے رکوع میں ہے۔ حضرت آدم کا ذکر کر کے اور ان کی لغزش کا ذکر فرما کر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

فاما یأتینکم منی ھدی فمن تبع ھدای فلا خوف علیہم ولا ھم یحزنون ۝ والذین کفروا وکذبوا باٰیٰتنا اولئک اصحاب النار ھم فیہا خلدون ۝

سو ضرور میری طرف سے تمہارے پاس ہدایت آئیگی سو جو شخص میری ہدایت کی پیروی کریگا انپر کوئی خوف نہ ہوگا۔ نہ وہ غمگین ہونگے۔ اور جو لوگ انکار کرینگے اور میری آیات کو جھٹلائینگے وہ آگ والے ہونگے اس میں وہ پڑیں گے۔

ان آیات کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے یہ بتایا ہے۔ کہ چونکہ انسان خود بخود اس مقصد عالی کو نہیں پا سکتا۔ جس کا ذکر قرآن کریم نے ان الفاظ میں فرمایا ہے لاخوف علیہم ولاھم یحزنون ۝ اس لئے اللہ تعالیٰ نے اپنی ربوبیت کاملہ سے یہ انتظام فرمایا ہے کہ وہ اپنی طرف سے وقتاً فوقتاً ہدایت بھیجتا رہے گا۔ اور جو لوگ اس ہدایت کی پیروی کرنے والے ہوں گے وہ کمال انسانی کو حاصل کرتے رہیں گے۔

سب انبیاء منجانب شریعت لا کر ہر بند تکمیل نفوس انسانی

پس حضرت آدم کے اس تذکرہ سے اور اس کے آخر پر ان آیات کریمہ کے لانے سے یہ بتایا ہے

کہ اللہ تعالیٰ انسان کو اس کے کمال تک پہنچانے کے لئے جس کی مقتضی اس کی صفت ربوبیت ہے ہدایت بھیجتا رہے گا۔ اور یہی نبوت کی اصلی غرض و غایت ہے کہ انبیاء اللہ تعالیٰ کی ہدایت کے ذریعہ سے انسانوں کو ان کے کمال تک پہنچاتے رہیں۔ چنانچہ قرآن کریم کو جب شروع فرمایا تو اس کی غرض و غایت کو بھی ان الفاظ میں بیان فرمایا:۔

ذٰلک الکتاب لا ریب فیہ ھدی للمتقین ٥	عظیم الشان کتاب اس میں کوئی شک نہیں متقیوں کے لئے ہدایت ہے ؛

گویا اس ہدایت کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ جس کا وعدہ حضرت آدم سے یا آپ کی ذریت سے فرمایا تھا۔ کہ فاما یاتینکم منی ھدی چونکہ ہمارے لئے قرآن کے اندر ہی ساری کتب اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے کمالات میں ہی سارے انبیاء کے کمالات جمع ہیں۔ اس لئے جو غرض نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیجنے کی فرمائی وہی غرض درحقیقت کل انبیاء کی بعثت کی قرار دی جائے گی ؛

اسی طرح پر اور اسی ابتدائی وعدہ الٰہی کی طرف اشارہ کرنے کو ہی حضرت موسیٰ علیہ السلام کی کتاب کو بھی ھدی کے لفظ سے یاد فرمایا۔ بلکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے پہلے جو نبی آئے تھے۔ اور ایسا ہی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد جو نبی اسرائیل میں آئے۔ ان سب کے بھی ہدایت دیکر بھیجے جانے کا ذکر فرمایا جیسا کہ سورۃ الانعام کی ان آیات سے ظاہر ہے جہاں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ذکر کے بعد حضرت اسحٰق ویعقوب ونوح وداؤد وسلیمان وایوب ویوسف وموسیٰ وہارون وزکریا ویحییٰ وعیسےٰ والیاس و اسمٰعیل والیسع ویونس ولوط علیہم الصلوٰۃ والسلام یعنی کل ۱۸ نبیوں کا ذکر کر کے جن میں حضرت نوح اور حضرت ابراہیم اور حضرت موسیٰ کا اور ان انبیاء کا بھی ذکر ہے جو حضرت موسیٰ کے بعد مبعوث ہوئے گو وہ نئی شریعت نہیں لائے۔ ان سب کے متعلق فرمایا:۔

حضرت موسیٰ اور ان سے پہلے اور پچھلے نبی سب منجانب اللہ ہدایت لائے

واجتبینٰھم وھدینٰھم الی صراط المستقیم ذٰلک ھدی اللہ یھدی بہ من یشاء من عبادہ ط	ان کو تو ہم نے خود برگزیدہ کیا۔ اور خود ہی بطور موہبت ان کو اپنی جناب سے ہدایت عطا فرمائی ؛

یہ اللہ کی ہدایت تھی۔ اور اسی ہدایت کے ذریعہ جو ان انبیاء پر نازل ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں میں سے جس کو چاہا ہدایت دی۔ گویا انبیاء کو خود ہدایت فرما کر پھر ان کے ذریعہ سے دوسری مخلوق کو ہدایت کی۔ پھر اسی ہدایت کی مزید تشریح کرتے ہوئے فرمایا:۔

اولٰئک الذین اٰتینٰھم الکتاب والحکم والنبوۃ	ان لوگوں کو ہم نے کتاب بھی عطا فرمائی اور حکم اور نبوت بھی ؛

کتاب درحقیقت اسی ہدایت کے مجموعہ کا نام ہے۔ جو ہر ایک نبی کو عطا فرمایا تاکہ اس کے ذریعہ سے وہ لوگوں کی تکمیل کرے اور ان کو راہ راست پر لاوے۔ اس پر مفصل بحث آگے چل کر ہوگی لیکن یہاں

یہ یاد رکھنا ضروری ہے کہ ایک طرف وہ چیز جو ان انبیاء کو عطا فرمائی اس کا نام ھدی رکھا ہے۔ دوسری طرف اسی کا نام کتاب رکھا ہے۔ اور اس کے بھی سب نبیوں کو دیا جانے کا ذکر فرمایا ہے۔ یہ بعینہٖ ایسا ہی ہے جیسا ابتدائے قرآن کریم میں قرآن کو اول کتاب فرمایا۔ پھر اسی کا نام ہدایت رکھا۔ اور پھر سورۃ انعام میں آگے چل کر فرمایا:۔

اولئک الذین ھدی اللہ فبھدٰہم اقتدہ ؕ	یہ وہ ہیں جن کو اللہ نے ہدایت دی سو انکی ہدایت کی تم بھی پیروی کرو۔[1] (سورۃ الانعام۔ ۹۱)

گویا یہ بتا دیا ہے کہ اصل غرض ہر ایک نبی کے بھیجنے کی خواہ وہ شریعت لایا یا نہیں۔ ہدایت لانا اور اس ہدایت پر لوگوں کو چلانا تھا۔ یعنی بالفاظ دیگر تکمیل نفوس انسانی جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے پہلے سے وعدہ فرمایا تھا فاما یاتینکم منی ھدی پس اس ہدایت کو مختلف انبیاء کے ذریعہ سے وہ وقتاً فوقتاً بھیجتا رہا۔

اصل غرض نبوت تزکیہ نفوس ہے۔

نبوت و رسالت کی اصل غرض کو سمجھنے کے لئے ہمارے لئے یہ کافی ہے کہ ہم دیکھ لیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مبعوث فرمانے کی کیا غرض تھی۔ اس کا ذکر قرآن کریم نے متعدد موقعوں پر فرمایا ہے جیسا مثلاً پہلے سپارہ کے آخر میں حضرت ابراہیم و اسمٰعیل علیہما السلام کی دعا کے ذکر میں ربنا وابعث فیھم رسولا منھم یتلوا علیھم ایٰتک ویعلمھم الکتاب والحکمۃ ویزکیھم پھر دوسرے پارہ کے شروع میں اثبات قبلہ میں اسی دعا کی قبولیت کا ذکر فرماتے ہوئے یعنی خانہ کعبہ کو قبلہ مقرر کرنا اس لئے ضروری ہوا کہ یہ رسول اس دعا کو پورا کرنے والا ہے جو اس گھر کے بنانے والوں نے کی تھی کما ارسلنا فیکم رسولاً منکم یتلوا علیکم ایٰتنا ویزکیکم ویعلمکم الکتاب والحکمۃ پھر چوتھے پارہ کے نصف میں اس امر کا ذکر فرماتے ہوئے کہ اللہ تعالیٰ مومنوں کو ہر نقص سے پاک کر کے کامل کرنے کا ارادہ فرما چکا ہے۔ جیسا کہ فرمایا لقد من اللہ علی المومنین اذ بعث فیھم رسولا من انفسھم یتلوا علیھم ایٰتہ ویزکیھم ویعلمھم الکتاب والحکمۃ اور پھر سورہ جمعہ میں اس بات کا ذکر فرماتے ہوئے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ تکمیل نفوس فرمانا عرب پر ہی ختم نہیں ہو جائے گا۔ بلکہ یہ سلسلہ بعد میں بھی چلے گا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان لوگوں کی بھی تکمیل فرماتے رہیں گے۔ جو ابھی پیدا نہیں ہوئے۔ اور بعد میں آتے رہیں گے جیسا کہ فرمایا ھو الذی بعث فی الامیین رسولا منھم یتلوا علیھم ایٰتہ و

[1] بعض لوگ اعتراض میں جلد بازی کر کے کہہ دیتے ہیں کہ نبوت موہبت ہو تو پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو پیروی کے لئے کیوں فرمایا۔ اس جگہ صرف اسی قدر بتا دینا کافی ہے کہ یہ حکم تو بہرحال نبوت کے ملنے کے بعد کا ہے اس لئے اس سے نبوت کے موہبت ہونے پر اور بلا اکتساب حاصل ہونے پر کچھ اثر نہیں پڑتا۔ مگر یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ ان انبیاء کی کتابیں موجود نہیں اور اگر موجود تھیں تو ان میں تحریف ہو چکی تھی۔ پس ان کی ہدایت کے اقتدا سے مراد ان کے طریق کی موافقت ہے یعنی جس طرح انہوں نے توحید کے قائم کرنے میں مشکلات کا مقابلہ کیا اسی طرح تم بھی صبر کرو اور یوں بھی معنے ہو سکتے ہیں کہ جن کمالات کو پہلے انبیاء نے فرداً فرداً اپنے اندر لیا تم ان سب کو اپنے اندر جمع کرو۔

یزکیہم ویعلمہم الکتٰب والحکمۃ وان کانوا من قبل لفی ضلٰل مبین واٰخرین منہم لما یلحقوا بہم یہ عجیب بات ہے کہ ان چاروں موقعوں پر ایک ہی غرض آپ کی بعثت کی بیان فرمائی ہے۔ اور اس میں چار ہی چیزوں کو رکھا ہے۔ تلاوت آیات الٰہیہ۔ تعلیم کتاب۔ تعلیم حکمت۔ تزکیہ۔ اور درحقیقت یہی چاروں کام ہر نبی اپنے اپنے رنگ میں کرتا رہا۔ مگر چونکہ ان میں سے اوّل الذکر تینوں وہ ذرائع ہیں جن سے تزکیہ نفس ہوتا ہے اور تزکیہ نفس جس کو دوسرے الفاظ میں تکمیل نفس انسانی کہا جاتا ہے۔ اصل غرض ہے اس لئے میں یہاں صرف تزکیہ کا ہی ذکر کرتا ہوں۔ اور باقی امور کو دوسرے باب کے لئے چھوڑتا ہوں +

تزکیہ سے مراد تکمیل ہے

تزکیہ کیا ہے۔ عربی زبان میں یہ کمال اور یہ خوبی ہے۔ کہ ایک لفظ کے معنے اور مفہوم میں ایک خاص حکمت ہوتی ہے۔ یعنی وہ لفظ اپنے معنے پر ایک دلیل اپنے اندر رکھتا ہے۔ اور یہ بعینہ اسی طرح ہے جیسے قرآن کریم اپنے ہر ایک ادعا میں ایک دلیل بھی اپنے ساتھ رکھتا ہے۔ یعنی بسا اوقات دلیل کو برنگ دلیل نہیں دیا جاتا۔ بلکہ وہ دلیل خود اس دعوٰی سے ہی پیدا ہوتی ہے۔ اور اس دعوٰی کے اندر موجود ہوتی ہے جس طرح جان جسم کے اندر ہوتی ہے۔ پس جو خصوصیت کتب الٰہی میں قرآن کریم کو ہے وہی خصوصیت تمام زبانوں میں عربی زبان کو ہے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت کاملہ سے عربی زبان کو قرآن کے لئے مخصوص رکھا اب تزکیہ کا لفظ زکا سے مشتق ہے۔ جس کے اصل معنے نمو یعنی بڑھنے کے ہیں۔ چنانچہ امام لغت راغب اپنے مفردات میں لکھتا ہے۔ زکا اصل الزکاۃ النمو الحاصل عن برکۃ اللہ تعالیٰ ویعتبر ذٰلک بالامور الدنیویۃ والاخرویۃ یقال زکا الزرع یزکوا اذا حصل منہ نمو وبرکۃ... ومنہ الزکوٰۃ لما یخرج الانسان من حق اللہ تعالیٰ الی الفقراء وتسمیتہ بذٰلک لما یکون فیہا من رجاء البرکۃ او لتزکیۃ النفس ای تنمیتہا بالخیرات والبرکات او لہما جمیعا فان الخیرین موجودان فیہا +

یعنی زکا کے معنے کی تشریح یوں ہے کہ زکوٰۃ کا اصل مفہوم وہ نمو یعنی بڑھنا ہے۔ جو اللہ تعالیٰ کی برکت سے حاصل ہوتا ہے۔ اور یہ امور دنیوی کے لحاظ سے بھی ہوتا ہے اور باعتبار امور اخروی بھی۔ چنانچہ کہا جاتا ہے زکا الزرع یعنی کھیتی کے متعلق زکا کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے۔ جب اس میں نمو اور برکت حاصل ہو..... اور اسی سے زکوٰۃ کہا جاتا ہے۔ اس کو جو نکالتا ہے انسان اللہ تعالیٰ کے حق کو فقراء کی طرف اور اس کا نام زکوٰۃ رکھنا اس لحاظ سے ہے کہ اس میں برکت کی امید ہوتی ہے۔ یا اس لئے کہ تزکیہ نفس ہوتا ہے۔ یعنی بڑھنا اس کا بذریعہ نیکیوں اور برکات کے یا ان دونوں کے لئے۔ کیونکہ دونوں نیکیاں اس کے اندر موجود ہیں۔ تو گویا تزکیہ نفس اپنے اصلی معنوں کے رو سے نفس کے نمو پر دلالت کرتا ہے۔ یا بالفاظ دیگر اس کا بڑھنا اور مراتب اور کمالات عالیہ کو حاصل کرنا۔ پس درحقیقت تزکیہ میں دونوں امور شامل ہیں ایک

یعنی ان امور کا دور کرنا اور ان نقایص کا رفع کرنا جو کسی چیز کے نمو میں حایل ہو سکتے ہیں۔ اور ان اوصاف کا حاصل کرنا جن سے اس کے نمو میں مدد مل سکتی ہے۔ کیونکہ جب تک پہلے نقصوں سے پاک نہ کیا جائے گا۔ اس وقت تک نمو کی حالت پیدا نہیں ہو سکتی۔ مگر صرف نقصوں سے پاک ہونا بھی کافی نہیں جب تک وہ اسباب جمع نہ ہوں جن سے انسان ترقی کر سکتا ہے غلطی سے تزکیہ کے لفظ کو صرف اس حد تک محدود سمجھ لیا گیا ہے۔ کہ اس سے مراد صرف کمزوریوں اور نقصوں کا دور ہونا ہے۔ حالانکہ یہ درست نہیں ہے اس کی عمدہ مثال وہی کھیتی والی مثال ہے۔ زکا الزرع کھیتی کے بڑھنے کے لئے پہلے یہ بات بکار ہے کہ زمین کو ہر قسم کے نقصوں سے صاف کیا جائے۔ اس کی سختی کو دور کیا جائے گھاس پتھر وغیرہ کو اس میں سے نکالا جائے۔ مگر یہی کافی نہیں۔ اس زمین میں نمی بڑھانے کی طاقت و دیگر اسباب ہونے چاہئیں جن سے بیج نشوونما پا سکتا ہے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے مومنوں کی مثال قرآن کریم میں کھیتی سے دی ہے

کزرع اخرج شطأہ فآزرہ فاستغلظ فاستوی علی سوقہ یعجب الزراع لیغیظ بہم الکفار وعد اللہ الذین آمنوا وعملوا الصالحات منہم مغفرۃ واجرا عظیما

ان کی مثال ایک کھیتی کی ہے جو پہلا پنی سوئی نکالتی ہے پھر اسے قوی کرتی ہے پھر وہ موٹی ہوتی جاتی ہے پھر اپنے ساق پر بالکل ٹھیک یعنی مکمل ہو جاتی ہے کھیتی والوں کو اچھی لگتی ہے نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ کفار کو ان کی وجہ سے غیظ میں لاتا ہے اللہ تعالیٰ ان میں سے ان لوگوں سے جو ایمان لائیں اور اچھے عمل کریں مغفرت اور اجر عظیم کا وعدہ کرتا ہے

یہاں بھی اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو کھیتی سے مثال دے کر دو ہی باتوں کو بیان فرمایا۔ ایک مغفرت جس کے معنی حفاظت کے ہیں۔ یعنی نقصوں سے بچانا اور دوسرے اجر عظیم یعنی کمالات +

غرض تزکیہ کے اصل معنے کمال تک پہنچانا ہے۔ اور لغت کے علاوہ اور قرآن کریم کی شہادت مذکورہ بالا کے علاوہ اور بھی شہادت قرآن کریم سے اس پر ملتی ہے۔ چنانچہ ایک جگہ فرمایا قد افلح من زکیھا اور دوسری جگہ قد افلح من تزکی اب فلاح حقیقی کامیابی کو کہتے ہیں جیسا کہ قرآن کریم کے شروع میں ہی سارے اصول کو بیان فرما کر اور ایمان اور اعمال صالحہ کے اصول عظیمہ کا ذکر کر کے فرمایا کہ جو لوگ ان پر چلتے ہیں اولئک علی ھدی من ربہم واولئک ھم المفلحون ٥ وہ اپنے رب کی طرف سے ہدایت پر یعنی ایک سیدھی سڑک پر چل پڑے۔ اور وہ کمال انسانی کے حاصل کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔ سو یہی مراد قد افلح من زکیھا میں ہے یعنی جو شخص تزکیہ نفس کرتا ہے۔ اور اس کو اس کے کمال تک پہنچاتا ہے۔ وہی کامیاب ہوتا ہے۔ پس تزکیہ نفس جو در حقیقت تکمیل نفس کے ہم معنی ہے اس تک انسانوں کو پہنچانا ہی اصل غرض و غایت نبوت کی ہے +

ہدایت کا آنا کمال انسانی کیلئے ضروری ہے

پس مذکورہ بالا بحث کا خلاصہ یہ ہوا کہ قرآن کریم نے انسان کے کمال تک پہنچنے کے لئے کسی ہدایت کا آنا ضروری قرار دیا ہے۔ اور کوئی شخص حقیقی کمال انسانی تک نہیں پہنچ سکتا۔ جب تک کہ اس ہدایت پر عامل نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ کے سارے نبی ہدایت لے کر آئے۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی ہدایت لے کر آئے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام بھی ہدایت لے کر آئے۔ جو نبی حضرت موسیٰ سے پہلے گزر چکے تھے وہ بھی ہدایت لے کر آئے تھے۔ جو نبی سلسلہ بنی اسرائیل میں حضرت موسیٰ کے بعد آئے۔ وہ بھی ہدایت لے کر آئے۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کا کلام تو ایسے عالمگیر اصول کو چند ناموں تک محدود نہیں کرتا۔ جس طرح ابوالبشر سے وعدہ فرمایا تھا۔ فاما یاتینکم منی ھدی کہ ضرور میری طرف سے تمہارے پاس ہدایت آئے گی۔ اسی طرح فرمایا ولکل قوم ھاد یعنی خدا کا قانون بنی اسرائیل یا بنی اسمٰعیل تک محدود نہیں رہا۔ ہر ایک قوم کے لئے کوئی نہ کوئی ہدایت لانے والا گزرا ہے۔ جیسا وعدہ عام تھا۔ ویسا ہی اس کا ایفا بھی عام ہوا۔ آدم کی ساری اولاد سے وعدہ تھا۔ اس لئے ہر ایک قوم کے ساتھ اس کے ایفا کا بھی ذکر فرمایا۔ ہاں سب سے آخر وہ کامل ہادی آیا جو سب سے اول بھی تھا اور آخر بھی۔ جیسا کہ فرمایا:۔

سب سے کامل اور سب سے آخری ہادی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

ان اول بیت وضع للناس للذی ببکۃ مبارکا وھدی للعالمین ۰	یعنی سب سے پہلا گھر جو لوگوں کی بھلائی کیلئے مقرر کیا گیا وہی ہے جو مکہ میں ہے۔ وہ برکت والا بھی ہے۔ یعنی ہمیشہ کے لئے رہے گا۔

کیونکہ مبارک عربی زبان میں اس کو کہتے ہیں جس کی خیر منقطع نہیں ہوتی تو اس طرح پر زمانہ کے لحاظ سے اس گھر کا دامن ہمیشہ تک پھیلا ہوا ہے۔ اور ساری قوموں کے لئے ہدایت ہے۔ اس طرح مکان اور انسانوں کے لحاظ سے اس کی وسعت عام ہوئی۔ اور جیسے یہ گھر اول بھی ہے اور آخر بھی۔ اسی طرح پر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سب سے پہلے نبی بھی ہیں اور آخری بھی جیسے حدیث میں فرمایا کنت اول النبیین فی الخلق و اٰخرھم فی البعث یعنی پیدائش میں میں سب سے پہلا نبی ہوں جیسا کہ خانہ کعبہ اول بیت وضع للناس ہے اور بعثت میں سب سے آخر۔ یعنی آپ کے بعد کوئی نبی مبعوث نہیں ہوگا۔ جیسا کہ کعبہ سب سے آخری قبلہ ہے جو لوگوں کے لئے مقرر کیا گیا۔

ہدایت کا مفہوم شریعت سے وسیع ہے۔

یہ امر بھی یاد رکھنا چاہئے۔ کہ ہدایت کا لفظ بہت وسیع ہے۔ اور شریعت کے ہم معنے نہیں۔ بلکہ درحقیقت شریعت بھی اسی ہدایت کا ایک حصہ ہے۔ جو حسب ضرورت وقتاً فوقتاً کم و بیش نازل ہوتا رہا۔ مگر ہدایت کا لانا ہر نبی کے لئے ضروری ہوا۔ کیونکہ یہی انبیاء کی بعثت کی علت غائی تھی۔ اگر ایک قرآن کریم کو ہی دیکھا جائے جو بوجہ تحریف تغیر و تبدل سے محفوظ ہونے کے ہمارے لئے ہر معاملہ میں حقیقی رہنما اب ہو سکتا ہے تو معلوم ہوگا کہ اس میں اوامر و نواہی کا حصہ محض ایک چھوٹا سا حصہ ہے۔ ہاں اس کا

ایک ایک لفظ انسان کی ہدایت کا موجب ہے۔ اس لئے ساری کتاب کو ھدی کہا اور اوامر ونواہی جیسا کہ ظاہر ہے صرف ایک حصّہ کتاب کا ہیں۔ بیشک اللہ تعالیٰ نے قوموں کو شرائع بھی دیں۔ جیسا کہ فرماتا ہے لکل جعلنا منکم شرعۃ ومنھاجا تم میں سے ہر ایک (قوم) کے لئے ایک شریعت اور ایک راہ مقرر کیا۔ مگر ہر نبی اپنے ساتھ ہدایت لاتا ہے۔ خواہ وہ شریعت لائے یا نہ لائے اسی لئے قرآن شریف یا احادیث صحیحہ میں نبوت تشریعی وغیر تشریعی کی کوئی تقسیم نہیں۔ اور یہی اشارہ الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی سے بھی مستنبط ہوتا ہے۔ یعنی شریعت کو بھی کامل کر دیا۔ اور ہدایت کی نعمت بھی پوری پوری دے دی۔ اب آیندہ نہ کوئی تغیر وتبدل شریعت میں ہو سکتا ہے اور نہ کوئی اور ہدایت اصلاح مخلوق کے لئے نازل ہوگی۔ اس امتیاز کو مدنظر رکھتے ہوئے اس آیت کے معنے پر بھی کوئی اعتراض وارد نہیں ہوتا جہاں توریت کے متعلق فرمایا یحکم بہا النبیون یعنی نبی اس کے مطابق فیصلہ کرتے تھے جس کا مطلب صرف اس قدر ہے کہ بنی اسرائیل کے جھگڑوں میں فیصلہ شریعت توریت کے مطابق دیا جاتا تھا۔ گو بعض وقت جیسا کہ آیندہ دکھایا جائے گا۔ شریعت میں بھی تغیر تبدل بعض انبیاء کے ذریعہ ہوتا رہا۔ کیونکہ وہ شرائع کامل نہ تھیں۔ مگر بہرحال توریت کے مطابق فیصلہ دینے سے یہ نتیجہ نہیں نکلتا کہ ان انبیاء پر منجانب اللہ کوئی ہدایت نازل نہ ہوئی تھی۔ ایسا نتیجہ صراحتاً قرآن کریم کے خلاف ہے۔

نبوت موہبت سے ہے اکتساب سے نہیں

قرآن کریم اور حدیث سے بالصراحت یہ بات ثابت ہے اور امت مسلمہ کا اس پر اتفاق ہے کہ نبوت موہبت سے ہے اکتساب سے نہیں۔ یعنی کوئی شخص کوشش کر کے نبوت کا منصب حاصل نہیں کرتا بلکہ اللہ تعالیٰ اپنی موہبت سے جس شخص کو چاہے اور جب چاہے اس منصب پر کھڑا کرتا ہے۔ چنانچہ قرآن کریم نے کفار کے اس مطالبہ پر کہ:-

لن نؤمن حتی نؤتی مثل ما اوتی رسل اللہ فرمایا اللہ اعلم حیث یجعل رسالتہ۔	ہم ایمان نہیں لائینگے جبتک کہ ہم کو اس کی مثل نہ دیا جاوے جو اللہ کے رسول کو دیا جاتا ہے اللہ خوب جانتا ہے کہ کسے نبوت کے منصب پر قایم فرمائے۔

یعنی یہ اس کی موہبت ہے جسے چاہتا ہے دیتا ہے ایسا ہی آیت قرآنی یلقی الروح من امرہ علی من یشاء بھی اسی پر شاہد ہے یعنی اللہ تعالیٰ اپنے امر سے اپنا کلام جس پر چاہتا ہے القا کرتا ہے ایسا ہی احادیث سے بھی یہ ثابت ہوتا ہے کہ نبوت موہبت ہے۔ اکتساب سے نہیں ملتی جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ کنت نبیا وآدم بین الماء والطین یعنی آدم کی پیدایش سے بھی پہلے میں نبی تھا۔ ایسا ہی اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے جہاں فرمایا کنت اول النبیین فی الخلق پیدایش

ہیں میں نبیوں میں سب سے پہلا ہوں۔ پس نبوّت کا اکتساب یا کسی کی پیروی سے حاصل ہونا ان تمام آیات قرآنی اور احادیث کے صاف مفہوم کے خلاف ہے۔

بذریعہ اکتساب کمال کو حاصل کرنیوالا نبی نہیں کہلا سکتا۔

اس بات کو سمجھ لینے کے بعد یہ جان لینا آسان ہے کہ نبوّت وہی ہے جو براہ راست خدا سے ملتی ہے کسی انسان کی پیروی سے یا اکتساباً جو چیز ملے۔ خواہ وہ کتنا بھی نبوت کے ہم رنگ ہو۔ مگر حقیقی طور پر ہم اسے نبوت نہیں کہہ سکتے۔ جس کو خدا کے ہاتھ نے کامل کیا ہے۔ صرف وہی نبی ہوگا۔ اس لئے کہا جاتا ہے کہ نبوت براہ راست خدا سے ملتی ہے۔ جس کا تزکیہ کسی انسان کی پیروی سے ہوا ہے اس میں چونکہ اکتساب کا رنگ آگیا ہے۔ اس لئے اسے نبی نہیں کہہ سکتے۔ تمام انبیاء علیہم السلام انہی معنوں میں نبی کہلائے۔ کہ وہ خدا اور مخلوق کے درمیان واسطہ تھے۔ ان کو خدائے تعالیٰ نے اپنے ہاتھ سے کامل کیا۔ اور ان کو اس مقام پر کھڑا کیا کہ وہ دوسروں کی تکمیل بطور خود کریں۔ اور گو ایک نبی کے بعد معاً بھی دوسرا نبی ہوگیا ہو۔ بلکہ ایک نبی کے ساتھ بھی دوسرا ہوگیا ہو۔ مگر اس کے نبوت پانے میں اس پہلے نبی کو کوئی دخل نہ تھا۔ کیونکہ یہ ضروری تھا کہ جسے نبی بنایا جائے وہ خدا کے ہاتھ سے محض اللہ تعالیٰ کی موہبت سے تکمیل کی حالت کو پہنچا ہو۔ نہ کسی انسان کی پیروی سے۔ اور دوسرے لوگ خود اس کی پیروی کریں اور جس راہ پر وہ انہیں چلائے اس پر چلیں اور اس کی ہمت اور توجہ سے اور اس کی قوت قدسی سے اور اس کی ہدایات پر عمل کرکے تزکیہ نفس کریں اور پھر اسی سے روشنی حاصل کریں۔ وہ نور جو بطور موہبت ہے وہ آفتاب کی طرح اصلی نور ہے۔ اس سے دوسرے بطور مستعار حاصل کرسکتے ہیں۔ اور جو خود بطور مستعار حاصل کرے۔ اور اس کا نور آفتاب کے نور کی طرح اصلی نہ ہو۔ بلکہ وہ خود عکس ہو۔ جیسے چاند کا نور۔ اس سے روشنی تو مل جاتی ہے۔ مگر اس نور سے عکس کے طور پر نور پیدا نہیں ہوتا۔ اس لئے وہ نبی نہیں کہلا سکتا۔

اب ہم دکھاتے ہیں۔ کہ یہی مذہب اُمّت کا اجماعی طور پر رہا ہے۔ سب سے پہلے خود حضرت مسیح موعود کو لو ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم صفحہ ۱۹۲ پر فرماتے ہیں:۔

مسیح موعود کا مذہب کہ تمام انبیاء پر الگ الگ ہدایتیں نازل ہوئیں۔

"پس میں اپنے مخالفوں کو یقیناً کہتا ہوں کہ حضرت عیسیٰ اُمّتی ہرگز نہیں ہیں۔ گو وہ بلکہ تمام انبیاء آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سچائی پر ایمان رکھتے تھے۔ مگر وہ ان ہدایتوں کے پیرو تھے جو اُن پر نازل ہوئی تھیں۔ اور براہ راست خدا نے اُن پر تجلّی فرمائی تھی۔ یہ ہرگز نہیں تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رُوحانی تعلیم سے وہ نبی بنے تھے تا وہ اُمّتی کہلاتے۔ ان کو خدا تعالیٰ نے الگ کتابیں دی تھیں۔ اور ان کو ہدایت تھی کہ ان کتابوں

پر عمل کریں اور کرا دیں۔ جیسا کہ قرآن شریف اس پر گواہ ہے :

مسیح موعود کا مذہب کہ انبیاء کا تزکیہ نفس فطری طور پر از خدا کے ہاتھ سے ہوتا ہے نہ اکتساب

پھر ست بچن صفحہ ۸۶ پر فرماتے ہیں :-

" لہٰذا خدا تعالیٰ کی پاکی بھی انسان کے پاک بنانے کیلئے ہے جس طرح دریا میں بار بار غسل کرنے سے کسی کے بدن پر میل باقی نہیں رہ سکتی اسی طرح جو لوگ خدا تعالیٰ کے ہی ہو جاتے ہیں اور اسکے سچے فرمانبردار بن کر دریائے رحمت الٰہی میں داخل ہو جاتے ہیں۔ بلاشبہ وہ بھی پاک ہو جاتے ہیں مگر ایک اور قوم بھی ہے جو مچھلیوں کی طرح اس دریا میں ہی پیدا ہوتی ہے اور اس دریا میں ہی ہمیشہ رہتی ہے اور ایکدم بھی اس دریا کے بغیر جی نہیں سکتی۔ وہ وہی لوگ ہیں جو پیدائشی پاک ہیں اور ان کی فطرت میں عصمت ہے۔ انہیں کا نام نبی اور رسول اور پیغمبر ہے "۔

مسیح موعود کا مذہب کہ بالذات معصوم صرف انبیاء ہی ہیں

کرامات الصادقین صفحہ ۵ پر تحریر فرماتے ہیں :-

" لیکن افسوس کہ بٹالوی صاحب نے یہ نہ سمجھا۔ کہ نہ مجھے اور نہ کسی انسان کو بعد انبیاء علیہم السلام کے معصوم ہونے کا دعوےٰ ہے "۔

اس حوالہ سے صاف ظاہر ہے کہ سوائے انبیاء علیہم السلام کے جن کو فطرتاً معصوم پیدا کیا جاتا ہے۔ ہر ایک انسان اس مرتبہ کو بذریعۂ اکتساب ہی حاصل کر سکتا ہے۔ پس جو شخص بذریعۂ اکتساب اس مرتبہ معصومیت کو جو کمال کی پہلی سیڑھی ہے پاتا ہے۔ وہ نبی نہیں ہو سکتا۔

پھر حقیقت الوحی صفحہ ۵۹ پر فرماتے ہیں :-

حضرت مسیح موعود کا مذہب کہ معرفت الٰہی صرف نبیوں کی معرفت ملتی ہے۔

" پس سوال یہ ہے کہ مسیح نے روحانی کمالات کے حاصل کرنے کے لئے کونسا کفارہ دیا۔ انسان خدا تعالیٰ تک پہنچنے کے لئے دو چیزوں کا محتاج ہے۔ اوّل بدی سے پرہیز کرنا۔ دوم نیکی کے اعمال کو حاصل کرنا۔ اور محض بدی کا چھوڑنا کوئی ہنر نہیں ہے۔ پس اصل بات یہ ہے۔ کہ جب سے انسان پیدا ہوا ہے۔ یہ دونوں قوتیں اس کی فطرت کے اندر موجود ہیں۔ ایک طرف تو جذبات نفسانی اس کو گناہ کی طرف مائل کرتے ہیں اور دوسری طرف محبت الٰہی کی آگ جو اسکی فطرت کے اندر مخفی ہے۔ وہ اس گناہ کے خس و خاشاک کو اس طرح جلا دیتی ہے۔ جیسا کہ ظاہری آگ ظاہری خس و خاشاک کو جلاتی ہے مگر اس روحانی آگ کا برافروختہ ہونا جو گناہوں کو جلاتی ہے معرفت الٰہی پر موقوف ہے۔ کیونکہ ہر ایک چیز کی محبت اور عشق اس کی معرفت سے وابستہ ہے۔ جس چیز کی حسن اور خوبی کا تمہیں علم نہیں تم اس پر عاشق نہیں ہو سکتے۔ پس خدائے عزّ وجل کی خوبی اور حسن و جمال کی معرفت اس کی محبت پیدا کرتی ہے۔ اور محبت کی آگ سے گناہ جلتے ہیں۔ مگر سنت اللہ اسی طرح پر جاری ہے کہ وہ معرفت عام لوگوں کو نبیوں کی معرفت ملتی ہے۔ اور ان کی روشنی سے وہ روشنی

حاصل کرتے ہیں۔ اور جو کچھ ان کو دیا گیا وہ ان کی پیروی سے سب کچھ پالیتے ہیں"۔

اس سے صاف ثابت ہوتا ہے۔ کہ حضرت مسیح موعود کے نزدیک انسانوں کو خدا تک پہنچانے کا ذریعہ یا خدا اور مخلوق کے درمیان واسطہ اور انسان کو اس کے کمال تک پہنچانے والی قوم صرف انبیاء علیہم السلام ہوئی ہے۔ اور کہ انبیاء کے پیرو ان کی پیروی سے یعنی اکتساباً اس کمال کو حاصل کر لیتے ہیں جو نبیوں کو پہلے سے حاصل ہوتا ہے۔ گویا نبی کی مثال سورج کی ہے۔ اور پیرو کی مثال جو کمال حاصل کرے چاند یا سیارہ کی ہے۔ جو اس کے گرد پھرتا اور اس کے نور سے نور حاصل کرتا ہے۔ اس کا نور اصلی نہیں ہوتا۔ بلکہ بطور مستعار لیا ہؤا ہوتا ہے۔

پھر حاشیہ حقیقت الوحی صفحہ ۹۷ پر فرماتے ہیں:۔

"اور بنی اسرائیل میں اگرچہ بہت نبی آئے۔ مگر ان کی نبوت موسےٰ کی پیروی کا نتیجہ نہ تھا۔ بلکہ وہ نبوتیں براہ راست خدا کی ایک موہبت تھیں۔ حضرت موسےٰ کی پیروی کا اس میں ایک ذرہ کچھ دخل نہ تھا"۔

حضرت مسیح موعود کا مذہب کہ اسرائیلی انبیاء کی نبوت اکتسابی یعنی حضرت موسیٰ کی پیروی سے نہ تھی الخ

اور حقیقت الوحی تتمہ صفحہ ۹۹ پر تحریر فرماتے ہیں:۔

"اور انتہائی کوشش انسان کی تزکیہ نفس ہے اور اسی پر تمام سلوک ختم ہو جاتا ہے۔ اور دوسرے لفظوں میں یہ ایک موت ہے جو تمام اندرونی آلائشوں کو جلا دیتی ہے"۔

حضرت مسیح موعود کا مذہب کہ تزکیہ نفس کمال انسانی ہے

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب حجۃ اللہ البالغہ میں تحریر فرماتے ہیں۔ باب اختلاف الناس فی السعادۃ

شاہ ولی اللہ کا مذہب کہ نبی وہی ہے جو کسی امام کی اتباع کے بغیر ناقصوں کو کامل کرے

فکذلک یختلفون فی ھذا الخلق الذی علیہ مدار سعادتہم .... ومنھم الذی رکب فیہ الخلق اجمالاً وینبجس منہ فلتاتہ الا انہ یحتاج فی التفصیل وتمھید الھیئات علی ما یناسب الخلق فی کثیر مما ینبغی الی امام وفیہ قولہ تعالیٰ یکاد زیتھا یضیئ ولو لم تمسسہ نار وھم السباق ومنھم الانبیاء یتاتی لھم الخروج الی کمال ھذا الخلق واختیار ھیئات مناسبۃ لہ وکیفیۃ تحصیل الفائت منہ وابقاء الحاضر واتمام الناقص من غیر امام و

"اسی طرح لوگوں میں اختلاف ہوتا ہے۔ اس خلقی حالت میں جس پر ان کی سعادت کا مدار ہے ..... اور بعض لوگوں میں اجمالی طور پر خلق کی حالت موجود ہوتی ہے ان سے اس خلق کے اثر ظاہر ہوتے ہیں لیکن وہ محتاج ہوتے ہیں کسی امام کے تفصیل میں اور اس خلق کے مناسب اکثر حالتوں کے درست کرنے میں اور اسی کے مطابق ہے اللہ تعالیٰ کا قول یکاد زیتھا یضیئ ولو لم تمسسہ نار یعنی قریب ہو کہ اس کا تیل جل اٹھے گو اسے آگ بھی نہ چھوئے ان لوگوں کو سابق کہتے ہیں۔ اور ان ہی میں سے انبیاء کا طبقہ ہو وہ اس خلق کے کمالات کو مرتبہ فعلیہ میں لا سکتے ہیں۔ اس کی مناسب حالتوں کو اختیار کرتے ہیں۔ اس خلق کے حصہ میں جو چیز کم ہو اسکے حاصل کرنے کی اور جو موجود ہو اس کے باقی رکھنے کی کیفیت کو اختیار کرتے ہیں۔ اور بغیر کسی امام اور کسی کی دعوت کے وہ ناقص کو پورا کرتے ہیں۔ اور بمقتضائے فطرت جیسا جیسا کہ عمل کرتے رہتے ہیں ان کے اس عمل در آمد سے ایسے قانون

اپناد ستورالعمل کر لیتے ہیں؟ منتظم طور پر مرتب ہو جاتے ہیں جو لوگوں میں یادگار رہتے ہیں۔ ان کو لوگ	لا دعوۃ فینتظم من جمیع ما نہم فی مقتضی جبلتہم سنن یتذکرھا الناس ویتخذ ونہا دستورا

اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ انبیا وہی ہیں۔ جن کی فطرت میں ہی اللہ تعالیٰ نے کمال رکھدیا ہے۔ اور اس لئے وہ کسی امام کسی پیشرو کسی ہادی کے محتاج نہیں ہوتے۔

امام ابن حزم کا مذہب کہ نبوت وہی ہے جو بلا اکتساب حاصل ہو اور اس میں درجہ بدرجہ ترقی نہیں ہوتی (برخلاف اکتسابی)

امام ابن حزم ملل ونحل میں فرماتے ہیں:۔

پس یہ صحیح ہے کہ نبوت امکان میں ہے اور نبوت ایک گروہ کا مبعوث کرنا ہے جن کو اللہ تعالیٰ نے فضیلت کے ساتھ مخصوص کر دیا ہے۔ نہ کسی وجہ سے بلکہ اس لئے کہ وہ ایسا چاہتا ہے۔ سو اللہ تعالیٰ ان کو علم سکھاتا ہے۔ بغیر تعلم[1] کے یعنی سیکھنے کے اور بغیر درجہ بدرجہ ترقی کرنے کے اور بغیر اس کی تلاش کے اور اسی قسم سے وہ رؤیا ہے جو ہم میں سے ایک دیکھتا ہے تو وہ سچ نکل آتا ہے۔	فصح ان النبوۃ فی الامکان وھی بعثۃ قوم قد خصہم اللہ تعالیٰ بالفضیلۃ لا لعلۃ الا انہ شاء ذلک فعلمہم اللہ العلم بدون تعلم ولا تنقل فی مراتبہ ولا طلب لہ ومن ھذا الباب ما یراہ احدنا فی الرؤیا فیخرج صحیحا

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ نبوت میں شرط ہے کہ بلا تعلم سیکھے جس کو بالفاظ دیگر براہ راست حاصل کرنا یا موہبت کے نام سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

امام رازی کا مذہب کہ انبیاء خود کامل ہوتے اور ناقصوں کو کامل کرتے ہیں۔

امام رازی مطالب عالیہ میں کل انسانوں کو تین قسم پر منقسم کرتے ہیں۔ جن میں سے قسم ثالث میں انبیاء ہیں جن کے متعلق لکھتے ہیں:۔

وہ جو ان دونوں مقاموں یعنی معرفت اور اعمال میں کامل ہوتے ہیں۔ اور وہ ناقصوں کے علاج کی بھی طاقت رکھتے ہیں۔ اور ان کو سعی اس بات پر قادر کرتی ہے کہ ناقصوں کو نقصان کی پستی سے کمال کے اوج کی طرف منتقل کر دیں اور یہ انبیا علیہم السلام ہیں۔	الذین یکونون کاملین فی ھذین المقامین ویقدرون ایضاً علی معالجۃ الناقصین ویمکنہم السعی فی نقل الناقصین من حضیض النقصان الی اوج الکمال وھؤلاء ھم الانبیاء علیہم السلام

امام غزالی کا مذہب کہ نبوت اکتسابی نہیں محض عطائے الٰہی ہے

اور ایسا ہی امام غزالی معارج القدس میں نبوت و رسالت کی بحث میں فرماتے ہیں:۔

اس بیان میں کہ آیا رسالت کوئی اکتسابی امر ہے یا ربانی اثر ہے سو ہم کہتے ہیں کہ یہ جان لو کہ رسالت ایک علوی اثر ہے اور ایک ربانی امر اور ایک الٰہی عطیہ ہے۔ نہ تو یہ کوشش سے حاصل کیا جا سکتا ہے۔ اور نہ کسب سے پایا جا سکتا ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اللہ اعلم حیث یجعل رسالتہ	بیان ان الرسالۃ خطوۃ مکتسبۃ ام اثرۃ ربانیۃ فنقول اعلم ان الرسالۃ اثرۃ علویۃ وخطوۃ ربانیۃ وعطیۃ الٰہیۃ لا یکتسب بجھد ولا ینال بکسب اللہ اعلم حیث یجعل رسالتہ۔

ایسا ہی دوسری جگہ اس کتاب میں امام غزالی فرماتے ہیں:۔

[1] حضرت مسیح موعود کا الہام ہے کل برکۃ من محمد صلی اللہ علیہ وسلم فتبارک من علم وتعلم۔ گویا آپ نے سکھا نہیں سیکھا بلا تعلیم نہ سیکھا۔

امام غزالی کا مذہب کہ خدا کا امر مخلوق کو پہنچانے کے لئے نبی واسطہ ہے ✦

النبی متوسط الامر کما ان الملک متوسط الخلق والامر ..... وکما اوحی فی کل سماء امرھا بواسطۃ ملک کذلک اوحی فی کل زمان امرہ بواسطۃ نبی ذلک ھوالتقدیر وھذا ھو التکلیف	نبی اللہ تعالیٰ کا امر پہنچانے میں واسطہ ہوتا ہے۔ جیسے ملک یعنی فرشتہ خلق اور امر میں واسطہ ہوتا ہے..... اور جس طرح ملک کی وساطت سے ہر آسمان میں اس کے امر کی وحی کی۔ اسی طرح ایک نبی کی وساطت سے ہر زمانہ میں اپنے امر کی وحی کی۔ پس وہ پہلی وحی تقدیر ہے اور یہ دوسری تکلیف ✦

نبی کے لئے دو شرائط (۱) تکمیل نفوس انسانی کیلئے منجانب اللہ ہدایت لائے (۲) اکتساب اور تعلیم یا کسی کی پیروی کا اس میں دخل نہ ہو

اس سارے مضمون کا خلاصہ یہ ہے۔ کہ نبوت کی اصل غرض ہے کسی ہدایت کا لانا۔ تاکہ تکمیل نفوس انسانی یا تزکیہ نفوس کیا جائے۔ نبی خالق اور مخلوق کے درمیان بطور واسطہ ہوتا ہے اس کا کمال محض موہبت الٰہی سے ہوتا ہے۔ دوسرے سب لوگوں کا کمال نبی کی پیروی سے یعنی اکتسابی ہوتا ہے۔ وہ براہ راست خدا سے پاتا ہے۔ دوسرے لوگ اس کے نور سے نور حاصل کرتے ہیں۔ اور جو کچھ پاتے ہیں اس کی پیروی سے پاتے ہیں۔ نبی کسی کی پیروی سے نہیں پاتے۔ جو پیروی سے پاتے ہیں۔ وہ حقیقت میں نبی نہیں۔ اور ان جملہ نتائج پر قرآن کریم کی شہادت۔ حدیث کی شہادت۔ اقوال ائمہ حضرت مسیح موعود کی تحریریں شاہد ہیں۔ پس نبوت کی اصل غرض وغایت پر غور کرنے سے ہم اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ اصطلاح شرعی میں جس پر قرآن کریم۔ حدیث اور ساری امت اسلامی متفق ہے (اور یاد رہے کہ امت اسلامی سے مراد عوام الناس اور جہلا نہیں۔ بلکہ ایسا کہنا بڑی جرأت اور بے باکی ہے اور خود مسیح موعود بھی اسی امت اسلامی میں داخل ہیں) نبی حقیقتاً وہی کہلا سکتا ہے جس میں یہ دو شرائط پائی جائیں۔ اوّل یہ کہ وہ انسانوں کی تکمیل اور ہدایت کے لئے منجانب اللہ کوئی ہدایت لائے۔ دوسرے یہ کہ اس کی اپنی تکمیل اور ہدایت موہبت الٰہی کا نتیجہ ہو نہ اکتساب یعنی کسی کی پیروی کا۔ جس میں یہ دونوں باتیں نہ پائی جاتی ہوں۔ اس پر حقیقتاً نبی کے لفظ کا اطلاق نہیں ہو سکتا۔ ہاں مجاز اور استعارہ کے رنگ میں کبھی لفظ کا استعمال ہونا دوسری بات ہے۔ یا محض لغوی وسعت کے لحاظ سے کسی کا کوئی نام پا جانا دیگر شے ہے جس پر بحث آگے ہوگی ✦

باب دوم

نبوت و رسالت کی وحی

اور

اس کے امتیازی نشان

وحی کیا ہے

پہلے باب میں میں دکھا چکا ہوں۔ کہ نبی و رسول درحقیقت خالق اور مخلوق کے درمیان ایک واسطہ ہے اور سلسلہ نبوت و رسالت کی اصل غرض تزکیہ نفوس انسانی یا تکمیل نفوس انسانی ہے۔ اس باب میں میں یہ دکھانا چاہتا ہوں کہ رسالت و نبوت کی موہبت بھی ایک ایسے ممتاز طریقہ پر ہوتی ہے جس میں نبی اور غیر نبی کے اندر ایک فرق بیّن نظر آجاتا ہے۔ چونکہ نبوت و رسالت کی اصل غرض منجانب اللہ کسی ہدایت کو بندوں تک پہنچانا ہے۔ تو اس کا مطلب بالفاظ دیگر یہ ہوا کہ نبی اور رسول اللہ تعالیٰ سے ایک ہدایت حاصل کرتا ہے اور وہاں سے حاصل کرکے دوسرے انسانوں تک پہنچاتا ہے۔ اب جہاں تک دوسرے تک پہنچانے کا سوال ہے وہ تو ایک سیدھی بات ہے۔ کیونکہ ہر ایک شخص ان ذرائع سے واقف ہے۔ جن سے ایک انسان اپنی بات دوسروں تک پہنچاتا ہے۔ ساری بحث اس امر پر آرہتی ہے۔ کہ نبی خود اللہ تعالیٰ سے کس طرح ایک ہدایت کو حاصل کرتا ہے۔ نبی ایک انسان ہے اور اللہ تعالیٰ کی ذات غیب الغیب اور وراءالوراء ہے۔ پھر اس تک کس طرح انسان کی رسائی ہو۔ اور کس طرح بعض ہدایات کو اس سے حاصل کرے۔ اللہ تعالیٰ جس طریق پر اپنے بندوں سے کلام کرتا ہے اس کا نام دنیا کی مقدس تاریخ میں وحی یا الہام رکھا گیا ہے۔ اور یہی لفظ قرآن کریم نے بھی اختیار فرمایا ہے:۔

قل انما انا بشر مثلکم یوحیٰ الیّ انما الٰھکم الٰہ واحد ۔	کہدو کہ میں بھی تمہاری طرح ایک بشر ہوں میری طرف یہ وحی کی جاتی ہے کہ تمہارا معبود ایک ہی معبود ہے ۔

وحی کی مختلف اقسام

پس یہاں عام بشر میں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں یہ فرق بتایا ہے کہ آپ کو وحی ہوتی ہے گویا وحی ایک چیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دوسرے انسانوں سے ممتاز کرنے والی ہے اور اسی وحی کے ذریعہ سے ہی آپ پر منشائے الٰہی کا اظہار کیا گیا۔ جیسے فرمایا:۔

ان اتبع الا ما یوحی الیّ

میں تو اسی کی پیروی کرتا ہوں جو میری طرف وحی کی جاتی ہے۔

اب جب ہم قرآن کریم کو غور سے پڑھتے ہیں تو وحی کا لفظ امتیازی نشان معلوم نہیں ہوتا۔ کیونکہ ایک جگہ تو زمین کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:۔

بان ربک اوحیٰ لہا۔

تیرے رب نے اس کو وحی کی۔

تو اس طرح پر ایک بے جان چیز کی طرف بھی خدا کی وحی ہو سکتی ہے۔ دوسری جگہ حیوانات میں سے ایک نہایت چھوٹے سے حیوان کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:۔

واوحی ربک الی النحل

تیرے رب نے شہد کی مکھی کو وحی کی۔

اور آگے یہ بھی بتایا۔ کہ وہ وحی یہ تھی۔ کہ تو اس طرح گھر بنا اور اس طرح اپنے رب کی راہوں پر چل۔ اور پھر آسمان کے متعلق فرمایا:۔

واوحیٰ فی کل سماء امرھا

ہر ایک آسمان میں اس کے امر کی وحی کی۔

اور پھر ملائکہ کے متعلق فرمایا:۔

اذ یوحی ربک الی الملٰئکۃ انی معکم

تیرا رب فرشتوں کو وحی کرتا تھا کہ میں تمہارے ساتھ ہوں۔

تو یہ چار قسم کی وحی تو غیر انسان کے لئے ہے۔ مگر خود انسانوں میں غیر نبی کو بھی وحی کا ہونا لکھا ہے اور نبی کو بھی۔ غیر نبی کی وحی کی دو مثالیں بالصراحت قرآن کریم میں موجود ہیں۔ اوّل حضرت موسیٰ کی ماں کی طرف وحی کا کرنا جہاں فرمایا:۔

واوحینا الی ام موسیٰ ان ارضعیہ فاذا خفت علیہ فالقیہ فی الیم ولا تخافی ولا تحزنی انا رادوہ الیک وجاعلوہ من المرسلین

ہم نے موسیٰ کی ماں کی طرف وحی کی کہ اس کو دودھ پلا۔ پھر جب اس کے متعلق خوف ہو تو اس کو دریا میں ڈال دے اور نہ خوف کر اور نہ غم کر۔ ہم ضرور اسے تیری طرف لوٹا دیں گے۔ اور اسے رسولوں میں سے بنائیں گے (القصص)۔

اور ایسا ہی فرمایا:۔

اذ اوحیت الی الحواریین ان آمنوا بی وبرسولی

جب میں نے حواریوں کی طرف وحی کی کہ مجھ پر اور میرے رسول پر ایمان لاؤ۔

یہاں دونوں جگہ انسانوں کی طرف وحی کا ذکر ہے۔ اور باوجود وحی پانے کے بلکہ یقینی اور قطعی وحی پانے کے وہ نبی نہ تھے اور نہ ہی حضرت موسیٰ کی ماں نبی تھیں اور نہ ہی حواری نبی تھے۔ اور اگر وحی کے لفظ کو چھوڑ دیں

تو ذوالقرنین۔ مریم۔ لقمان کے ساتھ بھی کلام کا ذکر ہے۔ پس اگر زمین کی وحی کو زبان حال سے اور آسمان کی وحی کو تقدیرت اور شہد کی مکھی کی وحی کو فطرت سے بھی تعبیر کر لیا جائے تاہم انسانوں میں نبیوں اور غیر نبیوں دونوں کی وحی موجود ہے۔ پس یہ کسی طرح قابل تسلیم نہیں۔ کہ محض وحی سے انسان نبی بن جاتا ہے ایک شخص کو قطعی اور یقینی وحی بھی ہوتی ہے اور اس پر اس کو عمل کرنے کا حکم بھی ہوتا ہے۔ اور وہ عمل کر بھی لیتا ہے مگر تاہم وہ نبی نہیں کہلاتا۔

اللہ تعالیٰ انسان کیساتھ کس کس طرح کلام کرتا ہے

پس یہ دیکھنا ضروری ہوا۔ کہ آیا نبی اور غیر نبی کی وحی میں قرآن کریم نے کوئی امتیاز بتایا ہے اس کے لئے پہلے اس آیت پر غور کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے۔ جس میں اللہ تعالیٰ نے یہ بتایا ہے کہ وہ اپنے بندوں سے کلام کرنا چاہے تو کس کس طریق پر اس کا کلام ہوتا ہے۔ وہاں ایک حصر بھی کر دیا ہے کہ تین طرح پر ہی اللہ تعالیٰ اپنے حقیقی منشاء سے اپنے بندوں کو آگاہ کرتا یا ان سے کلام فرماتا ہے۔ چنانچہ فرمایا:۔

ماکان لبشر ان یکلمہ اللہ الا وحیاً او من وراء حجاب او یرسل رسولا فیوحی باذنہ مایشاء

کسی بشر کیلئے یہ نہیں ہو سکتا کہ اللہ تعالیٰ اس سے کلام کرے۔ سوائے اس کے کہ وحی یعنی اشارہ کے طور پر یا پردہ کے پیچھے سے یا اپنے رسول کو بھیجے پس اپنے حکم سے جو چاہے وحی کرے۔

مفسرین اور علماء نے ان تین قسموں کی مختلف توجیہات کی ہیں۔ چونکہ ہماری خاص غرض صرف قسم سوم کی وحی ہے۔ اس لئے باقی دو پر بحث کو طول دینے کی ضرورت نہیں۔ چونکہ وحی کا لفظ اصل میں اشارہ سریعہ کے لئے آتا ہے اس لئے الا وحیاً میں جو لفظ وحی آیا ہے تو اس سے مراد دل میں ایک بات کا ڈالنا ہے جسے وحی خفی کہا جاتا ہے۔ کیونکہ وحی خفی میں کلام صراحت سے نہیں بلکہ اشارہ کے طور پر یا دل میں ایک امر ڈال کر ہوتا ہے۔ جیسے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی فرمایا ان روح القدس نفث فی روعی۔ دوسری صورت کلام کی من وراء حجاب فرمائی۔ اس سے مراد اصل میں رویاء ہے۔ کیونکہ رویاء تعبیر طلب ہوتا ہے۔ اور پھر اسی میں کشف بھی داخل ہے کیونکہ وہ رویاء سے ملتا جلتا ہے صرف صفائی میں فرق ہوتا ہے اور اسی میں وہ صورت داخل ہے جس میں تمثل کے طور پر کوئی چیز سامنے آجائے جیسے کوئی تحریر یا آواز ہو یا زبان پر لفظ جاری ہو جائیں۔ ان تمام صورتوں میں ملک یعنی جبرئیل کسی معین صورت میں کسی وحی کو لے کر نہیں آتا۔ بلکہ اس کا ذکر تیسری قسم میں ہے۔ جہاں فرمایا او یرسل رسولاً فیوحی باذنہ مایشاء یہ وہ صورت ہے جس میں اللہ تعالیٰ اپنے خاص رسول یعنی حضرت جبرئیل علیہ السلام کو اپنا کلام دیکر بھیجتا ہے کہ تا وہ اس کو اس کے رسول پر پڑھے۔ یہ نبی کی وہ وحی متلو ہے۔ جو جبرئیل حفاظت ملائکہ میں لے کر رسول پر نازل ہوتا ہے اور یہی وحی اعلیٰ قسم کی یا وحی اکبر ہے۔ جو تمام قسموں کی وحیوں کی غلطی کو دور کر سکتی ہے

کیونکہ اس کی حفاظت کا سامان اللہ تعالیٰ خاص طور پر فرماتا ہے۔ چنانچہ راغب نے اسکی تشریح میں لکھا ہے

وتبلیغ جبریل فی صورۃ معینۃ دل علیہ قولہ او یرسل رسولا فیوحی | جبرئیل کا ایک معین صورت میں پیغام لیکر آنا اس پر دلالت کرتا ہو۔ اللہ تعالیٰ کا قول او یرسل رسولا فیوحی (یا وہ بھیجتا ہے رسول کو۔ سو وہ وحی کرتا ہے)۔

اور یہ بھی اسی کی تشریح میں لکھا ہے:۔

وذالک اما برسول مشاھد ترٰی ذاتہ ویسمع کلامہ کتبلیغ جبریل علیہ السلام للنبی فی صورۃ معینۃ + | وحی کی ایک طرز یہ ہے کہ وہ رسول کے ذریعہ سے ہو۔ جو حاضر کیا گیا ہے۔ اس کی ذات دیکھی جائے اور اس کا کلام سُنا جائے۔ جیسے پیغام پہنچانا جبرئیل علیہ السلام کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو صورت معینہ میں۔

وحی قرآنی جبرئیلی نزول سے ہوئی

اس امر پر کہ سارا قرآن شریف جبرئیل کی معرفت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا۔ احادیث صحیحہ متواترہ کی شہادت پیش کرنے سے پہلے میں قرآن کریم کو پیش کرتا ہوں۔ فرمایا۔

قل من کان عدوا لجبریل فانہ نزلہ علی قلبک باذن اللہ کہو جو شخص جبرئیل کا دشمن ہے۔ سو یقیناً اسی نے اتارا اس کو تیرے دل پر اللہ کے اذن سے

یعنی جبرئیل نے قرآن کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دل پر اُتارا۔ اسی کے ہم معنی وہ الفاظ ہیں جہاں فرمایا

نزل بہ الروح الامین علی قلبک | روح امین اس کو یعنی قرآن کے ساتھ تیرے دل پر نازل ہوا۔

یہاں روح امین سے مراد حضرت جبرئیل علیہ السلام ہیں۔ یہ دونوں مقام اس امر پر قطعی شاہد ہیں۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن کریم جبرئیل نے اتارا۔ اور سارا قرآن کریم اس ایک ہی رنگ میں یعنی جبرئیل کے ذریعہ یا اس تیسری طرز وحی (او یرسل رسولا فیوحی باذنہ ما یشاء) نازل ہوا۔ گویا قرآن کریم میں جس قدر وحی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے وہ یرسل رسولا کے ماتحت کل کی کل حضرت جبرئیل امین کے ذریعہ نازل ہوئی ہے۔ دوسری دو اقسام میں سے نہیں ہے یا بالفاظ دیگر چونکہ یہ امر مسلم ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بعثت سے پہلے رویائے صادقہ بھی آتے تھے اور بھی الہامی آوازیں آپ کے کان میں پہنچتی تھیں۔ جیسا کہ احادیث سے دکھایا جائے گا۔ اور پھر آپ کو وحی خفی بھی دی گئی تھی۔ مگر قرآن کریم کی وحی ایک خاص طرز کی وحی ہے جو یرسل رسولا کے ماتحت بذریعہ حضرت جبرئیل امین نازل ہوئی اور کوئی دوسری قسم کی وحی اس کتاب یعنی قرآن کریم کے اندر نہیں ہے +

سب انبیاء پر حضرت جبرئیل ہی وحی لاتے تھے

اب دوسرا سوال یہاں یہ پیدا ہوتا ہے۔ کہ آیا نزول جبرئیل کی خصوصیت صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ہی تھی یا دیگر انبیاء کی وحی بھی اسی رنگ کی تھی۔ گو قوت اور کمال میں فرق ہو۔ اب گویہ امر امت میں مسلم ہے۔ کہ حضرت جبرئیل ہی سب انبیاء پر وحی نبوت لے کر نازل ہوتے رہے۔ جیسا کہ امام رازی انہ لقول رسول کریم کی تفسیر میں حضرت جبرئیل کے متعلق فرماتے ہیں:۔

انه رسول ولا شك انه رسول الله الی الانبیاء | وہ یعنی جبرئیل رسول ہیں۔ اور اس میں شک نہیں۔ کہ وہ انبیاء کی طرف رسول ہے

خود قرآن کریم بھی اس پر شاہد ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

انا اوحینا الیک کما اوحینا الی نوح والنبیین من بعدہ واوحینا الی ابراھیم واسمٰعیل واسحٰق ویعقوب والاسباط وعیسٰی وایوب ویونس وھٰرون وسلیمٰن واٰتینا داؤد زبورا ورسلا قد قصصنٰھم علیک من قبل ورسلا لم نقصصھم علیک وکلم اللہ موسٰی تکلیما رسلا مبشرین ومنذرین لئلا یکون للناس علی اللہ حجۃ بعد الرسل

بے شک ہم نے تیری طرف وحی کی۔ اسی طرح جس طرح وحی کی نوح کی طرف اور اس کے بعد نبیوں کی طرف اور ہم نے وحی کی ابراہیم اور اسمٰعیل اور اسحاق اور یعقوب اور یعقوب کی اولاد اور عیسیٰ اور ایوب اور یونس اور ہارون اور سلیمان کی طرف اور داؤد کو ہم نے زبور دی۔ اور رسول جن کا ہم پہلے تم پر ذکر کر چکے ہیں اور رسول جن کا ذکر تجھ پر نہیں کیا۔ اور موسیٰ سے اللہ نے کلام کیا۔ کلام کرنا رسول خوشخبری دیتے ہوئے اور ڈراتے ہوئے۔ تاکہ رسولوں کے بعد لوگوں کے لئے اللہ پر کوئی حجت نہ رہے (النساء ۱۶۳ و ۱۶۴)

اب اس آیت سے ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کی وحی کو اس رنگ کی اور اسی طرز کی وحی قرار دیا ہے۔ جیسے حضرت نوح علیہ السلام اور دیگر انبیاء کی وحی کو جو نوح کے بعد آئے چونکہ قرآن کریم میں غیر نبیوں کی وحی کا بھی ذکر تھا۔ جیسا کہ فرمایا واوحینا الی ام موسٰے۔ یا۔ واذ اوحیت الی الحوارین یعنی موسیٰ کی ماں کو بھی ہم نے وحی کی تھی۔ اور حواریوں کو بھی وحی کی تھی تو پس خالی وحی کا لفظ نبی اور غیر نبی میں کوئی فرق نہ کر سکتا تھا۔ مگر یہاں پر یہ تخصیص فرما کر کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وحی اس قسم کی ہے۔ جیسے نوح علیہ السلام اور دیگر انبیاء کی وحی جو ان کے بعد ہوئے۔ اور پھر ان بعد والوں میں کسی غیر نبی کا نام بھی نہیں لیا البتہ نبیوں میں جو لوگوں نے تشریعی اور غیر تشریعی کی تقسیم کی ہے۔ اس تقسیم کو یہاں بھی تسلیم نہیں کیا۔ کیونکہ جب انبیاء کی وحی کو ایک قسم کا فرمایا۔ جیسے وحی حضرت نوح کی ہے۔ ویسے ہی حضرت ابراہیم کی ویسے ہی حضرت موسیٰ کی ویسے ہی داؤد اور عیسےٰ کی۔ ویسے ہی ہارون اور سلیمان کی اور یونس کی صلوات اللہ وسلام علیہم اجمعین۔ ہاں یہ فرمادیا کہ سب رسولوں کا ذکر بھی ہم نے نہیں کیا۔ بعض کا ذکر کر دیا ہے بعض کا نہیں کیا۔ پس اس طرح پر یہ بتایا کہ سب نبیوں کی وحی ایک قسم کی تھی۔ اور چونکہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وحی کے متعلق قرآن کریم میں تخصیص فرما دی کہ وہ وہ وحی ہے جو بذریعۂ ملک رسول جبرئیل علیہ السلام اتاری گئی۔ پس معلوم ہوا۔ کہ نبی اور غیر نبی کی وحی میں یہ فرق ہے کہ غیر نبی پر وحی جبرئیل علیہ السلام لے کر نہیں آتے۔ اور نبی کی وہ وحی متلو جو اس کی کتاب کہلاتی ہے۔ جو بطور اصل کے لوگوں کی ہدایت کے لئے اس پر نازل ہوتی ہے وہ صرف وہی وحی ہوتی ہے جو بذریعہ جبرئیل علیہ السلام اس پر اتاری جاتی ہے۔ پس یہی ایک حد فاصل ہے جو نبی اور غیر نبی کی وحی میں امتیاز قائم کرتی ہے +

امام بخاری علیہ السّلام نے اسی نکتہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے جب یہ باب اپنی کتاب کے ابتدا میں باندھا :-

کیف کان بدٔ الوحی الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم | رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف وحی کس طرح شروع ہوئی

تو معًا ساتھ ہی قرآن کریم کی جس آیت کو بطور شہادت لائے۔ کہ وہ وحی کس قسم کی تھی وہ یہی آیت قرآنی ہے۔ جیسا کہ فرماتے ہیں :- وقول اللہ عزوجل

انا اوحینا الیک کما اوحینا الی نوح و النبیین من بعدہ ٭ | تمہاری طرف ہم نے اسی طرح وحی کی جس طرح نوح اور اس کے بعد نبیوں کی طرف وحی کی تھی ٭

امام بخاری نے باب کے عنوان میں اس آیت کو ساتھ رکھ کر یہ بتا دیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ خاص وحی جس کا وہ ذکر کرنا چاہتے ہیں۔ یعنی قرآن کریم کی وحی وہ اسی رنگ کی وحی ہے جیسے سب انبیاء کو ہوتی رہی۔ اور اس طرح پر آپ نے گویا اپنی کتاب کی ابتدا میں ہی نبی اور غیر نبی کی وحی میں ایک حد فاصل مقرر کر دی ہے اور انبیاء کی وحی کو ایک قسم قرار دیا ہے ٭

آنحضرت کی وحی قبل از بعثت

احادیث اگرچہ اس بارے میں بہت ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآنی وحی کو حضرت جبرئیل ہی لے کر نازل ہوتے تھے۔ لیکن ہم صرف صحیح بخاری اور مسلم کی چند احادیث پر اکتفا کرتے ہیں۔ سب سے پہلے قابل ذکر اور جو درحقیقت وحی نبوت کا فیصلہ کرتی ہے۔ حضرت عائشہ والی وہ طویل حدیث ہے جو متفق علیہ ہے۔ اور جو اس طرح پر شروع ہوتی ہے :-

اول ما بدئ بہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من الوحی الرؤیا الصالحۃ فی النوم فکان لا یری رؤیا الا جاءت مثل فلق الصبح ٭ | سب سے پہلے جو وحی کی قسم سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ابتدا کی گئی وہ رویائے صالحہ تھی۔ جو آپ حالت خواب میں دیکھتے تھے پس آپ کوئی رؤیا نہ دیکھتے تھے۔ مگر اس کی صداقت اس طرح پر روشن ہوتی تھی۔ جیسے صبح کی روشنی نمودار ہوتی ہے ٭

یہاں ان سچی خوابوں کو بھی حضرت عائشہ صدیقہ نے وحی ہی کہا ہے۔ جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم قبل از بعثت دیکھتے تھے۔ لیکن گو یہ وحی تھی۔ مگر وہ وحیٔ نبوت نہ تھی جو دنیا کے لئے ہدایت لاتی ہے۔ اس لئے باوجود اس وحی کے آپ ابھی مقام نبوت پر کھڑے نہ ہوئے تھے۔ نہ یہ وحی قرآن کریم کا حصہ ہے جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ساری وحی بھی ایک قسم کی نہ تھی۔ اور جس وحی کا نام کتاب اور ہدایت ہے وہ خاص وحی تھی اور خاص طرز پر آتی تھی۔ ورنہ کیا وجہ ہے کہ آپ نے باوجود یہ وحی رویائے صادقہ کی صورت میں پانے کے جو معلوم ہوتا ہے کہ ایک لمبے عرصہ تک

جاری رہی نہ اپنے آپ کو مقام نبوت پر کھڑا ہوُا سمجھا۔ نہ مامور سمجھا نہ اس وحی کے کسی حصّہ نے قرآن کریم میں دخل پایا۔ ایسا ہی ایک حدیث میں یہ بھی آیا ہے کہ اس کے بعد اور قبل از بعثت آپ حالت بیداری میں روشنی دیکھتے تھے۔ اور آواز سنتے تھے۔ اور پتھر آپ پر سلام کرتے تھے۔ ظاہر ہے کہ یہ بھی مکاشفات اور الہامات تھے۔ مگر ان الہامات نے بھی نہ قرآن میں دخل پایا نہ ان کی بناء پر آپ اپنے آپ کو نبی اور مامور سمجھتے تھے+

وحی نبوت کا انقلاب عظیم

پھر اس کے بعد حضرت عائشہ صدیقہ حدیث مذکور میں فرماتی ہیں کہ پھر آپ خلوت کو بہت پسند کرنے لگے۔ اور غار حرا میں عبادت الٰہی کے لئے جاتے اور کئی کئی رات وہاں رہتے پھر گھر واپس آتے۔ پھر کچھ دنوں کا سامان خوراک وغیرہ ساتھ لے کر وہیں تشریف لیجاتے اور آپ اسطرح پر کرتے رہے

حتی جاءہ الحق وھو فی غار حراء فجاءہ الملک فقال اقراء+ | یہاں تک کہ آپ پر وحی آپہنچی اور اس وقت آپ غار حرا میں تھے۔ پس فرشتہ آپ کے پاس آیا اور کہا پڑھ+

یہاں اس وحی نبوت کو دوسری سے ممتاز کرنے کے لئے الحق کے نام سے ممتاز کیا۔ اور یہ وہ وحی ہے جو جبرئیل لاتے ہیں۔ جیسا کہ ان الفاظ سے ظاہر ہے کہ فرشتہ آیا۔ یہی اقرأ والی وحی ہے جو بالاتفاق سب سے پہلی وحی ہے اور یہی وہ وحی ہے جو حضرت جبرئیل سب سے پہلے لائے ہیں۔ اسی کے ساتھ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں ایک انقلاب عظیم پیدا ہوتا ہے۔ حالانکہ اس سے پہلے آپ کو خواب بھی آتے تھے الہام بھی ہوتے تھے۔ مگر اس وحی کے آنے پر آپ کی طبیعت پر ایک عظیم الشان بوجھ آپڑا۔ یہاں تک کہ اسی بوجھ کا خیال کر کے آپ نے فرمایا۔

لقد خشیت علی نفسی | مجھے تو اپنی جان کا بھی خوف ہوُا+

یہ خوف اس منصب جلیل پر کھڑا کیا جانے کی وجہ سے تھا۔ جس کے اٹھانے کے لئے ایک اکیلا انسان ضروری تھا کہ متفکر ہوتا۔ کہ شاید میں اس بوجھ کو اٹھا نہ سکوں۔ اور جان پر بن جائے۔ یا مخالفت کا خطرہ ہوُا جس کا نتیجہ جان کا جانا ہو۔ بہر حال آپ کو اس وحی میں نہ تو یہ کہا گیا۔ کہ آپ نبی ہیں۔ نہ یہ کہا گیا۔ کہ لوگوں کو تم دعوت دو۔ نہ یہ کہا گیا کہ آپ پر شریعت نازل ہوگی۔ نہ یہ کہا گیا کہ آپ دنیا جہان کی طرف مبعوث کئے جاتے ہیں۔ نہ کہا گیا کہ آپ لوگوں کی اصلاح کے لئے مامور ہیں۔ نہ کثرت وحی ہوئی نہ عظیم الشان اور اہم امور میں جو قوموں سے تعلق رکھتے ہوں کوئی تبشیر و انذار ہوُا مگر یہ کوئی اس قسم کی بین اور ممتاز روشنی تھی۔ کوئی ایسی طاقتور آواز تھی۔ کوئی ایسا اثر اس کے اندر تھا۔ کچھ ایسے علوم کا دروازہ اس نے کھول دیا۔ ایسے انکشافات کر دیئے کہ آپ صرف ان پانچ آیات سے یہ سب باتیں سمجھ گئے۔

اقرأ باسم ربك الذی خلق ۔خلق الانسان من علق ۔اقرأ وربك الاکرم الذی علم بالقلم علم الانسان ما لم یعلم*	پڑھ اپنے رب کے نام سے جس نے پیدا کیا۔انسان کو ایک لوتھڑے سے پیدا کیا۔پڑھ اور تیرا رب بڑا صاحب کرم ہے۔وہ جس نے قلم سے سکھایا انسان کو وہ کچھ سکھایا جو وہ نہیں جانتا تھا*

انہی آیات سے آپ پر سب کچھ منکشف ہو گیا۔آپ کو یہ بھی علم ہو گیا۔کہ آپ اصلاح خلق کے لئے مبعوث ہوئے ہیں۔یہ بھی معلوم ہو گیا۔کہ آپ کل دنیا کی طرف بھیجے گئے ہیں۔یہی وجہ تھی کہ آپ نے خشیت علے نفسی فرمایا یعنی یہ اس قدر بوجھ تھا۔کہ آپ کو اپنی جان پر خوف ہوا۔اور یہ کچھ تعجب نہیں۔نبوت کا بار کوئی چھوٹی سی چیز نہیں۔حضرت موسیٰ کو جب یہ منصب ملا تو عرض کیا:۔

واجعل لی وزیرًا من اھلی ۔	کوئی بوجھ اٹھانے والا میرے ساتھ کیجئے

حالانکہ حضرت موسیٰ کی نبوت کا دائرہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابل کس قدر محدود۔موسوی شریعت اس شریعت کے مقابل کس قدر ہلکی۔کیونکہ وقتی اور قومی ضروریات پر محدود تھی پھر بعد میں بھی نبی تکمیل کے لئے آنے والے تھے۔مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات پر اکیلے ہی یہ سارا بوجھ ڈالا گیا۔آپ پر یہ سب کچھ کھل گیا۔کہ آپ نبوت کی آخری اینٹ ہیں۔اور نبوت کی عمارت کی تکمیل کے لئے آئے ہیں۔اسود واحمر آپ کی قوم ہے۔چنانچہ بخاری میں ایک حدیث کتاب التفسیر میں آئی ہے۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

قلت یا ایھا الناس انی رسول اللہ الیکم جمیعًا ۞ فقلتم کذبت وقال ابو بکر صدقت	میں نے کہا اے لوگو میں تم کل کی طرف رسول ہوں۔مگر تم نے کہا تو جھوٹ کہتا ہے اور ابو بکر نے کہا تو سچا ہے*

اب ظاہر ہے کہ یہ حدیث حضرت ابو بکر کے اول مومن ہونے کی طرف اشارہ کرتی ہے۔اور چونکہ حضرت ابو بکر نے پیغام نبوی سن کر ایک لحہ کے لئے بھی شک نہیں کیا۔اس لئے یہ واقعہ اوایل ایام نبوت کا ہے اس وقت بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو علم تھا کہ آپ سب کی طرف مبعوث ہوئے ہیں*

مقام نبوت پر کھڑا ہونے کے لئے جبرئیل کا وحی لانا ضروری ہے

پھر اسی حضرت عائشہ والی حدیث میں آگے چل کر ہے کہ حضرت خدیجہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ورقہ بن نوفل کے پاس لے گئیں تو یہ باتیں سن کر ورقہ نے کہا:۔

ھذا الناموس الذی انزل اللہ علی موسیٰ یا لیتنی فیھا جذعًا یا لیتنی اکون حیا اذ یخرجک قومک فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم او مخرجی ھم قال نعم لم یات رجل قط بمثل	ورقہ نے کہا یہ وہ صاحب سر ملک ہے (یعنی جبرئیل) جو اللہ تعالیٰ نے موسیٰ پر اتارا۔اے کاش میں اسوقت جوان ہوتا۔کاش میں اس وقت تک زندہ رہوں جب تیری قوم تجھکو نکال دیگی۔رسول اللہ صلعم نے کہا کیا وہ مجھے نکال دینگے اس نے کہا ہاں کبھی کوئی شخص اسکی مثل لیکر نہیں آیا جو آپ لائے ہیں۔مگر اس کے ساتھ

یدرکنی یومک انصرک نصراً مؤزراً | ضرور عداوت کی گئی ہے۔ اور اگر میں اس دن تک جیتا رہا تو تمہاری پوری مدد کرونگا

پس اس جبرائیلی پیغام سے جس میں نبوت کے منصب کا کوئی ذکر نہ تھا۔ نہ صرف نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہی سمجھ گئے۔ کہ آپ کو کس منصب پر کھڑا کیا جاتا ہے۔ بلکہ اہل کتاب میں سے ایک شخص بھی سمجھ گیا۔ کہ آپ پر وہی جبرئیل فرشتہ نازل ہوا ہے جو حضرت موسیٰ پر ہوا تھا۔ ورقہ کا خاص طور پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کا نام لینا۔ حالانکہ وہ عیسائی تھا۔ بتاتا ہے کہ یہودیوں اور عیسائیوں کو یکساں مثیل موسیٰ کے آنے کا انتظار تھا۔ اور ورقہ نے یہ بھی سمجھ لیا۔ کہ چونکہ آپ مقام نبوت پر کھڑے کئے گئے ہیں۔ اور نبیوں کے ساتھ یہی سنت اللہ ہے۔ کہ ان کی ابتداء میں اس قدر مخالفت ہو۔ کہ ان کو دکھ دیا جائے۔ اور گھروں سے نکالا جائے۔ اور سخت ایذائیں پہنچائی جائیں۔ اس لئے آپ کے ساتھ بھی ایسا ہی سلوک ہوگا۔ غرض گو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو وحی پہلے بھی ہوتی تھی۔ مگر ایک ہی جبرئیلی پیغام نے اس بات کا فیصلہ کر دیا کہ آپ اصلاح خلق کے لئے کھڑے کئے جاتے ہیں۔ اور مقام نبوت پر آپ کو مامور کیا جاتا ہے۔ پس ہم اس حدیث سے بھی اس قطعی اور یقینی نتیجہ پر پہنچتے ہیں۔ کہ نبوت کے مقام پر کھڑا ہونے کے لئے جبرئیل کا وحی لانا ضروری ہے۔ اور جس پر جبرئیل اللہ کی وحی کو لائے گا۔ وہ مقام نبوت پر اس دن سے کھڑا ہو جائے گا جس دن جبرئیل اس پر وحی لایا۔

پھر ایک اور حدیث جس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ جبرئیل ہی آپ پر قرآنی وحی لاتے تھے۔ اور کہ قرآنی وحی کے سوائے وحی کے رنگ میں جبرئیل اور کچھ نہیں لائے۔ ذیل کی حدیث ہے جو صحیح بخاری میں ہے۔

عن ابن عباس رضی اللہ عنہما۔ قال کان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اجود الناس وکان اجود ما یکون فی رمضان حین یلقاہ جبرئیل وکان یلقاہ فی کل لیلۃ من رمضان فیدارسہ القرآن۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سب لوگوں سے بڑھ کر سخی تھے۔ اور رمضان میں جب جبرئیل آپ سے ملتے آپ بہت ہی سخی ہو جاتے تھے۔ اور جبرئیل رمضان کی ہر رات میں آپ سے ملتے تھے۔ اور قرآن کا دور آپ کے ساتھ کیا کرتے تھے۔

انبیاء کی وحی میں جبرئیل کا خاص نزول

اس مقام پر میں اس بحث میں نہیں پڑنا چاہتا۔ کہ نزول جبرئیلی کی جب جبرئیل آپ پر وحی لے کر آتے تھے۔ کیا کیفیت تھی۔ اور آیا آپ کے رویا اور وحی خفی وغیرہ کس قسم کی جبرئیلی تاثیرات سے تھے اور غیر نبی جو وحی منجانب اللہ پاتے ہیں وہ کس قسم کی جبرئیلی تاثیرات کا نتیجہ ہوتی ہے۔ یہ ایک علیحدہ بحث ہے مگر اس میں کسی کو شبہ نہیں۔ اور ساری اُمت کا اس پر اتفاق ہے اور قرآن اور حدیث بھی اس کے موید ہیں۔ کہ انبیاء علیہم السلام پر جبرئیل کا وحی لانا۔ جو وحی نبوت کہلاتی ہے۔ وہ ایک خاص

نزول ہے جس میں کوئی غیر نبی شریک نہیں ہو سکتا۔ اس میں شک نہیں کہ ہر ایک وحی جبرئیلی تاثیرات سے ہی ہوتی ہے۔ کیونکہ وحی و کلام الٰہی یا دنیا کی روحانی زندگی کا تعلق حضرت جبرئیل سے ہی سمجھا گیا ہے مگر ان جبرئیلی تاثیرات اور وحی نبوت کے ساتھ نزول جبرئیل میں ایک بین امتیاز ہے۔ اور وہ بین امتیاز سب سے بڑھ کر ہم کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں نظر آتا ہے۔ کہ آپ گو پہلے بھی رویائے صالحہ کی صورت میں وحی الٰہی پاتے تھے۔ اور بعض الہامات کا ہونا بھی پایا جاتا ہے۔ مگر جبرئیل کے ایک ہی نزول نے ایک نیا عالم آپ کے سامنے کھول دیا۔ وہ جبرئیلی نزول کیا تھا گویا دنیا کی اصلاح کا ایک نقشہ مجمل رنگ میں آپ کے سامنے رکھ دیا گیا جس کی تفصیلات سے آیندہ تدریجاً آپ کو واقف کیا جانا تھا۔ کیونکہ ہدایت اور شریعت کا نزول تدریجاً ہی ہونا ضروری تھا۔ اس جبرئیلی نزول نے آپ کو یہ بتا دیا۔ کہ آپ دنیا کی ہدایت کے لئے مامور ہوئے ہیں۔ مگر چونکہ اس نزول کی اصل کیفیت بھی آپ کے قلب مبارک کو ہی معلوم ہوگی۔ اس لئے ہم اس نزول کے متعلق صرف ظاہری نشانات سے ہی اس قدر بتا سکتے ہیں کہ وہ ایک خاص قسم کا نزول تھا جس کو مجدد الوقت حضرت مسیح موعود نے بھی لکھا ہے۔ چنانچہ ان لوگوں کے خیالات کی تردید فرماتے ہوئے جو یہ خیال کرتے تھے کہ جبرئیل کا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ایک خاص معاملہ تھا۔ کہ آپ کے ساتھ تو جبرئیل بچپن سے لیکر آخر وقت تک رہا۔ آپ آئینہ کمالات اسلام میں تحریر فرماتے ہیں :-

"ان مولویوں کا تو یہ اعتقاد تھا۔ کہ جبرئیل وحی لے کر آسمان سے نبیوں پر وقتاً فوقتاً نازل ہوتا تھا۔ اور تبلیغ وحی کرکے پھر بلا توقف آسمان پر چلا جاتا تھا۔ اب مخالف اس عقیدہ کے حضرت عیسیٰ کی نسبت ایک نیا عقیدہ تراشا گیا اور وہ یہ کہ حضرت عیسیٰ کی وحی کے لئے جبرئیل آسمان پر نہیں جاتا تھا۔ بلکہ وحی خود بخود آسمان سے گر پڑتی تھی۔ اور جبرئیل ایک طرفۃ العین کے لئے بھی حضرت عیسیٰ سے جدا نہیں ہوتا تھا۔ اسی دن آسمان کا منہ جبرئیل نے بھی دیکھا۔ جب حضرت عیسیٰ آسمان پر تشریف لے گئے ورنہ پہلے اس سے تینتیس برس تک برابر دن رات زمین پر رہے۔ اور ایک دم کے لئے بھی حضرت عیسیٰ سے جدا نہیں ہوئے..... اور تینتیس برس تک جو حضرت عیسیٰ کو وحی پہنچاتے رہے۔ اس کی طرز بھی سب انبیاء سے نرالی نکلی۔ کیونکہ بخاری نے اپنی صحیح میں اور ایسا ہی ابوداؤد اور ترمذی اور ابن ماجہ نے اور ایسا ہی مسلم نے بھی اس پر اتفاق کیا ہے۔ کہ نزول جبرئیل کا وحی کے ساتھ انبیاء پر وقتاً فوقتاً آسمان سے ہوتا ہے (یعنی وہ تجلی جس کی ہم تصریح کر آئے ہیں)"

پس یہ ہر طرح سے ثابت ہے اور اس میں کسی شک و شبہ کی گنجائش نہیں کہ انبیاء کی وحی متلو میں ایک خاص نزول جبرئیل کا ہوتا ہے جس کی صحیح کیفیت کو ہم آگے چل کر بیان کریں گے اور کسی غیر نبی یعنی اُمتی کی

وحی میں وہ نزول نہیں ہوتا۔ اور یہ ایک امتیازی نشان ہے جس سے نبی اور امتی کی وحی میں فرق کیا جا سکتا ہے۔

مریم کی وحی غیر نبوت تھی

اب یہاں یہ سوال پیدا ہوگا کہ جب غیر نبی پر نزول جبرئیل وحی کے ساتھ نہیں ہوتا۔ تو حضرت مریم صدیقہ کے متعلق جو قرآن کریم میں آیا ہے:۔

فارسلنا الیہا روحنا فتمثل لہا بشرًا سویا قالت انی اعوذ بالرحمن منک ان کنت تقیا۔ قال انما انا رسول ربک لاھب لک غلامًا زکیا۔ قالت انی یکون لی غلام ولم یمسسنی بشر ولم اک بغیا۔ قال کذٰلک قال ربک ھو علی ھین ولنجعلہ اٰیۃ للناس ورحمۃ منا وکان امرًا مقضیا اب چونکہ عام طور سے روحنا سے مراد وہی روح الامین یعنی جبرئیل علیہ السلام لئے گئے ہیں۔ تو اس لئے اعتراض یہ پیدا ہوتا ہے۔ کہ مریم تو نبیہ نہ تھی۔ مگر اس پر جبرئیل نازل ہوا اور اس کے ساتھ کلام بھی کی پس جبرئیل کا وحی کے ساتھ نزول انبیاء کے ساتھ خاص نہ رہا غیر نبی یعنی اُمتی پر بھی جبرئیل نازل ہو سکتا ہے اور اس سے کلام کر سکتا ہے۔

اب اول تو یہ سمجھنا چاہیئے کہ یہاں یعنی مریم کے تذکرہ میں روحنا سے کیا مراد ہے۔ اس پر روشنی ڈالنے کے لئے میں قرآن کریم کی ایک دوسری آیت نقل کرتا ہوں۔ جس طرح پر یہاں مریم کی طرف روحنا (ہماری روح) کے آنے کا ذکر ہے۔ اسی طرح حضرت مسیح کو دوسری جگہ روح منہ کے لفظ سے یاد کیا گیا ہے:

انما المسیح عیسی ابن مریم رسول اللہ و کلمتہ القٰہا الی مریم وروح منہ۔	مسیح ابن مریم صرف اللہ کے رسول ہیں۔ اور اس کی کلام جو اس نے مریم کی طرف القا کی۔ اور اس کی طرف سے ایک رُوح۔

اب لفظ روح کے معنی قرآن شریف میں کلام بھی آئے ہیں۔ جیسے فرماتا ہے:۔

وکذٰلک اوحینا الیک روحًا من امرنا	اسی طرح ہم نے تیری طرف اپنے امر سے ایک روح وحی کی۔

اور صاف ظاہر ہے کہ روح سے مراد کلام ہے۔ اب حضرت مریم اور مسیح کے تذکرہ میں ایک جگہ تو ذکر ہے کہ ہم نے اپنی روح مریم کی طرف بھیجی اور دوسری جگہ ذکر ہے۔ کہ مسیح ہماری طرف سے ایک روح ہے۔ ان دونوں کو اگر تطبیق دی جائے تو صرف ایک ہی صورت ہے۔ کہ روح سے مراد کلام الٰہی لیا جاوے یہ بھی ٹھیک ہے۔ کہ مریم کی طرف کلام الٰہی آیا۔ اور یہ بھی ٹھیک ہے کہ مسیح منجانب اللہ ایک بشارت یا کلام تھے۔ پس اس صورت میں ارسلنا الیہا روحنا کے معنے ہوں گے۔ ہم نے اپنا کلام مریم کی طرف بھیجا یعنی وحی کی۔ اور وہ کلام رویا میں ایک بشر کے رنگ میں متمثل ہو کر مریم سے ہمکلام ہوا۔

جبرئیل کا بدون وحی الٰہی آنا یا غیر نبی پر آنا

لیکن اگر اس کو بھی تسلیم کر لیا جائے۔ کہ روحنا سے مراد حضرت جبرئیل ہی ہیں تو بھی کوئی ہرج نہیں۔ جو خصوصیت وحی نبوت کی میں نے بتائی ہے۔ اس کے یہ معنے نہیں کہ جبرئیل کا نزول مطلقًا

سوائے وحی نبوت لانے کے ہوتا ہی نہیں۔ کیونکہ یہ تو ثابت ہے۔ کہ نزول جبرئیل مومنوں کی تائید کے لئے بھی ہوتا ہے اور پھر رویا میں تو اللہ تعالیٰ کو بھی انسان دیکھ لیتا ہے۔ اس لئے جبرئیل کا دیکھنا محالات سے کیوں ہو گیا۔ اور اگر رویا میں اللہ تعالیٰ سے بھی انسان ہمکلام ہو سکتا ہے تو جبرئیل سے ہمکلام ہونا کس طرح باطل ہوا۔ مریم کے تذکرہ میں حضرت جبرئیل کا آنا صاف طور پر ایک رویا یا ایک مکاشفہ ہے جس میں ایک فرشتہ متمثل ہو کر آتا ہے اور رویا میں ہی مریم صدیقہ سے کلام کرتا ہے۔ یہ رویا کا معاملہ ایک بالکل الگ معاملہ ہے۔ قرآن کریم میں کہیں نہیں لکھا۔ کہ جبرئیل کلام الٰہی لے کر مریم پر نازل ہوئے تھے۔ ہماری بحث وحی نبوت کے بارے میں صرف اس قدر ہے۔ کہ جبرئیل جب وحی الٰہی لے کر نازل ہوتے ہیں تو یہ نزول اُن کا صرف انبیاء سے مخصوص ہے۔ اور غیر نبی اور اُمتی پر جو وحی نازل ہوتی ہے اس میں جبرئیل وحی لے کر نازل نہیں ہوتے۔ بلکہ وہ وحی کی دوسری دو اقسام میں سے کوئی قسم ہوتی ہے۔ جن کا ذکر اس آیت میں ہے جو اوپر لکھی جا چکی ہے ماکان لبشر ان یکلمہ اللہ الا وحیا او من وراء حجاب۔ باقی رہا نزول جبرئیل۔ سو وہ مومنوں کی تائید کے لئے بھی ہوتا ہے۔ جیسے قرآن کریم میں بھی ہے۔ وایدھم بروح منه اور حدیث میں صاف لفظ آتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسان کے لئے دعا کی تھی ھاجہم وجبریل معک یعنی کفار کی ہجو کا جواب دے۔ اور جبرئیل تیرے ساتھ ہے۔ بلکہ خود جبرئیل کا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کلام کرنا صحیح حدیثوں سے ثابت ہے حالانکہ وہ کلام قرآن کا جزو نہیں۔ کیونکہ وہ درحقیقت وحی کے ساتھ نزول نہیں۔ جیساکہ جبرائیل کا وہ سوال و جواب ہے۔ جس کا ذکر بخاری کتاب الایمان میں ہے۔ کہ ایک شخص آیا اور اس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا۔ کہ ایمان کیا ہے پھر پوچھا کہ اسلام کیا ہے پھر پوچھا کہ احسان کیا ہے۔ پھر پوچھا قیامت کب ہوگی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے جواب سن کر چلا گیا۔ تو آپ نے فرمایا۔ کہ یہ جبرئیل تھے۔ جو تمہیں تمہارا دین سکھانے آئے تھے۔ لیکن باوجودیکہ جبرئیل آئے اور انہوں نے باتیں بھی کیں۔ مگر وہ باتیں درحقیقت وحی الٰہی نہ تھیں جو جبرئیل لے کر آئے ہوں۔ اسی طرح پر ایک اور حدیث میں ہے۔ جو متفق علیہ ہے۔ کہ حضرت عائشہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا۔ کہ کیا اُحد کے دن سے کوئی زیادہ تکلیف کا دن آپ پر گذرا ہے۔ تو آپ نے فرمایا۔ کہ وہ دن بڑی تکلیف کا تھا جب میں نے عبد یا لیل سے بات کرنی چاہی۔ مگر اس نے میری بات کو رد کیا۔ سو میں واپس آیا۔ اور میں سخت مغموم تھا۔ پھر میں قرن ثعالب میں آکر ٹھیرا۔

فاذا انا بسحابة قد اظلتني فنظرت فاذا فيها جبرئيل	میں نے ناگاہ دیکھا کہ بادل ہے جس نے مجھ پر سایہ کیا۔ سو میں نے دیکھا

فناداني فقال ان الله قد سمع قول قومك و ماردوا عليك وقد بعث اليك ملك الجبال لتامره بما شئت فيهم قال فناداني ملك الجبال فسلم علي ثم قال يا محمد ان الله قد سمع قول قومك وانا ملك الجبال وقد بعثني ربك اليك لتامرني بامرك ان شئت ان اطبق عليهم الاخشبين فقال رسول الله صلے الله عليه وسلم بل ارجوان يخرج الله من اصلابهم من يعبد الله وحده لا يشرك به شيئاً۔

تو اس میں جبرئیل تھے۔ انہوں نے مجھے پکارا اور کہا اے محمد اللہ نے تیری قوم کی بات سنی ہے۔ اور جو کچھ انہوں نے تجھ پر لوٹایا ہے۔ اور پہاڑوں کے فرشتے کو تیری طرف بھیجا ہے تا کہ ان کے بارہ میں تو جس طرح چاہے اُسے حکم دے۔ فرمایا پھر ملک الجبال نے مجھے پکارا۔ مجھ پر سلام کہا اور کہا۔ اے محمد اللہ نے تیری قوم کی بات کو سنا ہے۔ اور میں پہاڑوں کا فرشتہ ہوں۔ اور تیرے رب نے مجھے تیری طرف بھیجا ہے کہ اگر تو چاہے تو مجھے حکم دے تا میں ان پر اخشبین (دو پہاڑوں) کو گرا دوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ بلکہ میں امید رکھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ان کی پشتوں سے ان لوگوں کو پیدا کرے گا۔ جو اللہ کی عبادت کریں گے اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھیرائیں گے۔

کیسے رحمۃ للعالمین تھے۔ سخت سے سخت مصیبت جو آپ کو اپنی زندگی میں یاد ہے۔ ابھی اپنی قوم سے دیکھ چکے ہیں۔ اس کے نشان ابھی تازہ ہیں۔ ہم وغم سے پریشان ہیں۔ ان کی ایذا رسے بھاگتے بھاگتے بمشکل آکر دم لیا ہے۔ مگر خیال بھی اس طرف نہیں جاتا۔ کہ اس قوم پر عذاب نازل ہو۔ بلکہ جب خارجی طور پر ایک امر وقوع میں آتا ہے۔ تب بھی یہی فرماتے ہیں کہ میں نہیں چاہتا۔ کہ یہ ہلاک ہوں۔ ان کی پشتوں سے نیک لوگ پیدا ہوں گے۔ کس قدر آپ کا ایمان تھا۔ کہ جو پیغام آپ لائے ہیں وہ ضرور دنیا میں کامیاب ہو کر رہے گا۔ اس حدیث سے صاف ثابت ہے کہ جبرئیل نے آپ سے کلام کیا۔ بلکہ یہاں تک بھی کہا کہ خدا نے ایسا کہا ہے۔ اور گو اس میں شک نہیں کہ اس کو بھی ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک قسم کی وحی سمجھتے ہیں۔ مگر یہ جبرئیل کا نزول وحی الٰہی کے ساتھ نہ تھا۔ اس لئے اس کا کوئی حصہ ہم قرآن کریم میں نہیں پاتے اسی طرح پر احادیث میں اور بہت سی مثالیں ہیں۔ حدیث معراج میں جبرئیل کا آپ کے ساتھ ہونا۔ اور آپ سے کلام کرنا ثابت ہے غزوہ احزاب کے بعد جب آپ ہتھیار اتارنے لگے ہیں تو اس وقت جبرئیل کا آنا اور آپ کے ساتھ کلام کرنا ثابت ہے پھر بخاری کی ایک حدیث میں ہے۔ جب ایک شخص نے آپ سے چند سوالات کئے اشراط الساعۃ کیا ہیں۔ وغیرہ تو آپ نے فرمایا اخبرني بهن جبرئيل انفا ان باتوں کی خبر ابھی جبرئیل نے مجھے دی ہے۔ مگر ان میں سے کوئی بات قرآن کریم میں مذکور نہیں۔ بس یہ بھی وحی خفی ہے۔

قبل از وحی نبوت جبرئیل کا آنحضرت کیساتھ رہنا

علاوہ ازیں یہ بھی امر مسلم ہے کہ بعثت سے پہلے بھی ملائک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے اور درحقیقت ہر ایک نبی کے ساتھ ہونے چاہئیں کیونکہ جب اللہ تعالیٰ نبی کو شروع سے ایسا بناتا ہے کہ وہ ہر قسم کی برائی سے محفوظ رہے اور عصمت کے حصول کے لئے وہ اکتساب کا محتاج ہی نہیں ہوتا۔ بلکہ پیدائش سے ہی ملائکہ اس کے محافظ ہوتے ہیں۔ ہاں منصب نبوت پر اس کا کھڑا کیا جانا۔ دعوت خلق کے لئے مامور ہونا یہ بیشک بعد میں ہوتا ہے۔ تو یہ ماننا پڑتا ہے۔ کہ نیکی کے ملائک یا روح القدس یعنی جبرئیلی تاثیرات اس کے ساتھ ہوں۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود اس مسئلہ کے متعلق آئینہ کمالات اسلام صفحہ ۱۰۷ پر فرماتے ہیں:-

"بالآخر ہم چند اقوال پر اس مضمون کو ختم کرتے ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ سلف صالح کا ہرگز یہ عقیدہ نہ تھا۔ کہ روح القدس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر خاص خاص وقتوں پر نازل ہوتا تھا اور دوسرے اوقات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس سے نعوذ باللہ بکلی محروم ہوتے تھے۔ از انجملہ وہ قول ہے جو شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے اپنی کتاب مدارج النبوۃ کے صفحہ ۲۱ میں لکھا ہے جس کا ماحصل یہ ہے کہ ملائک وحی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دائمی رفیق اور قرین ہیں۔۔۔۔ پس اسرافیل ہمیشہ اور ہر وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس رہتا تھا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر کا گیارھواں سال پورا ہوتے تک یہی حال تھا۔ مگر اسرافیل بجز کلمہ دو کلمہ کے اور کوئی بات وحی کے طور پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں نہیں ڈالتا تھا۔ ایسا ہی میکائیل بھی آنحضرت کا قرین رہا۔ پھر بعد اس کے حضرت جبرئیل کو حکم ہوا اور وہ پورے انتیس سال قبل از وحی ہر وقت قرین اور مصاحب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔ پھر بعد اس کے وحی نبوت شروع ہوئی"

وحی نبوت کی مزید تصریح حدیث سے

غرض وحی نبوت ایک خاص نزول جبرئیل ہے۔ جو کلام الٰہی کے ساتھ ہوتا ہے۔ کہ تا وہ کلام کسی ایسے بندے کو پہنچایا جائے جسے منصب نبوت پر کھڑا کیا گیا ہے۔ اور گو یہ امر اچھی طرح ثابت ہو چکا ہے۔ کہ قرآن کریم کی ساری وحی اسی نزول جبرئیلی سے ہوئی ہے۔ مگر پھر بھی ممکن ہے کہ کسی کے دل میں یہ خیال گزرے کہ بخاری کی ایک حدیث میں وحی کے کسی اور طرح پر آنے کا ذکر ہے:-

عن عائشة ام المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا ان الحارث بن هشام سأل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال یا رسول اللہ کیف یاتیک الوحی فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم احیانا یاتینی مثل

حضرت عائشہ صدیقہ ام المومنین سے روایت ہے۔ کہ حارث بن ہشام نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا۔ کہ آپ پر وحی کس طرح آتی ہے۔ تو آپ نے فرمایا کہ کبھی تو مجھ کو گھنٹے کی جھنکار کی طرح آتی ہے۔ اور وہ مجھ پر سب سے زیادہ شدید ہوتی ہے پھر اس کی مجھ سے علیحدگی

صلصلة الجرس وهو اشده علی فیفصم عنی وقد وعیت عنه ما قال واحیانا یتمثل لی الملک رجلا فیکلمنی فاعی ما یقول +

ہو جاتی ہے۔ اور میں اس سے یاد رکھتا ہوں جو اس نے کہا اور کبھی فرشتہ میرے لئے ایک مرد کی شکل میں متمثل ہوتا ہے پھر وہ مجھ سے کلام کرتا ہے۔ سو میں محفوظ رکھتا ہوں جو وہ کہتا ہے +

اب اس حدیث سے یہ ہرگز مراد نہیں کہ پہلی وحی بغیر ملک کے آتی ہے۔ بلکہ وہ بھی درحقیقت ملک کے ساتھ ہی ہوتی ہے۔ صرف اس کی کیفیت میں زیادتی شدت کا ذکر ہے یعنی بعض کیفیات میں شدت زیادہ ہوتی ہے۔ بعض میں کم۔ اور الفاظ قد وعیت عنہ ما قال میں اس سے محفوظ کر لیتا ہوں۔ جو وہ کہتا ہے صاف بتاتے ہیں کہ ملک یعنی جبرئیل سے یاد کر لینے کا ذکر ہے۔ اور کہنے والا بھی وہی ملک ہے درحقیقت اس حدیث کے ذکر میں حضرت عائشہ کا مطلب بھی صرف اسی قدر معلوم ہوتا ہے کہ آپ اس شدت کا ذکر کرتی ہیں۔ جو شدت کیفیت وحی کے نزول کے وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم محسوس کرتے تھے۔ کیونکہ حارث کے سوال اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جواب کا ذکر کرنے کے بعد فرماتی ہیں :-

ولقد رایته ینزل علیه الوحی فی الیوم الشدید البرد فیفصم عنه وان جبینه لیتفصد عرقا +

تحقیق میں نے آپ کو دیکھا کہ سخت سردی کے دن میں آپ پر وحی اُترتی تھی۔ پھر جب آپ سے وہ حالت الگ ہو جاتی تھی تو آپ کی پیشانی پر پسینہ بہہ رہا ہوتا تھا +

اور بھی روایتیں آئی ہیں جن سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ نزول وحی کے وقت آپکی حالت بالکل بدل جاتی تھی۔ ایک صحابی نے لکھا ہے کہ آپ پر اس حالت میں وحی نازل ہوئی۔ کہ آپ کی ران میری ران پر تھی تو مجھے اس قدر بوجھ معلوم ہوا کہ میری ران نیچے دبی جاتی تھی۔ غرض اس وحی نبوت کی یہ ظاہری علامات میں سے ہے کہ اس میں شدت بہت ہوتی ہے۔ لیکن وحی خفی کے وقت یا اور جبرئیل کی ملاقاتوں کے وقت جیسا کتاب الایمان والی حدیث میں صاف معلوم ہوتا ہے۔ آپ کی حالت میں کوئی ایسا تغیر نہ آتا تھا۔ غرض وہ صلصلة الجرس والی حالت بھی نزول ملک ہی کی ہے۔ نہ بغیر ملک کے +

حضرت موسیٰ کی وحی بھی نزول جبرئیل سے تھی۔

اس جگہ ایک اور شبہہ کا ازالہ کرنا بھی ضروری معلوم ہوتا ہے کہ آیا حضرت موسیٰ کی وحی کسی اور قسم کی تھی۔ گو میں نے قرآن کریم سے یہ دکھایا ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وحی کے متعلق صاف طور پر فرمایا۔ کہ یہ انبیاء والی وحی ہے۔ اور وہاں بعض نبیوں کے نام لے کر بھی بتا دیا ہے۔ جن میں حضرت موسیٰ بھی شامل ہیں۔ مگر چونکہ وہاں لفظ کلم اللہ موسیٰ تکلیما۔ ہیں۔ اس لئے بعض لوگ اس کے یہ معنے کر لیتے ہیں۔ کہ موسیٰ سے خدا نے خود باتیں کیں۔ یہ ایک بڑی غلط فہمی ہے۔ جو وحی الٰہی کے متعلق پیدا ہوتی

ہے۔وحی تو کہتے اسی کو ہیں جو خدا باتیں کرتا ہے۔اور اللہ تعالیٰ کا بشر سے کلام کرنا مطابق تصریح قرآن کریم تین ہی طرح پر ہوتا ہے۔یہاں تک کہ خواب کے ذریعہ کسی بات کا بتا دینا بھی اللہ تعالیٰ کا کلام کرنا ہی ہے۔ہاں کلام الٰہی کی سب سے اعلیٰ تجلی وہی ہے جس کو نرسل رسولا میں بیان فرمایا اور جس طرز پر قرآن کریم کا نزول ہوا۔وہی اعلیٰ سے اعلیٰ صورت نزول وحی کی ہے اور حضرت موسیٰ پر اگر ذات الٰہی کی اعلیٰ التجلی ہوئی ہے۔اور آپ کو کوئی عظیم الشان پیغام پہنچایا گیا ہے۔جیسا کہ ہم مانتے ہیں تو وہ بھی اسی طرز پر ہو سکتا ہے۔اور اس کی کھلی کھلی شہادت حضرت عائشہ والی حدیث میں موجود ہے۔جہاں ورقہ نے کہا:-

یہ وہی صاحب راز فرشتہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے موسیٰ پر اتارا تھا	ھذا الناموس الذی انزل اللہ علی موسیٰ

جس سے صاف معلوم ہوا۔کہ حضرت موسیٰ پر بھی حضرت جبرئیل ہی وحی لاتے تھے۔اور اس کی ایک خاص وجہ ہے۔کہ کیوں اللہ تعالیٰ وحی نبوت کے لئے نزول جبرئیل کو ضروری ٹھہراتا ہے۔جس کا ابھی ذکر ہوگا۔

مسیح موعود کی شہادت کہ نبی بغیر نزول جبرئیل نہیں ہو سکتا اور اُمتی پر نزول جبرئیل بہ پیرایہ وحی نہیں ہو سکتا

انبیاء پر وحی نبوت جبرئیل کا لے کر آنا۔اور غیر نبی یا اُمتی پر نزول جبرئیل نہ ہونا۔اُمت محمدیہ میں ایک مسلّم امر ہے۔جیسا کہ میں نے اُوپر امام رازی کا قول نقل کیا ہے۔میں یہاں صرف چند اقوال سب سے آخری مجدد حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے نقل کرتا ہوں:-

اوّل۔ازالہ اوہام کے صفحہ ۵۳۴ پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے واپس آنے کے خلاف لکھتے ہوئے فرماتے ہیں:"اور کیونکر ممکن تھا۔کہ خاتم النبیین کے بعد کوئی اور نبی اس مفہوم تام اور کامل کے ساتھ جو نبوت تامہ کے شرائط میں سے ہے آسکتا۔کیا یہ ضروری نہیں کہ ایسے نبی کی نبوت تامہ کے لوازم جو وحی اور نزول جبرئیل ہے۔اس کے وجود کے ساتھ لازم ہونی چاہیئے۔کیونکہ حسب تصریح قرآن کریم نبی اسی کو کہتے ہیں جس نے احکام وعقاید دین جبرئیل کے ذریعہ سے حاصل کئے ہوں۔لیکن وحی نبوت پر تو تیرہ سو برس سے مہر لگ گئی ہے۔کیا یہ مہر اس وقت ٹوٹ جائے گی؟"

اس حوالہ سے دونوں باتیں ثابت ہیں۔اوّل یہ کہ نبوت بغیر اس کے متحقق نہیں ہو سکتی کہ وحی الٰہی بہ نزول جبرئیل ہو۔اور کوئی شخص نبی کہلا نہیں سکتا جب تک کہ علوم دین بذریعہ جبرئیل نہ سیکھے اور اس کی صراحت پر قرآن کریم کو شاہد قرار دیا ہے۔دوسرے یہ کہ اُمتی پر نزول جبرئیل بہ پیرایہ وحی بکلی ممتنع ہے اور یہی دونوں باتیں ہیں جو نبی کو اُمتی سے ممتیز کرتی ہیں۔نبی بغیر اس کے نہیں ہو سکتا۔کہ جبرئیل اس پر وحی لائے۔اُمتی پر یا غیر نبی پر جبرئیل وحی نہیں لا سکتا۔یہ ایک قطعی اور یقینی نشان وحی نبوت کا ہے۔

دوم - پھر اسی کتاب ازالہ اوہام کے صفحہ ۵۷۵ پر ہے:-

"لیکن مسیح ابن مریم جس پر انجیل نازل ہوئی جس کے ساتھ جبرئیل کا بھی نازل ہونا ایک لازمی امر سمجھا گیا ہے"۔

سوم - اور صفحہ ۵۷۶ پر:-

"کوئی رسول دنیا میں مطیع اور محکوم ہو کر نہیں آتا۔ بلکہ وہ مطاع اور صرف اپنی اس وحی کا متبع ہوتا ہے جو اس پر بذریعہ جبرئیل علیہ السلام نازل ہوتی ہے"۔

چہارم - پھر صفحہ ۵۷۷ پر:-

"ہر ایک دانا سمجھ سکتا ہے۔ کہ اگر خدائے تعالیٰ صادق الوعد ہے۔ اور جو آیت خاتم النبیین میں وعدہ دیا گیا ہے۔ اور جو حدیثوں میں تصریح بیان کیا گیا ہے کہ اب جبرئیل بعد وفات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ کے لئے وحی نبوت لانے سے منع کیا گیا ہے۔ یہ تمام باتیں سچ اور صحیح ہیں۔ تو پھر کوئی شخص بحیثیت رسالت ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ہرگز نہیں آ سکتا"۔

پنجم - اور پھر ۵۷۸ پر:-

"جس طرح یہ بات ممکن نہیں کہ آفتاب نکلے اور اس کے ساتھ روشنی نہ ہو۔ اسی طرح ممکن نہیں کہ دنیا میں ایک رسول اصلاح خلق کے لئے آوے۔ اور اس کے ساتھ وحی الٰہی اور جبرئیل نہ ہو"۔

ایسا ہی صفحہ ۵۸۴ پر ہے:-

"اور رسولوں کی تعلیم اور اعلام کے لئے یہی سنت اللہ قدیم سے جاری ہے۔ جو وہ بواسطہ جبرئیل علیہ السلام کے اور بذریعہ نزول آیات ربانی اور کلام رحمانی کے سکھلائے جاتے ہیں"۔

ششم - پھر ازالہ اوہام صفحہ ۶۱۴ پر لکھتے ہیں:-

"رسول کی حقیقت اور ماہیت میں یہ امر داخل ہے۔ کہ دینی علوم کو بذریعہ جبرئیل حاصل کرے اور ابھی ثابت ہو چکا ہے۔ کہ اب وحی رسالت تا قیامت منقطع ہے"۔

ہفتم - ازالہ اوہام صفحہ ۷۶۱ پر ہے:-

"قرآن کریم بعد خاتم النبیین کے کسی رسول کا آنا جایز نہیں رکھتا۔ خواہ وہ نیا رسول ہو یا پرانا ہو کیونکہ رسول کو علم دین بتوسط جبرئیل ملتا ہے۔ اور باب نزول جبرئیل بہ پیرایہ وحی رسالت مسدود ہے۔ اور یہ بات خود ممتنع ہے کہ دنیا میں رسول تو آوے۔ مگر سلسلہ وحی رسالت نہ ہو"۔

ہشتم - آئینہ کمالات اسلام میں جہاں جبرئیل کا مومنوں کی تائید کے لئے آنا تسلیم کیا ہے۔ وہاں بھی

وحی کے ساتھ نزول جبرئیل صرف انبیاء کے لئے مانا ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں:۔

"بخاری نے اپنی صحیح میں۔ اور ایسا ہی ابوداؤد و ترمذی اور ابن ماجہ نے اور ایسا ہی مسلم نے بھی اس بات پر اتفاق کیا ہے۔ کہ نزول جبرئیل کا وحی کے ساتھ انبیاء پر وقتاً فوقتاً آسمان سے ہوتا ہے"
(صفحہ ۱۰۶)

نہم۔ تحفہ گولڑویہ صفحہ ۱۰۸ پر تحریر فرماتے ہیں:۔

"لیکن وہ لوگ جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دوبارہ دنیا میں واپس لاتے ہیں ان کا یہ عقیدہ ہے کہ وہ بدستور اپنی نبوت کے ساتھ دنیا میں آئیں گے۔ اور برابر پینتالیس برس تک ان پر جبرئیل علیہ السلام وحی نبوت لے کر نازل ہوتا رہے گا"

دھم۔ اور صفحہ ۴۰ پر یہ ہے:۔

"اگر حضرت مسیح سچ مچ زمین پر اتریں گے۔ اور پینتالیس برس تک جبرئیل وحی نبوت لے کر ان پر نازل ہوتا رہے گا۔ تو کیا ایسے عقیدہ سے دین اسلام باقی رہ جائے گا۔ اور آنحضرت کی ختم نبوت اور قرآن کی ختم وحی پر کوئی داغ نہیں لگے گا"

یہ دس حوالے اس بات کے ثابت کرنے کے لئے کافی ہیں۔ کہ نبی اور غیر نبی یا نبی اور اُمتی کے درمیان یہ حد فاصل یا کھلا کھلا امتیاز ہے۔ کہ نبی پر وحی بہ نزول جبرئیل آنی لازمی ہے۔ جب تک جبرئیل اس پر وحی لے کر نہ آئے۔ وہ نبی نہیں ہو سکتا۔ اور غیر نبی یا اُمتی پر جبرئیل کا وحی لانا بکلی ممتنع ہے! اسی لئے ختم نبوت کے ساتھ باب نزول جبرئیل بہ پیرایہ وحی رسالت و نبوت بھی ہمیشہ کے لئے مسدود کیا گیا۔ اور ان دونوں باتوں پر قرآن کریم۔ احادیث صحیحہ۔ اقوال ائمہ سلف اور حضرت مسیح موعود کا پورا پورا اتفاق ہے۔

پس پہلا امتیازی نشان نبی اور غیر نبی کی وحی میں یقینی طور پر قائم ہو گیا۔ اور یہ بہت ہی کھلا۔ اور بین اور واضح امتیاز ہے۔ اور کوئی شخص جو قرآن اور حدیث اور اجماع اُمت کی عزت کرتا ہو اس نتیجہ سے گریز نہیں کر سکتا۔ اب میں ایک اور امتیازی نشان نبی اور غیر نبی کی وحی کا پیش کرتا ہوں۔ اور وہ امتیاز یہ ہے کہ رسول یا نبی اولاً اور بالذات صرف اپنی وحی کا پیرو ہوتا ہے! اور دوسری وحیوں کو اگر مانتا ہے تو اس لئے مانتا ہے کہ اس کی وحی ان کا ماننا ضروری ٹھیراتی ہے۔ اور غیر نبی اولاً اور بالذات کسی دوسری وحی کو مانتا ہے اور اسی کا پیرو ہوتا ہے اور اپنی وحی کو اگر مانتا ہے تو اس لئے کہ وہ دوسری وحی کے جس کا وہ متبع ہے خلاف نہیں بالفاظ دیگر رسول دوسرے رسول کا مطیع

دوسرا امتیاز نبی اپنی وحی کی پیروی کرتا ہے امتی اپنے نبی متبوع کی وحی کی

نہیں ہوتا۔ بلکہ اپنی وحی کا مطیع ہوتا ہے۔ امتی کسی رسول کی وحی کا مطیع ہوتا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم ہوتا ہے کہ کہدو ان اتبع الا مایوحی الی۔ میں تو صرف اسی کی پیروی کرتا ہوں جو میری طرف وحی کیا جاتا ہے۔ ایسا ہی:۔

قل انما اتبع مایوحی الی من ربی ھذا بصائر من ربکم وھدی ورحمۃ لقوم یومنون ۝	کہدو میں صرف اسی کی پیروی کرتا ہوں جو میرے رب کی طرف سے میری طرف وحی کیا جاتا ہے۔ یہ روشن دلیلیں ہیں تمہارے رب کی طرف سے۔ اور ہدایت اور رحمت ان لوگوں کے لئے جو ایمان لاتے ہیں۔

اور ایک جگہ فرمایا:۔

واتبع مایوحی الیک من ربک	اس کی پیروی کرو جو تمہارے رب سے تمہاری طرف وحی کیا جاتا ہے۔

اور جہاں فرمایا ان اتبع الا مایوحی الی اس کے بعد فرمایا:۔

انی اخاف ان عصیت ربی عذاب یوم عظیم ۝	اگر میں اپنی وحی کی پیروی نہ کروں تو میں اپنے رب کی نافرمانی کرنیوالا ہوں گا اور نافرمانی کی صورت میں ایک بھاری دن کے عذاب سے ڈرتا ہوں۔

گویا نبی اگر اپنی وحی کی پیروی نہ کرے۔ تو وہ درحقیقت نافرمان حکم الٰہی ہوتا ہے۔ وہ اپنی وحی کے سوائے کسی چیز کی طرف توجہ بھی نہیں کرتا۔ اس کی اپنی وحی اس قابل ہوتی ہے۔ کہ تمام خیالات اور تمام امور کو چھوڑ کر اسی کی پیروی کی جائے۔ پہلی وحیوں اور پہلی کتابوں پر اس کا ایمان مجمل ہوتا ہے۔ یعنی اون کو مانتا ہے کہ وہ بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہیں۔ لیکن اگر کوئی امر اس کی وحی میں کسی پہلے رسول کی وحی کے مخالف ہو تو وہ پیروی اپنی ہی وحی کی کرے گا نہ پہلے رسول کی وحی کی۔ یہ اس صورت میں بھی صحیح ہوگا۔ جب ایک رسول دوسرے رسول کا خلیفہ ہو کر آتا ہے۔ مثلاً حضرت موسےٰ کے بعد حضرت موسیٰ کی شریعت پر چلنے والے رسولوں کا ایک سلسلہ رہا لیکن جس زمانہ میں جو رسول ہوا اس کے لئے اپنی ہی وحی کی پیروی ضروری ہوئی۔ اور توریت پر بھی اس نے اسی حد تک عمل درآمد کیا جہاں تک اسے حکم ہوا کہ توریت کے فلاں فلاں احکام پر عمل درآمد کرو اس لئے بنی اسرائیل کے سلسلہ میں جو رسول ہوئے وہ توریت کے مطابق تو فیصلہ کرتے تھے۔ مگر نہ اس لئے کہ توریت حضرت موسیٰ کی کتاب تھی۔ اور وہ حضرت موسیٰ کے پیرو تھے۔ کیونکہ ان کے رسول ہونے میں حضرت موسیٰ کی پیروی کا ایک ذرہ بھر دخل نہ تھا۔ بلکہ اس لئے کہ اس رسول کو اپنی وحی میں یہ حکم ہوا کہ تم توریت کے مطابق فیصلہ کرو۔ اور اگر اس کو کسی معاملہ میں یہ حکم ہوا ہو کہ توریت میں ہم نے یوں حکم دیا تھا مگر تم کو یوں حکم دیتے ہیں۔ تو اس پر لازم ہوگا۔ کہ پیروی اپنی وحی کی کرے اور توریت کے اس حکم کو چھوڑ

دے۔ یا ویسے ہی کسی نبی کو ایسی وحی ہوئی ہو جو توریت کی یا پہلے کسی نبی کی وحی کے مخالف ہو۔ تو وہ نبی توریت کی وحی کی یا اس پہلی وحی کی تعمیل نہ کریگا۔ بلکہ اس وحی کی پیروی کرے گا۔ جو خود اس پر نازل ہوئی ہے۔ خواہ اس میں کسی پہلی وحی کی مخالفت لازم آئے۔ کیونکہ بعض احکام پہلی شرائع میں مخصوص الزمان یا مخصوص المکان ہوتے تھے۔ اور پھر پہلی شرائع میں کچھ تغیر و تبدل بھی ہو جاتا تھا۔ یعنی وہ پورے طور پر محفوظ نہ رہتی تھیں۔ بہر حال جب کبھی دنیا میں یا کسی خاص قوم میں کوئی رسول آئے گا تو جو کچھ اس کو اپنی وحی میں بتایا جائے گا۔ وہ اسی کی پیروی کرے گا۔ چونکہ قرآن میں وحی اپنے کمال کو پہنچ گئی۔ دین بھی مکمل ہو گیا۔ شریعت میں بھی کوئی نقص باقی نہ رہا۔ ہدایت کی بھی تکمیل ہو گئی۔ اور یہ سب کچھ ہمیشہ کے لئے ہو گیا۔ اس لئے قرآن کے بعد کوئی رسول یا نبی نہیں آسکتا۔ یعنی ایسا کوئی شخص نہیں آسکتا جو قرآن کی پیروی کو چھوڑ کر اپنی وحی کا متبع ہو یا اگر قرآن کو مانے تو اس لئے کہ اس کی اپنی وحی میں قرآن کو ماننے کا حکم ہے۔ ہر ایک نبی کی وحی بطور ایک جڑ کے ہوتی ہے۔ کہ جب وہ آجائے تو اسی سے تمسک ہو گا۔ لیکن اُمتی کی وحی بطور ایک فرع کے ہوتی ہے کہ اگر وہ اس جڑ سے غذا حاصل کر رہی ہے تو قابل قبول ہے ورنہ نہیں۔ اور پھر ہر ایک رسول کے متبعین کو حکم ہوتا ہے کہ وہ اپنے نبی متبوع کی وحی اور اس کی ہدایات اور ارشادات کی پیروی کریں۔ چنانچہ یہی حکم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کو ہوتا ہے:۔

وان ھذا صراطی مستقیما فاتبعوہ ولا تتبعوا السبل فتفرق بکم عن سبیلہ +	اور یہ میرا راستہ ہے سیدھا راستہ۔ سو اسی کی پیروی کرو اور اور راہوں کی پیروی نہ کرو پھر وہ تم کو اس کے رستے سے متفرق کر دینگے (الانعام۔ ۱۵۴)

ایسا ہی بار بار قرآن میں حکم ہوتا ہے اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول۔ قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ اور اس امت میں اولوالامر کی اطاعت بھی ایک شرط کے ساتھ مشروط ہو۔ جیسا کہ فرمایا:۔

فان تنازعتم فی شیٔ فردوہ الی اللہ والرسول	اگر اولوالامر کے ساتھ تنازع ہو تو پھر اس معاملہ کو اللہ اور رسول کیطرف لوٹا دو

غرض اُمتی کا فخر یہی ہے کہ وہ اپنے نبی متبوع کی پیروی میں کمال حاصل کرے۔ اور ایک دم بھی اس راہ سے دوری اس کے نزدیک موت ہو۔ اور اس کا یہ ایمان ہو۔ کہ ہدایت کی کامل راہیں اس کے نبی متبوع کی کتاب میں ہیں۔ اپنی وحی کو کتاب اور سنت پر مقدم کرنے کا یا برابر رہنے دینے کا کبھی وہم بھی اس کے دل میں نہیں آتا +

نبی اور اُمتی کی اصطلاحات

اسی فرق کو ظاہر کرنے کے لئے نبی اور امتی کی اصطلاحات رکھی گئی ہیں یہ دونوں لفظ درحقیقت دو متضاد مفہوموں کو ادا کرتے ہیں۔ نبی وہی ہو سکتا ہے۔ جس نے تزکیہ نفس بذریعہ اکتساب نہ کیا ہو

بلکہ اس کا تزکیہ بھی اللہ تعالیٰ کی موہبت کا ہی نتیجہ ہو۔ اور خدا نے اس کی فطرت کو ہی ایسا بنایا ہو۔ کہ وہ ہر ایک بُرائی سے متنفر ہو۔ اور اُمتی کوئی شخص صحیح معنوں میں کہلا نہیں سکتا جب تک اس نے کسی نبی کا اتباع حصول تزکیہ نفس کے لئے نہ کیا ہو۔ پس درحقیقت غیر نبی اور اُمتی دونوں ہم معنے الفاظ ہیں۔ ہر ایک غیر نبی ضرور ہے کہ اُمتی ہو۔ اور نبی کے لئے ضروری ہے۔ کہ وُہ اُمتی نہ ہو۔ اسی لئے اُمتی باوجود اس وحی کے پانے کے جو کئی طور پر نبی کی وحی سے مشابہت رکھتی ہے۔ کبھی حقیقی طور پر نبی کہلانے کا مستحق نہیں ہوتا۔ اور باوجود اس کے کہ وہ یقینی اور قطعی وحی منجانب اللہ پاتا ہے۔ اس کے لئے ضروری ہوتا ہے۔ کہ وہ حقیقی طور پر پیروی صرف اپنے نبی متبوع کی وحی کی کرنے والا ہو۔ جس کی اتباع کی برکت سے اسے یہ مرتبہ ملا ہے۔ کہ اس نے یقینی اور قطعی وحی الٰہی کے سرچشمہ سے پانی پیا ہے۔ انہی معنوں کے لحاظ سے ایک نبی کا کوئی دوسرا نبی متبوع نہیں ہوتا۔ مگر ہر ایک اُمتی ضرور ایک نبی متبوع رکھتا ہے۔ یعنی وہ نبی جس کے تابع فرمان چل کر وہ کمال حاصل کرتا ہے۔ اور جس کی پیروی سے اگر وہ ایک دم کے لئے بھی جدا ہو جائے تو وہ کافر ہو جاتا ہے۔ سو امتی کا کمال چونکہ اسی میں ہے کہ وہ کسی صورت میں اپنے نبی متبوع کی پیروی کو نہ چھوڑے۔ اس لئے وہ اعلیٰ درجہ کا کمال حاصل کرکے۔ اور منجانب اللہ وحی کا اعلیٰ سے اعلیٰ شرف پا کر بھی اپنے نبی متبوع کا تابع رہتا ہے۔ اور اپنی وحی کو نہیں بلکہ اپنے نبی متبوع کی وحی کو ہی اپنی ہدایت کا سرچشمہ سمجھتا ہے۔ اور وہ جانتا ہے کہ جو کمال اس کو حاصل ہوا ہے۔ وہ صرف اسی نبی متبوع کی پیروی سے ہوا ہے۔ اگر ایک لمحہ کے لئے بھی وہ اپنے نبی متبوع کی پیروی سے علیحدہ ہوا تو وہ کمال بھی اس کا ساتھ ہی چھن جائے گا۔ لیکن جو نبی ہوتا ہے۔ چونکہ وہ جو کچھ پاتا ہے براہ راست خدا سے پاتا ہے۔ اس لئے اس کا کمال یہی ہے۔ کہ جو کچھ وحی اس پر نازل ہو وہ صرف اسی کا پیرو ہو۔ نہ کہ کسی دوسری وحی کا۔ اور اگر کسی دوسری وحی میں کوئی چیز اپنی وحی کے خلاف پاتا ہے تو اپنی وحی کا ہی اتباع کرے۔ گو وہ اس دوسری وحی کو بھی منجانب اللہ سمجھتا ہو۔ مگر اُمتی اگر اپنی وحی میں کوئی چیز اپنے نبی متبوع کی وحی کے خلاف دیکھے گا تو فی الفور اپنی وحی کو ترک کرے گا اور اپنے رسول کی پیروی کرے گا۔ اب میں حضرت مسیح موعود کی تحریروں سے چند حوالے پیش کرتا ہوں جن سے مندرجہ بالا اصول کی صداقت ثابت ہوتی ہے۔

ازالہ اوہام صفحہ ۵۷۵ پر نبی اور اُمتی کے مفہوم کو متبائن فرمایا ہے۔ چنانچہ لکھا ہے:۔

"جس حالت میں مسیح ابن مریم اپنے نزول کے وقت کامل طور پر اُمتی ہوگا تو پھر وہ باوجود امتی ہونے کے کسی طرح سے رسول نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ رسول اور امتی کا مفہوم متباین ہے"

پھر اتباع وحی کے معاملہ میں ازالہ اوہام کے صفحہ ۵۷۶ پر ہے :-

"لیکن مسیح ابن مریم جس پر انجیل نازل ہوئی جس کے ساتھ جبرئیل علیہ السلام کا بھی نازل ہونا ایک لازمی امر سمجھا گیا ہے۔ کسی طرح اُمتی نہیں بن سکتا۔ کیونکہ اس پر اس وحی کا اتباع فرض ہوگا۔ جو وقتاً فوقتاً اس پر نازل ہوگی جیسا کہ رسولوں کی شان کے لائق ہے۔ اور جبکہ وہ اپنی ہی وحی کا متبع ہوا۔ اور جو نئی کتاب اس پر نازل ہوگی اسی کی اس نے پیروی کی۔ تو پھر وہ اُمتی کیونکر کہلائیگا اور اگر یہ کہو کہ جو احکام اس پر نازل ہوں گے۔ وہ احکام قرآنیہ کے مخالف نہیں ہوں گے۔ تو میں کہتا ہوں کہ محض اس توارد کی وجہ سے وہ اُمتی نہیں ٹھیر سکتا صاف ظاہر ہے۔ کہ بہت سا حصہ توریت کا قرآن کریم سے بکلی مطابق ہے۔ تو گیا نعوذ باللہ اس توارد کی وجہ سے ہمارے سید و مولیٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت موسیٰ کی اُمت میں سے شمار کئے جائیں گے؟ توارد اور چیز ہے اور محکوم بن کر تابعدار ہو جانا اور چیز ہے۔ ہم ابھی لکھ چکے ہیں۔ کہ خدائے تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے کہ کوئی رسول دنیا میں مطیع اور محکوم ہو کر نہیں آتا۔ بلکہ وہ مطاع۔ اور صرف اپنی اس وحی کا متبع ہوتا ہے جو اس پر بذریعہ جبرئیل علیہ السلام نازل ہوتی ہے"

اور صفحہ ۵۶۹ پر ہے :-

"صاحب نبوت تامہ ہرگز اُمتی نہیں ہو سکتا۔ اور جو شخص کامل طور پر رسول اللہ کہلاتا ہے وہ کامل طور پر دوسرے نبی کا مطیع اور اُمتی ہو جائے نصوص قرآنیہ اور حدیثیہ کے رو سے بکلی ممتنع ہے اللہ جل شانہٗ فرماتا ہے وما ارسلنا من رسول الا لیطاع باذن اللہ یعنی ہر ایک رسول مطاع اور امام بنانے کے لئے بھیجا جاتا ہے۔ اس غرض سے نہیں بھیجا جاتا۔ کہ کسی دوسرے کا مطیع اور تابع ہو"

ایسا ہی ریویو مباحثہ مابین مولوی محمد حسین بٹالوی و مولوی عبداللہ چکڑالوی صفحہ ۸ پر نبی اور اُمتی کی حقیقت کو ایک دُوسرے کے متناقض فرمایا ہے :-

"ایک نبی کو جو پہلے نبی قرار پا چکا ہے۔ اُمتی قرار دینا اور پھر یہ تصور کر لینا کہ جو اس کو مرتبہ نبوت حاصل ہے وہ بوجہ اُمتی ہونے کے ہے۔ نہ خود بخود۔ یہ کس قدر دروغ بے فروغ ہے بلکہ یہ دونوں حقیقتیں متناقض ہیں۔ کیونکہ مسیح کی حقیقت نبوۃ یہ ہے کہ وہ براہ راست بغیر اتباع آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کو حاصل ہے اور پھر اگر حضرت عیسیٰ کو اُمتی بنایا جائے۔ جیسا کہ حدیث اما مکم منکم سے مترشح ہے تو اس کے یہ معنے ہوں گے کہ ہر ایک کمال ان کا نبوت محمدیہ سے مستفاض ہے اور ابھی ہم فرض

کر چکے تھے کہ کمال نبوت ان کی کا چراغ نبوت محمدیہ سے مستفاض نہیں ہے اور یہی اجتماع نقیضین ہے جو بالبداہت باطل ہے۔"

اور سراج منیر صفحہ ۲، پر کس صفائی کے ساتھ بیان فرمایا ہے کہ امتی کا کام سوائے اس کے کچھ نہیں کہ وہ اپنے نبی متبوع کی وحی کی طرف لوگوں کو بلائے۔ چنانچہ وہاں اپنا ذکر کرتے ہوئے یہ آخری وصیت کرتے ہیں:۔

سو آخری وصیت یہی ہے کہ ہر ایک روشنی ہم نے رسول نبی امی کی پیروی سے پائی ہے۔ اور جو شخص پیروی کرے گا وہ بھی پائے گا۔ اور ایسی قبولیت اس کو ملے گی کہ کوئی بات اس کے آگے ان ہونی نہیں رہے گی"

اور پھر اپنی پچھلی کتابوں میں سے ایک میں یعنی براہین احمدیہ حصہ پنجم کے ضمیمہ کے صفحہ ۱۹۲ و ۱۹۳ پر فرماتے ہیں:

"اور جو شخص امتی کی حقیقت پر نظر ڈالے گا۔ وہ بہ بداہت سمجھ لیگا۔ کہ حضرت عیسیٰ کو امتی قرار دینا ایک کفر ہے۔ کیونکہ امتی اس کو کہتے ہیں کہ جو بغیر اتباع آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور بغیر اتباع قرآن شریف محض ناقص اور گمراہ اور بے دین ہو۔ اور پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی اور قرآن شریف کی پیروی سے اس کو ایمان اور کمال نصیب ہو اور ظاہر ہے۔ کہ ایسا خیال حضرت عیسیٰؑ کی نسبت کرنا کفر ہے۔ کیونکہ گو وہ اپنے درجہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کیسے ہی کم ہوں۔ مگر نہیں کہہ سکتے۔ کہ جب تک وہ دوبارہ دنیا میں آکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں داخل نہ ہوں تب تک وہ نعوذ باللہ گمراہ اور بیدین ہیں۔ یا وہ ناقص ہیں۔ اور اُن کی معرفت ناتمام ہے"

اس سے بڑھ کر صفائی اور کیا ہوگی۔ جس سے اُمتی اور نبی کے مفہوم کا ایک دوسرے کے خلاف ہونا ثابت ہو۔ پس نہ اُمتی حقیقی معنے میں نبی ہو سکتا ہے اور نہ نبی حقیقی معنے میں اُمتی ہو سکتا ہے۔ اور یہ وہ بات ہے جس کو سمجھ لینے سے مسئلہ نبوت بہت آسان ہو جاتا ہے۔ اور جن لوگوں نے مسئلہ نبوت میں ٹھوکریں کھائیں محض اسی وجہ سے کھائی ہیں کہ انہوں نے اُمتی اور نبی کے اس مفہوم متبائن کو مدنظر نہیں رکھا۔ اور نہ کبھی ان لفظوں کی حقیقت پر غور کیا۔

تیسرا امتیاز۔ وحی نبوت پہلی وحی کے لئے مصدق ہوتی ہے۔ وحی ولایت محتاج تصدیق ہے۔

تیسرا امتیاز وحی نبوت اور وحی ولایت میں یہ ہے کہ وحی نبوت پہلی وحی نبوت کی تصدیق کرتی ہے۔ یعنی اس میں سے سچ کو سچ کر دکھاتی ہے۔ اور جو اس میں غلطیاں داخل ہو گئی ہوں ان کو چھوڑ دیتی ہے۔ اس لئے وہ پہلی وحی کی مصدق کہلاتی ہے۔ مگر وحی ولایت چونکہ کسی نبی متبوع کی

کتاب کے ماتحت ہوگی۔ اس لئے جب تک نبی متبوع کی کتاب اور سنت پر عرض کر کے اسکی تصدیق نہ ہو جاوے۔ اس وقت تک وہ قابل قبول نہیں۔ قرآن کریم کے متعلق اللہ تعالیٰ نے بار بار فرمایا۔ مصدقالمابین یدیہ یعنی پہلی ساری وحیوں کا یہ مصدق ہے۔ یہ تو قرآن کریم کا عظیم الشان منصب تھا کہ وہ ساری وحیوں کا مصدق ہوا۔ لیکن حضرت مسیح کو بھی سابقہ وحی یعنی تورات کا مصدق قرار دیا۔ جیساکہ فرمایا مصدقالمابین یدی من التوراۃ یعنی حضرت مسیح یا آپ کی کتاب تورات کی مصدق ہوئی۔ پس وحی نبوت پہلوں کی تصدیق کرتی اور وحی ولایت کسی وحی نبوت سے خود محتاج تصدیق ہوتی ہے یہی وجہ ہے۔ کہ نبی اپنی وحی کو کسی دوسری وحی پر پیش نہیں کرتا۔ مگر امتی کے لئے لازمی ہے۔ کہ جب تک وہ اپنی وحی کو اپنے نبی متبوع کی وحی پر پیش نہ کرے۔ اس وقت تک اسے قبول نہ کرے اس کی وجہ یہ ہے کہ نبی کی وحی کے لئے اللہ تعالیٰ خاص سامان حفاظت کا فرماتا ہے۔ جیساکہ فرمایا:

فانہ یسلک من بین یدیہ ومن خلفہ رصدا۔ لیعلم ان قد ابلغوا رسٰلٰت ربہم	اللہ تعالیٰ اس کے آگے اور پیچھے پہرہ لگا دیتا ہے (یعنی اس کی حفاظت کے لئے خاص طور پر ملائکہ مامور ہوتے ہیں)، تاکہ جان لے کہ انہوں نے (یعنی رسولوں نے) اپنے رب کی رسالات کو پورے طور پر پہنچا دیا۔

پس یہ نزول جبرئیلی ایسا ہوتا ہے کہ اس میں اس وحی کی جو بندے کی طرف بھیجی جاتی ہے خاص طور پر حفاظت کی جاتی ہے۔ کیونکہ اس وحی سے لوگوں کی ہدایت وابستہ ہوتی ہے۔ اس لئے نبی جو وحی اس طرح پر پاتا ہے وہ چونکہ یقیناً ہر قسم کی غلطی سے مبرا ہوتی ہے۔ اور خاص پہرہ اور حفاظت میں اتاری جاتی ہے۔ اس لئے ایسی وحی کسی پہلی کتاب پر پیش نہیں کی جاتی۔ بلکہ جو کچھ اس وحی میں ہوگا وہ سب ٹھیک اور درست ہوگا۔ اور اگر پہلی کسی وحی یا کتاب کے مخالف اس میں کوئی امر ہو تو یہ ماننا پڑے گا کہ یا تو وہ پہلی وحی اور کتاب محرف ہوگئی ہے اور یا وہ اپنے زمانہ یا قوم کی ضرورت کے لحاظ سے تھا۔ تازہ وحی نئے زمانہ یا کسی نئی قوم کی ضرورت کے مطابق ہے۔ لیکن بہرحال ایسے اختلاف کی صورت میں نئی وحی قابل اتباع اور قابل تسلیم ہوگی اور پہلی وحی کو جو اس کے مخالف ہے مخصوص یا منسوخ یا محرف سمجھ کر ترک کرنا پڑے گا۔ برخلاف اس کے غیر نبی کی وحی کو یہ منصب حاصل نہیں۔ غیر نبی بعض بے شک ایسے لوگ بھی ہوتے ہیں جو یقینی اور قطعی طور پر سچی وحی پاتے ہیں۔ مگر چونکہ ان کی وحیاں بطور فرع کے ہوتی ہے اور اس قدر پہرا اور حفاظت کا اہتمام ان کی صورت میں نہیں ہوتا۔ کیونکہ اس کے اوپر ہدایت کا انحصار نہیں ہے۔ اس لئے غیر نبی کی وحی کو گو وہ قطعی اور یقینی بھی ہو یہ مرتبہ حاصل نہیں۔ بلکہ غیر نبی کی وحی اگر اپنے نبی متبوع کی وحی متلو یعنی کتاب یا وحی خفی یعنی حدیث اور سنت کے خلاف ہوگی تو

غیر نبی کی اس وحی کو ترک کرنا پڑے گا۔ اور غیر نبی خود بھی اپنی ہر ایک وحی کو اپنے نبی متبوع کی وحی پر پیش کرے گا۔ پھر اگر اس میں کوئی بات اپنے نبی متبوع کی وحی کے خلاف پائے تو اسے ترک کرے گا۔ اور نبی متبوع کی بات کو سچ مانیگا جیسا کہ حضرت سید عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ کے تذکرہ میں لکھا ہے کہ ایک دفعہ آپ کو خواب میں دکھایا گیا کہ غیب سے یہ آواز آرہی ہے۔ کہ اے عبد القادر ہم تم سے خوش ہوگئے ہیں۔ اب تجھے نماز روزہ تکالیف شرعی میں پڑنے کی ضرورت نہیں۔ تو اس بندۂ خدا نے جواب میں کہا۔ کہ اے شیطان تو دور ہو جا۔ میں جانتا ہوں کہ یہ بات منجانب اللہ نہیں ہو سکتی کیونکہ جس تکلیف کے ماتحت خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تھے دوسرا اس سے کیونکر آزاد ہو سکتا ہے غرض ہر ایک غیر نبی کے لئے خواہ وہ کسی مقام پر پہنچا ہوا ہو اور خواہ اس کی وحی کیسی صاف اور یقینی ہو یہ ضروری ہے کہ وہ اپنی وحی کو اپنے نبی متبوع کی وحی پر پیش کرے اور اگر کوئی امر اس میں نبی متبوع کی وحی کے خلاف دیکھے تو اپنی وحی کو رد کرے اور نبی متبوع کی پیروی کرے۔ غرض نبی کی وحی پر چونکہ خاص حفاظت الٰہی ہوتی ہے۔ اس لئے نبی اپنی وحی کو کسی پہلی کتاب یا کسی پہلے نبی کی وحی پر پیش نہیں کرتا مگر غیر نبی کی وحی چونکہ اس حفاظت کے ماتحت نہیں اس لئے غیر نبی کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنی وحی کو اپنے نبی متبوع کی وحی پر پیش کرے۔ یہی مذہب حضرت مسیح موعود کا ہے۔ جیسا کہ ذیل کی تحریروں سے ثابت ہے:-

ازالہ اوہام صفحہ ۶۲۹ پر فرماتے ہیں:-

"اسی بنا پر الہام ولایت یا الہام عامہ مؤمنین بجز موافقت و مطابقت قرآن کریم کے حجت بھی نہیں"۔

اب اس میں ایک فرد کی بھی اس اُمت میں تخصیص نہیں کی جس کا الہام بلا موافقت و مطابقت قرآن کریم حجت ہو سکے۔ اور آئینہ کمالات اسلام صفحہ ۲۱ پر تحریر فرمایا ہے:-

ومن تفوه بكلمة ليس لها أصل صحيح في الشرع ملهما كان أو مجتهدا فبه الشياطين متلاعبة

وآمنت بأن نبينا محمد صلى الله عليه وسلم خاتم الأنبياء وأن كتابنا القرآن الكريم وسيلة الاهتداء لا نبي لنا نقتدي به إلا المصطفى ولا كتاب لنا نتبعه إلا الفرقان المهيمن على الصحف الأولى وآمنت بأن رسولنا سيد ولد آدم وسيد المرسلين

اور جو شخص ایسا کلمہ منہ سے نکالے جس کا کوئی اصل صحیح شرع میں نہیں خواہ ملہم ہو یا مجتہد تو اس کے ساتھ شیطان کھیل رہے ہیں اور میں ایمان لاتا ہوں اس پر کہ ہمارے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں اور ہماری کتاب قرآن کریم ہدایت کا وسیلہ ہے۔ ہمارا کوئی نبی نہیں جس کی ہم پیروی کریں۔ سوائے مصطفٰے کے اور ہماری کوئی کتاب نہیں سوائے فرقان کے جو محافظ ہے پہلے صحیفوں پر جس کی ہم پیروی کریں اور میں ایمان لاتا ہوں اس بات پر کہ ہمارے رسول آدم کے فرزندوں کے سردار اور رسولوں کے سردار

وبان اللہ ختم بہ النبیین وبان القرآن المجید بعد رسول اللہ محفوظ من تحریف المحرفین وخطاء المخطئین ولا ینسخ ولا یزید ولا ینقص بعد رسول اللہ ولا یخالفہ الہام الملہمین الصادقین وکل ما فہمت من عویصات القرآن او الہمت من اللہ الرحمٰن فقبلتہ علی شریطۃ الصحت والصواب والسمت وقد کشف علی انہ صحیح خالص موافق الشریعۃ لا ریب فیہ ولا لبس ولا شک ولا شبہۃ وان کان الامر خلاف ذلک علی فرض المحال فنبذناہ من ایدینا کالمتاع الردیۃ والمادۃ السحال

ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ نبیوں کو ختم کر دیا۔ اور کہ قرآن کریم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد محرفین کی تحریف سے۔ اور مخطیوں کی خطا سے محفوظ ہے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نہ وہ منسوخ ہو سکتا ہے اور نہ زیادہ ہو سکتا ہے اور نہ ناقص ہو سکتا ہے اور نہ سچے ملہموں کا الہام اس کے مخالف ہو سکتا ہے اور جو کچھ کہ میں نے قرآن کریم کی نصوص سے سمجھا ہے یا جو کچھ کہ مجھے خدا تعالیٰ کی طرف سے الہام ملا ہے تو میں نے اس کو صحت اور صواب اور راستی کی شرط پر قبول کیا ہے۔ اور مجھ پر کھولا گیا ہے کہ وہ الہام خالص صحیح ہے۔ اور بلاشک شریعت کے موافق ہے اور اور اس میں کسی قسم کا التباس اور شک نہیں ہے اور اگر بفرض محال اس کے خلاف ہو تو ہم اس کو اپنے ہاتھ سے متاع ردی اور گندگی کی طرح پھینک دینگے

پھر حمامۃ البشریٰ صفحہ ۱۳ پر فرمایا:۔

"وواللہ ما قلت قولا فی وفات المسیح وعدم نزولہ وقیامہ مقامہ الا بعد الالہام المتواتر المتتابع النازل کالوابل وبعد مکاشفات صریحۃ بینۃ کفلق الصبح وبعد عرض الالہام علی القرآن الکریم والاحادیث الصحیحۃ النبویۃ وبعد استخارات وتضرعات وابتہالات فی حضرۃ رب العلمین ثم ما استعجلت فی امری ھذا بل اخرتہ الی عشر سنۃ بل رددت علیہا وکنت لحکم واضح وامر صریح من المنتظرین

اور خدا کی قسم میں نے مسیح کی وفات اور اس کے عدم نزول اور اپنے اس کے مقام پر کھڑا ہونے کے بارے میں کوئی بات نہیں کہی۔ مگر بعد الہام متواتر پے درپے کے جو بارش کی طرح نازل ہوا اور بعد مکاشفات کے جو صریح اور کھلے تھے صبح کی روشنی کی طرح اور بعد اپنے الہام کو قرآن کریم اور احادیث صحیحہ نبویہ پر پیش کرنے کے اور بعد استخاروں اور تضرع اور عاجزی کے درگاہ رب العالمین میں پھر میں نے اس معاملے میں جلدی نہیں کی۔ بلکہ اس کو دس سال تک پیچھے ڈالا۔ بلکہ اس کو رد کر دیا اور حکم واضح اور امر صریح کا منتظر رہا۔

پھر حمامۃ البشریٰ صفحہ ۷۹ پر فرمایا:۔

وما انی لا اصدق الہاما من الہاماتی الا بعد ان اعرضہ علی کتاب اللہ واعلم انہ کلما یخالف القرآن فہو کذب والحاد وزندقۃ فکیف ادعی النبوۃ وانا من المسلمین۔

اور دیکھو میں اپنے الہاموں میں سے کسی الہام کی تصدیق نہیں کرتا مگر بعد اس کے کہ اس کو کتاب اللہ پر پیش کر لوں اور میں جانتا ہوں کہ ہر وہ چیز جو مخالف ہے قرآن کی وہ کذب اور الحاد اور زندقہ ہے۔ پھر میں کس طرح نبوت کا دعویٰ کر دوں۔ اور میں مسلمانوں میں سے ہوں۔

پھر مواہب الرحمٰن میں اپنی وحی کو قرآن اور احادیث صحیح کے ماتحت قرار دیا ہے یعنی قرآن اور

احادیث صحیحہ کو اپنی وحی پر مقدم کیا ہے۔ اور صرف ظنی احادیث پر وہ بھی سخت شرایط کے ساتھ اپنی وحی کو مقدم کیا ہے اور یہ ظاہر ہے کہ ظنی احادیث وہ ہیں جن کی صحت پر شک ہے ۔چنانچہ دیکھو مواہب الرحمٰن صفحہ ۶۹:۔

"وحی حکم یعنی مسیح موعود مقدم است۔ بر احادیث ظنیہ بشرط اینکہ آن وحی مسیح موعود بقرآن مطابقت کلی دارد و بشرط اینکہ قصہ ہائے آں حدیث بقصہ ہائے قرآن مطابقت ندارند یعنی در قصہ ہائے آن احادیث و قرآن شریف باہم مخالفت باشد

ترجمہ

اور حکم یعنی مسیح موعود کی وحی ظنی حدیثوں پر مقدم ہے۔ مگر اس شرط کے ساتھ کہ وہ وحی مسیح موعود قرآن کے ساتھ مطابقت کلی رکھتی ہو اور اس شرط کے ساتھ کہ اس حدیث کے قصے قرآن کے ساتھ مطابقت نہ رکھتے ہوں یعنی اس حدیث اور قرآن شریف کے قصوں میں باہم مخالفت ہو

چوتھا امتیاز۔ صاحب وحی نبوت مطاع ہوتا ہے۔ امتی مطاع نہیں ہوتا

اوپر میں نے جو امتیاز قایم کئے ہیں ان کا خلاصہ یہ ہے کہ صاحب وحی نبوت کا اولاً اور بالذات مقصود اپنی وحی کی پیروی ہوتا ہے۔ اور دوسری کسی وحی کو وہ اسی حد تک مانتا ہے جس حد تک اس کی اپنی وحی اس پہلی وحی کی تصدیق کرے یا اس کا ماننا ضروری قرار دے۔ اور اس لئے وہ اپنی وحی کو سب وحیوں پر مقدم کرتا ہے۔ حالانکہ امتی صرف اپنے نبی متبوع کی وحی کا پیرو ہوتا ہے اور اپنی وحی کو اسی حد تک مانتا ہے جس حد تک نبی متبوع کی وحی اس کی تصدیق کرے یا اس کو ضروری قرار دے۔ اور یہی وجہ ہے کہ نبی اپنی وحی کو کسی پہلی وحی پر پیش نہیں کرتا۔ مگر امتی اپنی وحی کو قبول نہیں کر سکتا۔ جب تک کہ اسے اپنے نبی متبوع کی وحی پر پیش نہ کرے۔ ایک اور امتیاز نبی اور امتی کی وحی میں یہ ہے کہ نبی جب آتا ہے اور وحی نبوت اس کو مل جاتی ہے یعنی مقام نبوت پر کھڑا کر دیا جاتا ہے۔ تو اس وقت سے تمام ان لوگوں پر جن کی طرف وہ نبی مبعوث ہؤا ہے۔ یہ فرض ہو جاتا ہے کہ وہ اس نبی کا اتباع کریں۔ اس کی وحی کو اسی طرح دوسری تمام وحیوں پر مقدم کریں۔ جس طرح وہ خود اپنی وحی کو مقدم کرتا ہے بالفاظ دیگر ہر نبی مطاع ہوتا ہے۔ اس پر قرآن کریم کی آیت صراحت سے شہادت دیتی ہے:۔

وما ارسلنا من رسول الا لیطاع باذن اللہ ہم نے کوئی رسول نہیں بھیجا۔ مگر اسلئے کہ اللہ کے حکم سے وہ مطاع بنایا جائے

مطاع کے معنے میں نے اوپر کھول کر بتا دیئے ہیں اور یہی معنے مطاع کے حضرت مسیح موعود نے بھی کئے ہیں جیسا کہ آپ کی کتابوں کے حوالوں میں میں دکھاؤں گا۔ مطاع سے مراد یہ ہے کہ ان لوگوں پر بغیر چون و چرا اس نبی کی فرمانبرداری واجب ہو جاتی ہے۔ اور اسی کی وحی سب وحیوں پر مقدم

ہوجاتی ہے۔ ہر نبی گویا ایک نیا آفتاب ہوتا ہے وہ آفتاب کم روشن ہو یا زیادہ مگر جب کوئی آفتاب طلوع کرے گا تو اُسی کی روشنی سے روشنی حاصل کی جائے گی اور جو کچھ وہ کہے گا اور جس طرح وہ چلا جائے گا اسی طرح ماننا ضروری ہوگا اور وہی اب نمونہ ہوگا اور اُسوہ حسنہ ہوگا اور اسی کی قوت قدسی کام کرے گی اور تزکیہ نفس کے لئے اسی کی طرف دیکھنا ہوگا نہ کسی دوسرے کی طرف جو اس سے پہلے گزر چکا ہو۔ ان انبیاء کی صورت میں جو الگ الگ قوموں کی طرف مبعوث ہوئے اس بات کا سمجھ لینا کچھ دشوار نہیں۔ دقت ان انبیاء کی صورت میں پیش آتی ہے جہاں ایک عظیم الشان نبی صاحب شریعت پہلے گذرا ہے اور ایک قوم پیدا کر گیا۔ اور اس کے بعد اسی قوم میں اور نبی مبعوث ہوئے۔ جن کی نبوت گو اس کی پیروی کا نتیجہ نہیں۔ مگر اس لحاظ سے کہ انہوں نے اسی کام کی تکمیل کرنی ہے۔ جس کو اس نبی نے شروع کیا تھا۔ اور اسی قوم کی حالت میں اصلاح کرنی ہے۔ اور ان کو نئے زمانہ کی ضرورت کے مطابق ہدایات دینی ہیں یہ پیچھے آنے والے نبی اس پہلے نبی کے خلفاء کہلاتے ہیں۔ اس بات کو میں ایک مثال دے کر واضح کرنا چاہتا ہوں کہ کس طرح ایسی صورت میں بھی ہمیشہ آخری نبی ہی مطاع ہوتا ہے۔ مثلاً بنی اسرائیل میں حضرت داؤد اپنے وقت کے نبی تھے۔ جب آپ ظاہر ہو گئے اور مقام نبوت پر کھڑے ہو گئے۔ تو اب جتنے انبیاء آپ سے پہلے گذرے بنی اسرائیل کے لئے ان سب کی اطاعت حضرت داؤد کی اطاعت میں مضمر رہیگی۔ اور اپنے وقت کے نبی صرف داؤد علیہ السلام ہی ہوں گے۔ ان کی وحی میں جو کچھ ہوگا وہ ماننا ضروری ہوگا۔ خواہ اس کا کوئی حصہ پہلی کسی وحی کے مخالف بھی ہو۔ کیونکہ یہ بلاشبہ سچ ہے۔ کہ توریت یعنی حضرت موسیٰ کی کتاب تھی بھی مختص الزمان اور مختص القوم۔ اور زمانہ اور قوم کے حالات کی تبدیلی کے ساتھ اس میں تغیر تبدل بھی ضروری تھا۔ اور ویسے بھی اس کی حفاظت کا وعدہ نہ تھا۔ اور یہ بالکل سچ ہے کہ توریت تغیر تبدل کی دست برد سے محفوظ نہیں رہی۔ تو اس صورت میں جو کچھ وقت کا نبی کہے گا وہی قابل تسلیم ہوگا۔ اگر یہ صورت نہ مانی جائے تو ان انبیاء کا آنا فضول ٹھیرتا ہے۔ ہر ایک نبی کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنے آپ کو منوائے اور قوم کے لئے ضروری ہے کہ اس کی وحی پر بلا شرط ایمان لائے۔ جو کچھ وہ کہے گا۔ وہ ماننا ہوگا خواہ وہ توریت کے موافق ہو یا مخالف اور خواہ کسی پہلے نبی کی تعلیم کے موافق ہو یا مخالف۔ اگر ہم یہ مانیں کہ ہر ایک نبی پر ایمان توریت کے ساتھ اس کے دعویٰ کے مطابق ہونے پر منحصر تھا۔ تو ہم کو ماننا پڑے گا۔ کہ جب تک خود مسیح علیہ السلام آئے۔ اس وقت تک توریت میں کسی قسم کی تحریف نہ ہوئی تھی۔ اور وہ حرفاً حرفاً وہی کتاب

تھی جو حضرت موسیٰ پر نازل ہوئی تھی۔ اور یہ امر واقعات اور تاریخ کی رُو سے باطل ٹھیرتا ہے۔ بلکہ اس صورت میں ماننا پڑیگا۔ کہ آج تک توریت میں کوئی تحریف نہیں ہوئی۔ کیونکہ اگر پندرہ سو سال حضرت موسےٰ سے لے کر حضرت مسیح تک ایسا گذر گیا تھا۔ کہ اس زمانہ میں باوجود حفاظت کا سامان کم ہونے کے۔ اور باوجود اس کے کہ یہود پر بدترین تباہیاں آچکی تھیں۔ توریت کے ایک شوشہ تک میں تبدیلی نہ آئی تھی تو پھر مسیح کے ساتھ یا آپ کے بعد وہ کونسے واقعات پیش آئے جن کی وجہ سے تحریف ہوئی۔ یہ تو ایک سر ولیم میور جیسے دشمن اسلام کو بھی اقرار ہے کہ دنیا میں کوئی کتاب نہیں جو تیرہ سو سال تک ایسی محفوظ رہی ہو۔ جیسے قرآن۔ لیکن جس صورت میں یہ تسلیم کیا جائیگا۔ کہ توریت میں پندرہ سو سال تک ایک حرف کی کمی بیشی نہیں ہوئی تھی تو گویا یہ ماننا پڑیگا۔ کہ کم از کم اس وقت تک توریت کا نمبر حفاظت کے بارہ میں قرآن کریم سے بھی بڑھ کر ہے۔ جو بدیہی البطلان ہے تو پس جس صورت میں توریت میں تحریف ہوتی رہی تو کیا ایک نبی کے ہوتے ہوئے جو تازہ بتازہ وحی منجانب اللہ پاتا تھا۔ یہ حکم الٰہی ہو سکتا تھا۔ کہ بنی اسرائیل اس نبی کی وحی پر ایک محرف مبدل کتاب کو مقدم کریں غرض یہ عقیدہ کسی طرح قابل پذیرائی نہیں۔ کہ بنی اسرائیل میں جو انبیاء آتے تھے۔ ان کی وحی پر ایک محرف مبدل کتاب کو مقدم کیا جاتا تھا۔ پس حق یہی ہے کہ پہلے انبیاء تو الگ رہے جو وقتاً فوقتاً مختلف قوموں اور مختلف ملکوں میں آتے رہے۔ خود انبیائے بنی اسرائیل میں سے ہر نبی جو ظاہر ہوتا تھا۔ وہی اس زمانہ کا حقیقی مطاع ہوتا تھا۔ اور اس لئے بنی اسرائیل کے لئے ضروری تھا۔ کہ وہ ان سب انبیاء پر جو وقتاً فوقتاً ان میں ظاہر ہوں۔ ایمان لائیں[1] کہ وہی اپنے وقت کے نبی ہیں اور اس طرح پر وہ درحقیقت ہر نئے نبی کے ظاہر ہونے پر اس نئے نبی کو اپنا حقیقی مطاع مانتے تھے اور مقامات قرب جو ان کو بارگاہ الٰہی میں حاصل ہوتے تھے وہ اسی نئے نبی کی اتباع سے اور اس میں فنا ہو کر اور اسی کی قوت قدسی سے حاصل ہوتے تھے۔ پس ہر نیا نبی ان کے اندر نبی متبوع تھا اس نبی کے بعد سلسلہ ولایت بھی اس نئے نبی سے چلتا نہ کہ پہلے سے۔ مگر ایک اُمتی چونکہ خود مطیع ہوتا ہے۔ جیسا کہ میں پہلے ثابت کر چکا ہوں۔ اور اس کا مطاع اس کا نبی متبوع ہوتا ہے۔ اسلئے اپنے آپکو مطاع نہیں ٹھیرا سکتا بلکہ بطور مطاع جب پیش کریگا اپنے نبی متبوع کو کریگا اور لوگوں کو اسی چشمہ کی طرف بلائیگا کہ جہاں سے میں سیراب ہوا اسی سے تم بھی سیرابی حاصل کرو۔ مقتدا اور نمونہ نبی متبوع ہوگا۔ جب تک کہ اس کی جگہ کوئی دوسرا نبی نہ لے۔

حضرت ہارون بھی صاحب امر اور مطاع تھے۔

بعض لوگ یہ اعتراض کرتے ہیں کہ حضرت ہارون جو حضرت موسیٰ کے ساتھ نبی تھے ان کو حکم تھا

[1] مسیح موعود کے متعلق کسی حدیث میں یہ لفظ نہیں کہ جب وہ ظاہر ہوں تو اُن پر یہ ایمان لاؤ کہ وہ اپنے وقت کے نبی ہیں۔ بلکہ آنحضرت صلعم نے صرف یہ کہہ کر کہ میرا اسلام ان کو پہنچاؤ۔ ان کے ساتھ ہونے کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔

کہ وہ حضرت موسٰی کی فرمانبرداری کریں۔ اور اس پر شہادت اس آیت کی لاتے ہیں افعصیت امری کیا تو نے میرے امر کی نافرمانی کی۔ یہ وہ لفظ ہیں جو حضرت موسٰی نے حضرت ہارون کو اس وقت فرمائے جب حضرت موسٰی کی غیر حاضری میں بنی اسرائیل نے ایک بچھڑے کو معبود بنا لیا اور حضرت ہارون نے انہیں سختی سے نہیں روکا۔ اب اول یہ سوال غور طلب ہے کہ اگر حضرت ہارون بکلی حضرت موسٰے کے احکام کے نیچے تھے تو حضرت موسٰی کو یہ کیا ضرورت پڑی تھی کہ سوال کریں کہ اجعل لی وزیرا من اھلی ھٰرون اخی کہ میرے اہل میں سے ایک بوجھ بٹانے والا ساتھ کیجئے۔ یعنی ہارون میرے بھائی کو۔ کیا وہ خود اپنے بھائی ہارون کو اپنے ساتھ نہیں لے سکتے تھے۔ کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حضرت مسیح کی حمایت اور نصرت کرنیوالے ان کی اپنی قوموں سے پیدا نہیں ہو گئے تھے۔ اور حضرت موسٰی تو ایک ایسی قوم کی طرف مبعوث ہوئے تھے۔ جس قوم نے گو عملی کمزوریاں بہت دکھائیں۔ مگر اصولاً حضرت موسٰی کو نبی ماننے میں انہوں نے کوئی عذر نہیں کیا۔ بلکہ یوں کہنا چاہیئے۔ کہ ساری قوم نے ہی رسول مان لیا اور آپ کے پیچھے ہو لی۔ پھر جب اور بیسیوں کاموں پر حضرت موسٰی نے آدمی مقرر کئے ہوئے تھے۔ تو کیا حضرت ہارون کے سپرد کوئی کام وہ کرتے تو وہ نہ مانتے۔ اصل میں یہ اعتراض قرآن کریم پر تدبر نہ کرنے کی وجہ سے پیدا ہوتا ہے حضرت ہارون کے متعلق اگر ایک طرف افعصیت امری کے لفظ ہیں تو دوسری طرف جناب الٰہی میں جو دعا ہے اس میں یہ الفاظ اشرکہ فی امری ہیں۔ یعنی ہارون کو میرے امر میں شریک کر۔ اور جو امر میں شریک ہوگا وہ ایک حد تک صاحب امر بھی ہوگا پس سب سے پہلے تو یہ ضروری ہے کہ ان دونوں باتوں میں تطبیق کی جائے۔ کہ ایک طرف ہارون کو اپنے امر کی نافرمانی کا الزام دیتے ہیں۔ دوسری طرف ان کو اپنے امر میں شریک مانتے ہیں ور حقیقت یہ کوئی تضاد نہیں بلکہ بات سیدھی ہے حضرت موسٰی اور ہارون جیسا اشرکہ فی امری سے ظاہر ہے۔ امر میں شریک تھے۔ موسٰی بھی صاحب امر تھے۔ ہارون بھی صاحب امر۔ اور توریت جیسی کچھ ہے اس کے پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض کام حضرت ہارون کے سپرد تھے اور بعض حضرت موسٰی کے اور یہی وجہ ہے کہ کہانت کا عہدہ حضرت ہارون کی اولاد میں چلا آیا۔ یہاں تک کہ مریم صدیقہ کو اس وجہ سے کہ وہ خاندان کہانت سے تعلق رکھتی تھیں۔ قرآن کریم نے اخت ہارون کے نام سے پکارا ہے۔ لیکن جب حضرت موسٰی چالیس دن کے لئے حسب ارشاد الٰہی پہاڑ پر تشریف لے گئے تو پیچھے سارا کام حضرت ہارون کے سپرد ہوا۔ پس ایک حصہ تو آپکے کام کا وہ تھا جس میں آپ خود صاحب امر تھے۔ اور دوسرا حصہ وہ تھا جس میں بطور نیابت کام کرتے تھے۔ اور یہ نیابت والا

حصہ ہی وہ حصہ تھا جس میں حضرت ہارون نے اس ڈر سے کہ حضرت موسیٰ قوم میں تفرقہ ڈالنے کا الزام نہ دیں۔ نرمی اختیار کی چنانچہ اس پر خود قرآن کریم شاہد ہے:۔

ولقد قال لهم هٰرون من قبل یقوم انما فتنتم به وان ربکم الرحمٰن فاتبعونی واطیعوا امری۔ قالوا لن نبرح علیه عاکفین حتی یرجع الینا موسیٰ

اور ضرور ہارون نے پہلے ہی ان کو کہا تھا کہ اے میری قوم تم اس کی وجہ سے فتنہ میں ڈالے گئے ہو۔ اور تمہارا رب تو رحمٰن ہے۔ سو میری پیروی کرو اور میرے امر کی فرمانبرداری کرو۔ انہوں نے کہا ہم تو اسی پر عبادت میں بیٹھے رہیں گے جب تک کہ موسیٰ ہماری طرف لوٹ کر نہ آئیں۔

اور حضرت ہارون کا عذر بھی صاف ہے:۔

انی خشیت ان تقول فرقت بین بنی اسرائیل ولم ترقب قولی۔

میں ڈرا کہ آپ کہیں گے کہ تو نے بنی اسرائیل میں تفرقہ ڈال دیا۔ اور میری بات کا انتظار نہ کیا

کیونکہ قوم کو ایک وحدت کے رنگ میں رکھنا یہ حضرت موسیٰ کا کام تھا۔ اور دوسری طرف حضرت ہارون نے اطیعوا امری کہکر یہ بھی بتا دیا۔ کہ وہ خود بھی صاحب امر تھے جیسا کہ حضرت موسیٰ کی دعا اشرکه فی امری ظاہر کرتی ہے۔ تو حقیقت یہ ہے کہ حضرت موسیٰ نے سارے کام کے بوجھ کے اپنے آپ کو ناقابل پاکر یہ درخواست کی کہ آپ کے ساتھ ایک دوسرا نبی بھی ہو جس کے سپرد ایک حصہ کام کا ہو یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم میں توریت کے متعلق بھی یہ لفظ فرمائے ہیں:۔

واتینٰهما الکتٰب المستبین

ہم نے روشن کتاب دونوں کو دی تھی۔

یعنی حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون کو۔ پس اس میں کوئی شبہ نہیں کہ حضرت ہارون حضرت موسیٰ کے شریک فی النبوۃ تھے۔ اور دونوں صاحب امر تھے۔ ہاں حضرت موسیٰ کی غیر حاضری میں اکیلے حضرت ہارون ہی صاحب امر تھے۔ اسی وجہ سے حضرت موسیٰ نے افعصیت امری کے لفظ استعمال کئے ہیں ورنہ اپنے اپنے کام میں وہ دونوں بنی اسرائیل کے لئے مطاع تھے۔ رسول کے مطاع ہونے پر حضرت مسیح موعود کی تحریروں سے میں کچھ حوالجات پہلے پیش کر چکا ہوں۔ جہاں یہ دکھایا گیا تھا۔ کہ نبی مطیع نہیں ہوتا۔ اُمتی نبی متبوع کا مطیع ہوتا ہے۔ چنانچہ بعض ان فقرات کو میں ناظرین کی توجہ کے لئے دوہراتا ہوں:۔

کوئی رسول دنیا میں مطیع اور محکوم ہو کر نہیں آتا۔ بلکہ وہ مطاع اور صرف اپنی اس وحی کا متبع ہوتا ہے جو اس پر بذریعہ جبرئیل علیہ السلام نازل ہوتی ہے" (ازالہ اوہام صفحہ ۵۷۶)۔

"اللہ جل شانہ فرماتا ہے وما ارسلنا من رسول الا لیطاع باذن اللہ یعنی ہر ایک رسول مطاع اور امام بنانے کے لئے بھیجا جاتا ہے۔ اس غرض سے نہیں بھیجا جاتا۔ کہ کسی دوسرے کا مطیع اور تابع ہو" (ازالہ اوہام صفحہ ۵۶۹)

یہی مفہوم حقیقت الوحی کی اس عبارت کا ہے جو صفحہ ۱۲۷ پر ہے۔ جس میں نجات کو بغیر اطاعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ناممکن قرار دیا ہے:-

وما ارسلنا من رسول الا لیطاع باذن اللہ ۔ ہر ایک نبی ہم نے اسلئے بھیجا ہو کہ تا خدا کے حکم سے اسکی اطاعت کیجائے

اب ظاہر ہے کہ جب کہ منشا اس آیت کے نبی واجب الاطاعت ہے۔ پس جو شخص نبی کی اطاعت سے باہر ہو وہ کیونکر نجات پا سکتا ہے"۔

پانچواں امتیازی نشان نبی وحی کا پیرو ہوتا ہے اُمتی اجتہاد سے کام لیتا ہے

جو دلایل قرآن کریم و حدیث سے اوپر دیئے گئے ان سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ نبی اور اُمتی میں ایک امتیاز یہ بھی ہے کہ مشکلات دین میں نبی وحی کا انتظار کرتا ہے۔ امتی اجتہاد سے کام لیتا ہے۔ اس کی وجہ ظاہر ہے۔ کیونکہ اُمتی جب اپنے نبی متبوع کی پیروی سے سب کمالات حاصل کرتا ہے تو مشکلات دین کے حل کرنے میں بھی یہ ضروری ہوا کہ وہ کوشش سے کام لے اور اسی سرچشمہ نور و ہدایت کی طرف دوڑے جس سے اس کو روشنی مل چکی ہے مگر نبی کو روشنی چونکہ محض سرچشمہ الوہیت سے ملتی ہے اس لئے وہ اس روشنی کا طالب ہوتا ہے اس لئے امتی کا کام مسایل دین میں اجتہاد ہے۔ اور نبی کا کام وحی الٰہی سے مشکلات کو حل کرنا کوئی امتی اپنی وحی کو یہ مرتبہ نہیں دے سکتا کہ وہ مشکلات دین میں اس وحی کو مسایل کے حل کرنے میں بنیاد قرار دے۔ ہاں چونکہ وہ بھی ایک نور معمولی عالمانہ اجتہاد سے علاوہ پاتا ہے اس لئے اس کی وحی یا الہامات رہنمائی کے طور پر کام دے سکتے ہیں اور ایک راہ مشکلات میں اُسے نظر آجاتی ہے۔ مگر اپنی وحی یا الہام کو ان مسایل میں وہ بطور دلیل پیش نہیں کر سکتا۔ نہیں کہہ سکتا کہ چونکہ مجھ کو الہام ہوا ہے۔ اس لئے یہ مسئلہ اسی طرح درست ہے۔ بلکہ اس کا الہام صرف اپنے لئے مویدات کا کام دیتا ہے۔ اور اجتہاد میں اس کا اپنا معاون ہوتا ہے۔ ایک قطعی اور یقینی وحی کی صورت میں اس کا ذہن امر حق کی طرف منتقل ہو جاتا ہے۔ پھر وہ اپنے اجتہاد سے اس کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈال لیتا ہے۔ اس طرح پر ایک ایسے امتی کی وحی جو یقینی شرف مکالمہ و مخاطبہ سے سرفراز ہے اس کے اجتہاد کو ایک بڑا بلند مرتبہ دے دیتی ہے اور اس کو ٹھوکروں سے بچاتی ہے اور غلطی سے محفوظ رکھتی ہے۔ اور بعض وقت اگر پہلے اجتہاد میں غلطی ہو جائے تو اس وحی سے وہ غلطی دُور ہو جاتی ہے۔ غرض اجتہاد میں ہر قسم کی معاونت کا کام اس وحی سے اُمتی کو مل جاتا ہے۔ مگر جیسا وہ خود بطور اصل کوئی چیز نہیں ایسا ہی اس کی وحی بھی بطور اصل نہیں بلکہ بطور معاون کام دیتی ہے۔ نبی کو بھی بعض وقت اجتہاد کی ضرورت پیش آتی ہے۔ مگر جہاں اجتہاد کام نہ دیگا وہاں وہ ضرورت پیش آمدہ پر وحی الٰہی کے سرچشمہ سے ہدایت پاتا ہے۔ پس یہ بھی نبی اور امتی میں ایک کھلا کھلا امتیاز

ہے کہ معضلات دین میں نبی کی تائید وحی الٰہی سے کی جاتی ہے اور اُمتی کی تائید اجتہاد سے۔ اوّل الذکر کو چونکہ روشنی براہ راست خدا کی طرف سے ملی ہے۔ اس لئے وہ مزید روشنی حاصل کرنے کے لئے اسی طرف دوڑتا ہے۔ ثانی الذکر کو چونکہ روشنی اپنے نبی متبوع کی اتباع سے ملی ہے۔ اس لئے وہ اسی سرچشمہ کی طرف دوڑتا ہے جہاں سے اسے روشنی ملی ہے۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود نے اپنی تصنیفات میں اس امر پر بہت زور دیا ہے۔ بلکہ اسی کو مسیح اسرائیلی کے آنے کے انکار کی بڑی وجہ قرار دیا ہے۔ جیسا کہ ذیل کے حوالجات سے ظاہر ہے۔ اوّل ازالہ اوہام صفحہ ۵۷۶ پر ہے:۔

(نبی) "صرف اپنی اس وحی کا متبع ہوتا ہے جو اس پر بذریعہ جبرئیل نازل ہوتی ہے۔ اب یہ سیدھی سیدھی بات ہے کہ جب حضرت مسیح ابن مریم نازل ہوئے اور حضرت جبرئیل علیہ السلام لگے تار آسمان سے وحی لانے لگے اور وحی کے ذریعہ سے انہیں تمام اسلامی عقاید اور صوم اور صلوٰۃ اور زکوٰۃ اور حج اور جمیع مسائل فقہ کے سکھلائے گئے تو پھر بہر حال یہ مجموعہ احکام دین کا کتاب اللہ کہلائے گا۔"

پھر آگے چل کر صفحہ ۵۷۸ پر فرماتے ہیں:۔

(مسیح) "رسول ہے اور بحیثیت رسالت آئیگا اور جبرئیل کے نزول اور کلام الٰہی کے اترنے کا پھر سلسلہ شروع ہو جائیگا۔ جس طرح یہ بات ممکن نہیں کہ آفتاب نکلے اور اس کی روشنی نہ ہو۔ اسی طرح ممکن نہیں۔ کہ دنیا میں ایک رسول اصلاح خلق اللہ کے لئے آوے اور اس کے ساتھ وحی الٰہی اور جبرئیل نہ ہو۔ علاوہ اس کے ہر ایک عاقل معلوم کر سکتا ہے کہ اگر سلسلہ نزول جبرئیل اور کلام الٰہی کے اُترنے کا حضرت مسیح کے نزول کے وقت بکلی منقطع ہوگا تو پھر وہ قرآن شریف کو جو عربی زبان میں ہے کیونکر پڑھ سکیں گے۔ کیا نزول فرما کر دو چار سال تک مکتب میں بیٹھیں گے اور کسی مُلّا سے قرآن شریف پڑھ لیں گے۔ اگر فرض کریں کہ وہ ایسا ہی کریں گے تو پھر وہ بغیر وحی نبوت کے تفصیلات دینیہ مثلاً نماز ظہر کی نسبت جو اتنی رکعت ہیں اور نماز مغرب کی نسبت جو اتنی رکعت ہیں اور یہ کہ زکوٰۃ کن لوگوں پر فرض ہے اور نصاب کیا ہے کیونکر قرآن شریف سے استنباط کر سکیں گے۔ اور یہ تو ظاہر ہو چکا کہ وہ حدیثوں کی طرف رجوع بھی نہ کریں گے۔ اور اگر وحی نبوت سے ان کو یہ تمام علم دیا جائے گا۔ تو بلاشبہ جس کلام کے ذریعہ سے یہ تمام تفصیلات ان کو معلوم ہوں گی۔ وہ بوجہ وحی رسالت ہونے کے کتاب اللہ کہلائے گی۔"

اور دوسری جگہ اُمتی کے اجتہاد سے کام لینے کے متعلق تصریح سے فرمایا۔ دیکھو ازالہ اوہام صفحہ ۵۲۷

"وہ خبر دی گئی۔ کہ اے امتی لوگو وہ تم میں سے ہی ہوگا۔ اور تمہارا امام ہوگا۔ اور نہ صرف قولی طور پر اسکا امتی ہونا ظاہر

کیا بلکہ فعلی طور پر بھی دکھلا دیا کہ امتی لوگوں کے موافق صرف قال اللہ وقال الرسول کا پیرو ہوگا اور حل مغلقات ومعضلات دین نبوت سے نہیں۔ بلکہ اجتہاد سے کریگا۔ اور نماز دوسروں کے پیچھے پڑھے گا۔

اب ان تمام اشارات سے صاف ظاہر ہے کہ وہ واقعی اور حقیقی طور پر نبوت تامہ کی صفت سے متصف نہیں ہوگا۔"

چھٹا امتیاز۔ نبی کا فرض ہے کہ اپنی ساری وحی نبوت لوگوں کو پہنچائے۔ امتی کے لئے ضروری نہیں کہ اپنی ساری وحی کا اعلان کرے

چھٹا امتیازی نشان رسول اور اُمتی کی وحی کا یہ ہے۔ کہ چونکہ رسول کی وحی ہدایت خلق کے لئے ہوتی ہے یعنی خود وہ وحی اپنے اندر لوگوں کے لئے ہدایت رکھتی ہے۔ اور چونکہ اس وحی کی خاص حفاظت ہوتی ہے۔ اور چونکہ اس وقت اسی وحی کو دوسری سب وحیوں پر مقدم کرنا ضروری ہوتا ہے۔ اسلئے جب اللہ تعالیٰ نے اس وحی کو ایک خاص غرض کے پورا کرنے کے لئے بھیجا ہے اس کو خاص حفاظت سے پہنچایا ہے۔ اس کی اطاعت کو سب سے زیادہ ضروری قرار دیا ہے۔ پس رسول پر بھی فرض ہوتا ہے۔ کہ وہ اس ایک ایک کلمہ کو جو اس طرح سے اس پر نازل ہؤا ہے لوگوں تک پہنچا دے اور اس کی اشاعت کر دے۔ چنانچہ قرآن کریم اس پر شاہد ہے:۔

یاایھا الرسول بلغ ما انزل الیک وان لم تفعل فما بلغت رسلتہ	اے رسول جو کچھ تیری طرف اتارا گیا ہے اس کو پورا پہنچا دے۔ اور اگر تو ایسا نہیں کریگا تو تو نے اپنی رسالت کا حق ہی ادا نہیں کیا

اسی طرح پر عام طور پر رسولوں کے ذکر میں فرمایا:۔

کذلک فعل الذین من قبلھم فھل علی الرسل الا البلغ المبین ولقد بعثنا فی کل امۃ رسولا +	اسی طرح (جس طرح تم سے تمہارے مخالف پیش آتے ہیں) ان سے پہلے لوگوں نے بھی کیا۔ سو رسولوں کی ذمہ داری تو سوائے اسکے کچھ نہیں کہ وہ کھول کر (ان باتوں کو جو ان پر نازل ہوئی ہیں) پہنچا دیں۔ اور ہم نے تو ہر ایک قوم میں رسول بھیجا (النحل ۳۵-۳۶)+

پس جہاں اللہ تعالیٰ رسولوں کو جو پیغام پہنچاتا ہے۔ اس میں بعض خصوصیتیں رکھ دیتا ہے۔ اسی طرح رسولوں کے اس پیغام کے پہنچانے میں بھی ایک خصوصیت رکھ دی ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ ہدایت کی وہ باتیں جو ان پر نازل ہوتی ہیں ضروری ہے کہ وہ ان کو شایع کریں اور لوگوں تک پہنچائیں۔ یہ خصوصیت صرف رسولوں کے ساتھ ہے۔ کیونکہ رسولوں پر جو وحی اس طرح نازل ہوتی ہے جسے وحی متلو کہتے ہیں۔ وہ ہدایت خلق کے لئے ہوتی ہے اور اس میں اوامر نواہی بھی ہوتے ہیں اور ان باتوں کو مخلوق تک پہنچانا رسول کا سب سے پہلا فرض ہے۔ مگر اُمتی چونکہ ہدایت اور اوامر نواہی کے معاملہ میں اور شریعت کی تفصیلات میں اپنے نبی متبوع کی وحی کا محتاج ہوتا ہے۔ اور اس کی وحی عموماً مبشرات سے متعلق ہوتی

ہے یعنی پیشگوئیاں اور سب پیشگوئیوں کا دوسروں تک پہنچانا فرض نہیں۔ اس لئے اس کو یہ حکم نہیں ہوتا کہ تم اپنی وحی کو پورا پورا لوگوں تک پہنچاؤ سو یہی حال آنحضرت کی امت کی وحی کا ہے کیونکہ وہ وحی بموجب حدیث لم یبق من النبوۃ الا المبشرات سوائے مبشرات کے کچھ نہیں۔ اس لئے اس اُمت میں کسی شخص کے لئے یہ ضروری نہیں کہ وہ ہر ایک اس الہام کو جو اس کو ہؤا ہے دوسروں تک پہنچائے ہاں بعض الہامات کے متعلق ان لوگوں کو جو کسی خاص غرض کے لئے مبعوث ہوں ظاہر کرنے کا حکم ہوتا ہے سو وہ ظاہر کر دیتے ہیں مگر نہ اس امتیاز سے کہ فلاں الہام فلاں قسم کی وحی ہے۔ بلکہ اس لئے کہ کسی خاص بات کے ظاہر کرنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ یا بعض الہامات کا بطور نشان ظاہر کرنا ضروری ہوتا ہے جس سے دین کو تقویت پہنچتی ہے۔ کیونکہ پیشگوئیوں کی اصلی غرض تائید دین الٰہی ہے۔ اس لئے محض دین کی تائید کے طور پر مومنوں کا ایمان بڑھانے کے لئے یا منکروں پر حجت قائم کرنے کے لئے وہ وحی کام دے سکتی ہے۔ اور اس غرض کے لئے اسے شائع بھی کیا جا سکتا ہے۔ ورنہ درحقیقت ہر ایک الہام کو جو اُمتی کو ہو مخلوق تک پہنچانا ضروری نہیں۔ چنانچہ خود حضرت مسیح موعود نے اپنے الہامات کا جو حصہ شائع کیا ہے وہ بمقابلہ اس حصہ کے جو شایع نہیں ہؤا بموجب بیان حقیقۃ النبوۃ بہت کم ہے کیونکہ آپ کے شائع شدہ الہامات ایک ہزار کی تعداد تک بھی نہیں پہنچتے۔ بلکہ چند سو ہیں۔ لیکن بموجب بیان حقیقۃ النبوۃ صفحہ ۲۹۴ آخری سطر آپکے "ہزاروں الہامات ہیں جو شائع نہیں ہوئے"۔ اور حضرت مسیح موعود نے خود بھی ایک معترض کے اعتراض کا جواب دیتے ہوئے اسی اصول کو بیان فرمایا ہے۔ جیسا کہ ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم کے صفحہ ۱۱۴ سے ظاہر ہے۔ جہاں فرماتے ہیں:-

"پھر اس نادان مولوی کے اس قول پر مجھے تعجب آتا ہے کہ وہ کہتا ہے کہ سچے نبی یا ملہم کا یہ نشان نہیں ہے کہ جس بات کی تبلیغ کا خدا اس کو حکم دے۔ وہ دانستہ اور عمداً پچیس برس تک اس کو چھپائے رکھے۔ اس نادان کو اب تک یہ بھی معلوم نہیں کہ تبلیغ الٰہی احکام کے متعلق ہوتی ہے۔ نہ ایسی پیشگوئیوں کے متعلق جن کی اشاعت کے لئے ملہم مامور بھی نہیں بلکہ اختیار رکھتا ہے چاہے ان کو شائع کرے یا نہ کرے"۔

ساتواں امتیاز۔ نبی کی وحی سابقہ شریعت کی ترمیم یا تنسیخ کر سکتی ہے امتی کی نہیں کر سکتی

ساتواں امتیاز نبی اور امتی کی وحی میں یہ ہے کہ نبی کی وحی سابقہ شریعت کی تنسیخ یا ترمیم کر سکتی ہے یا اس پر کچھ بڑھا سکتی ہے۔ مگر غیر نبی یعنی اُمتی کی وحی کو یہ مرتبہ حاصل نہیں ہوتا۔ مثلاً حضرت موسیٰ علیہ السلام کو خدائے تعالیٰ نے ایک شریعت عطا فرمائی۔ جس میں

بہت سے باہمی معاملات اور بالخصوص عبادات کے متعلق بڑی تفصیل تھی۔ پھر حضرت موسےٰ کے بعد اس قوم میں بہت سے رسول اور نبی آئے۔ گو شریعت وہی رہی جو حضرت موسیٰ کو دی گئی تھی۔ مگر وہ نبی اسی طرح بارگاہ الٰہی سے براہ راست فیضان پانیوالے تھے جس طرح خود حضرت موسیٰؑ یعنی حضرت موسیٰ کا اور ان کا تعلق متبوع اور تابع کا نہ تھا۔ بلکہ ایک شارع نبی اور خلفاء کا۔ یا ایک عمارت کی بنیاد رکھنے والے اور اس کی تکمیل کرنے والوں کا۔ اس قوم کی بنیاد تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے رکھی۔ مگر تکمیل آپ کے ہاتھوں ہونی مقدر نہ تھی۔ یہاں تک کہ آپ کی زندگی میں آپ کی قوم ارض مقدس میں پہنچکر اس بادشاہت کو بھی حاصل نہ کرسکی جس کا ان کو وعدہ دیا گیا تھا۔ اس قوم کو چونکہ اس آخری نبی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک نسبت تھی۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے یہی پسند فرمایا۔ کہ اس قوم کی بھی خاص طور پر تربیت کی جائے۔ اس تربیت کے لئے حضرت موسیٰ کے بعد اس میں بہت سے نبی آئے ثم ارسلنا رسلنا تترا جن میں سے بعض کے نام قرآن میں بھی آئے ہیں۔ یہ نبی اسی اصل بنیاد پر ایک عمارت کی تکمیل کرتے رہے۔ یہاں تک کہ حضرت مسیح علیہ السلام پر اس سلسلۂ رسل کا خاتمہ ہوا۔ چونکہ توریت یعنی حضرت موسیٰؑ کی شریعت ایک مکمل شریعت نہ تھی۔ بلکہ مختص القوم ہونے کے علاوہ مختص الزمان بھی تھی۔ اس لئے وہ نبی اپنی قوم کو نئے حالات کے مطابق منجانب اللہ نئی تعلیم بھی پہنچاتے رہے۔ اور جہاں ان کا کام بنی اسرائیل کا تزکیہ نفس تھا ساتھ ہی اس کے نئے نئے حالات پیش آمدہ کے مطابق شریعت کے بعض احکام میں بھی بحکم خداوندی کمی بیشی کرتے رہے۔ اس تغیر تبدل کی یا ترمیم کی نہایت واضح مثال ہم کو حضرت مسیح علیہ السلام کی حالت میں ملتی ہے۔ قرآن کریم تو ان کے متعلق صرف اسی قدر شہادت دیتا ہے:۔

ولاحل لکم بعض الذی حرم علیکم	تا کہ میں بعض وہ چیزیں جو تم پر حرام کی گئیں حلال کردوں۔

لیکن انجیل جیسی کچھ موجودہ حالت میں ہے قرآن کریم کی اس آیت کی خوب تفسیر کرتی ہے۔ کیونکہ اس میں مسیح علیہ السلام صاف طور پر فرماتے ہیں۔ کہ تم کو یوں کہا گیا تھا کہ دانت کے بدلے دانت اور آنکھ کے بدلے آنکھ پر میں تمہیں کہتا ہوں۔ کہ کوئی تمہاری دائیں گال پر طمانچہ مارے تو بائیں بھی آگے کردو۔ گویا یہ قصاص کے مسئلہ میں ایک ترمیم کی۔ ایسا ہی طلاق کے مسئلہ میں بھی ترمیم کی۔ اور بعض دیگر مسایل میں بھی۔ حالانکہ حضرت مسیح علیہ السلام ویسے ہی خلیفہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے تھے جیسے دیگر انبیائے بنی اسرائیل جو حضرت موسیٰ کے بعد آئے۔ پس اس سے ہم دوسروں کا قیاس کرسکتے ہیں کہ انہوں نے بھی اپنے اپنے وقتوں میں ضرور ایسے تغیر تبدل کئے ہوں گے۔ کیونکہ یہ بات اظہر من الشمس ہے۔

کہ توریت ایک کامل کتاب نہ تھی۔ بعض احکام اس کے مثلاً یہ کہ خدا کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو۔ چوری نہ کرو۔ زنا نہ کرو۔ ماں باپ کے ساتھ نیکی کرو۔ وہ تو ایسے ہیں کہ قرآن کریم نے بھی ان کو قائم رکھا۔ لیکن بعض احکام جو وقتی ضرورت کے لحاظ سے دیدیئے گئے ہوں جیسے مثلاً قصاص کا تحت حکم جو وہ بھی ایک وقتی علاج تھا کیونکہ دوسرا پہلو اس میں نظر انداز کر دیا گیا۔ ایسے احکام کے تغیر و تبدل کی ضرورت پیش آتی رہی ہو گی جیسی کہ حضرت مسیح کو پیش آئی۔ اگر توریت کو ایسے انبیاء کی ضرورت نہ ہوتی۔ جو اس کے احکام شرعی کی وقتاً فوقتاً بلحاظ ضرورتِ زمانہ اور جس طرح خدا ان پر ظاہر کرتا رہے ترمیم کریں۔ تو قصاص کی تعلیم کو توریت اس طرح پر ناقص نہ چھوڑتی کہ اس کمی کو پورا کرنے کے لئے انجیل کی ضرورت ہوتی۔ ہو سکتا تھا۔ کہ حضرت موسیٰ پر اللہ تعالیٰ اسی کامل تعلیم کو نازل فرما دیتا۔

جزاء سیئۃ سیئۃ مثلھا فمن عفے واصلح فاجرہ علی اللہ ۔	بدی کا بدلہ اسی قسم کی سزا ہے لیکن جو شخص درگذر کرے اور اصلاح اس عفو کا نتیجہ ہو تو اس کا اجر اللہ پر ہے ۔

اب یہاں ایک تو قصاص کو لازم نہیں کیا بلکہ مثلھا کے لفظ سے یہ ظاہر کر دیا کہ بدی کا بدلہ اسی قسم کی بدی کی سزا ہونی چاہیئے۔ اس زرین اصل پر ہی آج مہذب اقوام کے سارے قوانین مرتب ہیں۔ اور دوسرے بدلہ کو ہر حال میں ضروری قرار نہیں دیا۔ جیسے کہ توریت نے کیا تھا۔ اور تیسرے انجیل کے دو نقصوں کو پورا کر دیا۔ ایک تو عفو کو ہر حالت میں ضروری قرار نہیں دیا جیسے انجیل نے ایک ناقابل تعمیل تعلیم رکھ دی ہے کہ ایک گال پر کوئی طمانچہ مارے تو ضرور ہی دوسری آگے پھیر دو۔ حالانکہ بڑے سے بڑا عیسائی بھی اس پر عمل کر کے نہیں دکھا سکتا۔ اور دوسرے عفو کو مشروط بہ اصلاح کر دیا یعنی عفو سے اس صورت میں کام لینا چاہیئے۔ جب نتیجہ اصلاح ہو۔ اب یہ مکمل تعلیم نہ توریت میں ہے نہ انجیل میں توریت میں ایک حصہ اس تعلیم کا تھا وہ ناقص کیونکہ قصاص کو لازم کر دیا۔ عفو کے لئے جگہ نہ چھوڑی۔ انجیل نے اس کی تکمیل کی۔ دوسرا حصہ تعلیم کا دیا مگر وہ بھی ناقص کیونکہ عفو کو لازم کر دیا۔ سزا کے لئے جگہ نہ چھوڑی۔ اس کی حقیقی وجہ یہی تھی کہ یہودی قوم ابھی اس قابل نہ تھی کہ حضرت موسیٰ یا حضرت عیسیٰ علیہما السلام یا درمیانی انبیاء جس قدر گذرے ان کو کامل تعلیم دے سکتے اور اگر وہ دیتے تو وہ قوم بالکل ہی کسی قابل نہ ہوتی۔ اس لئے ایک وقت جب اس قوم کی ایک حالت تھی۔ حضرت موسیٰ کی تعلیم قصاص کی ضرورت تھی۔ دوسرے وقت جب اس پہلو میں قوم حد سے بڑھ گئی تو دوسری تعلیم کی ضرورت پیش آئی۔ اور اس بات کا ثبوت کہ واقعی یہ قوم کی حالت کی وجہ سے تھا۔ حضرت مسیح کے اپنے قول میں ملتا ہے جہاں آپ نے فرمایا۔ کہ میں نے ابھی تم کو بہت باتیں کہنی ہیں۔ مگر تم ان

کو سن نہیں سکتے۔ اس لئے وہ جو رُوح حق میرے بعد آئے گی۔ یعنی احمد۔ فارقلیط۔ وہ تم کو کامل تعلیم دیگا۔ اور ساری راہیں تمہیں دکھائے گا غرض یہ ایک مثال اس بات کے ثابت کرنے کے لئے کافی ہے۔ کہ شریعت موسوی میں بعض امور میں تغیر و تبدل کی ضرورت اس وقت تک بھی پیش آتی رہی۔ جب تک کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم شریعت نہیں لائے۔ اور اس کام کو حضرتِ موسیٰ کے بعد کے نبی کرتے آئے۔ غرض اس میں کوئی شبہ نہیں کہ نبی کی وحی شریعت کی ترمیم و تنسیخ کرسکتی ہے مگر اُمتی کی وحی نہیں کرسکتی کیونکہ وہ عمارت دین کی تکمیل کیلئے نہیں آتا بلکہ محض اس کی تجدید کے لئے آتا ہے اور کسی قسم کی کمی بیشی وہ نہیں کرسکتا +

قرآن کریم سے ثبوت کہ احکام میں تغیر و تبدل ہوتا رہتا ہے

قرآن کریم نے اس مضمون کو ایک نہایت لطیف پیرایہ میں بیان فرمایا ہے۔ یہ ایک ایسی پاک اور خوبصورت کتاب ہے کہ جس قدر انسان اس کے اندر زیادہ غور کرے زیادہ تدبر سے کام لے۔ اسی قدر اس کا زیادہ عاشق ہوتا چلا جاتا ہے۔ اور دل بے اختیار اس کی طرف کھنچا چلا جاتا ہے۔ قرآن کریم نے شریعتوں کے منسوخ کرنے کا ذکر نہیں فرمایا کیونکہ حق یہ ہے کہ ساری شریعت تو کبھی منسوخ ہوتی ہی نہیں۔ آخر جس نبی کو اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے مبعوث فرمایا اس کو بھی یہی حکم دیا کہ خدا ایک ہے تم اس ایک ہی کی عبادت کرو اس کے ساتھ کسی کو شریک مت ٹھیراؤ۔ اور جس کو سب سے آخر مبعوث کیا۔ اس کو بھی یہی حکم دیا۔ تو پس سب سے پہلے نبی کی بھی ساری شریعت تو کبھی منسوخ ہو سکتی ہی نہیں۔ بلکہ سارے نبی چونکہ اصولاً ایک ہی تعلیم دیتے چلے آئے اس لئے ایسا خیال کرنا بھی درست نہیں کہ ساری تعلیم ایک نبی کی دوسرا کبھی منسوخ کرسکتا ہے۔ اس لئے قرآن کریم نے شرائع کی تنسیخ کا ذکر نہیں کیا بلکہ عام الفاظ میں یوں فرمایا:-

ما ننسخ من آیة او ننسها نات بخیر منها او مثلها	جو کوئی آیت ہم منسوخ کرتے ہیں یا اُسے بھلوا دیتے ہیں اس سے بہتر لے آتے ہیں یا اس جیسی ہی +

اس سے معلوم ہؤا کہ آیات اللہ جو انبیاء پر نازل ہوتی ہیں بعض وقت تو ان کو منسوخ کرنے کی ضرورت بھی پیش آجاتی ہے۔ اور بعض وقت لوگ ان کو بھول جاتے ہیں۔ دونوں حالتوں میں اللہ تعالیٰ اور آیات نازل فرماتا ہے۔ اور یہ اپنی عام سنت بیان فرمائی۔ یہ خاص قرآن کریم کے لئے نہیں بلکہ فرمایا کہ ہمیشہ ہم ایسا ہی کرتے رہتے ہیں چنانچہ ان الفاظ کے آگے الم تعلم ان اللہ علی کل شیئ قدیر فرما کر فرمایا:-

سارے آسمانوں اور زمینوں کی حکومت تو اللہ تعالیٰ کے ہی ہاتھ میں ہے۔	الم تعلم ان اللہ لہ ملک السّمٰوات والارض

پھر بادشاہ جیسے جیسے اپنی رعایا کی ضرورتیں دیکھتا ہے جیسے جیسے ان میں نقص دیکھتا ہے۔ اسی کے مطابق ان کی اصلاح فرماتا رہتا ہے۔ اب یہاں جب یہ بیان فرمادیا کہ خدا تعالیٰ ایک آیت کو منسوخ کرکے دوسری اس کی جگہ بھیج دیتا ہے یا ایک کو لوگ بھول جاتے ہیں تو دوسری بھیج دیتا ہے۔ اپنے اس عام قاعدہ کی طرف اشارہ فرمادیا کہ دنیا میں ایسا ہی ہوتا رہتا ہے اور ظاہر ہے کہ یہ انبیاء کے ذریعہ ہی ہوتا رہتا ہے تو پس جب ایک جگہ قاعدہ کلیہ بیان فرمادیا کہ ہم نبیوں کے ذریعہ ایسا کرتے رہتے ہیں۔ اور سارے قرآن میں کہیں اس بات کا ذکر نہیں کیا کہ بعض انبیاء اس قانون اور سنت سے مستثنیٰ ہیں۔ یا بعض نبی ایسے بھی آتے ہیں جو ترمیم و تنسیخ بعض آیات کی نہیں کرسکتے اور ان پر نات بخیر منھا او مثلھا کا قانون صادق نہیں آتا تو ماننا پڑے گا۔ کہ یہی سنت اللہ سارے انبیا میں جاری و ساری رہی ہے۔ اس عام قانون کے ہوتے ہوئے یہ ضرورت ہم کو نہیں کہ ہم ایک ایک نبی کی تاریخ میں سے یہ نکال کر دکھائیں جب خدا نے فرمایا۔ کہ ہم نے ان سب کا ذکر بھی نہیں کیا۔ اور جن کا ذکر کیا ان کی سالم کتابیں قرآن کے اندر لاکر نہیں رکھ دیں۔ تو پس یہ مطالبہ فضول ہے۔ ہاں سُنت اللہ اللہ تعالیٰ نے بیان فرمادیا کہ یوں ہی ہے۔ توریت کے مطابق حکم کرنیوالے نبیوں میں بھی ایک مثال دکھادی جس سے یہ ثابت ہوگیا کہ کسی نبی کو صاحب شریعت کہو یا غیر صاحب شریعت کہو وہ بعض احکام شریعت سابقہ کو منسوخ کرسکتا ہے یا بعض نئے احکام دے سکتا ہے۔ اور یہی امتیاز ہم نے قائم کیا تھا کہ نبی کی وحی سابقہ شریعت کے احکام کی ترمیم یا تنسیخ کرسکتی ہے۔ امتی کی نہیں۔ سوال کرنے کا بھی نہیں بلکہ کرسکنے کا ہے مگر ہم نے تو کرنا بھی دکھادیا۔ لیکن کسی اُمتی کی وحی ادنیٰ سے ادنیٰ حکم شریعت کو منسوخ نہیں کرسکتی۔ کسی چھوٹی سے چھوٹی ہدایت کو بدل نہیں سکتی۔ یہ بھی ایک نہایت کھلا کھلا امتیاز ہے۔

اب ہم حضرت مسیح موعود کی تحریروں سے بعض حوالے دیتے ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ وحی نبوت کے ذریعہ سے سابقہ شرائع میں تبدیلی یا ترمیم و تنسیخ بقدر ضرورت ہوتی رہتی ہے۔

آئینہ کمالات اسلام صفحہ ۳۳۹

"ماسوا اس کے جو شخص ایک نبی متبوع علیہ السلام کا متبع ہے۔ اور اس کے فرمودہ پر اور کتاب اللہ پر ایمان لاتا ہے اس کی آزمایش انبیا کی آزمایش کی طرح کرنا ایک قسم کی ناسمجھی ہے۔ کیونکہ

انبیاء اس لئے آتے ہیں۔ کہ تا ایک دین سے دوسرے دین میں داخل کریں اور ایک قبلہ سے دوسرا قبلہ مقرر کرادیں۔ اور بعض احکام کو منسوخ کریں اور بعض نئے احکام لاویں۔ لیکن اس جگہ تو ایسے انقلاب کا دعویٰ نہیں وہی اسلام ہے جو پہلے تھا وہی نمازیں ہیں جو پہلے تھیں۔ وہی رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم ہے جو پہلے تھا۔ اور وہی کتاب کریم ہے جو پہلے تھی۔ اصل دین میں سے کوئی ایسی بات چھوڑنی نہیں پڑی جس سے اس قدر حیرانی ہو مسیح موعود کا دعویٰ اس حالت میں گراں اور قابل احتیاط ہوتا کہ جبکہ اس دعویٰ کیساتھ نعوذ باللہ کوئی دین کے احکام کی کمی بیشی ہوتی اور ہماری عملی حالت دوسرے مسلمانوں سے کچھ فرق رکھتی"۔

آئینہ کمالات اسلام صفحہ ۳۷۷

وما کان ان یحدث سلسلۃ النبوۃ ثانیاً بعد انقطاعہا وینسخ بعض احکام القرآن ویزید علیہا ویخلف وعدہ وینسی اکمالہ الفرقان ویحدث الفتن فی الدین المتین الا تقرءون فی احادیث المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ان المسیح یکون احداً من امتہ ویتبع جمیع احکامہ ویصلی مع المصلین

اور یہ نہیں ہو سکتا کہ سلسلہ نبوت کو از سر نو دوبارہ جاری کردے بعد اس کے منقطع کر دینے کے اور بعض احکام قرآنی کو منسوخ کردے اور بعض پر زیادہ کردے اور اپنے وعدہ کا خلاف کرے اور قرآن کے کامل کر دینے کو بھلا دے ......

ازالہ اوہام صفحہ ۵۸۴ - ۵۸۷

"رسولوں کی تعلیم اور اعلان کے لئے یہی سنت اللہ قدیم سے جاری ہے۔ جو وہ بواسطہ جبرئیل علیہ السلام کے اور بذریعہ نزول آیات ربانی اور کلام رحمانی کے سکھلائے جاتے ہیں اور جبکہ تمام قرآن کریم اور احادیث صحیحہ نبویہ نئے سرے معرفت جبرئیل علیہ السلام کے حضرت مسیح کی زبان میں ہی ان پر نازل ہو جائیں گی۔ اور جیسا کہ احادیث میں آیا ہے جزیہ وغیرہ کے متعلق بعض بعض احکام قرآن شریف کے منسوخ بھی ہو جائیں گے۔ تو ظاہر ہے کہ اس نئی کتاب کے اُترنے سے قرآن شریف توریت و انجیل کی طرح منسوخ ہو جائے گا اور مسیح کا نیا قرآن جو قرآن کریم سے کسی قدر مختلف بھی ہوگا اجرا اور نفاذ پائے گا اور حضرت مسیح نمازیں اپنا قرآن ہی پڑھیں گے اور وہی قرآن جبراً قہراً دوسروں کو بھی سکھلایا جائیگا اور بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت یہ کلمہ بھی کہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کسی قدر ترمیم و تنسیخ کے لائق ٹھیریگا۔ کیونکہ جب کل شریعت محمدیہ کی نعوذ باللہ (نقل کفر کفر نباشد) بیخ کنی ہو گئی۔ اور ایک اور ہی قرآن گو وہ ہمارے قرآن کریم سے کسی قدر مطابق ہی سہی آسمان سے نازل ہو گیا تو پھر کلمہ بھی ضرور واجب التبدیل ہوگا۔ بعض بہت منفعل ہو کر جواب دیتے ہیں کہ اگرچہ

صفحہ ۵۸۵ ازالۂ اوہام

درحقیقت یہ صریح خرابیاں ہیں جن سے انکار نہیں ہو سکتا۔ مگر کیا کریں درحقیقت اسی بات پر اجماع ہو گیا ہے کہ حضرت مسیح رسول اللہ ہونے کی حالت میں نزول فرمائیں گے۔ اور چالیس برس حضرت جبرئیل علیہ السلام اُن پر نازل ہوتے رہیں گے چنانچہ یہی مضمون حدیثوں سے بھی نکلتا ہے۔ اس کے جواب میں کہتا ہوں کہ اس قدر تو بالکل سچ ہے کہ اگر وہی مسیح رسول اللہ صاحب کتاب آجائیں گے جن پر جبرئیل نازل ہوا کرتا تھا تو وہ شریعت محمدیہ کے قوانین دریافت کرنے کے لئے ہرگز کسی کی شاگردی اختیار نہیں کریں گے۔ بلکہ سنت اللہ کے موافق جبرئیل کی معرفت وحی الٰہی ان پر نازل ہوگی۔ اور شریعت محمدیہ کے تمام قوانین اور احکام نئے سرے اور نئے لباس اور نئے پیرایہ اور نئی زبان میں ان پر نازل ہو جائیں گے اور اس تازہ کتاب کے مقابل پر جو آسمان سے نازل ہوئی ہے قرآن کریم منسوخ ہو جائے گا۔ لیکن خدائے تعالیٰ ایسی ذلت اور رسوائی اس اُمت کے لئے اور ایسی ہتک اور کسرِ شان اپنے نبی مقبول خاتم الانبیاء کے لئے ہرگز روا نہیں رکھیگا۔ کہ ایک رسول کو بھیج کر جس کے آنے کیساتھ جبرئیل کا آنا ضروری امر ہے اسلام کا تختہ ہی اُلٹا دیوے حالانکہ وہ وعدہ کر چکا ہے کہ بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کوئی رسول نہیں بھیجا جائے گا۔ اور حدیثوں کے پڑھنے والوں نے یقیناً یہ بڑی بھاری غلطی کھائی ہے۔ کہ صرف عیسیٰ یا ابنِ مریم کے لفظ کو دیکھ کر اس بات کا یقین کر لیا ہے۔ کہ سچ مچ وہی ابن مریم آسمان سے نازل ہو جائیگا جو رسول اللہ تھا اور اس طرف خیال نہیں کیا کہ اس کا آنا گویا دینِ اسلام کا دنیا سے رخصت ہونا ہے۔ یہ تو اجماعی عقیدہ ہو چکا اور مسلم میں اس بارہ میں حدیث بھی ہے کہ مسیح نبی اللہ ہونے کی حالت میں آئے گا۔ اب اگر تمثالی طور پر مسیح یا ابن مریم کے لفظ سے کوئی اُمتی شخص مراد ہو جو محدثیت کا مرتبہ رکھتا ہو تو کوئی بھی خرابی لازم نہیں آتی۔ کیونکہ محدث من وجہ نبی ہی ہوتا ہے۔ مگر وہ ایسا نبی ہے جو نبوت محمدیہ کے چراغ سے روشنی حاصل کرتا ہے اور اپنی طرف سے براہ راست نہیں۔ بلکہ اپنے نبی کی طفیل سے علم پاتا ہے۔"

صفحہ ۵۸۷ ازالۂ اوہام

چشمہ معرفت صفحہ ۲۵۵ و ۲۵۶

"ظاہر ہے کہ توریت کی تعلیم یہ تھی کہ دانت کے بدلہ دانت اور آنکھ کے بدلہ آنکھ اور ناک کے بدلہ ناک اور انجیل کی یہ تعلیم تھی کہ شریر کا ہرگز مقابلہ نہ کرو۔ لیکن قرآن شریف نے ان دونوں تعلیموں کو ناقص ٹھیرایا۔"

سراج الدین عیسائی کے چار سوالوں کا جواب صفحہ ۳۳

"توریت کا زور حالات موجودہ کے لحاظ سے زیادہ تر قصاص پر ہے اور انجیل کا زور حالات

موجودہ کے لحاظ سے عفو اور صبر اور درگذر پر ہے..... ایسا ہی ہر ایک بات میں توریت افراط کی طرف گئی اور انجیل تفریط کی طرف"

بالآخر حقیقۃ الوحی کی ذیل کی عبارت اس مسئلہ کو کمال صفائی سے بیان کرتی ہے

"مگر حضرت عیسیٰ صرف توریت کے وارث تھے جس کی تعلیم ناقص اور مختص القوم ہے اسی وجہ سے انجیل میں ان کو وہ باتیں تاکید کے ساتھ بیان کرنی پڑیں جو توریت میں مخفی اور مستور تھیں۔ لیکن قرآن شریف سے ہم کوئی امر زیادہ بیان نہیں کرسکتے۔ کیونکہ اس کی تعلیم اتم اور اکمل ہے اور وہ توریت کی طرح کسی انجیل کا محتاج نہیں"

اور سب سے زیادہ صفائی کے ساتھ مواہب الرحمٰن میں اس بات کو صاف کیا ہے۔ کہ انبیاء کی ضرورت تکمیل شریعت کے لئے ہؤا کرتی ہے۔ مگر چونکہ قرآن نے تکمیل شریعت کی ضرورت کو پورا کر دیا ہے۔ اس لئے اب کوئی نبی نہیں آسکتا

مواہب الرحمٰن صفحہ ۶۶ و ۶۷

"وخدا را مکالمات ومخاطبات است با اولیائے خود دریں امت وایشان را رنگ انبیاء دادہ مے شود و در حقیقت انبیاء نیستند زیرا کہ قرآن حاجت شریعت را بکمال رسانیدہ است و دادہ نمے شوند مگر فہم قرآن ونہ زیادہ مے کنند ونہ کم مے کنند از قرآن"

ترجمہ

اور اس اُمت میں اللہ تعالیٰ کے لئے اپنے اولیاء کے ساتھ مکالمات اور مخاطبات ہیں اور ان کو رنگ انبیاء دیا جاتا ہے مگر وہ درحقیقت نبی نہیں ہوتے۔ اس لئے کہ قرآن نے حاجت شریعت کو کمال تک پہنچا دیا ہے۔ اور ان کو نہیں دیا جاتا مگر فہم قرآن اور وہ نہ قرآن پر زیادہ کرتے ہیں اور نہ کم کرتے ہیں

اس حوالہ سے نہایت صفائی سے معلوم ہوتا ہے کہ نبیوں کا کام پہلی شرائع میں کمی بیشی کرنا ہے۔ اور اس اُمت میں اسی لئے نبی نہیں آسکتا۔ کہ اب زیادہ کم کچھ نہیں ہوسکتا پس نبی کا بھیجنا لغو امر ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی شان اس سے بلند ہے کہ عبث کام کرے

آٹھواں امتیاز۔ نبی کی وحی تکمیل ہدایت کرتی ہے امتی کی نہیں کرتی

یہ ظاہر ہے کہ جب نبی کے مبعوث کیا جانے کی اصل غرض ہی یہ ہے کہ وہ مخلوق کو ہدایت کی راہیں بتلائے۔ جن پر چل کر قابل استعدادوں کا تزکیہ نفس ہو۔ اور وہ کمال انسانی کو حاصل کرسکیں تو اب اگر نبی ہدایت کی راہیں کوئی لاتا ہی نہیں تو اس کے آنے کی علت غائی مفقود ہے۔ گویا

بحیثیت نبی اس کا بھیجا جانا عبث ہے۔ اگر یہ کہا جائے کہ وہ صرف پہلی نازل شدہ ہدایت سے اور کسی پہلے نبی کے قدم پر چلا کر لوگوں کے تزکیہ نفس میں معاون ہوتا ہے۔ تو یہ کام تو مجدد یا محدث کا ہے جو اُمتی ہوتا ہے یعنی جو شخص لوگوں کو اپنے سوائے کسی اور نبی کی اطاعت اس کے نقش قدم پر چلنے اس کے نمونہ کو پیش نظر رکھنے اسی کی ہدایت پر عمل کرنے اسی کی قوت قدسی سے فیض پانے کی ہدایت کرتا ہے وہ خود متبوع نہیں بلکہ تابع ہے۔ اور اپنا ایک نبی متبوع رکھتا ہے جس کی طرف اس کی ساری کرامات اس کے سارے خوارق منسوب ہوتے ہیں جس کے چشمۂ فیض سے وہ خود بھی سیراب ہوتا ہے اور دوسروں کو بھی اسی چشمہ کی طرف بلاتا ہے وہ خود چشمہ ہدایت نہیں بنتا بلکہ ایک اور چشمہ ہدایت کو دیکھتا ہے اور لوگوں کو کہتا ہے کہ جس چشمہ سے میں سیراب ہوا ہوں جس آفتاب سے میں نے نور حاصل کیا ہے۔ جہاں سے مجھے ہدایت ملی ہے آؤ تم بھی اپنی پیاس اسی چشمہ سے بجھاؤ۔ تم بھی ظلمتوں سے باہر نکلنے کے لئے اسی روشنی میں آجاؤ۔ اور اسی آفتاب کے گرد گھومو۔ تم بھی وہیں سے ہدایت حاصل کرو۔ مگر انبیاء کے تو بھیجنے کی غرض ہی اللہ تعالیٰ یہ اقرار دیتا ہے۔ کہ وہ ہدایت لاویں۔ اور دنیا کو ہدایت سکھاویں۔ اور یہ میں پہلے باب میں دکھا چکا ہوں۔ کہ نہ صرف اللہ تعالیٰ نے انبیاء کے بھیجنے کی غرض ہی یہ بتائی ہے کہ وہ ہدایت لائیں بلکہ ہر ایک نبی کے ذریعہ سے دنیا میں ہدایت بھیجنے کا بھی قرآن کریم میں ذکر فرمایا ہے۔ پس یہ لازمی بات ہے کہ نبی تکمیل ہدایت کرے۔ یعنی ایک ہدایت جو پہلے نازل شدہ ہے وہ بعض وجوہات سے ایک قوم کو کمال تک پہنچانے کے قابل نہیں رہی۔ خواہ کوئی نئی ضرورت پیش آگئی ہے خواہ اس قوم کے حالات کا اقتضاء کچھ اور ہے۔ خواہ پہلی ہدایت میں کوئی نقص واقع ہو گیا ہے یعنی اس کا کوئی حصہ ضائع ہو گیا ہے خواہ اس کو منسوخ کرنے کی ضرورت پڑی ہے خواہ اس کی مزید توضیح بکار ہے خواہ اس کو نیا رنگ دینا ضروری ہے۔ باقی انبیاء کے متعلق تو یہ ایک مسلّم امر ہے۔ البتہ حضرت موسیٰ کے بعد آنے والے اسرائیلی نبیوں کے متعلق کہا جاتا ہے کہ وہ کوئی نئی ہدایت نہیں لائے۔ حالانکہ قرآن کریم اس خیال کی تردید کرتا ہے۔ مثال کے لئے ایک توریت اور انجیل کا معاملہ کافی ہے۔ اگر انجیل نئی تعلیم نئی ہدایت نیا نور لائے تو اس سے حضرت موسیٰ کے بعد آنے والے سارے نبیوں کا فیصلہ ہو جاتا ہے۔ اب ایک جگہ تو انجیل کو الگ کر کے فرمایا:۔

ویعلمہ الکتاب والحکمۃ والتوراۃ والانجیل	توریت اور انجیل دونوں مسیح کو سکھائیں۔

اور پھر سورہ مائدہ میں فرمایا جہاں پہلے توریت کا ذکر ہے:۔

انا انزلنا التورٰىة فيها هدى ونور | ہم نے توریت کو اُتارا اس میں ہدایت اور نور تھا +

اور پھر انجیل کا ذکر فرمایا:-

واتيناه الانجيل فيه هدى ونور ومصدقا لما بين يديه من التورٰىة وهدى وموعظة للمتقين + | مسیح کو ہم نے انجیل دی اس میں بھی ہدایت اور نور تھا۔ اور تصدیق کرتی ہے اس کی جو اس کے سامنے موجود تھا توریت سے اور ہدایت اور وعظ متقیوں کے لئے +

پس جب توریت کی شریعت کے ہوتے ہوئے ایک نبی کے ہدایت اور نور لانے کا ذکر ہے۔ تو باقی کا قیاس بھی اسی پر کیا جائے گا۔ اور یہ ماننا پڑے گا کہ حضرت موسیٰ کے بعد جو نبی آئے وہ سب ہدایت اور نور لاتے رہے اور اس طرح تکمیل ہدایت کرتے رہے۔ حضرت مسیح موعود کی کتابوں سے اس کے متعلق مزید حوالجات کی ضرورت نہیں۔ جو حوالجات پچھلے امتیاز کی تائیدیں دیئے گئے ہیں۔ انہی سے اس کی صداقت پر بھی شہادت ملتی ہے۔ مثلاً یہ الفاظ "لیکن قرآن شریف سے ہم کوئی امر زیادہ بیان نہیں کر سکتے کیونکہ اس کی تعلیم اتم اور اکمل ہے۔ اور وہ توریت کی طرح کسی انجیل کا محتاج نہیں" جس سے معلوم ہوا کہ توریت بغیر انجیل کے ناقص تھی۔ نہ صرف اس لحاظ سے کہ اس کی تعلیم کل دنیا کے لئے نہ ہو سکتی تھی بلکہ بنی اسرائیل کے لئے بھی اس کی تعلیم ناقص تھی اور وقتاً فوقتاً انبیائے بنی اسرائیل مسیح کی طرح اس کی تعلیم کی تکمیل کرتے رہے۔ ایسا ہی ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم میں صفحہ ۴۰۳ پر ہے +

"پس یہ دعویٰ کامل تعلیم کا جو قرآن شریف نے کیا یہ اسی کا حق تھا اس کے سوائے کسی آسمانی کتاب نے ایسا دعویٰ نہیں کیا۔ جیسا کہ دیکھنے والوں پر ظاہر ہے کہ توریت اور انجیل دونوں اس دعوے سے دست بردار ہیں"

جس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ توریت اور انجیل دونوں الگ الگ کتابیں تھیں۔ اور دونوں اپنے اندر ناقص تعلیم رکھتی تھیں۔ اور آگے چل کر یوں فرماتے ہیں:-

"پس صاف ظاہر ہے کہ اگر آئندہ زمانوں کی ضرورتوں کی رُو سے توریت کا سُننا کافی ہوتا تو کچھ ضرورت نہ تھی کہ کوئی اور نبی آتا اور مواخذہ الٰہی سے مخلصی پانا اس کلام کے سننے پر موقوف ہوتا جو اس پر نازل ہوتا"

نواں امتیاز۔ وحی نبوت عبادات میں پڑھی جاتی ہے

وحی نبوت کی ایک یہ بھی خصوصیت ہے جو دوسری وحی کو حاصل نہیں۔ کہ وحی نبوت عبادات میں پڑھی جاتی ہے۔ درحقیقت اس کلام کے اندر ایک ایسا اثر اور جذبہ ہوتا ہے کہ اس کی تلاوت

بھی تزکیہ نفس میں معاون ہوتی ہے۔ اسی لئے رسول کا پہلا کام فرمایا یتلوا علیھم ایاتہ کہ وہ اللہ کی آیتیں ان پر پڑھتا ہے۔ اور کئی جگہ یتلوا علیھم ایاتہ کے بعد یزکیھم کا ذکر کر کے اس طرف اشارہ کیا۔ کہ وہ تلاوت آیات کوئی معمولی امر نہیں بلکہ تزکیہ نفوس کا ایک ذریعہ ہے۔ چنانچہ یہ ایک ثابت شدہ امر ہے کہ ہر نبی کی وحی متلو یعنی وہ وحی جو جبرئیل علیہ السلام کے ذریعہ اس پر نازل ہوتی ہے۔ وہ اس کی اُمت اور اس کے متبعین عبادت میں پڑھتے ہیں۔ لیکن نبوت کی وحی متلو کے علاوہ اور کسی قسم کی وحی کا نماز میں پڑھنا جائز نہیں ہے۔ اسی لئے اس اُمت میں کسی ولی یا کسی مجدد یا کسی خلیفہ کی خواہ وہ کتنا ہی بڑا کیوں نہ ہو کسی وحی کا نماز میں تلاوت کے طور پر پڑھنا جائز نہیں ہے ؛

حضرت مسیح موعود کے کلام سے ذیل کے حوالجات سے بھی نہایت صفائی سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ وحی نبوت کو بڑا بھاری امتیاز یہ بھی حاصل ہے کہ وہ عبادات میں تلاوت کے طور پر پڑھی جاتی ہے۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں :-

"اور رسولوں کی تعلیم اور الہام کے لئے یہی سنت اللہ قدیم سے جاری ہے جو وہ بواسطہ جبرئیل علیہ السلام کے اور بذریعہ نزول آیات ربانی اور کلام رحمانی کے سکھلائے جاتے ہیں اور جب کہ تمام قرآن کریم اور احادیث صحیحہ نبویہ نئے سرے سے معرفت جبرئیل علیہ السلام کے حضرت مسیح کی زبان میں ہی اُن پر نازل ہو جائیں گی اور جیسا کہ احادیث میں آیا ہے جزیہ وغیرہ کے متعلق بعض بعض احکام قرآن شریف کے منسوخ بھی ہو جاویں گے تو ظاہر ہے کہ اس نئی کتاب کے اُترنے سے قرآن شریف توریت انجیل کی طرح منسوخ ہو جائے گا۔ اور مسیح کا نیا قرآن جو قرآن کریم سے کسی قدر مختلف بھی ہوگا اجراء و نفاذ پائے گا۔ اور حضرت مسیح نماز میں اپنا قرآن ہی پڑھیں گے" ازالہ اوہام صفحہ ۵۸۴۔

پھر لکھا ہے :-

"عیسیٰ مسیح آئیگا تو ضرور مگر انجیل کی تعلیم پر قائم ہوگا وہ مسلمانوں کے حلال و حرام کا پابند نہ ہوگا اور اپنے طور کی نماز بھی علیحدہ پڑھے گا۔ اور بجائے قرآن شریف کے انجیل کو نماز میں پڑھے گا۔ اور اپنے تئیں مستقل طور پر پیغمبر سمجھتا ہوگا نہ اُمتی۔ غرض ایسا شعار ظاہر نہیں کرے گا جس سے اس کو اُمتی کہا جائے ..... اور اس طرح نماز نہیں پڑھیگا جس طرح مسلمان پڑھتے ہیں اور بجائے قرآن کے انجیل سُنائیگا۔ اور وہ چیزیں کھائیگا جو مسلمان کھاتے نہیں۔ اور شراب پئے گا ..... ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم صفحہ ۱۳۴ ؛

دسواں اختیار۔ صاحب وحی نبوت مومن بہ ہوتا ہے اور اس کا منکر حقیقی کافر

اور حقیقۃ الوحی میں آنیوالے مسیح کا اگر وہ مسیح اسرائیلی ہو ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:۔
"جب لوگ قرآن شریف پڑھیں تو وہ انجیل کھول بیٹھے گا" صفحہ ۲۹

قرآن کریم کے پڑھنے سے یہ اظہر من الشمس ہے کہ ہر ایک نبی جو خدا کی طرف سے آیا وہ مومن بہ تھا۔ یعنی اس پر ایمان لانا ضروری تھا۔ قرآن کریم نے اس کو ایک ہی جگہ یوں بیان فرمایا ہے:۔

آمن الرسول بما انزل الیه من ربه والمومنون کل آمن بالله وملئکته وکتبه ورسله لا نفرق بین احد من رسله۔	رسول اور مومن اس پر ایمان لائے جو رسول پر اپنے رب کی طرف سے اتارا گیا سبھی سب اللہ پر اور اس کے فرشتوں پر اور اس کی کتابوں پر اور اس کے رسولوں پر ایمان لائے۔ ہم اس کے رسولوں میں سے کسی کے درمیان تفرقہ نہیں کرتے۔

گویا سب رسولوں پر یکساں ایمان لانا ضروری ہوا۔ اسی طرح دوسری جگہ فرمایا:۔

ان الذین یکفرون بالله ورسله ویریدون ان یفرقوا بین الله ورسله ویقولون نومن ببعض ونکفر ببعض ویریدون ان یتخذوا بین ذالك سبیلا اولئك هم الکفرون حقًا۔	جو لوگ اللہ اور اس کے رسولوں کا انکار کرتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ اللہ اور اس کے رسولوں کے درمیان تفرقہ کریں۔ اور کہتے ہیں کہ ہم بعض پر ایمان لاتے ہیں اور بعض کا انکار کرتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ اس کے بین بین ایک رستہ اختیار کریں وہ پکے کافر ہیں۔

پس گویا کسی رسول کا انکار بھی کافر بنا دیتا ہے۔ حضرت مسیح علیہ السلام کے متعلق حواریوں کو وحی کی جاتی ہے:۔

ان آمنوا بی وبرسولی	کہ مجھ پر اور میرے رسول پر ایمان لاؤ۔

غرض رسول پر ایمان کو اللہ تعالیٰ نے اصول ایمان میں داخل کیا ہے۔ اور جو شخص کسی رسول کا منکر ہے وہ پکا کافر ہے۔ مگر ایک مسلمان جب خاتم النبیین پر ایمان لاتا ہے تو درحقیقت دنیا کے سارے رسولوں کو مان لیتا ہے۔ البتہ چونکہ بعض رسولوں کے نام تصریح کے ساتھ قرآن شریف میں مذکور ہوئے ہیں۔ اس لئے ان کا انکار انسان کو دائرہ اسلام سے خارج کر دیتا ہے۔ اور جن کے نام مذکور نہیں ہوئے۔ ان پر اجمالی رنگ میں ایمان کافی ہے۔ کہ جہاں کہیں کوئی رسول ہوا ہو ہم اس کو مانتے ہیں۔ ہند میں ہو یا ایران میں، چین میں ہو یا جاپان میں۔ لیکن رسولوں کے علاوہ جو مامور ہوں جیسے مجدد وہ مومن بہ نہیں ہوتے۔ اور ان کا انکار ایک فرع کا انکار ہے۔ حالانکہ نبی یا رسول کا انکار اصل یعنی جڑھ کا انکار ہے۔ اس لئے فرع کے انکار سے کل کا کفر لازم نہیں آتا۔

ذیل کے دو حوالے اس کی تائید میں حضرت مسیح موعودؑ کی تحریروں سے کافی ہوں گے:۔
"یہ نکتہ بھی یاد رکھنے کے لائق ہے کہ اپنے دعوے کا انکار کرنیوالے کو کافر کہنا یہ صرف ان نبیوں کی شان ہے جو خدا تعالیٰ کی طرف سے شریعت اور احکام جدیدہ لاتے ہیں لیکن صاحب شریعت کے ماسوا جس قدر ملہم اور محدث ہیں گو وہ کیسے ہی جناب الٰہی میں اعلیٰ شان رکھتے ہوں اور خلعت مکالمۂ الٰہیہ سے سرفراز ہوں ان کے انکار سے کوئی کافر نہیں بن جاتا" تریاق القلوب صفحہ ۱۳۰ حاشیہ۔

"تمام نبی یہی سکھلاتے آئے ہیں کہ خدا تعالیٰ کو واحد لاشریک مانو اور ساتھ اس کے ہماری رسالت پر بھی ایمان لاؤ۔ اسی وجہ سے اسلامی تعلیم کا ان فقروں میں خلاصہ تمام امت کو سکھلایا گیا کہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ" حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۱۱۔

حضرت مسیح موعود کی یہ تحریر کہ صرف ان انبیاء کے انکار سے انسان کافر ہوتا ہے جو شریعت یا احکام جدیدہ لاتے ہیں۔ اور ان کے سوا جس قدر ملہم یا محدث ہوں خواہ وہ کیسی ہی اعلیٰ شان جناب الٰہی میں رکھتے ہوں۔ ان کے انکار سے کافر نہیں ہوتا۔ ائمہ سلف کے مذہب کے مطابق ہے یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ مذکورہ بالا حوالہ میں حضرت مسیح موعودؑ نے شریعت یا احکام جدیدہ کا لانا نبی کے امتیازات میں داخل کیا ہے۔ یعنی ہر ایک نبی کے لئے ضروری ہے کہ وہ یا شریعت لائے اور یا احکام جدیدہ لائے۔ کیونکہ سوائے ان کے جو شریعت یا احکام جدیدہ لائیں۔ باقی سب کو ملہم یا محدث کہا ہے۔ اور دوسرے جس صورت میں قرآن شریف حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد کے نبیوں کے انکار کو بھی کفر ٹھیراتا ہے۔ جیسا مصادق موسیٰ وعیسیٰ وما اوتی النبیون من ربہم لانفرق بین احد منہم سے ظاہر ہے۔ تو پس حضرت صاحب نے کسی نہ کسی حکم جدید کا لانا نبی کے لئے ضروری ٹھیرایا ہے اور حق بھی یہی ہے۔ کیونکہ نبی کے مبعوث ہونے کے معنے ہی کیا ہوئے اگر وہ ساتھ کوئی ایسی بات نہیں لایا جو لوگوں کو پہنچانی ہے۔ صرف پیشگوئیاں کرنی کوئی نبوت کی غرض نہیں ہے اس پر تفصیلی بحث تو آئندہ ہوگی۔ یہاں میں صرف اس قدر دکھانا چاہتا ہوں کہ وحیٔ نبوت اور وحیٔ ولایت میں جو فرق حضرت مسیح موعود نے کیا ہے۔ کہ اول الذکر کے انکار سے انسان کافر ہو جاتا ہے۔ مگر وحی ولایت کے انکار سے کافر نہیں ہاں قابل مواخذہ ہوتا ہے۔ اور اگر مخالفت میں ترقی کرتا جائے تو سلب ایمان تک نوبت پہنچتی ہے یہی مذہب ائمہ سلف کا ہے۔ چنانچہ حضرت سید

عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی کتاب غنیۃ الطالبین میں یہی فرق نبوت اور ولایت میں قایم کرتے ہیں:

والفرق بین النبوۃ والولایۃ ان النبوۃ کلام ینفصل من اللہ تعالیٰ و وحی معہ بروح من اللہ ھذا ھو الذی یلزم تصدیقہ ومن ردہ فھو کافر لانہ راد لکلام اللہ عزوجل واما الولایۃ فھی لمن تولی اللہ عزوجل حدیثہ علی طریق الالھام فاوصلہ الیہ فالکلام للانبیاء والحدیث للاولیاء فمن رد الکلام کفر لانہ رد علی اللہ کلامہ و وحیہ ومن رد الحدیث لم یکفر بل یخیب و یصیر وبالا علیہ ویبہت قلبہ لانہ رد علی الحق ما جاءت بہ محبۃ اللہ تعالیٰ

اور فرق نبوت اور ولایت میں یہ ہے کہ نبوت ایک کلام ہے جو اللہ تعالیٰ سے آتا ہے اور اس کے ساتھ وحی ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی روح (یعنی جبرئیل) کے ساتھ.... یہ وہ ہے جس کی تصدیق لازم ہے۔ اور جو شخص اس کو رد کرتا ہے وہ کافر ہے کیونکہ وہ اللہ عزوجل کے کلام کو رد کرنیوالا ہے۔ اور ولایت یہ ہے کہ کسی شخص کے لئے اللہ تعالیٰ اپنی حدیث کا الہام کے طور پر متولی ہو پھر اس کو اس تک پہنچائے.. سو کلام تو انبیاء کے لئے ہے۔ اور حدیث اولیاء کے لئے پس جو شخص کلام کو رد کرتا ہے وہ کافر ہے کیونکہ وہ اللہ کے کلام اور اس کی وحی کو رد کرتا ہے اور جو حدیث کو رد کرتا ہے وہ کافر نہیں ہوتا بلکہ وہ خائب ہوتا ہے اور وہ اس پر وبال ہو جاتا ہے اور اس کا دل مبہوت ہو جاتا ہے۔ کیونکہ وہ اللہ پر اس چیز کو رد کرتا ہے۔ جو اللہ کی محبت لائی تھی ❊

گیارھواں امتیاز ہر نبی کتاب لاتا ہے۔

قرآن شریف سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر نبی کتاب لاتا ہے۔ سورہ حدید (آیت ۲۵) میں ہے:

لقد ارسلنا رسلنا بالبینٰت وانزلنا معھم الکتاب والمیزان لیقوم الناس بالقسط

ہم نے اپنے رسولوں کو دلائل کے ساتھ بھیجا۔ اور ان کے ساتھ کتاب اور میزان اتاری تاکہ لوگ انصاف پر قایم ہوں۔

یہ آیت اس بات پر قطعی شہادت ہے۔ کہ ہر رسول کے ساتھ کتاب اُتاری گئی انزلنا معھم کے لفظ سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ ہر نبی کو کتاب دی گئی ❊

پھر سورۂ بقرۃ میں فرمایا:

کان الناس امۃ واحدۃ فبعث اللہ النبیین مبشرین ومنذرین وانزل معھم الکتاب بالحق لیحکم بین الناس فیما اختلفوا فیہ

سب لوگ ایک ہی گروہ ہیں۔ سو اللہ تعالیٰ نبیوں کو مبعوث کرتا رہا ہے۔ بشارتیں دیتے ہوئے اور ڈراتے ہوئے۔ اور ان کے ساتھ حق کے ساتھ کتاب اتارتا رہا ہے تاکہ فیصلہ کرے ان لوگوں میں ان باتوں میں جن میں وہ اختلاف کرتے ہیں ❊

اب ظاہر ہے کہ یہاں اللہ تعالیٰ نے ایک قاعدہ کلیہ بیان فرمایا ہے۔ اور اس قاعدہ کلیہ میں

نبیوں کے ساتھ کتابوں کے نازل کرنے کا بھی ذکر فرمایا۔ اس سے بڑھ کر اور کیا صفائی ہو سکتی ہے۔ کہ پہلے مقام پر رسولوں کے ساتھ کتاب نازل کرنے کا ذکر فرمایا۔ یہاں نبیوں کے ساتھ کتاب نازل کرنے کا ذکر فرمایا۔ یہ ہر دو مقامات قطعی طور پر ثابت کرتے ہیں کہ ہر نبی اور رسول کے ساتھ جو اصلاح خلق کے لئے مامور ہوا کتاب بھی نازل کی گئی۔ ہر نبی کی کتاب وہ وحی نبوت ہے۔ جو اس پر ہدایت خلق کے لئے نازل ہوئی۔ خواہ وہ برنگ شریعت ہو یا صرف تزکیۂ نفوس کے لئے ہدایات اور کسی قسم کی اوامر نواہی اپنے اندر رکھتی ہو جن لوگوں نے کتاب سے لازماً شریعت مراد لے لی ہے۔ ان کو اس آیت کے سمجھنے میں دقت پیش آئی ہے۔ کتاب سے مراد لازماً شریعت نہیں بلکہ شریعت کتاب کا ایک حصّہ ہوتی ہے۔ بعض انبیاء پر شریعت نازل ہوئی بعض پر نہیں لیکن اس میں شبہ نہیں کہ کچھ نہ کچھ رسالات اور پیغام ہر نبی اپنے رب کی طرف سے لاتا ہے۔ پس جو اس کی رسالات ہوتی ہیں وہی درحقیقت اس کی کتاب کہلاتی ہے

تیسری آیت سورۂ انعام کی ہے:۔

ووھبنالہ اسحٰق ویعقوب کلا ھدینا ونوحا ھدینا من قبل ومن ذریتہ داود وسلیمٰن وایوب ویوسف وموسٰی وھارون وکذالک نجزی المحسنین ہ وزکریا ویحییٰ وعیسٰی والیاس کل من الصلحین ہ واسمٰعیل والیسع ویونس ولوطا وکلا فضلنا علی العالمین.... اولٰئک الذین اٰتینٰھم الکتاب والحکم والنبوۃ

اور اسے یعنی ابراہیم کو) ہم نے اسحاق اور یعقوب دیئے سب کو ہدایت دی۔ اور نوح کو ہم نے اس سے پہلے ہدایت دی۔ اور اس کی نسل سے داؤد اور سلیمان اور ایوب اور یوسف اور موسٰی اور ہارون (کو ہدایت دی) اور اسی طرح ہم محسنوں کو جزا دیتے ہیں۔ اور زکریا اور یحییٰ اور عیسٰی اور الیاس (کو ہدایت دی) اور سب صالحین میں سے تھے۔ اور اسمٰعیلؑ اور الیسعؑ اور یونسؑ اور لوطؑ (کو ہدایت دی) اور سب کو ہم نے لوگوں پر فضیلت دی۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کو ہم نے کتاب اور حکم اور نبوت دی (آیت ۸۵۔۹۰)....۹۰

اب یہاں حضرت ابراہیمؑ سمیت کل اٹھارہ نبیوں کا ذکر فرمایا۔ جن میں سے حضرت نوحؑ اور ابراہیمؑ بھی ہیں۔ جو اپنے اپنے وقت میں اپنی اپنی قوم کی طرف بھیجے گئے۔ حضرت ابراہیمؑ اور حضرت موسٰیؑ کے درمیانی نبی بھی ہیں۔ جیسے اسحاقؑ۔ یعقوبؑ۔ یوسفؑ۔ اسمٰعیلؑ۔ بنی اسرائیل کا بڑا صاحب شریعت نبی موسٰی بھی ہیں۔ اور آپ کے شریک فی الامر حضرت ہارونؑ بھی ہیں۔ حضرت موسٰیؑ کے بعد کے نبی بھی ہیں۔ جیسے داؤدؑ اور سلیمانؑ اور ایوبؑ اور زکریا اور یحییٰ اور عیسٰی۔ غرض ہر قسم کے نبیوں کا ذکر یعنی صاحب شریعت غیر صاحب شریعت الگ الگ قوموں کی طرف مبعوث ہونیوالے

اور ایک ہی قوم کی طرف کئی نبی آنے والے الگ الگ وقتوں میں نبی۔ اور ایک ہی وقت میں اکٹھے نبی۔ غرض ان سب قسم کے انبیاء کا ذکر کرکے فرمایا کہ ان سب کو ہم نے کتاب دی تھی۔ اور سب کو حکم دیا تھا۔ اور سب کو نبوت دی تھی۔ اب یہ تو ظاہر ہے۔ کہ حکم اور نبوت ہر ایک نبی کو ملی۔ یہ نہیں کہ کسی پہلے نبی کا حکم اور کسی پہلے نبی کی نبوت کسی بعد میں آنیوالے نبی کو ملی ہو۔ اسی طرح پر کتاب بھی ضروری ہے کہ ہر ایک نبی کو ملی ہو۔ یہ نہیں ہوسکتا۔ کہ ایک ہی کتاب سب کو ملی ہو۔ نہ یہ ہوسکتا ہے کہ بعض کو کتاب ملی ہو اور بعض کو نہ ملی ہو۔ نہ یہ ہوسکتا ہے کہ بعض کو خدا نے اپنی وحی سے کتاب دی ہو اور بعض کو کوئی پہلی کتاب ہی دے دی ہو۔ ایک ہی کتاب تو اس لئے نہیں کہ جو کتاب مثلاً حضرت موسیٰؑ کو ملی وہ حضرت ابراہیمؑ کو نہیں ملی۔ خود قرآن کریم نے صحف ابراہیم و موسےٰ کا الگ الگ ذکر فرمایا ہے۔ نہ یہ ہوسکتا ہے کہ جو کتاب یوسفؑ کو ملی وہی سمٰعیلؑ کو ملی ہو۔ اور بعض کو ملنا اور بعض کو نہ ملنا اس لئے نہیں ہوسکتا کہ اس صورت میں یہ بیان سراسر ناقص ٹھیرتا ہے۔ ایسی صورت میں تو پھر یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ شاید ان میں سے بعض کو نبوت ملی ہو بعض کو نہ ملی ہو۔ جس طرح نبوت ملی اُسی طرح کتاب ملی۔ اس سے کیسی صفائی سے ثابت ہوتا ہے کہ کتاب اصل میں وحیٔ نبوت کا ہی نام ہے۔ اور یہ بھی نہیں ہوسکتا کہ بعض کو تو خدا نے اپنی طرف سے بذریعہ وحی کتاب دی ہو۔ اور دوسروں کو کسی پرانی کتاب پر عمل کرنے کے لئے کہ دیا ہو۔ اور اس کو بھی کتاب کا دینا ہی قرار دیدیا ہو۔ اس لئے کہ نبی کو جس کتاب کے دیئے جانے کا ذکر ہے وہ کتاب محرف و مبدل نہیں ہوسکتی۔ ورنہ نبی کو اس کا دیا جانا بے معنی ہے۔ جب ایک خدا سے علم اور روشنی پانے والا انسان بھی ایک محرف و مبدل کتاب کو ہاتھ میں لے کر یہ کہ سکتا ہے کہ یہ کتاب خدا نے مجھے دی ہے تو پھر امن اُٹھ جاتا ہے۔ اور دوسری دقت یہ ہے کہ سارا جھگڑا تو بنی اسرائیل کے ان نبیوں کے بارے میں ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد آئے۔ لیکن ان نبیوں میں بعض ایسے بھی ہیں جن کی کتابوں کا ذکر صاف طور پر خود قرآن کریم نے فرمایا۔ جیسے حضرتِ داؤد اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام۔ اب اگر حضرت موسیٰ کے سب پیچھے آنے والے نبیوں کو توریت ہی ملی تھی تو پھر داؤد اور مسیح کی کیا خصوصیت اور جب دو نبیوں کو جو حضرتِ موسیٰؑ کے بعد آئے الگ الگ کتابیں مل گئیں تو پھر باقی کے لئے کونسا امر مانع ہے۔ یا تو کسی کو بھی سوائے توریت کے کوئی کتاب نہ ملتی۔ اور اگر بعض کو ملی تو بعض دوسرے کس بنا پر محروم رہ سکتے ہیں۔ پھر تیسری بات یہ ہے کہ قرآن کریم نے تو جس طرح صاف

لفظوں میں یہاں آتینٰھم الکتاب کہا۔ اسی طرح اس کی توضیح حضرتِ داؤد کے معاملہ میں ان الفاظ سے کی:۔　واٰتینا داود زبورا　|　اور ہم نے داؤد کو زبور دی

جس سے معلوم ہوا کہ جو کتاب داؤد کو خدا نے دی تھی وہ توریت نہ تھی بلکہ وہ زبور تھی۔ اور حضرت مسیح کے معاملہ میں فرمایا:۔ واٰتینٰہ الانجیل　|　اس کو ہم نے انجیل دی

جس سے معلوم ہوا کہ وہ کتاب جس کے یہاں عیسیٰ کو دیئے جانے کا ذکر ہے وہ توریت نہیں بلکہ انجیل تھی۔ اور سارے قرآن شریف کو پڑھ جاؤ کہیں نہیں پاؤ گے کہ مسیح کو یا داؤد کو ہم نے توریت دی تھی یا ان پر توریت نازل کی تھی۔ بلکہ مسیح کو انجیل اور داؤد کو زبور دینے کا ہی ذکر پاؤ گے مسیح کے متعلق بھی توریت کا لفظ آیا ہے مگر یہ نہیں کہ توریت ہم نے اس کو دی بلکہ

ویعلمہ الکتاب والحکمۃ والتورٰۃ والانجیل　|　یعنی کتاب اور حکمت اور توریت اور انجیل کا اس کو علم دیا۔

وہ علم جو اللہ تعالیٰ اپنی طرف سے نبیوں کو عطا فرماتا ہے تو انجیل کے تو مسیح کو دینے کا ذکر ہے۔ مگر توریت کے دینے کا ذکر نہیں۔ زبور کے تو داؤد کو دینے کا ذکر ہے۔ مگر توریت کے دینے کا نہیں پس معلوم ہوا آیت مذکورہ بالا میں جن نبیوں کو کتابیں دینے کا ذکر ہے وہ کتابیں وہی تھیں جو علیحدہ طور پر خدا نے ہر ایک نبی کو دی تھیں۔

میں یہاں اس غلط فہمی کو بھی رفع کرنا چاہتا ہوں جو ممکن ہے پیدا کی جائے کہ توریت یا قرآن کریم کے سب لوگوں کو دینے کا یا سب کی طرف اتارے جانے کا بھی ذکر ہے۔ یہ صحیح ہے مگر کیا کوئی عقلمند انسان کہہ سکتا ہے کہ قرآن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اسی طرح اتارا گیا تھا جس طرح مسلمانوں کی طرف اُتارا گیا ہے۔ نبی پر جب کتاب نازل ہو یا نبی کو کتاب دی جائے تو اس سے مراد اللہ تعالیٰ کی طرف سے بذریعہ وحی اس کتاب کا ملنا ہوتا ہے۔ پھر ہر رسول کی اُمت چونکہ اس کتاب پر عمل کی پابند ہوتی ہے۔ اس لئے اس کتاب کا اس کی اُمت کو دیا جانا بھی ایک محاورہ ہے جو درحقیقت مجاز کا رنگ ہے۔ اُمت کو کتاب کے دینے کے یہ معنے ہیں کہ کسی رسول پر وہ کتاب اُتاری گئی۔ اور اس رسول کے ذریعہ سے اس کی اُمت کو پہنچائی گئی۔ مگر رسول یا نبی کو کتاب دینے یا اس کی طرف کتاب اُتارنے کے یہ معنے نہیں۔ بلکہ اس سے مراد بذریعہ وحی خدا سے اس کتاب کا پانا ہے۔ طوالت کے خوف سے میں انہی تین آیات پر اکتفا کرتا ہوں جو اس بات کو ثابت کرنے کے لئے نہ صرف کافی ہیں۔ بلکہ ایک قطعی اور یقینی نتیجہ پر پہنچاتی ہیں۔ کہ درحقیقت خدا کے نبی جب آتے ہیں۔ تو وہ کتاب بھی ساتھ

لاتے ہیں۔ یا بالفاظ دیگر اللہ تعالیٰ ان کی وحی کو وہ عظمت عطا فرماتا ہے کہ ان کی وحی نبوت کا نام کتاب رکھتا ہے۔ مگر اُمتی کی وحی کا نام کتاب نہیں رکھا جا سکتا*

مسیح موعود کی شہادت کہ ہر نبی کتاب لاتا ہے

حضرت مسیح موعودؑ کے کلام میں کثرت سے اس بات کی تائید ملتی ہے۔ کہ آپ نبی کے لئے کتاب کا لانا ضروری خیال فرماتے تھے۔ اور بڑی صراحت سے اس بات کو بار بار بیان فرمایا ہے۔ مثلاً سب سے بڑی دلیل جو مسیح اسرائیلی کے دوبارہ آنے کے خلاف آپ نے بار بار پیش کی ہے وہ یہ ہے کہ اگر وہ مسیح آجائے تو پھر قرآن کے بعد ایک کتاب بھی آئے گی۔ مثلاً اوّل تو ایک جگہ ازالہ اوہام صفحہ ۵۸۵ پر فرمایا:-

"اگر وہی مسیح رسول اللہ صاحب کتاب آجائیں گے جن پر جبرئیل نازل ہوا کرتا تھا"

اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ آپ مسیح کو صاحب کتاب نبی سمجھتے تھے۔ اور اس کی کتاب توریت کو نہیں بلکہ اس وحی کو سمجھتے تھے۔ جو ان پر بذریعہ جبرئیل نازل ہوئی*

پھر صفحہ ۵۷۵ پر لکھتے ہیں:-

"کیونکہ اس پر اس وحی کا اتباع فرض ہوگا جو وقتاً فوقتاً اس پر نازل ہوگی۔ جیسا کہ رسولوں کی شان کے لائق ہے اور جبکہ وہ اپنی ہی وحی کا متبع ہوا۔ اور جو نئی کتاب اس پر نازل ہوگی اسی کی اس نے پیروی کی تو پھر وہ اُمتی کیونکر کہلائے گا"

اسی صفحہ پر آگے چل کر پھر لکھا ہے:-

"اب یہ سیدھی بات ہے کہ جب حضرت مسیحؑ ابن مریم نازل ہوئے۔ اور حضرت جبرئیل لگے تار آسمان سے وحی لانے لگے اور وحی کے ذریعہ سے انہیں تمام اسلامی عقاید اور صوم اور صلوٰۃ اور زکوٰۃ اور حج اور جمیع مسائل فقہ کے سکھلائے گئے تو پھر بہر حال یہ مجموعہ احکام دین کا کتاب اللہ کہلائے گا"

اس سے بھی وہی بات ثابت ہوتی ہے کہ خواہ موجودہ احکام ہی بذریعہ جبرئیل و وحی نبوت سکھائے جائیں تو یہ ایک نئی کتاب اللہ ہوگی حالانکہ امتی جو بذریعہ اجتہاد انہی مسائل کو قرآن کریم سے سیکھتا ہے۔ یا الہاماً بھی بعض امور میں اس پر روشنی ڈالی جاتی ہو تو بھی یہ الہام اس کے کتاب اللہ نہیں کہلاتے*

پھر اسی مضمون میں صفحہ ۵۷۹ پر لکھتے ہیں:-

"اور اگر وحی نبوت سے ان کو یہ تمام علم دیا جائے گا۔ تو بلاشبہ جس کلام کے ذریعہ سے یہ تمام

تفصیلات ان کو معلوم ہوں گی وہ بوجہ وحی رسالت ہونے کے کتاب اللہ کہلائے گی"

یہاں صرف وحی رسالت کو ہی کتاب اللہ ہونے کی وجہ قرار دیا گیا ہے۔ پس ہم یہ کس طرح مان لیں کہ دنیا میں نبی آتے تھے اور ان کے ساتھ وحی نبوّت کوئی نہ ہوتی تھی اور اگر نبی کے ساتھ وحی نبوت کا ہونا لازمی ہے جس کے بغیر وہ نبی ہی نہیں تو پھر وہی اس کی وحی کتاب اللہ بھی ہوئی۔ جیسا کہ حضرت مسیح موعود نے یہاں بالصراحت لکھا ہے +

اب میں ازالہ اوہام کو چھوڑ کر اس کے بعد کی تحریرات سے دکھاتا ہوں کہ ہر نبی کے لئے الگ ہدایت کا آنا جو براہ راست خدا سے ملتی ہے۔ نہ کسی نبی کے اتباع سے اور الگ کتاب کا ہونا جو درحقیقت اس ہدایت یا وحی کا دوسرا نام ہے حضرت مسیح موعود نے صاف طور پر مانا ہے:۔

"حدیثوں میں مسیح موعود کے بارہ میں نبی کا نام دیکھ کر یہ سمجھا جائے۔ کہ وہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام ہی ہیں کیونکہ انہی حدیثوں میں اگرچہ آنیوالے عیسیٰ کا نام نبی رکھا گیا ہے۔ مگر اس کے ساتھ ایک ایسی شرط لگا دی گئی ہے۔ کہ اس شرط کے لحاظ سے ممکن ہی نہیں کہ اس نبی سے مراد حضرت عیسیٰ اسرائیلی ہوں۔ کیونکہ باوجود نبی نام رکھنے کے اس عیسیٰ کو ان ہی حدیثوں میں اُمتی بھی قرار دیا ہے اور جو شخص اُمتی کی حقیقت پر نظر غور ڈالیگا وہ بداہت سمجھ لے گا۔ کہ حضرت عیسیٰ کو اُمتی قرار دینا ایک کفر ہے۔ کیونکہ اُمتی اس کو کہتے ہیں۔ کہ جو بغیر اتباع آنحضرت صلعم اور بغیر اتباع قرآن شریف محض ناقص اور گمراہ اور بے دین ہو۔ اور پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی اور قرآن شریف کی پیروی اور قرآن شریف کی پیروی سے اس کو ایمان اور کمال نصیب ہو اور ظاہر ہے کہ ایسا خیال حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نسبت کرنا کفر ہے۔ کیونکہ گو وہ اپنے درجہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کیسے ہی کم ہوں۔ مگر نہیں کہہ سکتے۔ کہ جب تک وہ دوبارہ دنیا میں آکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت میں داخل نہ ہوں۔ تب تک نعوذ باللہ وہ گمراہ اور بے دین یا ناقص ہیں اور ان کی معرفت ناتمام ہے پس میں اپنے مخالفوں کو یقیناً کہتا ہوں کہ حضرت عیسیٰ اُمتی ہرگز نہیں ہیں گو وہ بلکہ تمام انبیاء آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سچائی پر ایمان رکھتے تھے۔ مگر وہ ان ہدایتوں کے پیرو تھے جو ان پر نازل ہوئی تھیں۔ اور براہ راست خدا نے اُن پر تجلّی فرمائی تھی۔ یہ ہرگز نہیں تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی روحانی تعلیم سے

وہ نبی بنے تھے۔ تاکہ وہ امتی کہلاتے۔ ان کو خدا تعالیٰ نے الگ کتابیں دی تھیں اور ان کو ہدایت تھی کہ ان کتابوں پر عمل کریں اور کراویں جیسا کہ قرآن شریف اس پر گواہ ہے"۔

ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم صفحہ ۱۹۲ و ۱۹۳

"قولہ تعالیٰ واذ اخذ اللہ میثاق النبیین لما اتیتکم من کتاب وحکمۃ ثم جاءکم رسول مصدق لما معکم لتؤمنن بہ ولتنصرنہ۔

یاد کر جب خدا نے تمام رسولوں سے عہد لیا کہ جب میں تمہیں کتاب اور حکمت دوں گا۔ اور پھر تمہارے پاس آخری زمانہ میں میرا رسول آئیگا جو تمہاری کتابوں کی تصدیق کریگا تمہیں اس پر ایمان لانا ہوگا اور تمہیں اس کی مدد کرنی ہوگی"۔ حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۲۰۔

چشمہ معرفت صفحہ ۲۵۳ و ۲۵۴ پر قرآن کریم کی آیت وکذالک انزلنا الیک الکتٰب فالذین اتینٰھم الکتاب یؤمنون بہ ومن ھؤلاء من یؤمن بہ وما یجحد بایٰتنا الا الکافرون کی تفسیر فرماتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

"اور اے پیغمبر جس طرح اگلے پیغمبروں پر ہم نے کتابیں اتاری تھیں اسی طرح تجھ پر یہ کتاب اتاری ہے۔ پس جن کو تجھ سے پہلے ہم نے کتاب دی ہے ان کے سمجھدار اور سعید لوگ اس پر ایمان لاتے ہیں"۔

اور چشمہ معرفت حصہ دوم کے صفحہ ۵ پر ہے:۔

"اور ہم ان کتابوں پر ایمان لاتے ہیں جو دنیا کے کل نبیوں کو ان کے رب کی طرف سے دی گئی تھیں"۔

درحقیقت بات یہ کہ ہر نبی کے لئے کتاب کا لانا ضروری ہے ایسی کھلی اور ظاہر بات ہے کہ معمولی فکر سے بھی کام لے کر انسان اس کا انکار نہیں کر سکتا۔ نبی یا رسول کا آنا چار چیزوں کو چاہتا ہے۔ بھیجنے والا سو اللہ تعالیٰ ہے۔ جس کو بھیجا گیا۔ وہ نبی رسول ہے جن کی طرف بھیجا گیا۔ وہ اس کی امت ہے اور جو چیز دیکر بھیجا گیا وہ اس کی کتاب ہے۔ وہی رسالات ہیں جن کا پہنچانا ہر نبی پر فرض ہے۔ اُمتی اگر اصلاح کے لئے منجانب اللہ کھڑا بھی کیا جائے گا تو وہ اسی کتاب کی طرف بلائے گا جس پر چل کر خود اس نے کمال کو حاصل کیا ہے۔ اس لئے اس کی کتاب کوئی نہیں ہوگی۔ وہ رسالات کوئی نہیں لائیگا۔ بلکہ اس کا کام محض تجدید ہوگا یعنی ایک کتاب جو بالکل سچی اور منجانب اللہ موجود ہے۔ اس میں کسی قسم کا نقص نہیں کوئی تحریف نہیں ہوئی اسی کی طرف بلانا اس کا کام ہوگا۔ پس کتاب نبی کے لئے لازمی ہے اس کے بغیر نبی نبی نہیں۔ کیونکہ

وحی نبوت ہی درحقیقت کتاب ہے اور جس کو وحی نبوت نہ ملی ہو وہ نبی نہیں۔ پس جس کے پاس کتاب نہ ہو وہ نبی نہیں۔ اور اُمتی کے پاس کتاب ہو نہیں سکتی۔ کیونکہ اگر اس کے پاس کتاب ہو اور کتاب منجانب اللہ ہدایت کا نام ہے جو اصلاح خلق کے لئے دی جاتی ہے۔ تو جب کتاب اور وحی نبوت ایک چیز ہے تو وحی نبوت پانیوالا نبی ہوُا نہ کہ اُمتی اور اس کی کتاب پہلی کتاب کی تکمیل کرنے والی ہوگی جس سے معلوم ہو کہ پہلی کتاب ناقص تھی۔ اس کی تکمیل کے لئے بعد میں کسی اور نبی کو کتاب دی گئی۔ پس کم از کم اُمتی کو صاحب کتاب بنانے کے لئے پہلی کتاب کو ناقص قرار دینا پڑیگا۔ اور جو شخص قرآن کریم کو ناقص قرار دیتا ہے۔ وہ مسلمان نہیں۔ علاوہ ازیں ائمہ سلف کا یہی مذہب رہا ہے کہ ہر نبی کے لئے ضروری ہے کہ وہ کوئی کتاب یا صحیفہ لاوے۔ چنانچہ مطالب عالیہ میں امام رازی فرماتے ہیں:۔

ثم ختم السورۃ بقول ان ھذا لفی الصحف الاولیٰ صحف ابراھیم و موسیٰ۔ والمعنی ان کل من جاء من الانبیاء فانزل اللہ کتابًا او صحیفۃ۔

پھر اللہ تعالیٰ نے ختم کیا اس سورت کو اپنے اس قول سے ان ھٰذا لفی الصحف الاولیٰ صحف ابراھیم و موسیٰ اور اس کے معنے یہ ہیں کہ ہر ایک جو انبیاء میں سے آیا تو اللہ تعالیٰ نے کوئی کتاب یا صحیفہ بھی اتارا۔

وہ نبی جنکی کتابوں کا پتہ نہیں

بعض لوگ اس کے بالمقابل یہ عذر پیش کرتے ہیں۔ کہ اگر یہ صحیح ہے کہ ہر نبی کے لئے کتاب کا ہونا ضروری ہے تو پھر بتاؤ کہ یحییٰ کی کتاب کہاں ہے۔ ہیں نے تو قرآن کریم سے ثابت کر دیا کہ عام طور پر ہر نبی کے لئے کتاب کا لانا شرط قرار دیا ہے۔ پھر اٹھارہ نبیوں کا نام لے کر جن میں حضرت موسیٰ کے بعد کے اسرائیلی نبی بھی ہیں اور ان میں یحییٰ کا نام بھی ہے بتا دیا کہ ان سب کو ہم نے کتاب دی تھی۔ پھر حضرت مسیح موعود کے اقوال سے دکھا دیا۔ کہ آپ ہر نبی کی وحی نبوت کو اس کی کتاب مانتے ہیں۔ اور ہر نبی کے لئے کتاب کا لانا لازمی قرار دیتے ہیں عقلاً بھی اس بات کو ثابت کر دیا۔ ائمہ سلف کا قول بھی نقل کر دیا۔ اب یہ مطالبہ کہ جب تک فلاں نبی کی کتاب کا ثبوت نہ دو اس وقت تک یہ اصول باطل ہے خلاف عقل ہے۔ مثلاً قرآن کریم نے ایک اصول باندھا۔ کہ ان من امۃ الا خلا فیھا نذیر۔ ہر قوم میں نبی گذرا ہے اب صرف اس اصول کو ہاتھ میں لے کر ہم مانتے ہیں کہ خواہ کسی قوم کے نبی کا نام ہمیں معلوم ہو یا نہ ہو۔ یا یقیناً ہم اسے نبی کہہ سکیں یا نہ کہہ سکیں۔ یہ ضروری ہے کہ ہر قوم میں نبی آیا ہو! اگر ہم یہ نہیں بتا سکتے کہ جاپان میں کون نبی ہوُا افریقہ میں کون ہوُا تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہاں نبی ہوُا ہی نہیں۔ اسی طرح کسی نبی کی کتاب

موجود نہ ہونے سے یہ نتیجہ کہاں نکلتا ہے۔ کہ وہ نبی کتاب نہ لایا تھا صحف ابراہیم کا ذکر تو قرآن میں موجود ہے۔ مگر کون بتا سکتا ہے کہ وہ صحف کہاں ہیں۔ اور اگر حضرت نوح ؑ کی کتاب کا ذکر قرآن کریم میں نہیں۔ تو کیا ہم کہیں گے کہ نوح کوئی کتاب نہ لائے تھے۔ پھر حضرت یحییٰ کی کتاب اگر بالفرض موجود نہ ہو تو اس پر کیا اعتراض جب ان کے بھائی مسیح کی کتاب موجود ہے اور وہ دونوں ایک ہی حیثیت اسرائیلی سلسلہ انبیاء میں رکھتے ہیں۔ حتیٰ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں کو آسمان پر ایک ہی مقام پر دیکھا۔ پھر اگر ان میں سے ایک کی کتاب ہو سکتی ہے تو دوسرے کے لئے کیا مانع ہے۔ بلکہ اگر سارے سلسلہ انبیائے بنی اسرائیل میں جو حضرت موسیٰ کے بعد آئے ہم ایک کی بھی کتاب دکھا دیں تو قاعدہ کلیہ کا ثبوت یہی کافی ہے۔ کیونکہ سب کی حیثیت شریعت موسوی کے لحاظ سے ایک تھی۔ اور بہت سے نبیوں کی کتابیں جن کا ذکر قرآن شریف میں ہے مجموعہ بائیبل میں موجود ہیں ؛

بنی اسرائیل میں بلا کتاب نبیوں کے آنے کی تشریح

ایک اور بات اس کے خلاف کہی جاتی ہے۔ اور وہ یہ کہ حضرت مسیح موعودؑ نے کہیں لکھا ہے کہ بنی اسرائیل میں صدہا ایسے نبی آئے۔ جن کے ساتھ نئی کتاب نہ تھی۔ اور یہ بھی کہیں آپ کی ڈائری میں ہے کہ بنی اسرائیل میں بعض ایسے نبی بھی آتے رہے جو صرف پیشگوئیاں کرتے تھے ان دونوں باتوں کی تطبیق کرنی چاہیئے بالخصوص جب کہ ہم دیکھتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود کی اگر پہلی تحریروں میں نبی کیلئے کتاب کا ہونا ضروری قرار دیا ہے تو بعد کی تحریروں میں بھی ضروری قرار دیا ہے۔ اور جو حوالہ انکار کا دیا جاتا ہے وہ کتاب شہادت القرآن کا ہے جو بہر حال اس زمانہ کی ہے جب کہا جاتا ہے کہ آپ نبوت کے اصل مفہوم کو ابھی نہ سمجھتے تھے۔ پھر اس زمانہ کا حوالہ پیش کرنیکا فائدہ۔ یا یہ کہا جائے گا کہ آپکے ذہن میں نبوت کے متعلق عجیب قسم کی گڑبڑ تھی۔ کبھی کچھ کہتے تھے کبھی کچھ نعوذ باللہ من ذالک اگر ہم حضرت مسیح موعودؑ کی اصل عبارت کو دیکھیں تو خود بخود تطبیق ہو جاتی ہے۔ شہادت القرآن کے صفحہ ۴۴ و ۴۵ پر ذیل کی عبارت ہے ؛

"مجددوں اور رُوحانی حکیموں کی اس اُمت میں ایسی ہی ضرورت ہے جیسا کہ قدیم سے انبیاء کی ضرورت پیش آتی رہی ہے۔ اس سے کسی کو انکار نہیں ہو سکتا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نبی مرسل تھے اور ان کی توریت بنی اسرائیل کی تعلیم کے لئے کامل تھی[1] ... لیکن باوجود اس کے

[1] یہاں توریت کو بنی اسرائیل کی تعلیم کے لئے کامل کہا ہے اس کا یہ منشاء نہیں کہ توریت برنگ ہدایت ایک کامل کتاب تھی۔ بلکہ اس سے مراد صرف وہ شریعت ہے جو توریت میں تھی۔ اور اس کا کامل ہونا بھی مطلقاً مراد نہیں۔ بلکہ جیسا کہ دوسرے مقامات کے حوالوں سے ظاہر ہے جو میں پہلے دے چکا ہوں حضرت مسیح موعود توریت کو انجیل کا محتاج قرار دیتے ہیں بقیہ بر صفحہ ۶۹

بعد توریت کے صدہا ایسے نبی بنی اسرائیل میں سے آئے کہ کوئی نئی کتاب ان کے ساتھ نہیں تھی بلکہ ان انبیاء کے ظہور کے مطالب یہ ہوتے تھے کہ تا ان کے موجودہ زمانہ میں جو لوگ تعلیم توریت سے دور پڑ گئے ہوں۔ پھر اُن کو توریت کے اصلی منشاء کی طرف کھینچیں اور جن کے دلوں میں شکوک اور دہریت اور بے ایمانی ہوگئی ہو ان کو پھر زندہ ایمان بخشیں۔ چنانچہ اللہ جل شانہٗ خود قرآن کریم میں فرماتا ہے ولقد اٰتینا موسی الکتٰب وقفینا من بعدہ بالرسل یعنی موسیٰ کو ہم نے توریت دی۔ اور پھر اس کتاب کے بعد ہم نے کئی پیغمبر بھیجے تا توریت کی تعلیم کی تائید اور تصدیق کریں۔ ... پس ان تمام آیات سے ظاہر ہے کہ عادت اللہ یہی ہے کہ وہ اپنی کتاب بھیج کر پھر اس کی تائید اور تصدیق کے لئے ضرور انبیاء بھیجا کرتا ہے۔ چنانچہ توریت کی تائید کے لئے ایک ایک وقت میں چار چار سو نبی بھی آیا جن کے آنے پر اب تک بائبل شہادت دے رہی ہے۔"

اس تحریر کے الفاظ کی عمومیت کسی قدر تشریح کی محتاج ہے۔ مثلاً اس کے آخر پر فرماتے ہیں:۔ "عادت اللہ یہی ہے کہ وہ اپنی کتاب بھیج کر پھر اس کی تائید اور تصدیق کے لئے ضرور انبیاء بھیجا کرتا ہے۔"

کیا ان لفظوں کی عمومیت سے بھی یہ نتیجہ نکالنے کا اختیار ہے کہ قرآن کو بھیج کر پھر بھی اسی طرح انبیاء کا آنا آپ مانتے ہیں۔ نہیں بلکہ صرف انبیاء اور خلفائے رُوحانی یعنی مجددین میں جو اس اُمت میں پیدا ہوں ایک مشابہت قائم کرنا غرض ہے۔ پس ہم ان الفاظ کے معنی کرتے ہیں کہ یہاں کتاب سے کیا مراد ہے۔ "جو نئی کتاب نہیں لائے۔" حضرت صاحب کی دوسری تحریروں کی طرف توجہ کریں گے مثلاً مواہب الرحمٰن میں جو جنوری ۱۹۰۳ء کی کتاب ہے۔ اس اُمت کے مجددین اور اولیاء اور پہلی اُمتوں کے نبیوں میں ایک فرق لکھا ہے جو یہ ہے کہ:۔

"ایشاں را رنگ انبیاء دادہ مے شود و در حقیقت انبیاء نیستند زیرا کہ قرآن حاجت شریعت را بکمال رسانیدہ است۔" (صفحہ ۶۶ و ۶۷)

بقیہ حاشیہ صفحہ ۶۸ پھر توریت کے حکم قصاص کی ترمیم حضرت مسیح علیہ السلام کے حکم عفو میں صاف طور پر مانتے ہیں۔ تو اس کا کمال ایک نسبتی امر ہے۔ غیر توریت اگر بنی اسرائیل کے لئے کامل ہدایت ہوتی تو پھر ایک طرف توریت کو ہدایت و نور کہنا اور دوسری طرف اس کے ساتھ ہی انجیل کو ہدایت و نور کہنا جیسا کہ قرآن کریم میں تصریح سے مذکور ہے۔ یعنی ایک جگہ انا انزلنا التوراۃ فیہا ھدی ونور اور دوسری جگہ واٰتینٰہ الانجیل فیہ ھدی ونور۔ پس جب ایک بنی اسرائیل کے لئے کامل ہدایت تھی تو دوسری ہدایت بے معنی ٹھیرتی ہے۔ پس یہ ظاہر ہے کہ توریت کا کامل ہونا یہاں محض ایک نسبتی امر ہے۔ اور دوسرے یہ محض شریعت کے متعلق ہے۔ مگر شریعت میں بھی تھوڑا تغیر و تبدیل بیاں بحکم النادر کالمعدوم ہونے کے برابر فرض کر لیا گیا ہے۔ ورنہ حضرت صاحب نہ قرآنی تصریحات کو رد کرتے ہیں۔ اور نہ ہی اپنی تصریحات کو۔

ترجمہ

یعنی ان اولیاء اور مجددین کو نبیوں کا رنگ دیا جاتا ہے۔ مگر وہ سچ مچ نبی نہیں ہیں۔ وجہ یہ کہ قرآن نے حاجتِ شریعت کو کمال تک پہنچا دیا۔

پس معلوم ہوا کہ اگر قرآن حاجتِ شریعت کو کمال تک نہ پہنچاتا تو یہی اولیاء درحقیقت نبی ہوتے کیونکہ اس صورت میں وہ قرآن کی شریعت کی تکمیل کرتے رہتے۔ گو صاحبِ شریعت نہ ہوتے۔ پس حضرت موسیٰ کے بعد کے نبیوں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خلفاء میں یہ امتیاز قائم کیا ہے۔ کہ نبی شریعت کی تکمیل کرتے تھے۔ یہاں تکمیل کی حاجت نہیں۔ اس لئے اس اُمت کے خلفاء نبی نہیں۔ پس ان الفاظ کے معنے کہ "کوئی نئی کتاب ان کے ساتھ نہیں تھی"۔ ہم صرف یہ کریں گے کہ وہ نئی شریعت نہیں لائے۔ اور کتاب سے مراد یہاں ایسی کتاب لی جائے گی جس میں نئی شریعت ہو۔

علاوہ ازیں یہ بات بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ اس منقولہ بالا تحریر میں حضرت مسیح موعودؑ نے رسولوں اور نبیوں کا ذکر مع اُن لوگوں کے کیا ہے۔ جو بنی اسرائیل میں نبی کے نام سے موسوم ہوجاتے تھے مگر جن کی نبوت محض لغوی معنوں میں تھی۔ کہ وہ کچھ پیشگوئیاں کیا کرتے تھے۔ چنانچہ اس کا اسی قدر ثبوت کافی ہے کہ لکھا ہے کہ "توریت کی تائید میں ایک وقت میں چار چار سو نبی بھی آیا جن کے آنے پر بائبل اب تک شہادت دے رہی ہے" اب غور کر کے دیکھ لو کہ یہ چار چار سو نبی حقیقی نہ تھے بلکہ ان چار سو نبیوں کا قصہ تو یہ لکھا ہے۔ کہ "اُن چار سو کے چار سو نبیوں نے ایک پیشگوئی ..... کی تھی۔ کہ فلاں بادشاہ اپنے دشمن پر فتح پائے گا۔ مگر وہ بادشاہ مغلوب ہو کر میدان جنگ میں ہی مارا گیا۔ اب ظاہر ہے کہ اگر ان نبیوں کو خدا کے حقیقی نبی مان لیں تو سلسلہ نبوت پر سے بالکل امن اُٹھ جاتا ہے۔ ان سے تائید دین کیا الٹی دین پر زد پڑتی ہے۔ کہ نہ ایک نہ دو بلکہ اکٹھے چار سو نبی مل کر ایک پیشگوئی کریں اور وہ صریحًا جھوٹی نکلے۔ پس جیسا کہ ادنیٰ تدبر سے معلوم ہو سکتا ہے۔ یہ درحقیقت معمولی خواب بین تھے۔ اور خواب بینوں کو بھی بعض وقت نبی کہہ دیتے تھے۔ مگر وہ حقیقی نبی نہ تھے۔ چنانچہ دوسری جگہ حضرت صاحب نے یہی مانا ہے کہ یہ خواب ان چار سو نبیوں کا شیطانی تھا۔ اب شیطانی خواب اور الہام اگر حقیقی نبیوں کو بھی ہو سکتے ہیں۔ تو پھر امن کہاں رہا۔ حالانکہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ میں اپنی وحی ملائکہ کے پہرے میں نازل کرتا ہوں۔ فانہ یسلک من بین یدیہ ومن خلفہ رصدا۔ پھر مزید تائید اس بات کی کہ یہاں مراد واقعی انبیاء نہیں یہ ہے کہ صفحہ ۷۶م پر لکھتے ہیں۔ کہ "چودہ سو برس کے عرصہ میں ..... ہزارہا نبی اور محدث ان میں پیدا ہوئے" اور دوسری جگہ لکھا ہے کہ "ہزارہا نبی اس شریعت کی تجدید کے لئے بھیجے"۔ پس درحقیقت یہاں

صرف عام طور پر تائید دین کے ذکر میں ان لوگوں کا نام ذکر کر دیا ہے۔ ورنہ نبی اور محدث کے کام میں کھلا اور بین فرق اسی کتاب میں حضرت مسیح موعود نے بتا دیا ہے۔ کیونکہ صفحہ ۴۸ و ۴۹ پر صاف الفاظ میں اپنی ساری پہلی تحریر کا یہ خلاصہ نکالا ہے:۔

"اب خلاصہ اس تمام تقریر کا کسی قدر اختصار کے ساتھ ہم ذیل میں لکھتے ہیں اور وہ یہ ہے کہ دلائل مندرجہ ذیل سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ یہ بات نہایت ضروری ہے۔ کہ بعد وفات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس اُمت میں فساد اور فتنوں کے وقت میں ایسے مصلح آتے رہتے ہیں جن کو انبیاء کے کئی کاموں میں سے یہ ایک کام سپرد ہو۔ کہ وہ دین حق کی طرف دعوت کریں۔ اور ہر ایک بدعت جو دین سے مل گئی ہو۔ اس کو دور کریں۔ اور آسمانی روشنی پا کر دین کی صداقت ہر ایک پہلو سے لوگوں کو دکھلا دیں۔ اور اپنے پاک نمونہ سے لوگوں کو سچائی اور محبت اور پاکیزگی کی طرف کھینچیں"۔

اب دیکھو کہ تجدید کے کام کو انبیاء کے کئی کاموں میں سے صرف ایک کام قرار دیا ہے۔ اور اس طرح اگر پہلے حوالہ سے کوئی غلط فہمی پیدا ہوتی ہے۔ تو یہ اس کو دور کرنے کے لئے کافی ہے۔ کہ انبیاء اور مجددین کے کاموں میں بہت فرق ہے۔ اور کہ تجدید انبیاء کے کاموں میں سے صرف ایک کام ہے۔ اس لئے معلوم ہوا کہ علاوہ تجدید کے حقیقی انبیاء کے سپرد کچھ اور کام بھی ہوتے ہیں اور ان کاموں میں سے ایک کام جیسا کہ دوسرے حوالجات سے ظاہر ہے تکمیل شریعت و تکمیل ہدایت ہے۔ جو وہ بذریعہ کتاب کرتے ہیں جو ان کو دی جاتی ہے۔

بارھواں امتیاز۔ وحی نبوت جامع کمالات ہوتی ہے۔ وحی ولایت صرف مبشرات رکھتی ہے۔

یہ آخری امتیاز ہے جو وحی نبوت اور وحی ولایت کے درمیان خدا کے کلام نے قائم کیا ہے۔ انسان کو مختلف قسم کے قوٰے دیئے گئے ہیں۔ اور ایک انسان کی ہدایت یا اس کی تکمیل نفس یہ چاہتی ہے کہ ان سارے قوٰے کے نقصوں کو دور کیا جائے اور ان کے کمال تک پہنچنے کے قابل ان کو بنایا جائے۔ پس جس شخص کے سپرد یہ کام ہوتا ہے۔ اور جس ذریعہ سے وہ اس کام کو انجام دیتا ہے۔ اس میں خود ان سارے قوٰے کی تکمیل ہونا اور اس ذریعہ یعنی اس کی وحی میں ان سارے پہلوؤں کا موجود ہونا لازمی امر ہے۔ نبی کو جب ہدایت خلق کے لئے مامور کیا جاتا ہے۔ اور اس کا وجود گویا بطور ایک نمونہ اور اصل کے قرار پاتا ہے کہ اسی سے سب فیض حاصل ہوتا ہے۔ تو یہ ضروری ہے کہ اس کی وحی میں سارے کمالات کم و بیش موجود ہوں۔ جیسے جیسے یہ وحی زیادہ طاقتور ہوگی۔ اسی قدر بڑھے ہوئے کمالات اس کے اندر ہوں گے۔ اور اسی قدر زیادہ اصلاح خلق کا کام اس وحی کے ذریعہ ہو سکے گا۔ قرآنی وحی جیسے اپنے کمال میں سب وحیوں سے بڑھی ہوئی ہے۔ اسی

طرح اس نے دنیا میں ایک انقلاب عظیم پیدا کرکے دکھایا ہے۔ اسی طرح علی قدر مراتب ہر ملک میں انبیاء کی دعوت نے اصلاح کا کام کیا۔ اُمتی چونکہ ہدایت کی طرف بلانے میں اپنے نبی متبوع کی وحی کی طرف بلاتا ہے نہ اپنی وحی کی طرف اس لئے اس کی وحی میں ان کمالات کی ضرورت نہیں ہوتی۔ البتہ مبشرات اس کو دی جاتی ہیں۔ جو مویدات میں سے ہیں یعنی وہ ہدایت کے رستوں پر لانے کے لئے بطور تائید کے کام دیتی ہیں۔ اور اسی کی ضرورت اُمتی کو ہوتی ہے۔ یہ فرق بلحاظ ضرورت ہے جیساکہ نبوت اور ولایت کے اکثر فرق ہیں۔ قرآن کریم انبیاء کی وحی کے کمالات سے ہی بھرا پڑا ہے۔ کیونکہ وہی حقیقی روح ہے۔ جس سے دنیا زندگی پاتی ہے۔ مومنوں کی وحی کے متعلق یہ صاف طور پر فرما دیا۔ لهم البشرٰی فی الحیٰوۃ الدنیا ان کو مبشرات دی جاتی ہیں باقی سب چیزیں ان کے لئے یعنی مومنوں کے لئے قرآن کریم میں موجود ہیں۔ مبشرات کی ضرورت تازہ بتازہ رہتی ہے۔ اس لئے وہی مبشرات ان کو دی جاتی ہے۔ صحیح حدیث بھی اس پر شاہد ہے۔ جیساکہ فرمایا۔ لم یبق من النبوۃ الا المبشرات۔ نبوت میں سے سوائے مبشرات کے کچھ باقی نہیں رہا۔ مبشرات پر مبسوط بحث چونکہ الگ کی گئی ہے۔ اس لئے اس کو یہیں چھوڑا جاتا ہے۔ البتہ یہ یاد رکھنا چاہئے کہ مبشرات اصل نبوت سے خارج ہیں ہاں اکثر حالات میں اس کے لازم ہیں ان کا دروازہ بعد انقطاع نبوت بھی کھلا ہے۔ اگر مبشرات اصل نبوت میں شامل ہوتے تو قرآن کے ساتھ ان کا دروازہ بھی بند ہو جاتا یہی مذہب تمام اہل تحقیق کا ہے۔

اس کے متعلق حضرت مسیح موعود کی کتابوں میں سے صرف چند حوالے کافی ہوں گے! اور میں آپ کی تحریروں میں سب سے پہلی اور سب سے آخری تحریر سے ہی سردست دیتا ہوں مفصل بحث اس موضوع پر آگے کی جائے گی۔ توضیح مرام میں صفحہ ۱۰ پر فرماتے ہیں:-

وقد قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لم یبق من النبوۃ الا المبشرات ای لم یبق من انواع النبوۃ الا نوع واحد و ھی المبشرات من اقسام الرؤیا الصادقۃ والمکاشفات الصحیحۃ والوحی الذی ینزل علی خواص الاولیا ..... واما النبوۃ التی تامۃ کاملۃ جامعۃ لجمیع کمالات الوحی فقد امنا بانقطاعھا من یوم نزل فیہ وما کان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین۔	اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں باقی رہی نبوت سے مگر مبشرات یعنی نبوت کی نوعوں میں صرف ایک نوع باقی رہ گئی ہے۔ اور وہ مبشرات ہیں از قسم رویائے صادقہ اور مکاشفہ صحیحہ اور وحی جو خاص اولیاء پر نازل ہوتی ہے ..... مگر وہ نبوت جو تامہ کاملہ ہے اور سارے کمالات وحی کو اپنے اندر جمع رکھتی ہو۔ ہم ایمان لائے ہیں اسکے منقطع ہو جانے پر اسلئے جب یہ اترا وما کان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین۔

اور چشمہ معرفت کے صفحہ ۱۸۰ حاشیہ پر فرماتے ہیں:-

"قرآن شریف مکالمہ مخاطبۂ الٰہیہ کے سلسلہ کو بند نہیں کرتا جیسا کہ وہ خود فرماتا ہے یلقی الروح من امرہ علیٰ من یشاء من عبادہٖ یعنی خدا جس پر چاہتا ہے اپنا کلام نازل کرتا ہے اور فرماتا ہے لھم البشریٰ فی الحیوۃ الدنیا یعنی مومنوں کے لئے مبشر الہام باقی رہ گئے ہیں۔ گو شریعت ختم ہو گئی ہے کیونکہ عمر دنیا ختم ہونے کو ہے۔ پس خدا کا کلام بشارتوں کے رنگ میں قیامت تک باقی ہے"۔

صفحہ ۱۸ اپر:-

"ہم سب اس بات پر اتفاق رکھتے ہیں۔ کہ شریعت قرآن شریف پر ختم ہو گئی ہے صرف مبشرات یعنی پیشگوئیاں باقی ہیں"۔

یہ بارہ امتیاز وحی نبوّت اور وحی ولایت میں ایسے ہیں۔ کہ جو شخص تدبر سے کام لے گا اس کو مسئلہ نبوّت میں کسی قسم کی ٹھوکر لگنے کا اندیشہ نہیں۔ واللہ یضل من یشاء و یہدی الیہ من اناب۔

باب سوم

ختم نبوت

ختم نبوت سے مراد

ختم نبوت سے کیا مراد ہے۔ سب سے پہلے اس کا جواب مَیں یوں دوں گا کہ دنیا میں جو غرض انبیاء ورسل کی بعثت کی اللہ تعالیٰ نے بیان فرمائی تھی وہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدس ذات میں اپنے کمال کو پہنچ کر پوری ہو گئی۔ اور جب غرض پوری ہو گئی تو اس کے بعد اب کسی نبی کے آنے کی حاجت باقی نہ رہی۔ ہدایت کے تمام پہلوؤں کو کمالِ بسط کے ساتھ اور تمام ضروری تفصیلات کے ساتھ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا میں روشن کر دیا۔ جتنی روشنی امکانی طور پر انسان سرچشمۂ الوہیت سے حاصل کر سکتا ہے وہ سب حاصل کر لی۔ جو کوئی ہدایت دنیا کی کسی قوم کے لئے آئندہ آنے والے کسی زمانہ کے لئے ایک قوم یا ایک ملک یا ایک فرد کے ادنیٰ سے ادنیٰ سے لے کر اعلیٰ سے اعلیٰ حالت تک تزکیہ اور تکمیل نفس کا کام دے سکتی ہے۔ اس کو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا میں پہنچا دیا۔ نبوت اپنے کمال کو پہنچ گئی نبی کی ضرورت دنیا میں تکمیل انسانی کے کسی نئے پہلو کو واضح کرنے کے لئے ہوتی تھی۔ لیکن قرآن نے چونکہ تکمیل انسانی کے سارے پہلوؤں کو کمال تک پہنچا دیا۔ اس لئے کسی نئے نبی کی ضرورت بھی نہ رہی نبوت کے ختم ہونے سے مراد یہ نہیں کہ ایک نعمت تھی جو پہلے انسانوں کو ملتی تھی اب اس کا ملنا بند ہو گیا۔ بلکہ مراد یہ ہے کہ وہ نعمت اپنے پورے کمال کے ساتھ انسانوں کو پہنچا دی گئی۔ ہم نعمت نبوت سے محروم نہیں بلکہ وہ نعمت اپنی اعلیٰ ترین صورت میں ہمارے پاس موجود ہے جس طرح آفتاب کے بعد چراغ کی ضرورت نہیں رہتی اس لئے کہ اس کی روشنی انسانوں کو چراغ کا محتاج نہیں چھوڑتی۔ اسی طرح محمد رسول اللہ صلعم کی رسالت کے آفتاب کے طلوع کے بعد کسی چراغ نبوت کی انسانوں کو ضرورت نہیں۔

ختم نبوت کا پہلا نتیجہ انبیاء ساری دنیا کیلئے آئے

جیسا کہ میں نے اوپر بیان کیا ہے انبیاء کی بعثت کی چونکہ اصل غرض صرف مخلوق کو ہدایت کا پہنچانا تھا اور یہ ہدایت مختلف نبی اپنی اپنی قوم کی استعداد کے مطابق لوگوں کو پہنچاتے رہے۔ آخر وہ وقت آیا۔ جب نفوس انسانی مختلف انبیاء کی تعلیم سے اس قابل ہو چکے تھے کہ اب وہ آخری اور جامع

تعلیم پائیں اور اپنے انتہائی کمال کو پہنچیں۔ اس لئے حضرت محمد رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ نے اس ہدایت کو دنیا تک پہنچایا۔ اور اس کا امتیازی نشان یہ رکھ دیا کہ آپ کی تعلیم ساری دنیا کے لئے ہو۔ تاکہ یہ شہادت ہو اس بات کی کہ آپ کے آنے سے نبوت میں ایک انقلاب عظیم آگیا ہے۔ اور وہ کامل تعلیم آگئی ہے جس سے سارے انسان جہاں کہیں ہوں کمال انسانی کو آخری حد تک جو اس دنیا میں نفس انسانی حاصل کر سکتا ہے حاصل کرلیں کیونکہ جو تعلیم صرف ایک ہی قوم کی ضروریات کو پورا کرتی ہے وہ انسان کی فطرت کی ساری شاخوں کو غذا نہیں دے سکتی مختلف قوموں میں مختلف قوائے انسانی کا نشو و نما خاص طور پر ہوا۔ اور اسی نشو و نما کی ضرورت کے مطابق ان میں متفرق طور پر نبی آتے رہے۔ یہ متفرق طور پر آنا خود ہی اس بات کی شہادت تھی۔ کہ ان کی تعلیم ساری نسل انسانی کے لئے نہیں۔ اور اس لئے ابھی وہ تعلیم اپنے حقیقی کمال کو نہیں پہنچی۔ پس جب وہ کامل تعلیم نازل ہوئی تو اس کے ساتھ ہی قوم اور رنگ اور ملک کی حدبندیاں بھی ٹوٹ گئیں اسی لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم ہوا کہ کہہ دو یایہا الناس انی رسول اللہ الیکم جمیعا۔ اے دنیا جہان کے لوگو! میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہو کر آیا ہوں۔ اور پھر فرمایا گیا وما ارسلنٰک الا کافۃ للناس۔ ہم نے تمام لوگوں کے لئے تم کو بھیجا ہے۔ اور فرمایا وما ارسلنٰک الا رحمۃ للعٰلمین۔ ہم نے تم کو صرف اسی لئے بھیجا ہے کہ تاتم ساری دنیا کے لئے ساری قوموں کے لئے رحمت بن جاؤ۔ اسی طرح فرمایا تبارک الذی نزل الفرقان علی عبدہ لیکون للعٰلمین نذیرا۔ بڑی برکت والا ہے وہ جس نے اپنے بندے پر فرقان نازل کیا تاکہ وہ سارے عالموں کے لئے ڈرانے والا ہو۔ غرض اس طرح پر سب سے پہلا کام یہ کیا کہ ساری قومی تفرقوں کو مٹا یا تاکہ یہ پیش خیمہ ہو اس بات کا کہ وہ کامل تعلیم آگئی جو انسان کو اپنے حقیقی کمال تک پہنچا سکتی ہے۔

آپ کب کل دنیا کی طرف مبعوث ہوئے

بعض لوگ یہ امر بطور اعتراض پیش کیا کرتے ہیں کہ پہلے دن ہی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ پیغام نہیں ملا کہ تم سب قوموں کے لئے نبی ہو۔ اور تمہاری تعلیم سب جہان کے لئے ہے۔ بلکہ بعض تو یہاں تک کہہ دیتے ہیں کہ مدینہ میں جا کر آپ کو یہ پتہ لگا۔ یہ بالکل خیال خام ہے۔ میں اوپر وہ حدیث نقل کرچکا ہوں۔ جس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں قلت یاایہا الناس انی رسول اللہ الیکم جمیعا فقلتم کذبت وقال ابوبکر صدقت۔ میں نے کہا اے لوگو میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہوں۔ مگر تم نے کہا تو جھوٹ کہتا ہے۔ اور ابوبکرؓ نے کہا آپ سچے ہیں۔ اب یہ ظاہر ہے کہ یہ اس وقت کا ذکر ہے جب اکیلے حضرت ابوبکرؓ نے آپ کی تصدیق کی اور آپ پر ایمان لائے اور سب لوگوں نے جھٹلایا۔ پس گویا اوائل نبوت میں ہی

نبی کریم صلعم نے اعلان کیا تھا کہ میں سب لوگوں کی طرف رسول ہوں۔ باقی رہی یہ بات کہ قرآن کریم کی آیت وما ارسلناک الا کافۃ للناس یا قل یایھا الناس انی رسول اللہ الیکم جمیعا۔ یا تبارک الذی نزل الفرقان علی عبدہ لیکون للعلمین نذیرا کب نازل ہوئی تھی یہ ہماری راہ میں نہیں اور قرآن کریم کی ترتیب نزولی موجود نہیں جس سے ہم یقینی اور قطعی طور پر کہہ دیں کہ فلاں آیت فلاں وقت نازل ہوئی تھی گو یہ بھی یاد رکھنے کے قابل بات ہے کہ آیات مذکورہ بالا مکی ہیں۔

اسی کے متعلق یہ بھی یاد رکھنے کے قابل بات ہے کہ آپ کی دوسری وحی میں بھی لفظ عام ہیں قم فانذر۔ اُٹھ اور ڈرا۔ یہ نہیں فرمایا کہ اپنی قوم کو ڈرا۔ یہ نہیں کہا کہ عرب والوں کو ڈرا جس صورت میں ہم قرآن کریم کے اندر یہ پاتے ہیں کہ ہر نبی کو اپنی قوم کی طرف مبعوث کیا جاتا تھا اور اپنی قوم کو ڈرانے کا ذکر ہے۔ اپنی قوم کو تاریکیوں سے نکالنے کا ارشاد ہے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وحی میں قوم کو ڈرانے کا ذکر نہ ہونا صاف اشارہ ہے کہ آپ کو یہی حکم تھا کہ اسود و احمر کو آپ ڈرائیں۔ اس وحی کے متعلق کہا جاتا ہے کہ یہ بہت مدت بعد کی ہے۔ کیونکہ پہلی اور دوسری وحی کے درمیان تین سال فترت کے گذر گئے تھے۔ مگر یہ ثابت شدہ امر نہیں۔ کہ تین سال فترت الوحی کے گذرے ہوں۔ بلکہ ابن عباس کا تو یہ مذہب ہے جو فتح الباری میں منقول ہے کہ صرف چند یوم ہی وحی رُکی تھی۔ وتعارضہ ماجاء عن ابن عباس ان مدۃ الفترت المذکورۃ کانت ایاما یعنی اس تین یا اڑھائی سال والی روایت کا معارضہ کرتی ہے۔ وہ روایت جو ابن عباس سے ہے کہ فترۃ مذکورہ کی مدت صرف کچھ دن تھی۔ علاوہ ازیں سورہ فاتحہ بھی ابتدائی وحی ہے اور اس میں یہ لفظ الحمد للہ رب العلمین۔ سب تعریف اللہ کے لئے ہے جو سارے جہانوں (یا ساری قوموں) کا رب ہے۔ صاف ظاہر کرتے ہیں کہ جب وہ جسمانی ربوبیت ساری قوموں کی کرتا ہے تو روحانی ربوبیت ساری قوموں کی کیوں نہ کرے گا۔ قرآن کریم نے ان سارے محاورات کو چھوڑ دیا ہے۔ جو رب اسرائیل وغیرہ کی طرز کے تھے۔ اور اس کی بجائے رب العالمین کا لفظ یہی اشارہ کرنے کے لئے اختیار کیا ہے کہ یہ تعلیم ساری قوموں کے لئے ہے۔ اسی طرح پر ایسے ہی لفظ ماھو الا ذکر للعلمین۔ جن میں صراحت سے آپ کے پیغام کے عام ہونے کا ذکر ہے۔ بھی آپ کی ابتدائی وحی میں۔

آنحضرت سے پہلے کوئی نبی ساری دنیا کی طرف نہیں آیا۔

غرض یہ ختم نبوت کا سب سے پہلا امتیاز تھا کہ آپ کا پیغام کل دنیا کی طرف تھا۔ حالانکہ اس سے پہلے نبی اپنی اپنی قوم کی طرف ہی آتے رہے۔ اور کسی نے سب قوموں کی طرف ہونے کا اعلان نہیں کیا۔ حضرت مسیح کی طرف ان کے پیرو اس بات کو منسوب کرتے ہیں کہ انہوں نے

اپنے حواریوں کو فرمایا تھا کہ تم ساری دنیا میں جاؤ۔ مگر اول تو وہ حصہ جس میں یہ ذکر ہے الحاقی ثابت ہؤا ہے۔ دوسرے اس کی تردید صراحت کے ساتھ خود حضرت مسیح کے اقوال میں موجود ہے کیونکہ ایک سامری عورت کو انہوں نے فرمایا کہ یہ مناسب نہیں کہ فرزندوں کی روٹی کتوں کے آگے ڈالی جائے اور ایسا ہی ان کے الفاظ صراحت کے ساتھ موجود ہیں کہ میں صرف بنی اسرائیل کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے لئے بھیجا گیا ہوں۔ اور انہی الفاظ کی صداقت کی تائید قرآن کریم بھی فرماتا ہے ورسولا الی بنی اسرائیل یعنی بنی اسرائیل کی طرف رسول مبعوث ہوئے تھے۔ اور درحقیقت حضرت مسیح کل دنیا کی طرف ہونے کا دعوے کس طرح کر سکتے تھے جب آپ نے صاف طور پر فرما دیا کہ میں ساری تعلیم تم کو نہیں دے سکتا کیونکہ بہت باتیں ہیں جن کو تم برداشت نہیں کر سکتے اور مکمل تعلیم وہ دے گا جو میرے بعد آئے گا۔ پس یہ صاف ثابت ہوتا ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام نے کل دنیا کی طرف آنے کا کبھی دعویٰ نہیں کیا۔ ہاں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جب یہودیوں نے آپ کے پیغام کی عزت نہ کی تو آپ کے بعض پیروؤں نے دوسری قوموں کی طرف رُخ کیا۔ اور پھر شاید اپنی اس کارروائی کی تصدیق کے لئے کوئی بات حضرت مسیح کی طرف منسوب کر دی ہو۔ اور آپ کے سوائے تو کوئی نبی ایسا گذرا نہیں جس کی طرف ایسا دعویٰ منسوب کیا گیا ہو۔ لہٰذا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہی ایک نبی ہیں جو کل دنیا کی طرف مبعوث ہوئے۔ اور یہ بھی ختم نبوت پر شہادت ہے۔ کیونکہ جب ایک کامل تعلیم والا نبی کل دنیا کی طرف مبعوث ہو گیا تو اب دوسرے کے لئے یہ گنجایش نہیں کہ وہ رسالت کے لئے کھڑا ہو۔

ختم نبوت کا دوسرا امتیاز پہلی کتابوں پر ایمان

جس طرح یہ سچ ہے کہ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے کسی نبی نے کل دنیا کی طرف مبعوث ہونے کا دعویٰ نہیں کیا اسی طرح یہ بھی سچ ہے کہ کوئی نبی ایسا نہیں گذرا جس نے یہ ضروری قرار دیا ہو کہ تم دنیا کے سارے پہلے نبیوں پر ایمان لاؤ۔ یہ درحقیقت ختم نبوت کا دوسرا امتیاز ہے۔ قرآن کریم کے شروع میں ہی ہر مومن کے لئے یہ ضروری قرار دیا ہے والذین یؤمنون بما انزل الیک وما انزل من قبلک۔ وہ لوگ جو ایمان لاتے ہیں اس پر جو تیری طرف اتارا گیا اور اس پر جو تم سے پہلے اتارا گیا۔ اب اس ما انزل من قبلک میں اس تمام وحی نبوت پر ایمان لانا ضروری قرار دیا ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے نازل ہو چکی اور دوسری طرف لکل قوم ھاد کہہ کر یہ بتا دیا کہ ہدایت لانیوالے ہر قوم میں ہو چکے ہیں اس طرح پر جس قدر کل قوموں میں ہدایتیں نازل ہو چکی تھیں ان سب پر ایمان ضروری قرار دیا۔ اس سے دو طرح پر معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی تعلیم جامع تھی۔ اور آپ کے بعد کوئی نبی آنے والا نہیں تھا اول اس طرح کہ اگر آپ کی تعلیم جامع نہ ہوتی اور سارے انبیاء کی کتب قیمہ کو اپنے اندر رکھنے والی نہ ہوتی

توکیا ضرورت تھی کہ پہلی وحی پر ایمان لانا ضروری قرار دیا جاتا۔ گویا پہلے رسولوں کی متفرق قوموں میں آمد ہی اس بات کی شہادت تھی کہ سب سے آخر ایک ہی رسول کل قوموں کی طرف آنے والا ہے جس کی قبولیت کے لئے سب رسول اپنی اپنی قوموں کو تیار کرتے آئے تھے۔ دوسرے اس طرح کہ صاف الفاظ میں من قبلک کا لفظ فرمایا۔ یعنی ایمان لانا صرف اس وحی پر ضروری قرار دیا جو آپ سے پہلے نازل ہو چکی ہے۔ جس سے صاف معلوم ہوا کہ آپ کے بعد کوئی وحی ایسی نازل نہ ہونے والی تھی جس پر ایمان لانا اصول اسلام میں داخل ہو اور اس طرح پر آپ کے آخری نبی ہونے پر یہ ایک قطعی شہادت ہے۔

اب اگر کوئی شخص کہے کہ دوسری جگہ قرآن کریم ہے کل آمن باللہ وملئکتہ وکتبہ ورسلہ یعنی رسول اور مومن سب ایمان لاتے ہیں اللہ پر اور اس کے فرشتوں پر اور اس کی کتابوں پر اور اس کے رسولوں پر۔ یا یہ پیش کرے کہ لا نفرق بین احد منھم۔ سب رسولوں کو ماننا ضروری ہے۔ اور اس سے یہ استدلال کرے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جو رسول آئیں ان کا بھی ماننا ضروری ہے۔ تو یہ سراسر باطل ہے اس لئے کہ قرآن شریف نے تو اپنے منشاء کو کھول کر ما انزل من قبلک میں بتا دیا اور ما انزل من بعدک کا نام تک نہیں لیا۔ پس رسل کے لفظ میں وہی رسول داخل ہونگے جو ما انزل من قبلک کے ماتحت آتے ہیں یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے مبعوث ہو چکے ایک آیت کے دوسری آیت کے خلاف معنی نہیں لئے جا سکتے بلکہ وہی معنی لئے جائیں گے جن سے دونوں آیتوں میں تطبیق ہو۔ پس چونکہ ما انزل من قبلک میں کسی طرح بعد کی وحی داخل نہیں ہو سکتی اس لئے معلوم ہوا کہ آپ کے بعد کوئی ایسی وحی آنے والی نہیں۔ اور آپ ہی آخری نبی ہیں۔ علاوہ ازیں کل آمن باللہ وملئکتہ وکتبہ ورسلہ میں رسولوں کے ساتھ صاف طور پر کتابوں کا لفظ ہے اس لئے خود یہ آیت بھی اپنے معنی کی آپ تشریح کرتی ہے۔ ہاں بعض لوگ بالآخرۃ ھم یوقنون کے یہ معنی کرتے ہیں کہ پیچھے آنے والی وحی پر یقین رکھتے ہیں۔ اور پھر اس پیچھے آنے والی وحی سے مراد مسیح موعود کی وحی لیتے ہیں۔ جب ہم ان آیات پر غور کرتے ہیں کہ کس طرح پر قرآن کریم نے نہایت صفائی سے ان تمام اصول کو ابتدا میں ہی ذکر کر دیا ہے جن پر ایمان کی بنیاد ہے۔ اور جو انسان کو مفلح بنا سکتے ہیں۔ جن میں اول اللہ پر ایمان ہے۔ اور آخر یوم آخر پر۔ اور پھر کس طرح متعدد موقعوں پر سارے اصول اسلامی کو بیان کرنے کی بجائے اول و آخر کو بیان کر کے یومنون باللہ والیوم الآخر کو اسلام کا ہم معنی قرار دیا ہے۔ تو اس ابلغ اور محکم ترتیب کو چھوڑ کر ایک قیاسی تاویل کے پیچھے پڑنا اس کے مقابل میں کوئی مفید کوشش نہیں۔ پھر نہ صرف جو اصول اسلام بیان کئے گئے ہیں وہی الآخرۃ کے یہ عجیب و غریب معنی لے کر ناقص ٹھیرتے ہیں بلکہ دقت یہ ہے کہ الآخرۃ کے ان معنوں سے قرآن کریم کے

کئی مقامات بے معنی ٹھیرتے ہیں۔ اور سب سے بڑھ کر یہ کہ سورہ لقمان میں بعینہ یہ الفاظ اس طرح پر آتے ہیں:۔

الذین یقیمون الصلوٰۃ ویؤتون الزکوٰۃ	یعنی وہ لوگ جو نماز پڑھتے اور زکوٰۃ دیتے ہیں
وھم بالآخرۃ ھم یوقنون۔ اولئک علیٰ	اور آخرت پر وہ یقین رکھتے ہیں وہ اپنے رب کے
ھدی من ربہم واولئک ھم المفلحون	ہدایت پر ہیں اور وہی کامیاب ہیں۔

کیا یہاں بھی جیسا کہ تطبیق آیات چاہتی ہے وہی معنی الآخرۃ کے لئے جائیں گے جو سورہ بقرہ میں لئے جاتے ہیں اور اس طرح پر گویا معنی یہ ہوں گے کہ نماز پڑھنے اور زکوٰۃ دینے کے ساتھ تیسرا رکن دین کا کسی پیچھے آنیوالی وحی پر یقین رکھنا ہے۔ حالانکہ مسیح موعود کی آمد ایک وعدہ اور پیشگوئی کے رنگ میں تھی۔ اس پر ایمان بھی اجمالی ہی ہو سکتا ہے۔ مگر پیشگوئی پر یقین رکھنے کے کیا معنی۔ لیکن یہ بھی دقت ہے کہ الآخرۃ میں پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ساری پیچھے آنے والی وحی پر یقین رکھنا ضروری ہوا۔ ایک مسیح موعود کی وحی کی کیوں تخصیص کی جائے۔ بلحاظ وحی کے تو جیسی وحی مسیح موعود کی ویسی ہی دوسرے مجددین کی۔ پھر ان ساری وحیوں پر کیوں یقین رکھنا ضروری نہیں۔ اور قرآن کے الفاظ تو ہیں بما انزل الیک وما انزل من قبلک۔ اس لئے بالآخرۃ میں بھی یہی ماننا پڑے گا یعنی بما انزل بالآخرۃ لیکن جہاں ما انزل الیک سے مراد قرآن ہے اور ما انزل من قبلک سے مراد سابقہ کتب مقدسہ ہیں الآخرۃ والی کونسی کتاب ہوگی۔ کیونکہ نہ کوئی مجدد اور نہ ہی مسیح موعود کوئی کتاب لائے ہیں۔ پس جب کتاب ہی کوئی نہیں تو یقین اور ایمان کس بات پر لایا جائے گا۔ محض اس بات پر کہ آنحضرت کے بعد بھی کوئی وحی آنے والی ہے۔ سو وہ ما انزل بالآخرۃ نہیں +

غرض یہ ایک نہایت بے سود کوشش ہے۔ اور حق یہی ہے کہ بما انزل الیک وما انزل من قبلک نے اس بات کو قطعی طور پر ثابت کر دیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی ہیں۔ آپ کے بعد کوئی نبوت نہیں اور اسی نبوت کا دامن قیامت تک پھیلا ہوا ہے۔ اس لئے پہلی کتابوں پر ایمان ختم نبوت کا دوسرا امتیازی نشان ہے +

ختم نبوت کی اول وجہ تکمیل ہدایت ہے

دنیا کی کوئی کتاب نہیں جس نے یہ دعویٰ کیا ہو کہ میں نے ہدایت کو مکمل کر دیا۔ بلکہ ان کتابوں کے ہدایت کو تکمیل تک نہ پہنچانے کے اشارات کئی جگہ پائے جاتے ہیں۔ اور حضرت مسیح کے کلام میں تو صاف اور کھلا اقرار موجود ہے۔ حالانکہ اگر کوئی شخص سوائے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تکمیل ہدایت کا مدعی ہو سکتا تو وہ حضرت مسیح علیہ السلام ہی ہو سکتے۔ کیونکہ آپ کے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے

درمیان چھ سو سال ہیں تاریخ کسی نبی کے آنے کو تسلیم نہیں کرتی اس طرح پر آنحضرت صلعم سے پہلے نبی حضرت مسیح علیہ السلام ہی ہیں پس اگر کوئی شخص تکمیل ہدایت کا مدعی ہو سکتا تو حضرت مسیح ہو سکتے تھے۔ اور جو شخص تکمیل ہدایت کا مدعی ہو اس کے بعد بیشک نبی کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔ اور وہی آخری نبی دنیا کا قرار پانا چاہئے۔ کیونکہ اس کے وجود میں اصل غرض پوری ہو جاتی ہے۔ نبیوں کے دنیا میں آنے کی ضرورت یہی ہے کہ وہ منجانب اللہ ہدایت پاکر لوگوں تک پہنچا دیں۔ اور یہ ہدایت جیسا کہ دنیا کی مختلف قوموں کی ضرورت تقاضا کرتی تھی۔ ہر قوم کی حالت اور زمانہ کے مطابق نازل ہوتی رہی۔ مگر کامل طور پر کسی ایک نبی پر وہ نازل نہ ہوئی اور جب تک ہدایت کامل نہ ہو جائے اس وقت تک نبیوں کی آمد کا سلسلہ ختم نہیں ہو سکتا۔ پس خاتم النبیین یا دنیا کا آخری نبی ہونے کا دعویٰ اسی نبی کو سزاوار ہے جو تکمیل ہدایت کردے۔ اور ایسے جامع اصول ہدایت کے بیان کردے کہ اس کے بعد پھر اور اصول کی ضرورت دنیا کو نہ رہے اور دنیا کی ہر ایک قوم ان سے فائدہ اٹھا سکے۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے نبی چونکہ حضرت مسیح ہی ہیں اس لئے حضرت مسیح اگر یہ دعویٰ کرتے کہ انہوں نے ہدایت کی تکمیل کردی تو پھر جو کچھ جی چاہتا۔ ان کے پیرو ان کو بناتے۔ البتہ ایک بات کے وہ ضرور حقدار ہو جاتے کہ پھر وہی دنیا کے آخری نبی ٹھیرتے اور آپ کے بعد کسی نبی کے آنے کی ضرورت نہ ہوتی۔ اور اس لئے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پھر نبی نہ ہو سکتے تھے کیونکہ تکمیل ہدایت کے ساتھ تو نبوت کی ضرورت ہی اُٹھ جاتی۔ مگر کیا شان خداوندی ہے کہ حضرت مسیح کے منہ سے وہ کلمات نکلوا دیئے ہیں جو ہمیشہ کے لئے اس ضرورت کو بآواز بلند پکار کر بیان کریں گے کہ مسیح کے بعد دنیا کو ایک اور نبی کی ضرورت تھی اور جب تک وہ نہ آتا سارا سلسلہ نبوت ہی باطل ٹھیرتا۔ کیونکہ اصل غرض یعنی تکمیل ہدایت جس کے بغیر نسل انسانی اپنے اصلی کمال کو حاصل نہ کر سکتی تھی۔ پوری ہی نہ ہوتی۔ اور وہ الفاظ یہ ہیں کہ "میری اور بہت سی باتیں ہیں کہ میں تمہیں کہوں پر اب تم اس کی برداشت نہیں کر سکتے" اگر صرف اس قدر الفاظ بھی حضرت مسیح کے ہوتے تو بھی یہ لفظ دنیا کو مجبور کرتے کہ وہ ابھی ایک اور نبی کی راہ تکتے رہیں کیونکہ مسیح مقر ہیں کہ وہ تکمیل ہدایت نہیں کر گئے۔ لیکن مسیح نے نہ صرف اپنے متعلق ہی اعتراف کیا۔ بلکہ اس عظیم الشان ضرورت کو بھی کھول کر بیان کردیا کیونکہ ساتھ ہی وہ فرماتے ہیں "لیکن جب وہ یعنی روح حق آوے تو وہ تمہیں ساری سچائی کی راہ بتادے گی" دیکھو اس پاک دل انسان نے کس صفائی سے بیان کردیا کہ ابھی ایک اور کی ضرورت ہے۔ جو سچائی کی ساری راہیں بتادے یعنی تکمیل ہدایت کرے۔ پس نہ صرف حضرت مسیح کا جو ایک ہی شخص دنیا کی تاریخ میں ہیں جو تکمیل ہدایت کا دعویٰ کر سکتے تھے یہ اعتراف موجود ہے کہ آپ تکمیل ہدایت نہیں کر سکے بلکہ ساتھ ہی

یہ بھی ہے کہ تکمیل ہدایت کرنے والی ایک روح حق کا آنا ضروری ہے۔ وہ روح حق جب آئی تو اس نے پکار کر کہہ دیا۔ جاء الحق۔ لو وہ روح حق آ گئی جس کی دنیا کو انتظار تھی۔ جس کے بغیر انسان کی پیدائش ہی عبث ٹھہرتی ہے کیونکہ انسان اپنے اعلیٰ سے اعلیٰ کمال کو نہ پا سکتا۔ اور جیسا کہ چاہئے تھا اس روح حق نے اپنا پیغام پورے طور پر دنیا کو پہنچا کر آخر یہ اعلان کر دیا جو دنیا کی تاریخ میں ایک ہی اعلان ہے اور ایک ہی رہے گا جس کے مقابل نہ کبھی کسی نے آواز اٹھائی نہ کوئی اٹھا سکے گا۔ الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی۔ آج کے دن وہاں دنیا کی تاریخ میں یہ پہلا دن تھا) میں نے تمہارے لئے تمہارا دین کامل کر دیا اور اپنی نعمت کو تم پر پورا کر دیا۔ شریعت بھی کامل ہو گئی اور ہدایت بھی تمام وکمال آ گئی۔ اگر دنیا کی تاریخ میں کوئی عید کا دن کہلا سکتا ہے تو وہ یہی دن تھا اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ اس دن کو خوب جانتے تھے کہ یہ دنیا کی تاریخ میں ایک ہی یادگار کا دن ہے۔ چنانچہ صحیح بخاری میں اس آیت کی تفسیر میں ہے:۔

قالت الیہود لعمر انکم تقرؤن اٰیۃ لو نزلت فینا لاتخذناھا عیدا فقال عمر انی لاعلم حیث انزلت واین انزلت واین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حین انزلت یوم عرفۃ وانا واللہ بعرفۃ قال سفیان واشک کان یوم الجمعۃ ام لا الیوم اکملت لکم دینکم۔	یہودیوں نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کہا۔ تم لوگ ایک آیت پڑھتے ہو اگر وہ ہمارے بارہ میں نازل ہوتی تو ہم اسے عید بنا لیتے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا میں خوب جانتا ہوں وہ کس طرح نازل ہوئی اور کہاں نازل ہوئی اور جب نازل ہوئی تو رسول اللہ صلعم کہاں تھے۔ یہ عرفہ کا دن تھا اور خدا کی قسم ہم بھی عرفہ میں تھا۔ سفیان (اس حدیث کا دوسرا راوی) کہتا ہے مجھے شک ہے یہ جمعہ کا دن تھا یا نہیں وہ آیت الیوم اکملت لکم دینکم ہے

یہ بے شک عید کا دن تھا اور کیا عجیب اتفاق ہے کہ اس کا نزول ایک ایسے موقعہ پر ہوتا ہے۔ جب ایک لاکھ چوبیس ہزار صحابی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حجۃ الوداع میں مصروف تھے۔ اور اس عظیم الشان میدان میں تھے جو عرفات کا میدان کہلاتا ہے۔ اس کے بعد ہی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ مشہور خطبہ پڑھا جس کے آخر پر تین دفعہ فرمایا۔ الاھل بلغت۔ اچھی طرح سن لو کیا میں نے تم کو پیغام پہنچا دیا۔ اور وہ میدان اللھم نعم کی آواز سے گونج اٹھتا تھا۔ مسلمانوں کے لئے واقعی یہ عید کا دن تھا۔

ختم نبوت کی دوسری وجہ حفاظت ہدایت

گو دنیا کی تاریخ میں اکملت لکم دینکم کا نظارہ ایک ہی نظارہ تھا مگر یہ نظارہ دل خوش کن نہ ہوتا اگر اس کے ساتھ یہ تسلی نہ ہوتی کہ اس کمال کو کبھی زوال نہیں آئے گا۔ دنیا کی تاریخ میں بڑی بڑی ہدائتیں آئیں۔ نسل انسانی کے فائدہ کے لئے بہت کچھ خدا نے بھیجا۔ مگر انسان کے ہاتھوں نے اسے بسا اوقات بگاڑا۔ جس قدر مقدس کتابیں دنیا کی تاریخ میں نظر آتی ہیں وہ سب کی سب بلا استثنا تحریف کا شکار

ہوئیں۔ان کتابوں کا کیا ذکر ہے جن کی تاریخ پر ہزاروں سال گذر گئے۔ وہ جو قرآن کریم کے نزول سے چھ سو سال پہلے کی تھی اس کی بھی وہ حالت ہوئی کہ اصل کتاب کا پتہ ہی نہیں۔مسیح کی انجیل کی جگہ چار انجیلوں نے لے لی۔اصل تعلیم کہاں محفوظ رہتی۔ایک عاجز بندے کو جو خدائے ذوالجلال کی قدوسیت کے سامنے شرمندہ ہو کر نیک کہلانے سے بھی انکار کرتا تھا اس ذوالجلال کے پہلو بہ پہلو بٹھایا گیا بلکہ خدا بیٹے کو خدا باپ سے بہتر اوصاف کا مجموعہ بڑی طاقتوں کا مالک قرار دیا گیا۔اسی سے اندازہ کرلو کہ پہلی کتابوں کا کیا حال ہؤا ہوگا۔پس محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب وہ بار بار یحرفون الکلم عن مواضعہ خدا کے کلام میں پڑھتے کیسا درد ہوتا کہ کہیں اس مکمل ہدایت نامہ کا بھی دنیا کے لوگوں کے ہاتھوں وہی حال نہ ہو جو پہلی کتابوں کا حال ہؤا۔اگر خدا کی طرف سے بار بار یہ وعدہ نہ مل چکا ہوتا۔ انہ لقرآن کریم فی کتاب مکنون بل ھو قرآن مجید فی لوح محفوظ اور بالآخر جب خدا کا وعدہ کھلے الفاظ میں مل گیا کہ پہلی کتابوں کی طرح قرآن کی حفاظت کا کام ہم نے انسانی ہاتھوں میں نہیں چھوڑا کیونکہ گو پہلی کتابیں بھی خدا کا کلام ہی تھا مگر ان کی ضرورت دنیا کو ایک وقت کے لئے تھی۔پر اس مکمل ہدایت نامہ کی ضرورت ہمیشہ کے لئے ہے۔اور اس کے ایک حرف کے ادھر اُدھر ہونے سے نسل انسانی کو ایک ناقابل تلافی نقصان ہمیشہ کے لئے پہنچیگا۔کیونکہ اب آخری نبی کے بعد کوئی دوسرا نبی نہیں آسکتا جو اس قسم کی غلطی کو دور کردے اس لئے خدا نے فرمایا کہ اس کی حفاظت کا انتظام ہم نے اپنے ہاتھ میں لے لیا ہے انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون ہم نے ہی تو اس ذکر کو (جو نسل انسانی کے حقیقی شرف و عزت کا باعث ہے۔جیسا کہ ذکر کے معنی سے ظاہر ہے) اتارا اور ہم ہی اس کی یقیناً حفاظت کرینگے سو اس وعدہ خداوندی نے ختم نبوت کی دوسری وجہ کو بتا دیا۔اور یوں ایک طرف ہدایت کو کامل کرکے اور دوسری طرف اس کی حفاظت کا وعدہ فرما کر نئی نبوتوں کا دروازہ بند کردیا اور محمد رسول اللہ صلعم کے چشمہ نبوت کو قیامت تک دنیا کے سیراب کرنے کے لئے کافی قرار دیا اور اس آفتاب کی کامل روشنی ہوتے ہوئے اور کسی چراغ کی ضرورت باقی نہ رہنے دی۔

چونکہ ضرورت نبوت باقی نہ رہی اسلئے نبوت ختم ہوئی۔

ہر ایک چیز کا انحصار ضرورت پر ہوتا ہے۔مثلاً جو لوگ یہ مانتے ہیں کہ صرف شریعت کا دروازہ بند ہے اور غیر تشریعی نبوت مگر نبوت کاملہ کا دروازہ کھلا ہے۔ان سے اگر یہ دریافت کیا جاوے کہ آخر شریعت کا دروازہ کیوں بند ہؤا تو یہی جواب دیں گے کہ شریعت کی قرآن کریم نے تکمیل کردی۔اس لئے اب چونکہ کسی جدید حکم شریعت کے آنے کی ضرورت نہیں رہی اس لئے شریعت کا باب مسدود ہوگیا۔تو جس طرح تکمیل شریعت سے باب شریعت مسدود ہوگیا بعینہ اسی طرح تکمیل نبوت سے باب نبوت مسدود ہوگیا

بالفاظ دیگر اگر اب نبی آجائے تو آنحضرت صلعم کی نبوت ناقص ہوئی جو بالبداہت باطل ہے +

عملی رنگ میں سلسلہ نبوت کا انقطاع ہو چکا

یہ بھی غور کا مقام ہے کہ اگر ضرورت باقی تھی تو پھر تیرہ سو سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کیوں خالی گذر گئے۔ دنیا کی تاریخ میں صرف ایک ہی زمانہ چھ سو سال کا بغیر کسی نبی کے آنے کے پایا جاتا ہے۔ اور وہ وہ زمانہ ہے جو فترت رسل کا عظیم الشان زمانہ ایک نشان کے طور پر رکھا گیا کہ تا دنیا کی آنکھیں اس کے انتظار میں لگ جائیں اور اس کی راہ کو تکیں جو نسل انسانی کا فخر، نسل انسانی کی تکمیل کرنے والا آنے والا تھا۔ جس پر آکر سلسلہ نبوت نے اپنے کمال کو حاصل کرنا تھا اور جو اس سلسلہ کا انتہائی مقام تھا۔ جہاں پہنچکر انسان کے لئے آگے بڑھنے کی گنجائش نہیں۔ ہاں صرف ایک رسول کے لئے دنیا کو۔ ساری دنیا کو کیونکہ وہ ساری دنیا کے لئے آنے والا تھا۔ چھ سو سال انتظار کرنا ضروری ہؤا ورنہ دنیا کی تاریخ میں کہیں کوئی نبی کہیں کوئی نبی آتے ہی رہے۔ پس یہ چھ سو سال کا انتظار جب اتنے عظیم الشان انسان کے لئے ہوتا ہے تو اب دو ہی صورتیں ہیں یا تو تیرہ سو سال کے انتظار کا نتیجہ یہ ہو کہ محمد رسول اللہ صلعم سے بھی بہت بڑھ کر کمالات کا انسان آئے جس کو کوئی مسلمان اپنے ایمان کی رو سے ایک لمحہ کے لئے بھی تسلیم نہیں کر سکتا اور یا یہ انقطاع نبوت پر قطعی شہادت ہو اور یہی سچ ہے۔ اور یہ اللہ تعالیٰ کی فعلی شہادت ہے کہ آنحضرت صلعم آخری نبی ہیں اور واقعات عالم نے آپ کے آخری نبی ہونے پر مہر لگا دی۔ اور دنیا کی تاریخ آج باواز بلند پکار رہی ہے کہ آنحضرت صلعم کے بعد اس قسم کا انسان دنیا میں کوئی نہیں ہؤا جو تاریخ عالم میں انقلاب پیدا کر دیا کرتے تھے +

آپ کو خاتم النبیین کہنے سے کیا مراد ہے

اسی لئے اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں فرمایا ما کان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ و خاتم النبیین وکان اللہ بکل شئ علیما۔ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں۔ لیکن اللہ کے رسول اور نبیوں کے خاتم ہیں اور اللہ ہر ایک چیز کا جاننے والا ہے۔ اس آیت میں تین بیان ہیں اوّل یہ کہ آنحضرت صلعم مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں۔ دوم یہ کہ آپ اللہ کے رسول ہیں اور سوم یہ کہ آپ خاتم النبیین ہیں۔ ظاہر ہے کہ ان تین باتوں میں کوئی باہم تعلق ہے۔ اور وہ تعلق یوں ہے کہ اول آپ کے مردوں کے باپ ہونے یا بلحاظ نسب ابوت کی نفی کی کیونکہ نسب مرد سے چلتی ہے نہ عورت سے اور پھر اس کے بعد لاکن حرف استدراک لاکر کہا کہ آپ رسول اللہ ہیں یعنی ایک قسم کی ابوت آپ کو حاصل بھی ہے اور وہ وہ ابوت ہے جو ہر رسول کو اپنے پیرووں کے حق میں حاصل ہوتی ہے۔ بالفاظ دیگر گو سلسلہ نسب جسمانی تو آپ سے نہیں چلتا مگر سلسلہ نسب روحانی آپ سے چلتا ہے تو گویا آیت کے اس حصہ کے ما کان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ کے یہ معنے ہوئے

کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سلسلہ نسب جسمانی نہیں چلتا لیکن سلسلہ نسب روحانی چلتا ہے۔ یہانتک بات صاف ہے۔ اس کے بعد فرمایا وخاتم النبیین جس میں ظاہر ہے کہ عام رسولوں سے بڑھ کر آپ کو کوئی حیثیت دی ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ ہر رسول کے بعد دوسرا رسول آ جانے سے پہلے رسول کا سلسلہ نسب روحانی منقطع ہو جاتا تھا۔ کیونکہ جب ایک نبی کے بعد دوسرا نبی آجاتا تو اب مطاع اور مرجع وہ دوسرا نبی ہوتا اور اسی سے فیوض حاصل کئے جاتے اور یوں سلسلہ روحانی میں ابوت کی نسبت اس دوسرے نبی کو حاصل ہو جاتی جیسے نبی اسرائیل میں ہوتا رہتا تھا تو اس لئے رسول اللہ کہنے سے یہ شبہ وارد ہوتا تھا کہ سلسلہ نسب روحانی جو آپ کے ذریعہ سے قایم کیا جاتا ہے کیا وہ بھی ایک وقت کے بعد منقطع ہو جائیگا اور آپ کی جگہ کوئی دوسرا رسول یا نبی آجائے گا جو آیندہ مومنوں کا بن کر مرجع فیوض روحانی ہو جائے اور نسبت ابوت روحانی بجائے محمد رسول اللہ کے اس دوسرے رسول کی طرف منتقل ہو جائے تو اس کا جواب خاتم النبیین میں دیا ہے کیونکہ خاتم النبیین کے معنے ہیں آخری نبی جس کے بعد اور کوئی نبی نہ آئے گا۔ تو پس یوں فرمایا کہ سلسلہ نسب جسمانی تو آپ کا منقطع کیا گیا مگر اس کی جگہ ایک بے نظیر سلسلہ نسب روحانی قایم کیا گیا جو تا قیامت منقطع نہ ہوگا۔ اس جگہ اس بات کو اچھی طرح سمجھ لینا چاہئے کہ جو لوگ رسولوں کا کامل طور پر اتباع کرتے ہیں وہ ان سے ایک نسبت فرزندیت پیدا کر لیتے ہیں۔ یعنی جس طرح بیٹا باپ سے بعض صفات میں اشتراک اور ایک مشابہت رکھتا ہے۔ اسی طرح نبی کے کامل متبع نبی سے ایک گونہ مشابہت پیدا کر لیتے ہیں اور نبی کے بعض صفات کو ظلی طور پر اپنے اندر لے لیتے ہیں سو وہ لوگ جو رسولوں کی اتباع سے اس مقام پر پہنچ جاتے ہیں وہ ان رسولوں کے روحانی فرزند کہلاتے ہیں۔ اور اسی لئے بعض وقت ایک لطیف استعارہ کے رنگ میں خدا کے فرزند کا نام بھی انسانوں پر آگیا ہے۔ مگر اس سے حقیقت مراد نہ تھی۔ غرض نبی سب بھائی ہیں اور جو لوگ ان نبیوں کے اتباع سے مرتبہ کمال کو حاصل کرتے ہیں وہ ان کے روحانی فرزند ہیں۔ تو یہاں درحقیقت اللہ تعالیٰ نے دو سلسلوں کی طرف توجہ دلائی ہے ایک جسمانی سلسلہ اور ایک روحانی سلسلہ۔ جسمانی سلسلہ میں حضرت آدم ابوالبشر ہیں۔ ان سے نسل انسانی چلی۔ مگر انسان کا کمال حقیقی جسمانی سلسلہ سے نہیں ہے بلکہ روحانی سلسلہ سے ہے اور سب رسول اس روحانی سلسلہ میں والد کا مرتبہ رکھتے ہیں کہ ان کی روحانی اولاد آگے چلتی ہے اور آپس میں رسول سب بھائی ہیں مگر اُن کے متبع ان کی پیروی کرنیوالے ان کے بھائی نہیں بلکہ ان کے فرزند ہیں تو اب سب رسولوں کو کچھ نہ کچھ روحانی اولاد دی گئی۔ مگر چونکہ نسل انسانی کا حقیقی کمال حضرت محمد مصطفےٰ احمد مجتبےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اطہر سے وابستہ تھا۔ اور روحانی اولاد کے بارے میں آپ درحقیقت ایک معنی میں اکیلے ہی

ابو البشر ہونے والے تھے۔ کیونکہ آپ کی روحانی اولاد ہمیشہ کے لئے چلنے والی تھی۔ پس ایک طرف دوسرے رسولوں اور نبیوں کی سب روحانی اولاد منقطع ہو جاتی ہے اور دوسری طرف حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں کہ ان کی روحانی اولاد کبھی منقطع نہیں ہوتی۔ پس جسمانی سلسلہ کے انقطاع میں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فرزندوں سے چل سکتا تھا درحقیقت یہ اشارہ فرمایا کہ اس انقطاع کے بالمقابل اس کی روحانی اولاد کا سلسلہ تا قیامت ہم نے قائم کر دیا ہے۔ اور اسی کی طرف لفظ خاتم النبیین سے اشارہ کر دیا۔

خاتم النبیین کے معنے

لفظ خاتم کے معنے مہر بھی ہیں اور آخری بھی مگر جب خاتم کا لفظ کسی قوم کی طرف مضاف ہو تو اس کے معنے صرف آخری آتے ہیں۔ چنانچہ لغت اس پر شاہد ہے کہ خاتم القوم کے معنے آخرھم ہیں اور کچھ نہیں پس خاتم النبیین کے حقیقی معنے سوائے آخری نبی کے اور کچھ نہیں ہو سکتے۔ البتہ لفظ خاتم کے اختیار کرنے میں ایک لطیف اشارہ بھی ہے۔ یعنی یہ کہ آپ نبیوں پر مہر ہیں لیکن نبیوں پر مہر یا نبیوں کی مہر ہونے کا یہ مفہوم لینا کہ اب آئندہ آپ کی مہر سے نبی بنا کریں گے بالکل بے معنی بات ہے۔ نبیوں پر مہر یا نبیوں کی مہر اگر معنے لئے بھی جائیں تو اس سے مراد صرف یہی ہو سکتی ہے کہ جو کام دنیا میں نبی کیا کرتے تھے یعنی تکمیل نفس انسانی وہ کام اب آئندہ آپ کیا کرینگے یعنی حصول کمال صرف آپکی پیروی سے ہوگا اور آپکے بعد کوئی دوسرا ایسا انسان پیدا نہیں ہوگا کہ اس کی اتباع سے کمال حاصل ہو سکے اور ایک ہی شخص ہمیشہ کیلئے اس امر کا مجاز قرار دیا گیا ہو کہ اسکے اتباع سے تکمیل نفس انسانی ہو سکتی ہے مگر اس کا مطلب بھی سوائے اسکے کچھ نہیں کہ آپ آخری نبی ہیں آپکے بعد کوئی دوسرا نبی نہیں۔ اسلئے خدا تعالیٰ کے پر حکمت کلام نے ایک ایسا عجیب لفظ اختیار کیا ہے جس میں دونوں پہلو مضمر ہیں۔ آپ نبیوں کی خاتم ہیں یعنی جو کام نبی کیا کرتے تھے وہ اب ہمیشہ کے لئے آپ کے افاضہ کمال سے ہوا کرے گا۔ اور آپ نبیوں کے خاتم ہیں۔ اس لئے کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہ آئے گا اگر آپ کے بعد نبی آجائے۔ تو آپ کے اس کام کا انقطاع ہو جاتا ہے جو نبی کیا کرتے تھے۔ اس لئے آپ پہلے معنوں میں بھی خاتم النبیین نہیں رہ سکتے اور اگر آپ کے روحانی فیض سے کامل انسان پیدا نہ ہوں تو پھر آخری نبی بھی نہیں ہو سکتے غرضیکہ خاتم کا پر حکمت لفظ اللہ تعالیٰ نے دونوں باتوں کا ذکر کرنے کو اختیار فرمایا ہے آپ کے بعد کوئی نبی بھی نہیں اور آپ کے روحانی فیض سے ہمیشہ کے لئے انسان کامل پیدا ہوا کرینگے یعنی نبیوں پر مہر کا کام آپ آئندہ ہمیشہ کے لئے دیں گے۔ فیض نبوت سے جو کچھ ملتا تھا وہ اب آپ کی ہی وساطت سے ملے گا نہ کسی اور کی۔ یہی وجہ ہے کہ ساری امت محمدیہ نے لفظ خاتم النبیین سے ایک ایسے اجماعی رنگ میں جس کی نظیر بہت ہی کم نظر آتی ہے۔ یہی مراد لی ہے کہ آپ سلسلہ نبوت کی آخری کڑی ہیں۔ اور عمارت نبوت کی آخری اینٹ۔ اور جو کچھ حضرت مسیح موعود نے بعض جگہ لکھا ہے

کہ آپ نبیوں کی مہر ہیں وہ بھی درحقیقت یہی ہے۔ جیسا کہ میں نے اوپر صفائی سے بیان کر دیا ہے۔ قلت تدبر سے بعض لوگوں نے یہ سمجھ لیا ہے کہ حضرت مسیح موعود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری نبی ہونا اس آیت کی بنا پر نہیں مانتے۔ حالانکہ یہ بالکل غلط ہے۔ جیسا کہ کثیر حوالجات سے ظاہر ہے۔ جو دوسری جگہ درج ہیں +

آپ کب سے خاتم النبیین تھے

یہ ایک اور غلط فہمی ہے جو قلت تدبر سے پیدا ہوتی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ آپ کو تدریجاً ترقی ملی۔ پہلے دن ہی آپ خاتم النبیین نہ تھے۔ حالانکہ علمائے اُمت نے کبھی اس بات کو تسلیم نہیں کیا کہ نبوت میں بھی تدریج ہوتی ہے۔ نبوت اکتسابی چیز نہیں۔ جو اس میں تدریج کا خیال درست ہو۔ یہ وہبی چیز ہے خاتم النبیین آپ کب ہوئے؟ میں کہتا ہوں جس دن آپ نبی ہوئے اسی دن خاتم النبیین ہوئے کیونکہ خاتم النبیین کے لفظ میں دو ہی مفہوم ہیں اول یہ کہ آپ آخری نبی ہیں۔ دوسرے یہ کہ آپ کی اتباع سے وہ کمالات اب آئندہ بلا انقطاع ملا کریں گے جو پہلے متفرق نبیوں کی وساطت سے ملتے تھے۔ پھر سوال کیا جاتا ہے کیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کا علم تھا کہ آپ خاتم النبیین ہیں۔ یا مدینہ میں سورہ احزاب میں خاتم النبیین والی آیت کے نازل ہونے سے آپ کو پتہ لگا۔ اس کا جواب بھی یہی ہے جو میں پہلے دے چکا ہوں۔ اگر آپ کو ان دونوں باتوں کا علم تھا کہ آپ آخری نبی ہیں۔ اور آپ کے کمالات کا فیض تا قیامت منقطع نہیں ہوگا تو ختم نبوت کے اصل مفہوم سے آپ آگاہ تھے۔ اور بہرحال کام تو آپ خاتم النبیین کا کر رہے تھے۔ یعنی آپ کی تعلیم وہ کامل تعلیم تھی جس میں کسی قسم کا نقص نہ رہتا تھا۔ جو ہدایت نازل ہوتی تھی وہ کامل رنگ میں نازل ہوتی تھی۔ گو کل معاملات پر ان ہدایات کا حاوی ہو جانا وابستہ تھا۔ اس بات سے کہ آپ کا کام پورا ہو جائے۔ پھر یہ بھی آپ جانتے تھے کہ آپ کل دنیا کی طرف مبعوث ہیں۔ اور یہ تو ظاہر ہے کہ نبوت کے فیض سے جس مرتبہ پر انسان پہنچتا ہے وہاں پہنچانے کے لئے ہی آپ لوگوں کو اپنی طرف بلاتے تھے۔ بااین ہمہ میں کہتا ہوں کہ نبی کے علم میں تو زیادتی ہوتی رہتی ہے رب زدنی علما مگر نبوت کے منصب میں کوئی ترقی نہیں ہوتی یعنی یہ کہ آج نصف نبوت ملی ہے تو کل ساری مل جائے گی۔ آج چھوٹے نبی بنائے گئے ہیں تو کل بڑے بنا دیئے گئے۔ نہ یہ ہوتا ہے کہ انسان کو نبوت کے منصب پر کھڑا کر دیا گیا ہو اور اسے علم نہ ہو کہ میں نبی ہوں۔ اور میں کہتا ہوں کہ جب یہود و نصاریٰ کو یہ علم تھا کہ آپ آخری نبی ہیں اور یہ علم ان کو اس وقت بھی تھا کہ جب آپ مکہ معظمہ میں تھے۔ تو کیا اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ علم نہ دیا تھا۔ نجاشی کس بنا پر مسلمان ہوا؟ کیا وہ نہ جانتا تھا کہ جو نبی اب آنے والا ہے وہی آخری نبی ہے۔ جس کے متعلق پیشگوئیاں پہلی کتابوں میں ہیں۔ اور پھر جب

ختم نبوت کے مناسب حال سب امور آپ میں جمع ہو گئے تو خاتم النبیین بھی آپ ساتھ ہی بن گئے۔ ہاں خدا کے کلام میں بعض باتوں کا بعض خاص اوقات میں نازل ہونا اس کی غرض تو خود اللہ تعالیٰ نے بتا دی کذالک لنثبت بہ فؤادک۔ یعنی قرآن کریم کو وقتاً فوقتاً تھوڑا تھوڑا کر کے اس لئے نازل کیا ہے کہ تیرے دل کو ثبات ملے۔ یوں تو یہ کیسی بے ترتیب سی بات معلوم ہوتی ہے کہ قرآن کی حفاظت کا وعدہ مکہ میں ہوتا ہے جو ختم نبوت کا ایک جزو ہے۔ خود ختم نبوت کی آیت سورۂ احزاب میں نازل ہوتی ہے۔ گو ابھی تک تکمیل ہدایت کی آیت نازل نہیں ہوئی۔ بلکہ وہ حجۃ الوداع میں آپ کی وفات سے صرف ۸۲ روز پیشتر نازل ہوتی ہے۔ الیوم اکملت لکم دینکم۔ اب ایک ناسمجھ یہ اعتراض کر سکتا ہے کہ خاتم النبیین پہلے بن گئے اور تکمیل دین پیچھے ہوئی۔ اصل بات یہ ہے کہ ہر ایک امر کا نزول ایک وقت کو چاہتا تھا۔ جب ابھی حفاظت قرآن کا وعدہ نازل نہیں ہوا تھا تب بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اسی طرح حفاظت کا اہتمام فرماتے تھے جیسا بعد میں۔ حفاظت قرآن کا وعدہ تو درحقیقت کفار کی انتہائی کوششوں کا چونکہ جواب بھی تھا اس لئے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلہ میں آپ کو تباہ کرنے کے لئے انتہائی درجہ کی کوشش کی گئی تو بطور تسلی اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا کہ یہ قرآن ضائع نہیں ہو سکتا۔ مگر اس موقع پر تسلی دینے کے لئے جو الفاظ اختیار فرمائے۔ وہ ایسے تھے کہ اس میں نہ صرف اس وقت کی حفاظت بلکہ ہمیشہ کے لئے ہر قسم کی حفاظت کا وعدہ فرمایا ختم نبوت کے ذکر کا بھی ایک موقعہ تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادہ ابراہیم فوت ہو چکے تھے۔ زید کو لوگ آپ کا متبنٰی کہا کرتے تھے زید نے زینب کو طلاق دے دی۔ آنحضرت صلعم نے حکم الٰہی کے ماتحت زینب سے نکاح کیا جو تعلق ابوت کا لوگوں کے ذہن میں اس کے ساتھ تھا وہ بھی نہ رہا اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہم نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس لئے نہیں بھیجا کہ جسمانی فرزند بھی اس کے ہوں، اور آپ کا کوئی سلسلہ نسب جسمانی بھی چلے۔ بلکہ ہم نے تو اس کو آخری نبی بنایا ہے تاکہ اس کی روحانی اولاد کا سلسلہ کبھی دنیا میں منقطع نہ ہو۔ اور چونکہ آپ کو ایک وسیع سلسلہ اولاد روحانی کا دیا گیا ہے اس لئے اور اس بات کو ظاہر کرنے کے لئے کہ جسمانی اولاد اور جسمانی تعلقات کچھ چیز نہیں ہم نے اس کو تمہارے مردوں میں سے کسی کا باپ نہیں بنایا۔ گویا خدا کی نظر میں یہ تعلقات کچھ وقعت نہیں رکھتے۔ ورنہ ایسا عظیم الشان انسان جس کو آخری نبی بنا کر اللہ تعالیٰ نے اس کے روحانی فرزندوں کا سلسلہ قیامت تک وسیع کیا اور لاکھوں کروڑوں کی تعداد میں روحانی فرزند عطا فرما دیئے۔ تو اگر اس کی نظر میں جسمانی فرزندیت کی کچھ وقعت ہوتی تو یہ بھی دے دیتا۔

ختم نبوت از روئے حدیث

قرآن کریم نے جس وضاحت سے ختم نبوت کے مسئلہ پر روشنی ڈالی ہے اور اس کے وجوہات بھی بتا دیئے کہ سلسلہ نبوت کو ختم کرنے کے وجوہات کیا ہیں۔ اس کے بعد کوئی شخص محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دنیا میں آخری نبی ہونے میں شبہ نہیں کر سکتا اب میں اسی کی مزید تائید احادیث سے پیش کرتا ہوں۔ سب سے پہلے ہم متفق علیہ حدیثوں کو لیتے ہیں جن پر جرح کی گنجائش نہیں :۔

عن سعد بن ابی وقاص قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لعلی انت منی بمنزلۃ ھارون من موسیٰ الا انہ لا نبی بعدی۔

سعد بن ابی وقاص سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے علی کو فرمایا تو مجھ سے اس مرتبہ پر ہے جیسے ہارون موسیٰ سے فرق یہ ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

اس حدیث کا مطلب سمجھنے کیلئے سب سے پہلے یہ دیکھنا ہے کہ ہارون کو موسیٰ سے کیا نسبت تھی اس میں تو کچھ شبہ نہیں کہ شریعت بنی اسرائیل میں صرف حضرت موسیٰ ہی لائے۔ جیسا کہ چالیس دن کے لئے ان کا طور پر جانا اور ہارون کو پیچھے اپنی جگہ پر چھوڑ جانا ثابت کرتا ہے اس لئے تشریعی اور غیر تشریعی نبی کی اصطلاح پر پرکھا جائے جو میاں محمود احمد صاحب نے قائم کی ہے تو موسیٰ صاحب شریعت نبی تھے اور ہارون غیر صاحب شریعت (درحقیقت حضرت ہارون کا کیا مرتبہ تھا یہ میں دوسری جگہ بتا چکا ہوں) تو پس موسیٰ اور ہارون میں نسبت یہ تھی کہ نبی تو دونوں تھے مگر موسیٰ صاحب شریعت اور ہارون غیر صاحب شریعت اب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت علی کا اپنی نسبت سے وہی مرتبہ قائم کرتے ہیں جو حضرت ہارون کا موسیٰ کے ساتھ تھا۔ مگر ایک استثنا کرتے ہیں اگر یہ استثنا نہ ہوتا تو جس طرح موسیٰ صاحب شریعت نبی تھے اور ہارون غیر صاحب شریعت۔ اسی طرح پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صاحب شریعت نبی ہوتے اور حضرت علی غیر صاحب شریعت نبی تو اس صورت میں یعنی اگر حدیث صرف اسی قدر ہوتی انت منی بمنزلۃ ھارون من موسیٰ تو یہ نتیجہ نکل سکتا تھا کہ شاید آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ مراد ہے کہ نبوت غیر تشریعی میرے بعد جاری رہے گی جیسے موسیٰ کے ساتھ ہارون ایک غیر تشریعی نبی تھے۔ اسی طرح تم بھی اے علی ایک غیر تشریعی نبی ہو پس اب یہ دیکھنا ہے کہ جس صورت میں الا انہ لا نبی بعدی کے استثنا کو چھوڑ کر نبوت غیر تشریعی کا سلسلہ مانا جا سکتا تھا اس استثنا نے آ کر کیا کام کیا۔ استثنا نے آ کر اس غیر تشریعی نبی کے امکان کو بھی دور کر دیا کیونکہ اگر یہ نہ مانیں تو حدیث بے معنی ٹھہرتی ہے۔ غیر تشریعی نبی کے آنے کا امکان تو اس صورت میں باقی ہوتا۔ جب آپ اسی قدر فرماتے انت منی بمنزلۃ ھارون من موسیٰ۔ لیکن چونکہ صرف اسی قدر کہنے سے یہ خیال گذر سکتا تھا کہ شاید جسطرح ہارون غیر تشریعی نبی تھے اور موسیٰ صاحب شریعت اسی طرح حضرت علی بھی آپ کے ساتھ ایک غیر تشریعی نبی ہوں تو اس امکان کو دور کرنے کے

لئے فرمایا الا انہ لا نبی بعدی میرے بعد نبی کوئی بھی نہیں نہ تشریعی نہ غیر تشریعی۔ اس حدیث سے ثابت ہے کہ اس امت میں کسی قسم کی نبوت باقی نہیں ورنہ وہ حضرت علی کو ضرور مل جاتی۔ کیونکہ حضرت علیؑ کو آنحضرت صلعم سے وہ نسبت ہے جو ہارون کو موسیٰ سے یعنی ایک نبی کو دوسرے نبی سے ہو سکتی ہے۔

مدعی نبوت کذاب ہے

دوسری حدیث متفق علیہ یہ ہے:۔

لا تقوم الساعۃ حتی تلحق قبائل من امتی	قیامت قایم نہیں ہوگی۔ یہاں تک کہ میری امت کے کچھ قبیلے
بالمشرکین وحتی تعبد الاوثان وانہ سیکون	مشرکوں کے ساتھ مل جائیں اور یہاں تک کہ بتوں کی پوجا
فی امتی ثلثون کذابا کلھم یزعم انہ نبی	کی جائے اور میری امت میں تیس کذاب ہونگے جن میں سے ہر ایک
وانا خاتم النبیین لا نبی بعدی۔	یہ خیال کریگا کہ وہ نبی ہے اور میں نبیوں کو ختم کرنیوالا ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں

اس حدیث کی رو سے جو شخص بعد آنحضرت صلعم دعویٰ نبوت کرے وہ کذاب ہے اس حدیث میں یہ نہیں لکھا کہ جو تیس کذاب ہوں گے وہ تشریعی نبوت کے مدعی ہوں گے بلکہ مطلق نبوت کے مدعی لکھا ہے۔ پس اس کی رو سے امت کے اندر ہو کر نبوت کا دعویٰ بھی کذاب کا کام ہے۔ اب جو شخص امت کے اندر ہوگا وہ ضرور ہے کہ قرآن وحدیث کو مانے ورنہ جو قرآن وحدیث کو نہیں مانتا وہ امت کے اندر نہیں کہلا سکتا۔ پس مطلق نبوت کا دعویٰ رجسے صرف اس نبوت جزدی سے الگ کرنے کے لئے جو ایک امتی کو مل سکتی ہے جیسا کہ اگلے باب میں دکھایا جائے گا۔ نبوت کاملہ کہنا چاہیئے) ایک مسلمان قرآن وحدیث کے ماننے والے کے لئے ممتنع ہے۔ اور یہ کہہ دینا کافی نہیں کہ بہ باعث اتباع محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسے پایا ہے کیونکہ جو امت میں ہوگا وہ تو یہی کہے گا اور تشریعی غیر تشریعی کا بھی کوئی فرق نہیں۔

ان دونوں حدیثوں نے یہ فیصلہ کر دیا ہے کہ نبوت کا دروازہ ہرگز اس اُمت میں کھلا نہیں۔ یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آسکتا۔ ایک طرف اگر حضرت علیؑ کو حضرت ہارون سے مشابہت دے کر پھر بھی نبوت غیر تشریعی کا بھی اپنے بعد باقی رہنے کا انکار کیا ہے۔ تو دوسری طرف امت میں سے نبوت کا دعویٰ کرنے والے کذاب کے نام سے پکارا ہے۔ اور اس طرح ان دونوں حدیثوں نے فیصلہ کر دیا ہے کہ اول آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے نہایت درجہ کے قرب کی نسبت رکھنے والا نبی نہیں ہو سکتا اور دوئم جو شخص اس اُمت میں سے دعویٰ نبوت کرے وہ کذاب ہے۔ سوئم نبوت تشریعی اور غیر تشریعی یکساں بند ہیں۔

نبوت کی آخری اینٹ

پھر صحیح بخاری میں ایک حدیث ہے:۔

عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ	ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قال ان مثلی و مثل الانبیاء من قبلی کمثل رجل بنی بیتًا فاحسنہ واجملہ الا موضع لبنۃ من زاویۃ فجعل الناس یطوفون بہ ویتعجبون لہ ویقولون ھلا وضعت ھذہ اللبنۃ قال فانا اللبنۃ وانا خاتم النبیین

فرمایا کہ میری مثال اور ان نبیوں کی مثال جو مجھ سے پہلے گذر چکے ہیں ایک شخص کی مثال ہے جس نے ایک گھر بنایا پس اسے بہت اچھا بنایا اور خوبصورت بنایا مگر اس کے کونہ سے ایک اینٹ کی جگہ خالی رہی سو لوگ اسکے گرد گھومنے لگے اور تعجب کرنے لگے اس پر اور کہنے لگے کیوں یہ اینٹ نہیں لگائی فرمایا میں وہ اینٹ ہوں اور میں نبیوں کو ختم کرنے والا ہوں۔

اس زاویہ یا کونہ کی اینٹ سے مراد درحقیقت وہی کونے کا پتھر ہے جس کا ذکر بائیبل میں بھی ہے اور پھر جس کا ذکر حضرت مسیح علیہ السلام نے اپنی انجیل میں انگورستان والی تمثیل میں کیا ہے۔ پس پیشگوئیوں میں بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کونے کا پتھر کہا گیا ہے اور اس حدیث میں بھی آپ وہی کونے کا پتھر ہونے کا دعوٰی کرتے ہیں۔ اب جب ایک ہی اینٹ کی جگہ اس عمارت میں خالی تھی اور وہ اینٹ رکھ دی گئی تو اب اس کے بعد اور اینٹ کے رکھا جانے کی گنجائش کس طرح نکل سکتی ہے سوائے اس کے کہ اس اینٹ کو جس کی جگہ خالی تھی پھر نکال دیا جائے اور اس کی جگہ اور اینٹ رکھی جائے۔ اس حدیث سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ تشریعی غیر تشریعی کا کوئی جھگڑا نہیں مطلق نبوت ہی کسی کو نہیں مل سکتی۔ کیونکہ جب اینٹ رکھنے کی جگہ ہی نہیں تو جیسے تشریعی نبوت کی اینٹ کے لئے جگہ نہیں ایسے ہی غیر تشریعی نبوت کی اینٹ کے لئے بھی جگہ نہیں۔ یا یہ ماننا پڑے گا کہ غیر تشریعی نبوت کی اینٹ کسی اور محل میں لگ سکتی ہے اس قصر نبوّت میں جس کا ذکر حدیث میں ہے نہ تشریعی نبوّت کے لئے جگہ ہے اور نہ غیر تشریعی نبوت کے لئے۔

حضرت عائشہ کا قول

ان ساری احادیث کو حضرت عائشہ کا ایک قول رد نہیں کر سکتا۔ قولوا خاتم الانبیاء ولا تقولوا لا نبی بعدہ۔ صحیح احادیث سے ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خاتم النبیین کی تفسیر بعینہ ان ہی الفاظ لا نبی بعدی سے کی ہے۔ وانا خاتم النبیین لا نبی بعدی پس حضرت عائشہ کا قول جو اس کے صریح مخالف ہو اسے کیونکر قبول کیا جا سکتا ہے۔ سوائے ایک صورت کے کہ اس کی کوئی ایسی تاویل کی جائے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قول کے مخالف نہ پڑے۔ وانا خاتم النبیین لا نبی بعدی کہہ کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تو یہ صاف کر دیا کہ خاتم النبیین کی تفسیر لا نبی بعدی ہے۔ پس حضرت عائشہ کا قول صرف اس صورت میں قبول کیا جا سکتا ہے کہ اس کے یہ معنی لئے جاویں کہ آپ کا منشا یہ تھا کہ لا نبی بعدہ تو تفسیر ہی ہے اور یہ تفسیر ایسی جامع نہیں جیسے خدا کا قول خاتم النبیین۔ کیونکہ یہ صرف خاتم النبیین کے ایک ہی پہلو کی تفسیر ہے۔ اور درحقیقت نبوت کا دروازہ بند کرنے کے

لئے اسی ایک پہلو کی تفسیر کی ضرورت تھی۔ دوسرے پہلو کی تفسیر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال میں دوسری جگہ موجود ہے۔ جیسا اس حدیث میں کہ لم یبق من النبوۃ الا المبشرات۔ پس اس لحاظ سے اگر حضرت عائشہؓ نے کہہ دیا ہو کہ خاتم النبیین زیادہ جامع لفظ ہے لانبی بعدہ صرف اس کے ایک حصہ کی تفسیر ہے۔ تو مضائقہ نہیں کیونکہ اس طرح حدیث صحیح کی مخالفت لازم نہیں آتی۔ لیکن اگر اس قول کے یہ معنی لئے جائیں کہ لانبی بعدہ غلط ہے۔ اور خاتم النبیین کے مخالف ہے تو اس صورت میں یہ قول رد کرنے کے قابل ہوگا۔ اور کوئی وجہ نہیں کہ اگر ایک صحابی کا قول آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قول کے مخالف ہو تو اسے رد نہ کیا جائے۔ بالخصوص اس صورت میں جب حدیث صحیح یقینی ہے اور حضرت عائشہ کے قول کو یہ پایہ صحت اور اعتبار کا بھی حاصل نہیں۔ کیونکہ حدیث تو متفق علیہ یعنی صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی ہے اور حضرت عائشہ کے قول کی کوئی سند بھی نہیں بتائی جاتی۔ پس یا ایسے قول کی تاویل حدیث کے مطابق کی جائے گی یا اسے رد کیا جائے گا۔

اس امت میں کوئی نبی ہوتا تو عمر ہوتا

ایسا ہی ایک حدیث میں آیا ہے۔ عن عقبۃ بن عامر قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لو کان بعدی نبی لکان عمر۔ عقبہ بن عامر سے روایت ہے کہ اس نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمرؓ ہوتا۔ یہ حدیث ترمذی کی ہے اور گو اسے غریب لکھا ہے۔ مگر ترمذی کے ایک نسخہ میں حسن کا لفظ بھی بڑھایا ہے اور علاوہ اس کے ابن جوزی نے اسے نقل کیا ہے اور احمد نے اپنی مسند میں۔ اور حاکم نے اپنی صحیح میں۔ اور طبرانی نے بھی اس حدیث کی روایت کی ہے اور چونکہ اس کا مضمون قرآن کریم اور صحیح احادیث کی تائید کرتا ہے اس لئے اسے صحیح قبول کرنے میں کوئی عذر نہیں ہو سکتا۔ اور خود حضرت مسیح موعود نے اسے صحیح قبول کیا ہے۔ اور اس سے نبوت کے مسدود ہونے پر استدلال کیا ہے۔ یہ حدیث بھی قطعی اور یقینی طور پر ثابت کرتی ہے کہ اس امت میں مطلق کوئی نبی ہو ہی نہیں سکتا۔ اگر اس امت میں کسی کے نبی ہونے کا امکان ہوتا تو حضرت عمر نبی ہوتے۔ مگر چونکہ حضرت عمر تو نبی نہیں اس لئے اور بھی کوئی نبی نہیں ہو سکتا۔

ختم نبوت پر دوسری حدیثیں

پھر نسائی اور مسلم اور ترمذی نے ابوہریرہ سے یہ حدیث روایت کی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا فضلت علی الانبیاء بستۃ یعنی نبیوں پر مجھے چھ باتوں میں فضیلت دی گئی جن میں سے آخری بات یہ بیان فرمائی ہے وختم بی النبیون اور نبی میرے ساتھ ختم کئے گئے ایسا ہی ایک حدیث معراج میں جس کو خطیب اور دیلمی نے روایت کیا ہے۔ اور ابن جوزی نے بھی انس سے لیا ہے یہ لفظ آتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ھل غمک ان جعلتک آخر النبیین کیا تجھے

اس بات کا غم ہے کہ میں نے تجھے سب نبیوں سے آخر رکھا ہے قلت یا رب لم۔ نبی کریم نے عرض کیا نہیں اگر نبوت کا دروازہ بند نہیں ہوا تو پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نبیوں کے آخر نہ ہوئے

ایسا ہی ایک حدیث پہلے لکھی جا چکی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انا اول النبیین خلقا و آخرھم بعثا۔ یعنی پیدائش میں میں سب نبیوں سے اول ہوں۔ اور مبعوث ہونے میں سب سے آخر ہوں۔ اب اگر آپ کے بعد بھی کسی نبی کا مبعوث ہونا مانا جائے۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد اس قول کے مخالف ہے۔ ان کے علاوہ اور بھی بہت سی احادیث ہیں یا بعض صحابہ کے اقوال ہیں جن میں نبوت کے انقطاع کا ذکر ہے۔ مگر میں بخوف طوالت اسی قدر پر اکتفا کرتا ہوں

حدیث الانبیاء اخوۃ لعلات

ان جملہ احادیث کے خلاف جن میں اکثر صحیح اور اعلیٰ پایہ کی احادیث ہیں ایک تو حضرت عائشہ کا قول پیش کیا جاتا ہے۔ جس کا ذکر اوپر آچکا ہے اور دوسری ایک حدیث ہے جس سے یہ ثابت کرنا مقصود ہے کہ گو نبوت تو ختم ہے مگر مسیح موعود ایک نبی آئے گا۔ وہ حدیث یہ ہے:۔

الانبیاء اخوۃ لعلات امھاتھم شتی و	نبی علاتی بھائی ہوتے ہیں ان کی مائیں مختلف ہوتی ہیں اور ان
دینھم واحد وانی اولی الناس بعیسی	کا دین ایک ہے اور میں سب سے زیادہ قریب ہوں عیسیٰ ابن مریم سے۔
ابن مریم لم یکن بینی وبینہ نبی وانہ	میرے اور اس کے درمیان کوئی نبی نہیں ہوا۔ اور وہ ضرور نازل
نازل فاذا رایتموہ	ہونے والا ہے۔ پس جب تم اس کو دیکھو .....

اس حدیث سے یہ استدلال کیا جاتا ہے کہ یہاں عیسیٰ بن مریم سے مراد وہ عیسیٰ بن مریم نہیں جو بنی اسرائیلی نبی ہے۔ کیونکہ اس حدیث کے آخر میں اس کے نزول کا ذکر ہے۔ پس نزول چونکہ مسیح موعود کا ہونے والا تھا۔ اس لئے اسی کی نبوت کا اس میں ذکر ہے۔ بظاہر نظر میں یہ تاویل دل خوش کن معلوم ہوتی ہے۔ مگر اصل بات یہ ہے کہ ایک لفظ ہی اس میں ایسا ہے جو فیصلہ کرتا ہے کہ عیسیٰ بن مریم سے مراد وہی بنی اسرائیلی نبی ہیں۔ شروع اس حدیث کا یوں ہوتا ہے کہ الانبیاء اخوۃ لعلات انبیا علاتی بھائی ہیں اب ظاہر ہے کہ مسیح موعود جو اس امت کا ایک فرد ہے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا بھائی نہیں کہلا سکتا۔ بلکہ اس کی نسبت آنحضرت سے فرزندی کی ہے کیونکہ روحانی طور پر سب امت کے لوگ آپ کی فرزندی میں داخل ہیں۔ جیسا کہ خود لفظ خاتم النبیین کا یہی تقاضا ہے۔ جس کا ذکر میں لفظ خاتم النبیین کی تفسیر میں کر چکا ہوں۔ بہرحال یہ بلاشبہ درست اور صحیح ہے کہ مسیح موعود کی نسبت آنحضرت سے فرزندی کی ہے۔ البتہ مسیح اسرائیلی کی نسبت بھائی کی ہے۔ پس یہ الفاظ انی اولی الناس بعیسی ابن مریم کسی صورت میں مسیح موعود کی

طرف نہیں جاتے۔ بلکہ مسیح اسرائیلی کی طرف جاتے ہیں۔ اور اسی کی تائید لم یکن کے لفظ سے بھی ہوتی ہے۔ یعنی اس لفظ سے کہ میرے اور اس کے درمیان اور کوئی نبی نہیں ہوا۔ اس کو پیشگوئی کا رنگ دینا۔ حالانکہ الفاظ صاف بتاتے ہیں کہ یہ اشارہ گذشتہ نبی مسیح کی طرف ہے۔ الفاظ کو اپنے اصل مفہوم سے پھیرنا ہے۔ باقی رہا یہ سوال کہ اس کے ساتھ انه نازل کے لفظ ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ وہی خود نازل ہونے والا ہے یہ درست نہیں۔ کیونکہ بسا اوقات ایسی صورتوں میں ضمیر مثیل کی طرف پھر جاتی ہے۔ جیسا کہ مشہور مثال اخذت درهما ونصفه میں ہ کی ضمیر پہلے درہم کی طرف نہیں جاتی۔ بلکہ اس کی مثل کی طرف جاتی ہے۔ قرآن کریم میں بھی اس کی مثال موجود ہے:۔

فاخرجنٰهم من جنّٰت وعیون	سو ہم نے ان کو (یعنی فرعون اور اسکے ساتھیوں کو) باغوں
وکنوز ومقام کریم کذٰلک واورثنٰها	اور چشموں اور خزانوں اور عزت کے مقام سے نکالا۔ اسی طرح
بنی اسرائیل۔	اور ہم نے ان چیزوں کا وارث بنی اسرائیل کو کیا۔

اب یہ تو یقینی اور قطعی بات ہے کہ فرعون کے لوگوں کو مصر کے باغوں سے نکالا اور بنی اسرائیل کو شام کے باغوں کا وارث کیا۔ حالانکہ بظاہر ضمیر ھا کی ان ہی باغوں وغیرہ کی طرف جاتی ہے جن سے فرعونیوں کو نکالا گیا تھا لیکن اصل بات یہ ہے کہ ضمیر ان باغوں کی طرف نہیں بلکہ ان جیسے باغوں کی طرف جاتی ہے اسی طرح انه نازل میں ہ کی ضمیر اس شخص کی مثل کی طرف جاتی ہے جس کا ذکر پہلے ہے یعنی عیسیٰ بن مریم کے مثل کی طرف کیونکہ جس طرح یقینی یہ بات ہے کہ اخوة کا لفظ پہلے ٹکڑہ حدیث میں مانع ہے اس بات سے کہ اس کو مسیح موعود کی طرف پھرتا ہوا سمجھا جائے اور ہم مجبور ہیں کہ حقیقت کو بلا وجہ مجازنہ بنائیں اور بالخصوص اس حال میں کہ کھلا کھلا قرینہ موجود ہے کہ یہاں اصل عیسیٰ بن مریم ہی مراد ہے۔ اسی طرح دوسرے ٹکڑہ میں ہم مجبور ہیں کہ انه کی ضمیر کو مثیل عیسیٰ بن مریم کی طرف پھیریں کیونکہ جو شخص گذر چکا ہو وہ دوبارہ نہیں آیا کرتا۔ اس لئے اب مجاز کی طرف پھیرنے کا ایک قرینہ ہے۔ اور جب اس کی مثالیں لغت اور قرآن کریم میں موجود ہیں اور قرینہ صارفہ بھی موجود ہے تو پس انه نازل سے مراد اس پہلے عیسیٰ بن مریم کا مثیل ہے اور یہ تاویل بہت لطیف اور پرمعنی ہے۔ بہ نسبت اس کے کہ شروع سے ہی بغیر قرینہ کے عیسیٰ بن مریم کے لفظ کو حقیقت سے پھیرا جائے۔ نہ صرف بغیر قرینہ بلکہ اس کے خلاف یہ قرینہ موجود ہوتے ہوئے کہ یہاں عیسیٰ بن مریم سے حقیقتاً وہی عیسیٰ بن مریم مراد ہے جو بوجہ نبی ہونے کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے

ساتھ تعلق اخوت رکھتا ہے۔ پس اس حدیث سے ہرگز یہ ثابت نہیں ہوتا کہ مسیح موعود نبی ہے یا یہ کہ اس امت میں کوئی نبی بھی آنے والا ہے ؞

خاتم النبیین سے دروازہ نبوت کھلتا نہیں بند ہوتا ہے۔

حضرت عائشہ کے اس قول اور اس حدیث کے علاوہ چند آیات قرآنی سے بھی بعض لوگوں نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ اس اُمت میں نبوت کا دروازہ بند نہیں۔ بلکہ کھلا ہے اور فرق صرف اس قدر ہے کہ پہلے نبوت بطور موہبت براہ راست اللہ تعالیٰ سے ملا کرتی تھی اب اکتساباً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وساطت سے ملتی ہے۔ لیکن نبوت وہی ہے جو پہلے تھی۔ صرف اس قدر فرق ہے کہ شریعت کا کوئی حکم اب نازل نہیں ہوتا۔ دلیل اس کے جاری رہنے کی وہی آیت ما کان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین پیش کی جاتی ہے۔ اور خاتم النبیین کے معنی یہ کئے جاتے ہیں کہ آپ کی مہر سے نبی بنا کریں گے یعنی پہلے نبی خدا تعالیٰ بنایا کرتا تھا۔ اب محمدؐ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مہر سے نبی بنا کریں گے میں نے جو معنی اس آیت کے اوپر کئے ہیں وہاں بتایا ہے کہ نبیوں کی خاتم ہونے سے مراد درحقیقت یہ ہے کہ جو کام خدا کے نبی کیا کرتے تھے وہ اب آپ کی مہر سے ہوگا۔ کیونکہ آپ آخری نبی ہیں اور آپ کے بعد آنے والا کوئی نہیں اور اس میں درحقیقت کمالات نبویہ کی طرف بھی اشارہ ہے کیونکہ جس کا دامن فیض قیامت تک پھیلا ہؤا ہو وہ بڑا عظیم الشان انسان ہونا چاہئے۔ ہر ایک نبی کی نبوّت کا زمانہ تھوڑے عرصہ بعد ختم ہوتا گیا اور اس کی قوت قدسی نے ایک عرصہ کے بعد کام کرنا چھوڑ دیا۔ مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قوت قدسی ایسی غالب ہے کہ وہ کبھی کم نہ ہوگی اور ہمیشہ دنیا میں اپنا کام کرتی رہے گی۔ جو کمالات اس امت کو دوسرے نبیوں کی امتوں کی نسبت زیادہ ملیں گے۔ اور ملے ہیں۔ وہ بھی آنحضرت صلعم کے طفیل سے ہی ہیں۔ کیونکہ جس قدر آپ کے کمالات دوسرے نبیوں سے بڑھ کر ہوئے۔ اسی قدر ان کی تاثیرات بھی آپ کی امت میں زیادہ ہوں گی۔ مگر ان امور کا ذکر میں آگے چل کر کرونگا جہاں یہ بتایا جائے گا کہ کس قسم کی نبوت کا سلسلہ اسلام میں باقی ہے اور آیا کہ وہ وہی نبوّت ہے جس کو محدّثیت کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے یا کوئی اور۔ یہاں میں صرف یہ دکھانا چاہتا ہوں کہ اگر نبیوں کی خاتم یا خاتم النبیین کے معنی یہ لئے جائیں کہ جیسے نبی پہلے اللہ تعالیٰ ہدایت دے کر مبعوث فرمایا کرتا تھا۔ ویسے ہی نبی اب بھی مبعوث ہو سکتے ہیں۔ اور وحی نبوّت کا سلسلہ جاری ہے تو اس کے معنی یہ ہونگے کہ آنحضرت صلعم آخری نبی نہیں بلکہ آخری نبی کوئی اور ہوگا۔ اور یہ اجماعی مذہب اُمت کا کہ آنحضرت صلعم دنیا

ہیں آخری نبی ہیں اور کہ آپ کی وفات کیساتھ سلسلہ نبوت منقطع ہو کر جبرئیل کا نزول بہ پیرایۂ وحی رسالت و نبوت ہمیشہ کیلئے ممتنع ہو گیا۔ باطل ہے اور حق یہی ہے کہ سلسلہ نبوت بھی اسی طرح جاری ہے۔ وحی نبوت بھی منقطع نہیں ہوئی۔ صرف فرق یہ ہوا کہ جو کام پہلے اللہ تعالیٰ نے اپنے متعلق رکھا ہوا تھا کہ میں براہ راست نبی بنایا کروں گا اور کوئی شخص سوائے موہبت کے نبوت کو نہیں پا سکتا۔ وہی کام اب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سپرد کر دیا گیا۔ اور وہ مہر جو پہلے خدا نے اپنے ہاتھ میں رکھی ہوئی تھی۔ وہ محمد رسول اللہ کے سپرد کر دی گئی۔ کہ اب تمہارا اختیار ہے جسے چاہو نبی بناؤ۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ وہ استاد ہی کیا جو اپنے جیسا شاگرد نہیں بنا سکتا۔ مگر مجھے اس ساری بحث پر یہ افسوس آتا ہے کہ یہ محض چند سطحی لفظ ہیں جن کی تہ تک پہنچنے کی کوشش کبھی نہیں کی گئی۔ اگر وہ استاد ہی کچھ نہیں جو اپنے جیسے شاگرد نہ بنا سکے اور اگر خاتم النبیین کے معنی یہی ہیں کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی مہر سے اپنے جیسے نبی بنا سکتے ہیں تو سب سے پہلے اگر ہم واقعات کی طرف جائیں گے تو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مرتبہ بڑھاتے بڑھاتے درحقیقت ان کو معاذ اللہ نہایت ہی ناقابل استاد ثابت کریں گے۔ کیونکہ پھر ہم یہ غور کریں گے کہ آخر کتنے نبی تیرہ سو سال میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی مہر سے بنائے۔ بس لے دے کر ایک ہی۔ اور وہ بھی ایسا جو آخر دم تک یہی کہتا رہا کہ میری نبوت مجازی ہے۔ اور قائلین نبوت کے اپنے اقرار کے مطابق کم از کم پندرہ سال تک کھلا اور صاف انکار اپنی نبوت کا کرتا رہا۔ بلکہ آنحضرت کے بعد مدعی نبوت کو کذاب اور مفتری اور دائرہ اسلام سے خارج کہتا رہا! در بہر حال جس پر بحث ہو اسی کو تو ثبوت میں پیش نہیں کیا جا سکتا۔ مسیح موعود کا نبی اور غیر نبی ہونا تو خود ایک متنازعہ معاملہ ہے اس کو ایک قانون کے ثبوت میں پیش نہیں کیا جا سکتا جس کے الفاظ عام ہیں۔ پھر یہ کیسا معاذ اللہ نکما استاد ہوا کہ تیرہ سو سال سے اس کا مدرسہ جاری ہے اور ایک بھی شاگرد اپنے جیسا پیدا نہ کر سکا۔ یا اگر زیادہ سے زیادہ ایک کو کیا تو کیا کیا۔ ان لوگوں کو جن کی تربیت سب سے پہلے کی جن کے لئے بار بار اولاً اور بالذات یزکیھم کا وعدہ دیا۔ جن کے لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام میں تزکیہ کے کمال کو پہنچ جانے کا ثبوت بھی دے دیا۔ ولکن اللہ حبب الیکم الایمان وزینہ فی قلوبکم وکرہ الیکم الکفر والفسوق والعصیان جن کو وہ سند بھی حاصل ہو گئی۔ جو انسان کو خدا کے حضور انتہائی مرتبہ حاصل کر کے ہوتی ہے۔ رضی اللہ عنھم ورضوا عنہ جن کو خیر القرون کہا تھا۔ ان کو تو یہ کہا گیا کہ میں تم کو نبی نہیں بنا سکتا لو کان بعدی نبی لکان عمر

اگر میرے بعد بھی کوئی نبی ہو سکتا تو عمرؓ ہو جاتا۔ گویا حضرت عمرؓ میں وہ جوہر بھی موجود تھے جو انسان کو نبی بنا سکتے ہیں۔ مگر ان کو بھی یہی جواب ملتا ہے کہ میرے بعد نبی کے آنے کی گنجائش ہی نہیں۔ اگر ایسا ممکن ہوتا تو پھر عمرؓ ہی نبی ہو جاتا۔ کیا یہ فرض کر کے کہ درحقیقت سلسلۂ نبوت جاری تھا۔ منقطع نہ ہوا تھا۔ صرف بجائے خدا کے آپ کی مہر نے کام کرنا تھا یہ الزام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نہیں آتا کہ آپ نے نعوذ باللہ من ذالک اپنے صحابہ سے جھوٹ بولا۔ ایک کو کہا میرے بعد نبی نہیں ہو سکتا اگر ایسا ممکن ہوتا تو عمر نبی ہوتا۔ دوسرے کو کہا ۔ ۔ ۔ ۔ انت منی بمنزلۃ ھارون من موسٰی الا انہ لا نبی بعدی اے علی تجھے مجھ سے وہی نسبت ہے جو نبی کو نبی سے ہو سکتی ہے لیکن پھر بھی تم نبی نہیں ہو کیونکہ میرے بعد کوئی نبی ہے ہی نہیں۔ تیسرے کو کہا اما انت یا ابابکر اول من یدخل الجنۃ من امتی۔ اے ابو بکر میری امت میں سے سب سے پہلے جو جنت میں داخل ہوگا وہ تو ہی ہے۔ مگر وہ بھی نبی نہ ہوا۔ اب جائے غور ہے کہ اگر وہ استاد ہی کچھ نہیں جو اپنے شاگرد کو اپنے جیسا نہ بنا سکے اور اگر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہی معنوں میں خاتم النبیین تھے کہ آپ اپنے جیسے نبی بنایا کریں گے اور اب خدا سے براہ راست نبوت کی بھی ضرورت باقی نہیں رہی یہ عزت بھی آپ کو ہی دے دی گئی اور ایک گونہ خدائی اختیارات آپ کے ہاتھ میں آ گئے۔ تو پھر یہ کیا ہو گیا کہ آپ اپنے جیسا ایک بھی نبی نہ بنا سکے۔

نبی بنانا خدا کا کام ہے کسی انسان کے سپرد نہیں ہو سکتا

اگر غور کیا جائے تو درحقیقت یہ سارے خیالات خدا کے کلام میں قلت تدبر کی وجہ سے پیدا ہوئے ہیں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک مہر دیدی گئی ہے کہ جو کام پہلے خدا کیا کرتا تھا۔ وہ اب آپ کے سپرد کیا جاتا ہے۔ یہ خود ایک لغو بات ہے۔ خدائی اختیارات انسان کو نہیں مل جایا کرتے نبی بنانا صرف خدا کا کام ہے اللہ اعلم حیث یجعل رسالتہ اگر یہی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ بعض اپنے اختیارات اپنے برگزیدہ بندوں کو دے دیا کرتا ہے تو پھر خلق طیور یا احیائے موتیٰ کے اختیارات اگر حضرت مسیح کو دیدیئے تو کیا اندھیر آ گیا۔ مگر نہیں یہ سنت اللہ نہیں نبیوں کا جو کام اللہ تعالیٰ نے مقرر کیا ہے وہی کام کرنے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی آئے اگر پہلے بھی کسی انسان نے کسی دوسرے انسان کو نبی بنا دیا ہو تو معلوم ہوگا کہ انسان ایسا کر سکتے ہیں۔ اس لئے آنحضرت کے لئے بھی اسے جائز تصور کیا جا سکتا ہے۔ لیکن اگر اس کی کوئی نظیر نہیں تو پھر یہ خدائی اختیارات ہیں۔ پھر اگر استاد استاد نہیں جب تک شاگرد کو اپنے جیسا نہ بنائے تو پھر سارے انبیاء کا معلم تو اللہ تعالیٰ تھا کیا اس نے اپنے شاگردوں کو اپنے

جیسا بنا دیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم اللہ تعالیٰ نے صاف طور پر اپنی طرف منسوب کی ہے۔ الرحمٰن علم القرآن۔ قرآن تو رحمان نے ہی سکھایا۔ مگر قرآن جیسی خاتم الکتب محمدؐ جیسے عظیم الشان رسول کو سکھا کر پھر بھی۔ آخر رحمٰن تو نہ بنا دیا۔ رحمان رحمان ہے اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باوجود اپنے عظیم الشان مراتب قرب کے اور ظلی طور پر صفات الٰہی کو اپنے اندر لینے کے اور الوہیت کے مظہر اتم و اکمل ہونے کے خدا نہ بن گئے پھر کیا کہا جائے گا کہ یہ استاد کیسا جو اپنے جیسا شاگرد نہ بنا سکا۔ اگر کوئی شخص یہ کہنے کا حق رکھتا ہے کہ ہم تو خدا کو انبیاء کا معلم حقیقی تب مانتے ہیں اگر کم از کم ایک کو ہی اپنی تعلیم سے اپنے جیسا بنا دے ورنہ وہ استاد کیا جو ایک بھی شاگرد اپنے جیسا پیدا نہ کر سکے۔ تو اسے اختیار ہے کہ محمدؐ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی استادی پر بھی یہی شرط لگائے وہ قویٰ اور وہ طاقتیں جو فطری طور پر اللہ تعالیٰ نے محمدؐ رسول صلعم کو عطا فرمائی تھیں اور اسے خلاصہ نوع انسانی بنا کر اعلیٰ سے اعلیٰ جوہر اسکے اندر رکھ دیئے تھے۔ کیا محمدؐ رسول اللہ صلعم کی یہ طاقت ہے کہ کسی دوسرے انسان کو وہی قویٰ دیدے وہی اعلیٰ جوہر اس کے اندر رکھ دے اگر ہے تو چشم ما روشن دل ماشاد۔ محمدؐ رسول اللہ صلعم خود دنیا میں آجائے تو اور کیا چاہئے۔ ہمارے تو دلوں کی یہ تڑپ ہے کہ ہمارا حشر آپکے ساتھ ہو۔ اگر یہ بیش بہا نعمت اس دنیا میں مل جائے تو اور کیا چاہئے۔ مگر لن تجد لسنۃ اللہ تبدیلا خدا کے قانون بدلا نہیں کرتے۔ بعض نادان یہ سوال کیا کرتے ہیں کہ اگر خدا قادر مطلق ہے تو کیا اپنے جیسا قادر مطلق پیدا کر سکتا ہے۔ اگر کہو کر سکتا ہے تو پھر دو قادر مطلق ہو گئے۔ خدا قادر مطلق نہ رہا۔ اور اگر کہو نہیں کر سکتا تو پھر وہ قادر مطلق نہ ہوا۔ اسی غلطی میں بعینہٖ قائلین اجرائے نبوت پڑے ہوئے ہیں۔ محمدؐ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایسا کامل استاد ہے کہ اس جیسا کامل استاد نہ کوئی ہوا اور نہ ہو سکتا ہے۔ تو اب وہی قادر مطلق والا سوال موجود ہے۔ اگر وہ اپنے جیسا کامل استاد پیدا کر سکتا ہے تو اس کی بے نظیری کی صفت جاتی رہی بلکہ اس کا مرتبہ ہی چھن گیا۔ کیونکہ اس کی جگہ تو دوسرا کامل اُستاد لے لیگا۔ آئندہ فیوض کا سرچشمہ وہ نیا نبی ہوگا کیونکہ اگر وہ سرچشمہ فیوض نہیں تو پھر بھی وہ استاد جیسا تو نہ بنا اور سرچشمہ فیوض ہونے کے بغیر نبی ہونا بات بھی بے معنی ہے۔ اور اگر نہیں کر سکتا تو پھر بعض لوگوں کو یہ خیال دامنگیر ہوتا ہے کہ یہ کامل استاد کیسا ہوا جو شاگردوں کو اپنے جیسا نہیں بنا سکتا اور اگر شاگردی استادی کا معیار ہی ٹھیک ہے تو دنیا میں بہت سے استاد ہوئے جن کے شاگرد ان سے بڑھ گئے۔ پھر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی شاگرد ایسا کیوں نہیں ہو سکتا کہ آپ سے بھی معاذ اللہ بڑھ جائے۔ سچ یہ ہے کہ بات کی تہ تک پہنچنا بڑا مشکل

کام ہے۔ خدا تعالیٰ اپنی ہی صفات کے منافی کوئی کام کیوں کرے گا۔ اس جیسا کوئی اور قادر مطلق بھی ہو یہ خدا کی صفات کے منافی بات ہے۔ اسی طرح یہ بھی خدا کی صفات کے منافی ہے کہ وہ کسی نبی یا رسول کے سپرد وہ کام کر دے جو اس کا اپنا کام ہے۔ اس لئے نبی نبی نہیں بنا سکتا۔ اسی طرح محمدؐ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہادی کامل ہونے کے خلاف یہ بات ہے کہ وہ اپنے جیسا دوسرا ہادی کامل بنا دے اور آپ ہادی کامل کے مرتبہ سے الگ ہو کر دوسرے کو اپنے تخت پر بٹھا دے کہ اب میرا کام تم کرو۔

خاتم النبیین کے نئے معنے کی سند کوئی نہیں

میں نے کئی ایک احادیث نقل کی ہیں جن میں آنحضرت صلعم نے خود خاتم النبیین کی تفسیر لانبی بعدی سے کہا ہے یعنی یہ کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں۔ اس قسم کی احادیث اور بھی بہت سی ہیں جنہیں مضمون کو مختصر کرنے کی خاطر چھوڑ دیا گیا ہے۔ لیکن اسکے بالمقابل جو خاتم النبیین کے معنے یہ کئے جاتے ہیں کہ ایسا نبی جس کی مہر سے نبی بنا کریں اس معنے کی تائید میں کوئی کمزور سے کمزور حدیث یا قول بھی پیش نہیں کیا جاتا۔ ایک طرف حدیث کی اس قدر مضبوط شہادت موجود ہے اور دوسری طرف ایک ضعیف سے ضعیف حدیث بھی موجود نہیں ایک شخص خود غور کر سکتا ہے کہ ان میں سے کون سے معنے قابل قبول ہیں اگر پہلے معنے کی تائید صرف ایک دو کمزور احادیث سے ہوتی تو بھی اس کے خلاف معنے کرنے میں ایک شخص حق بجانب ہو سکتا تھا مگر اس معنے کی تائید میں تو اعلےٰ سے اعلےٰ پایہ کی متعدد حدیثیں ہیں اور انقطاع نبوت کی احادیث کی تعداد کوئی چالیس تک پہنچ گئی ہے اور دوسری طرف اجرائے نبوت کے معنے کی تائید میں کوئی کمزور سے کمزور حدیث بھی نہیں پیش کی جا سکتی بلکہ کسی صحابی کا قول بھی پیش نہیں کیا جا سکتا۔ تو ظاہر ہے کہ یہ معنے کسی طرح قابل قبول نہیں۔ رہا یہ کہ یہ معنے حضرت مسیح موعود نے کئے ہیں۔ یہ بھی غلط ہے آپ نے مہر کے معنے کر کے جو فیض رسانی کا ذکر کیا ہے اس میں صاف لکھا ہے "یہی معنے ہیں اس حدیث کے کہ علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل" جیسا کہ یہ حوالہ مفصل آگے آتا ہے۔ اور ظاہر ہے کہ یہ وہی فیض رسانی ہے جس کی ساری امت قائل ہے۔ مگر یہ معنے کہ پہلے نبی خدا بنایا کرتا تھا۔ آیندہ آنحضرت صلعم کی مہر سے بنا کریں گے نہ کبھی رسول اللہ صلعم کے وہم و گمان میں تھے نہ امت میں کسی امام یا محدث کے خیال میں یہ معنے آئے نہ خود حضرت مسیح موعود کے خیال میں آئے۔

اجرائے نبوت پر سب سے بڑی دلیل

اجرائے نبوت کی تائید میں سب سے زبردست شہادت قرآن کریم کی یہ آیت پیش کی جاتی

ہے:-

یابنی اٰدم اما یاتینکم رسل منکم یقصون علیکم اٰیاتی فمن اتقی واصلح فلا خوف علیہم ولا ھم یحزنون (الاعراف ۳۵)۔

اے بنی آدم اگر میرے رسول تمہارے پاس آئیں جو میری آیتیں تم پر پڑھتے ہوں تو جو شخص تقوے کرے اور اصلاح کرے ان پر کوئی خوف نہیں نہ وہ غمگین ہوں گے۔

یہ کہا جاتا ہے کہ قرآن شریف میں اس آیت کے نزول کے یہ معنے ہیں کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد بھی رسولوں کا آنا جائز ہے بلکہ ضروری کہا جاتا ہے۔ لیکن اس آیت میں تو خطاب کل بنی آدم کو ہے اور یہ حضرت آدم کے واقعہ کے بعد کا قصہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بنی آدم کو یوں خطاب کر کے فرمایا اس سے یہ مطلب لینا کہ یہ خطاب رسول اللہ صلعم کے بعد کے لوگوں کو ہے پرلے درجے کی کم فہمی ہے۔ آیت کا مطلب صاف ہے اللہ تعالیٰ نے اپنا قانون بیان کیا ہے کہ آدم پر تو اللہ تعالیٰ نے اپنا کلام بھیجا۔ لیکن اس کے بعد بنی آدم سے اس کا یہ قانون قرار پایا کہ وہ رسول بھیجا کریگا اور وہ رسول اللہ تعالیٰ کی آیات ان پر پڑھا کریں گے تو جو لوگ ان کو قبول کریں اور اپنی اصلاح کریں وہ شیطان کے حملے کے خوف سے بچ رہینگے توفی الواقع ایسا ہی ہوتا رہا اور اسی قانون الٰہی کے ماتحت محمد رسول اللہ صلعم تشریف لائے اور اللہ تعالیٰ کی آیات یعنی قرآن کریم لوگوں کو سنایا تو اصل غرض رسولوں کے ذریعہ سے اپنی آیات کا پہنچانا تھا جب وہ ایک کامل کتاب قرآن کریم میں پہنچا دیں جو تمام قوموں کے لئے ہیں اور تمام زمانوں پر حاوی ہیں اور قیامت تک بنی آدم کے لئے یہی کافی ہوں گی تو اب رسول بھیجنے کی ضرورت بھی نہ رہی۔ سب قوموں کے لئے آیات رسول اللہ صلعم کے ذریعہ سے بھیج دیں۔ سب زمانوں کے لئے بھیج دیں اس لئے نہ الگ الگ قوموں میں رسول بھیجنے کی ضرورت رہی نہ آنے والے زمانہ میں رسول بھیجنے کی ضرورت رہی۔ دنیا کی کوئی قوم نہیں جس کی طرف رسول اللہ صلعم مبعوث نہ ہوں اور کوئی آئندہ زمانہ نہیں جس میں آپ کی بعثت کا دور ختم سمجھا جائے۔ اجرائے نبوت کا یہاں سے نکالنا جب ایک طرف خاتم النبیین پڑا ہوا ہے اور دوسری طرف الیوم اکملت لکم دینکم موجود ہے۔ ایک آیت کے وہ معنے کرتا ہے جس سے یہ دوسری صریح آیات کے خلاف ہو۔ اور یہ پرلے درجہ کی جرأت ہے۔ اجرائے نبوت کے مسلمان مدعیوں کو یہ بھی غور کرنا چاہئے کہ اگر یہاں سے نبوت کا اجرا ثابت ہوتا ہے۔ تو یہ بابی مذہب کے لئے دلیل ہے نہ ایک مسلمان کے ہاتھ میں جو قرآن کریم کی شریعت کو منسوخ

نہیں مانتا۔ کیونکہ اول تو یہاں یہ ذکر نہیں کہ یہ رسول محمد رسول اللہ صلعم کی پیروی کرنے والے ہوں گے بنی آدم کا لفظ عام ہے چاہے کسی قوم سے ہوں مسلمانوں سے یا غیر مسلموں سے دوسرے ان پر آیات کا نزول بھی یہ آیت ضروری ٹھہراتی ہے۔ جو رسول کو لاتا ہے وہ اس کے ساتھ ہی شریعت کو بھی لائے۔ اگر آئیں گے تو دونوں آئیں گے اور اگر شریعت نہیں آسکتی تو رسول بھی نہیں آسکتا۔ پھر کس قدر صفائی سے اسی کے ہم معنے آیت دوسری جگہ ہے۔ جہاں یہی قانون سورۂ بقر میں ان الفاظ میں بیان کیا ہے:۔

اما یاتینکم منی ھدی فمن تبع ھدای — اگر میری طرف سے تمہارے پاس ہدایت آئے تو جو شخص میری ہدایت کی
فلا خوف علیھم ولا ھم یحزنون — پیروی کرتا ہو ان پر کوئی خوف نہیں نہ وہ غمگین ہوں گے۔

پس اگر ایک جگہ رسولوں کا آنا عام قانون ہے تو دوسری جگہ انہی الفاظ میں اسی موقعہ پر ہدایت کا بھیجنا اپنا عام قانون بیان فرمایا۔ اگر ایک سے آنحضرت صلعم کے بعد رسولوں کے آنے کا استدلال صحیح ہے تو دوسرے سے قرآن کے بعد ہدایات کا آتے رہنا صحیح ثابت ہوگا۔ اس لئے بابی اس آیت کو پیش کریں تو کریں ایک مسلمان کے لئے یہ زیبا نہیں۔ اور بابیوں کو اللہ تعالیٰ نے یوں شرمندہ کیا ہے کہ وہ ہدایت جس کا وہ قرآن کے بعد آنا مانتے ہیں۔ جس نے ان کے زعم میں قرآن کو منسوخ کیا تھا یعنی مرزا علی محمد کی کتاب البیان اس کا دنیا میں وجود ہی کالمعدوم ہے۔ کسی میوزیم میں کوئی نسخہ ملے گا تو ملے گا پھر یہ البیان کبھی لوگوں تک پہنچنے کے بغیر ہی بہاء اللہ کی شریعت سے منسوخ بھی ہوگئی۔ یہ اس قوم پر ان کے اپنے منہ سے اتمام حجت ہے۔ کہ جس کو تم نے قرآن کریم کا ناسخ قرار دیا تھا وہ بغیر دنیا میں شائع ہونے کے خود تمہارے اپنے قول کے مطابق منسوخ ہوگئی۔ غرض آیت مذکورہ میں جس قانون کا ذکر ہے اسی کے مطابق ہم یہ مانتے ہیں کہ رسول اللہ صلعم کی بعثت سب قوموں اور سب زمانوں کے لئے ہوئی۔

دعائے فاتحہ سے اجرائے نبوت کی دلیل لینا اصول دین سے ناواقفیت کا نتیجہ ہے

اور بھی کئی آیتیں اجرائے نبوت پر پیش کی جاتی ہیں۔ مثلاً دعائے فاتحہ۔ یعنی اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم۔ کہا جاتا ہے کہ چونکہ منعم علیہم گروہ میں نبی صدیق شہید صالح ہیں پس ان کے رستے پر چلنے کی دعا سکھانا بتاتا ہے کہ نبوت بھی جاری ہے اس موقعہ پر اصولی غلطی یہ کی جاتی ہے کہ نبوت کو بجائے موہبت کے اکتسابی سمجھ لیا گیا ہے۔ یعنی نبوت تقویٰ کے مدارج میں سے کوئی مقام ہے۔ جہاں انسان کوشش کرتا کرتا پہنچ جاتا ہے۔ یہ صحیح نہیں نبوت موہبت ہے اور آج تک نہ کسی نبی کو دعا کرنے سے نبوت ملی نہ آئندہ مل سکتی ہے

کیونکہ وہ ایک موہبت اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے دیتا ہے۔ اور وہی نبوت کی ضرورت کو بھی جاننے والا ہے مقام نبوت کے لئے دعا کرنا ایک ایسا فقرہ ہے کہ جو شخص اصول دین اسلام سے ذرا بھی واقفیت رکھتا ہے اس کے منہ سے نہیں نکل سکتا۔ کیا رسول اللہ صلعم کو اس دعا کے بعد نبوت ملی تھی یا نبوت ملنے کے بعد یہ دعا سکھائی گئی؟ ہر ایک مسلمان اسی بات پر ایمان لاتا ہے کہ سورہ فاتحہ وحی نبوت ہے اور نبوت ملنے کے بعد آپ کو سکھائی گئی۔ اور اگر آنحضرت صلعم کو نبوت اس دعا سے نہیں ملی تو تیرہ سو سال امت میں بھی اس دعا کے ذریعہ سے نبوت کسی کو نہ ملی حالانکہ مقربین الٰہی ہزاروں کی تعداد میں اس امت میں گزر چکے کیا یہ ہو سکتا تھا کہ خود اللہ تعالیٰ حصول نبوت کے لئے ایک دعا سکھائے اور خیر امت کو وہ دعا سکھائے اور پھر یہ بھی بتائے کہ اس امت میں مقربین کا گروہ ثلۃ من الاولین ہے تو قلیل من الآخرین بھی ہے پھر رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ کی سند بھی ان کو دے مگر وہ نبوت کسی کو نہ ملے۔ اور سب کے سب اس نعمت سے محروم رہیں اور اس درجہ پر نہ پہنچ سکیں۔ کبھی آیت ومن یطع اللہ والرسول فاولئک مع الذین انعم اللہ علیہم کو اجرائے نبوت پر پیش کیا جاتا ہے یعنی اللہ اور رسول کی اطاعت سے انسان نبی بن سکتا ہے یہاں بھی وہی اصولی غلطی ہے۔ اعمال ہیں اطاعت اکتساب ہے اور نبوت بذریعہ اکتساب نہیں ملتی کیونکہ وہ موہبت ہے اور وہی اعتراض بھی ہے کیونکہ اس صورت میں معلوم ہوا کہ اللہ اور رسول کی پوری اطاعت تیرہ سو سال تک اس امت میں سے کسی نے بھی نہ کی۔ ان لوگوں نے بھی نہ کی جنہیں خود قرآن میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے سند مل چکی کہ وہ مجھ سے راضی اور میں ان سے راضی۔ اور جن کے متعلق فرمایا منہم من قضی نحبہ ومنہم من ینتظر وما بدلوا تبدیلا یعنی بعض ان میں سے وہ ہیں جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے رستے میں جان دے کر اپنی نذر کو پورا کر دیا اور بعض وہ ہیں جو جان دینے کے لئے تیار ابھی انتظار میں بیٹھے ہیں اور ذرہ بھر تبدیلی ان کے ارادہ میں نہیں آئی حالانکہ یہاں صاف مع الذین کا لفظ موجود ہے یعنی اطاعت سے نبیوں صدیقوں وغیرہ کی معیت ملتی ہے اور آیت کے آخر پر پھر دہرایا ہے وحسن اولئک رفیقا یہ کیسے اچھے رفیق ہیں۔ تو کسی کی معیت سے وہی چیز نہیں بن جاتی۔ یوں تو اللہ تعالیٰ کی معیت مومنوں کو حاصل ہے مگر وہ خدا نہیں بن جاتے پھر انبیاء کی معیت حاصل ہوئی تو نبی بننا کیوں ضروری ہوا اور حدیث میں ہے التاجر الصدوق الامین مع النبیین سچا اور امین تاجر نبیوں کے ساتھ ہے تو کیا اس کا مطلب یہ ہے

کہ ایسے تاجر نبی بن جاتے ہیں پھر مومن کے صدیق شہید صالح بننے کی شہادت تو قرآن شریف میں موجود ہے مگر نبی بننے کا ذکر کہیں نہیں والذین اٰمنوا باللّٰہ ورسلہ اولٰئک ھم الصدیقون والشھداء عند ربھم۔

اجرائے نبوت پر دیگر آیات

قرآن کریم سورہ مومن میں ہے یلقی الروح من امرہ علی من یشاء من عبادہ۔ اس سے بھی اجرائے نبوت پر دلیل لی جاتی ہے حالانکہ روح کا لفظ محض بمعنی کلام آتا ہے اور اللہ تعالیٰ کا کلام غیر نبی سے بھی ہوتا ہے۔ جیسا حدیث صحیح رجال یکلمون من غیر ان یکونوا انبیاء سے ظاہر ہے۔ پس اللہ تعالیٰ کے اپنے بندوں سے کلام کرنا اجرائے نبوت کی دلیل نہیں بن سکتی۔ اسی لئے تفاسیر میں اس موقعہ پر حدیث مجدد کو نقل کیا ہے۔ ایسا ہی آیت اللّٰہ یصطفی من الملٰئکۃ رسلا ومن الناس ہے یعنی اللہ فرشتوں میں سے اور انسانوں میں سے رسول چنتا ہے۔ جہاں لفظ رسول ہے اور رسول ہر بھیجے گئے کو کہا جاتا ہے صرف انبیا سے مخصوص نہیں۔ ہر نبی رسول ہے۔ مگر ہر رسول نبی نہیں اور فرشتوں کو رسول کہہ کر اللہ تعالیٰ نے خود لفظ رسول میں وسعت بتا دی ہے۔ پس ہر ایک مامور رسول کہلا سکتا ہے اور مجدد مامور ہوتا ہے۔ مگر سب سے بڑی مشکل یہ ہے کہ بغیر سیاق وسباق کو دیکھنے کے جہاں لفظ ذرا مفید مطلب نظر آئے فوراً ان کی بنا پر ایک اصول بنا لیا جاتا ہے خواہ وہ قرآن کریم کی صراحت کے خلاف ہو جس موقعہ پر یہ آیت آئی ہے وہاں تردید شرک کی ہے اس موقعہ پر اللہ تعالیٰ نے اپنا قانون ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے کہ فرشتے اور انسان کا بلند سے بلند مرتبہ رسول ہوتا ہے وہ خدا نہیں بن سکتے۔ اور جب فرشتے اور انسان کے لئے بھی رسالت سے بلند تر کوئی مرتبہ نہیں اور وہ خدا کے شریک نہیں ہو سکتے تو اور چیزیں کس طرح شریک خدا ہو سکتی ہیں۔ اور بہر حال ایک آیت کے وہ معنے کرنا جنہیں صراحت سے دوسری آیت باطل کر رہی ہے بڑی بھاری جرأت ہے۔ یعنی جب قرآن شریف بآواز بلند خاتم النبیین کہہ رہا ہے جس کے معنے سوائے آخری نبی کے اور کچھ بھی نہیں تو اللہ یصطفی سے اس کے خلاف نتیجہ نکالنا عقلمندی کی دلیل نہیں یصطفی مضارع ہے اور مضارع محض ماضی استمرار کے طور پر بھی آتا ہے۔ جیسے توریت کے ذکر میں ہے یحکم بھا النبیون الذین اسلموا تو اس سے مراد یہ نہیں کہ توریت پر آئندہ نبی فیصلہ کیا کریں گے بلکہ مراد ہے فیصلہ کیا کرتے تھے۔ اجرائے نبوت کے شائق یہاں بھی مضارع یحکم کے وہی معنے کیوں نہیں کرتے جو یصطفی کے کرتے ہیں؟ صرف اس لئے کہ اس طرح ایک محکم اصول باطل ہوتا تھا تو یہی مصیبت اللہ یصطفی

من الملئکۃ رسلا ومن الناس میں ہے اگر رسول سے مراد رسول نبی لیا جائے۔ یعنی ختم نبوت کا اصول جو محکم طور پر قایم ہو چکا ہے باطل کرنا پڑے گا۔ یہ محض ایک غلط عقیدہ کی ترویج کے بیجا شوق کا نتیجہ ہے۔ ورنہ اگر قرآن کریم کے ادب کو ملحوظ رکھا جائے اور ادنیٰ تفکر و تدبر سے کام لیا جائے تو ایسے خیالات پیدا نہیں ہو سکتے٭

اسی طرح بعض وقت ماکنا معذبین حتی نبعث رسولا کو بطور دلیل پیش کیا جاتا ہے کہ چونکہ اس زمانہ میں عذاب آرہے ہیں اس لئے ضرور ہے کہ رسول مبعوث ہؤا ہو تو سوال یہ ہے کہ اس وقت تو بہر حال رسول کوئی موجود نہیں حالانکہ عذاب آج بھی آرہے ہیں اگر یہ کسی گزشتہ رسول کی وجہ سے ہیں تو پھر آنحضرت صلعم ہی وہ رسول کیوں نہیں۔ کیا آنحضرت صلعم کی رسالت کا زمانہ ختم ہو گیا ہے یا اللہ تعالیٰ نے کوئی حد بندی کہیں لگائی ہے کہ تیرہ سو سال تک جو عذاب آئے گا وہ رسول اللہ صلعم کے انکار کی وجہ سے آئے گا اور اس کے بعد کسی اور رسول کے انکار کی وجہ سے آئے گا؟ اور پھر اگر مسیح موعود رسول ہیں تو یہی معلوم ہونا چاہئے کہ ان کی وجہ سے کتنی مدت تک عذاب آئیں گے تاکہ اس کے بعد کسی اور نبی کی تلاش کی جائے۔ اور کبھی یہ آیت پیش کی جاتی ہے:۔

ھوالذی بعث فی الامیین رسولا منھم	وہ وہی ہے جس نے امیوں میں انہی میں سے ایک رسول
یتلوا علیھم ایاتہ ویزکیھم ویعلمھم الکتاب	بھیجا جو ان پر اس کی آیتیں پڑھتا ہے اور انہیں پاک کرتا ہے
والحکمۃ وان کانوا من قبل لفی ضلال مبین	اور انہیں کتاب اور حکمت سکھاتا ہے گو وہ پہلے کھلی گمراہی میں تھے
واخرین منھم لما یلحقوا بھم۔	اور ان میں سے اوروں کو بھی جو ابھی ان سے نہیں ملے۔

کہا جاتا ہے کہ یہاں دو رسولوں کی بعثت کا ذکر ہے ایک امیوں میں اور ایک آخرین منھم میں تو کم از کم اس سے یہ ثابت نہ ہؤا کہ نبوت جاری ہے بلکہ یہ تو مدعی کے اپنے اعتراف کے مطابق نبوت کے اجرا کو باطل کر رہی ہے۔ اگر نبوت جاری ہوتی تو ایک ہی اور رسول کا ایسے رنگ میں ذکر کیوں ہوتا جو تیسرے کے آنے کے لئے مانع ہے یہ ٹھوکر پڑھو کر اس لئے لگ رہی ہے کہ اجرائے نبوت کے قائلین کے ہاتھ میں اصولی بات کوئی نہیں جہاں ذرا ہاتھ پڑتا نظر آیا فوراً اس کو اپنی تائید میں لے لیا۔ اس آیت کے معنے صاف ہیں کہ رسول خدا صلعم صرف ان امیوں کے ہی معلم اور مزکی نہیں بلکہ ان پچھلے لوگوں کے بھی معلم اور مزکی ہیں جو ابھی ان سے نہیں ملے اور یوں اس امت میں کسی دوسرے رسول کے آنے کی

تردید کی ہے کیونکہ رسول معلم ومزکی ہوتا ہے۔ پس جب اوّلین اور آخرین میں معلم ومزکی حضرت محمد مصطفیٰ ہی ہوئے تو وہی اوّلین اور آخرین میں رسول بھی ہوئے اور آپ کے بعد نہ کوئی نیا رسول آسکتا ہے نہ پرانا۔ کیونکہ اگر رسول آجائے تو معلم ومزکی وہ ہوگا اور آپ امت کے معلم ومزکی نہ رہیں گے۔ رہی یہ بات کہ اس میں اشارہ علمائے روحانی مجددین محدثین کے ذریعہ سے تعلیم وتزکیہ کی طرف ہے تو یہ ختم نبوت کے منافی نہیں۔ اور اگر یہ کہا جائے کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ ایک رسول امیوں میں بھیجا اور ایک پچھلوں میں بھیجے گا تو پھر جس کو بھیجے اسے کام بھی وہی کرنا چاہئے جو پہلے رسول کا کام ہے یعنی وہ خدا کی آیات ان پر پڑھے تو یہ خدا کی آیات وہی ہوں گی جو اس رسول پر نازل ہوں نہ کوئی اور۔ اور اگر کہا جائے کہ یہاں مراد بعثت بروزی ہے تو بروز ایک نہیں ہزار ہوں وہ ختم نبوت کو نہیں توڑتے کیونکہ اس سے مراد صرف اس قدر ہوگی کہ ایک شخص فنا فی الرسول کے مقام پر کھڑا ہو کر یہ کام کرے۔ اور کبھی اذا الرسل اقتت کو دلیل اجرائے نبوت بنایا جاتا ہے جس کے معنے صرف اس قدر ہیں کہ رسولوں کا وقت مقرر کردہ آجائے جس سے یہ استدلال کیا گیا ہے کہ سب رسولوں کو جمع کر دیا جائیگا اور وہ مسیح موعود کے وجود میں ظاہر ہوں گے (حقیقت النبوت) اوّل تو خود حضرت مسیح موعود نے یہاں رسل سے مراد مجازاً خلفائے امت محمدیہ لئے ہیں (تحفہ گولڑویہ) جیسے یا ایہا الرسل کلوا من الطیبات میں بعض مفسرین نے لفظ رسل میں برگزیدہ صحابہ کو شامل کیا ہے۔ ایسی آیات سے اجرائے نبوت نکالنا تنکوں کا سہارا تلاش کرنا ہے۔ اور بعض وقت آیت ما کان اللہ لیطلعکم علی الغیب ولکن اللہ یجتبی من رسلہ من یشاء کو پیش کیا جاتا ہے حالانکہ یہاں جواب اس اعتراض کا دیا ہے کہ وہ کہتے تھے اللہ تعالیٰ خود ہمیں اپنی رضا کی راہوں پر اطلاع کیوں نہیں دیتا تو فرمایا کہ ناپاک لوگوں کو اللہ تعالیٰ اپنی رضا کی راہوں پر کس طرح اطلاع دے۔ اور کوئی کہہ دیتا ہے کہ ختم نبوت فرعون کا عقیدہ تھا۔ اور اس پر دلیل یہ آیت ٹھیرائی جاتی ہے۔ حتیٰ اذا ھلک قلتم لن یبعث اللہ من بعدہ رسولا۔ یعنی جب یوسف فوت ہوگئے تو تم نے کہا۔ اللہ اس کے بعد کوئی رسول نہیں بھیجے گا حالانکہ فرعون تو خدا کا بھی منکر تھا ما علمت لکم من الٰہ غیری اسے نبوت کا قائل قرار دینا پھر ختم نبوت کا قائل قرار دینا عجیب قرآن فہمی ہے۔ اور وہاں تو صاف لکھا ہے فما زلتم فی شک مما جاءکم بہ تم یوسف پر بھی ایمان نہ لائے۔ غرض اس قسم کی بودی دلائل سے ختم نبوت کے محکم اصول کو گرانے کی کوشش کی جاتی ہے۔

قرآن خاتم الکتب ہے

اس جگہ دوسرے پہلو سے ہم ختم نبوت کے مسئلہ پر غور کرتے ہیں۔ میں پہلے دکھا چکا ہوں کہ نبی کے لئے کتاب کا لانا ضروری ہے۔ اور در حقیقت نبی کی وحی نبوت کا ہی دوسرا نام کتاب ہے۔ پس جو لوگ ختم نبوت کا انکار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ نبوت کا دروازہ مسدود نہیں بلکہ کھلا ہے۔ بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو آخری نبی ماننے والوں کو لعنتی اور مردود خیال کرتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ اگر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت ختم ہو گئی تو پھر آپ دنیا کے لئے عذاب ہو کر آئے[1]۔ حالانکہ یہی مذہب ساری امت کا رہا ہے۔ اور اس پر ایسا اجماع ہے۔ کہ بہت کم مسائل پر ایسا اجماع ہوا ہوگا۔ ان سے میں دریافت کرتا ہوں کہ کیا وہ قرآن کو خاتم الکتب مانتے ہیں یا نہیں۔ پس اگر قرآن خاتم الکتب ہے تو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہوئے اور اگر آنحضرت خاتم الانبیاء نہیں ہیں تو پھر قرآن بھی خاتم الکتب نہیں۔ اور اس کے بعد کسی اور کتاب کا آنا ضروری ہوگا۔ اور وہی خاتم الکتب ہوگی۔ اور وہی نبی خاتم الانبیاء ہوگا۔ اس صورت میں قرآن کا دعویٰ تکمیل ہدایت کا بھی نعوذ باللہ من ذالک غلط ماننا پڑے گا۔ اور یہ ظاہر ہے کہ خود حضرت مسیح موعود نے بارہا قرآن کریم کو خاتم الکتب مانا ہے اور جیسا کہ میں اوپر دکھا چکا ہوں آپ نے ہر نبی کیلئے کتاب کا ہونا بھی ضروری مانا ہے۔ پس اگر قرآن آخری کتاب ہے تو پھر آنحضرت صلعم بھی آخری

[1] حقیقۃ النبوت کے صفحہ ۱۸۶ پر میاں محمود احمد صاحب لکھتے ہیں "اور یہی خبث ہے جو مجھے مجبور کرتی ہے کہ باب نبوت کے بکلی بند ہونے کے عقیدہ کو جہاں تک ہو سکے باطل کروں کہ اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتک ہے۔۔۔۔۔۔۔ دنیا میں وہی استاد لایق کہلاتا ہے جس کے شاگرد لایق ہوں" گویا نعوذ باللہ من ذالک سارے انبیاء نالایق ہی تھے "آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بعثت انبیاء کو بالکل مسدود قرار دینے کا یہ مطلب ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا کو فیض نبوت سے روک دیا۔ اور آپ کی بعثت کے بعد اللہ تعالیٰ نے اس انعام کو بند کر دیا۔ اب بتاؤ کہ اس عقیدہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم رحمۃ للعالمین ثابت ہوتے ہیں یا اس کے خلاف نعوذ باللہ من ذالک اگر اس عقیدہ کو صحیح تسلیم کیا جائے تو اس کے یہ معنی ہوں گے کہ آپ نعوذ باللہ دنیا کے لئے ایک عذاب کے طور پر آئے تھے اور جو شخص ایسا خیال کرتا ہے وہ لعنتی اور مردود ہے"۔ ہم کو علم ہے کہ میاں صاحب کے مریدوں میں بہتیرے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دنیا کا آخری نبی یقین کرتے ہیں کیا وہ لعنتی اور مردود ہیں۔ پھر افسوس ہے ایسی مریدی اور مرشدی پر کہ ایک شخص کو لعنتی اور مردود کہہ کر بھی اسے اپنا خاص مرید بنایا ہوا ہے۔ اور افسوس ہے ان مریدوں پر جنہوں نے روحانی تعلقات پر جسمانی تعلقات کو مقدم کیا ہوا ہے۔ اور اس شخص کی بیعت کی ہے جو انہیں لعنتی اور مردود کہتا ہے۔ پھر ہم کہتے ہیں کہ ساری امت صحابہ سے لیکر مسیح موعود تک رہا بقول میاں صاحب کے مرزا صاحب کی الگ۔ بقیہ بر صفحہ ۱۰۶

نبی ہیں اور اگر قرآن آخری کتاب ہے تو پھر کیا قرآن دنیا کیلئے عذاب نہ ہوا کہ اسکے آنیکے ساتھ کتابوں کا آنا بند ہو گیا۔ اصل بات تو کتابیں ہی تھیں رسول تو ان کے حامل اور ان پر عمل کر کے دکھانے والے ہی تھے۔ پس جب کتاب کا آنا بند ہو گیا تو رسول کا آنا نہ آنا برابر ہے۔ کیونکہ ایسے رسول بغیر رسالت کے آئیں گے۔ پس اگر خاتم النبیین کے یہ معنی لئے جاویں کہ آپ کی مہر سے نبی بنیں گے تو خاتم الکتب کے معنی بالخصوص جب نبی اور کتاب کا تعلق بھی ضروری ہے یہ کرنے پڑیں گے کہ قرآن کی مہر سے کتابیں آیا کریں گی۔ سو اگر قرآن کے بعد کتاب ہے تو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبی بھی ہے۔ اور اگر قرآن نے کتابوں کا خاتمہ کر دیا تو رسول اللہ نے نبیوں کا خاتمہ کر دیا +

پیشگوئی ختم نبوت کی بحث میں حجت نہیں

احادیث میں سے ایک حدیث جو ختم نبوت کے خلاف پیش کی جاتی ہے اس پر میں پہلے بحث کر چکا ہوں۔ ایک اور حدیث نواس بن سمعان کی وہ مشہور حدیث ہے جس میں عیسٰی ابن مریم نبی اللہ کے نزول کا ذکر دمشق کے شرقی منارہ پر ہے۔ اس پہلی حدیث اور اس حدیث دونوں کے متعلق میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ ان کو ختم نبوت کی بحث میں لانا سراسر خلاف اصول ہے۔ پیشگوئیوں کے اندر استعارہ اور مجاز غالب ہوتا ہے۔ یہاں تک کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق بہت سی پیشگوئیاں ہیں جن میں آپ کے آنے کو خدا کا آنا اور آپ کے ظہور کو خدا کا ظہور قرار دیا گیا ہے

بقیہ صفحہ ۱۰۵ کر دو پھر باقی تیرہ صدیوں کے کل صلحاء مع صحابہ کبار کل آئمہ محدثین یہ سب آنحضرت صلعم کو دنیا کے لئے لعنت خیال کرتے تھے اور کیا واقعی یہ لوگ نعوذ باللہ من ذالک لعنتی اور مردود تھے۔ وہ صحابی جن کو کہا گیا۔ انت منی بمنزلة هارون من موسٰی الا انه لا نبی بعدی وہ جس کو کہا گیا لو کان بعدی نبی لکان عمر وہ اپنے دلوں میں کیا یہ نہ سمجھتے تھے کہ آنحضرت صلعم کے بعد نبی نہیں ہو سکتا اگر سمجھتے تھے تو میاں صاحب کی محک پر وہ کیا ہوئے اور پھر وہ جس نے خود یہ لفظ کہے وہ میاں صاحب کے نزدیک کیا ہوا۔ افسوس کہ دین کو بچوں کا کھیل بنا لیا گیا ختم نبوت کا مسئلہ وہ ہے جس پر امت کا اجماع ہے۔ آنحضرت صلعم کے بعد نبی کا آنا کسی نے نہیں مانا۔ کیا وہ محدثین جنہوں نے اپنی کتابوں میں یہ حدیثیں درج کیں جو اوپر لکھی گئیں اور جنہوں نے آنحضرت کو نبوت کی عمارت کی آخری اینٹ قرار دیا وہ سب آنحضرت کو دنیا کے لئے عذاب سمجھتے تھے۔ اور پھر میں پوچھتا ہوں کہ جس صورت میں میاں صاحب یہ بھی مانتے ہیں کہ اس امت میں نبی کا نام پانے کے لئے صرف مسیح موعود ہی مخصوص ہوئے تو اب ظاہر ہے کہ مسیح موعود کے بعد اگر کوئی نبی ہو تو یہ خصوصیت جاتی رہی۔ ایسا ہی میاں صاحب آیت آخرین منهم لما یلحقوا بهم۔ سے بھی یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ مسیح موعود کے سوا کوئی رسول نہیں جیسا کہ انہوں نے صفحہ ۲۳۱ حقیقة النبوت پر لکھا ہے۔ بلکہ بعض جگہ صاف الفاظ میں اپنی ہی جماعت کی نسبت آخرین کے لفظ پر حصر کیا ہے اور اگر آپ سے پہلے بھی کوئی رسول اسی قسم کا مانا جائے جیسے کہ آپ تھے تو اس کی جماعت بھی وآخرین منهم کے ماتحت اصحاب رسول اللہ بن جائے گی۔ لیکن چونکہ اس اُمت بقیہ بر صفحہ ۱۰۷

اور عیسائیوں نے حضرت مسیح کے بارے میں جو ٹھوکر کھائی ہے اس کی وجہ بھی یہی ہے کہ انہوں نے بعض پیشگوئیوں میں جو وہ حضرت مسیح پر لگاتے ہیں ایسے الفاظ دیکھے ہیں جن سے خدا کا آنا ظاہر ہوتا ہے۔ چنانچہ بڑی وجہ مسیح کو خدا بنانے کی ان کے ہاتھ میں یہی ہے۔ پس یہ خوب یاد رکھنا چاہئے کہ کسی پیشگوئی کی بنا پر ایک مستحکم قانون اور مذہب کا ایک پختہ اصول توڑا نہیں جا سکتا۔ ورنہ بالکل امن اٹھ جاتا ہے۔ خاص آدمیوں کے آنے کے متعلق جس قدر پیشگوئیاں ہوتی ہیں ان میں بہت الفاظ تاویل طلب ہوتے ہیں۔ بالخصوص نواس بن سمعان والی حدیث کی پیشگوئی تو سراسر استعاروں اور مجاز سے بھری ہوئی ہے۔ سب سے بڑا پتھر تو اس میں خود عیسیٰ ابن مریم کا لفظ ہے۔ ائمہ سلف تو اس قدر محتاط گذرے ہیں کہ باوجود اس پیشگوئی کے کبھی انہوں نے اس بات کو تسلیم نہیں کیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نبی اللہ ہونے کی حالت میں دنیا میں آئیں گے۔ بلکہ برعایت ختم نبوت یہی مانا ہے کہ وہ نبی ہو کر نہیں آئیں گے۔ مگر چونکہ یہ ایک معاملہ آئندہ کے متعلق تھا اس لئے اس میں زیادہ کاوش نہیں کی۔ اور در حقیقت یہی راہ درست تھی۔ کہ پیشگوئی والا امر جب تک ظہور پذیر نہ ہو جائے اس میں رائے زنی نہ کی جائے۔ موجودہ جھگڑا ختم نبوت کا ان دو مسلمان گروہوں میں ہے جو حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کو عیسیٰ بن مریم یقین کرتے ہیں نواس بن سمعان کی دو زرد چادروں کو دو بیماریاں سمجھتے ہیں۔ دو فرشتوں کو جن کے کندھوں پر مسیح نے ہاتھ رکھے ہوں دو قسم کے ثبوت یعنی نشان اور دلائل مانتے ہیں۔ دمشق کو قادیان مانتے ہیں شرقی منارہ کو صرف ایک شرقی مقام مانتے ہیں۔ کسر صلیب اور قتل خنزیر سے بھی مجاز مراد لیتے ہیں۔ غرض اس پیشگوئی میں جس قدر امور مذکور ہوئے وہ سب کے سب بلا استثناء استعارہ اور مجاز تسلیم کئے گئے ہیں۔ تو ان سب مشکلات کے اوپر سے گذر جانا اور نبی اللہ کے لفظ کو پکڑ بیٹھنا کس عقلمندی کا کام ہے۔ خصوصاً اس صورت میں جب کہ یہ یقینی بات ہے کہ حدیث کے الفاظ قرآنی وحی کی طرح محفوظ نہیں ہیں۔ ممکن ہے آنحضرت نے صرف نزول عیسیٰ بن مریم کا ذکر کیا۔

بقیہ صفحہ ۱۰۶ میں سوائے حضرت مسیح موعود کی جماعت کے کسی جماعت کو آخرین نہیں قرار دیا گیا معلوم ہوا کہ رسول بھی صرف مسیح موعود ہیں" تو اس صورت میں آخری رسول مسیح موعود ہوئے۔ اور اس اُمت میں پھر سلسلہ رسالت ختم ہوا۔ کیا اب مسیح موعود نعوذ باللہ من ذالک میاں صاحب کے الفاظ میں دنیا کے لئے عذاب ہوئے یا نہیں اور آنحضرت کا اس سے کیا بچاؤ ہوا۔ اگر ایک رسول آپ کے بعد آ گیا جو اس زمانہ میں جو قیامت تک ممتد ہو نہ آنیکے برابر ہے اور پھر کیا وہ قرآن جس کے بعد کوئی کتاب نہیں وہ اسی اعتراض کے ماتحت نہیں جس کے ماتحت آنحضرت صلعم آخری نبی ہونیکی وجہ سے ہیں کیا قرآن دنیا کے لئے عذاب ہے جو اس کے بعد کوئی کتاب نہیں +

ہو جیسا کہ بخاری کی حدیث میں صرف اسی قدر لفظ ہیں اور لفظ نبی اللہ نہ فرمایا ہو جیسا کہ بخاری میں لفظ نبی اللہ نہیں پایا جاتا۔ اور کسی راوی نے اس خیال سے کہ عیسیٰ بن مریم سے وہی مسیح اسرائیلی مراد ہیں لفظ نبی اللہ ساتھ بڑھا لیا ہو اور حقیقت یہی ہے کیونکہ اسی حدیث کی دوسری روایت جو ترمذی میں ہے۔ باقی حدیث تو سب اسی طرح ہے لیکن لفظ نبی اللہ اس میں نہیں آتا۔ دیکھو باب ما جاء فی فتنۃ الدجال جہاں بجائے نبی اللہ کے بار بار لفظ عیسیٰ ابن مریم آتے ہیں۔ اور یوں اس سے بخاری کی تائید ہوتی ہے۔ اور پھر ممکن ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اس لفظ کو بطور مجاز استعمال کیا ہو۔ جیسا کہ اس حدیث کے سارے الفاظ کو بطور استعارہ استعمال کیا۔ کہا جاتا ہے کہ مسیح موعود کے عہدہ کو استعارہ نہیں کہہ سکتے[1] اور نبی اللہ اس کا عہدہ ہے۔ مگر عہدہ تو مسیح بھی ہے۔ حالانکہ دراصل عہدہ کا نام نہیں لیا بلکہ عیسیٰ ابن مریم کا ذکر کر کے اس سے اشارۃً عہدہ مراد لیا۔ اور پھر عہدے کا فیصلہ یہ پیشگوئی تو نہیں کرتی۔ بلکہ عہدہ کا فیصلہ تو اس حدیث سے ہوتا ہے جس میں فرمایا:-

ان اللہ یبعث لھذہ الامۃ علی راس کل مائۃ سنۃ من یجدد لھا دینھا۔

کہ اللہ تعالیٰ اس امت کیلئے ہر صدی کے سر پر ایک ایسے شخص کو مبعوث کرتا رہیگا جو اس کیلئے اسکے دین کی تجدید کرتا رہیگا۔

[1] حقیقۃ النبوت کے صفحہ ۱۹۱ پر اس حدیث پر بحث کرتے ہوئے میاں صاحب لکھتے ہیں "اگر ایک عبارت میں کچھ استعارے ہوں تو اس کے سب الفاظ کو استعارہ نہیں قرار دے سکتے۔ استعارہ کے لئے کوئی وجہ ہونی چاہیئے ان الفاظ میں جو علامت کے طور پر ہوں استعارہ ہو سکتا ہے کیونکہ اس سے آزمایش مراد ہوتی ہے لیکن ایک شخص کے عہدہ بیان کرنے میں استعارہ کا کیا تعلق ہے ..... پس گو اس حدیث میں کثرت سے استعارہ استعمال ہؤا ہو مگر مسیح موعود کے عہدے کو استعارہ نہیں کہہ سکتے۔ ورنہ کوئی شخص کہہ دیگا کہ اس حدیث میں چونکہ سب استعارے ہی استعارے ہیں اس لئے مسیح بھی ایک استعارہ ہے اور مہدی بھی ایک استعارہ ہے نہ کوئی مسیح آئیگا اور نہ کوئی مہدی آئے گا" افسوس ہے کہ ان الفاظ کے لکھنے والے نے حدیث کے الفاظ کو نہیں دیکھا۔ یوں ہی اپنی طرف سے بطور تحکم چند قواعد استعارہ کے استعمال کے متعلق بنا کر رکھ دیئے ہیں کہ عہدہ کے متعلق استعارہ نہیں ہؤا کرتا۔ علامات کے متعلق استعارہ ہؤا کرتا ہے۔ اور پھر لکھتے ہیں کہ اس طرح تو اس حدیث میں جو مسیح اور مہدی کا لفظ ہے اسے بھی کوئی استعارہ ہی کہہ دیگا۔ حالانکہ حدیث میں مہدی کا ذکر تک نہیں۔ صرف مسیح ابن مریم کا لفظ ہے۔ اور اس کو میاں صاحب استعارہ مانتے ہیں۔ پھر یہ کیسی مہمل کلام ہے کہ اس طرح تو کوئی شخص مہدی اور مسیح کو استعارہ کہہ دیگا۔ حالانکہ مہدی اور مسیح کو استعارہ تو آپ خود ہی قرار دے رہے ہیں۔ مسیح سے مراد یہ نہیں کہ اس کا نام مسیح ہوگا نہ مہدی سے یہ مراد ہے کہ اس کا نام مہدی ہوگا۔ نہ مسیح نے عیسیٰ ابن مریم بقیہ بر صفحہ ۱۰۹

اب یہ بھی ظاہر ہے کہ مسیح موعود اس حدیث کے مطابق آئے اور یہ بھی ظاہر ہے کہ ان کا کام تجدید سے بڑھ کر کچھ نہیں۔ پس جب مجددوں کے وعدے کے نیچے بھی آئے۔ کام بھی مجددوں سے بڑھ کر کوئی نہیں تو ان کا عہدہ مجدد ہوُا۔ اور درحقیقت مجددوں والی حدیث ختم نبوت پر قطعی دلیل ہے کیونکہ اگر کچھ نبی بھی آنے والے ہوتے تو مجددوں کا وعدہ نہ دیا جاتا۔ وعدہ ہمیشہ افضل چیز کا دیا جاتا ہے یوں تو اس امت میں مومن بھی رہیں گے۔ نبیوں کے اس امت میں نہ صرف آنیکا کوئی وعدہ نہیں۔ بلکہ ان کے نہ آنے کا صاف ذکر ہے۔ پس جب اس امت میں مبعوث ہونے والوں کا نام مجدد رکھا۔ نبیوں کے متعلق فرمایا کہ لوکان بعدی نبی لکان عمر اور لا نبی بعدی۔ اور کوئی حدیث ایسی نہیں کہ جس میں یہ کہا گیا ہو کہ اس امت میں نبی بھی آیا کریں گے۔ تو پھر نبیوں کا آنا کہاں سے نکالا جاتا ہے۔ ختم نبوت کی تردید کے لئے جس پر کھلی کھلی تصریحات قرآن شریف اور حدیث کی موجود ہیں۔ اور اصولی رنگ میں نبیوں کے نہ آنے کا ذکر اور مجددوں کے آنے کا ذکر پڑھتے ہوئے یہ ایمانداری نہیں کہ ایک پیشگوئی کو لے کر جو سراسر استعاروں سے بھری ہوئی ہے یہ کہہ دیا جائے کہ اس پیشگوئی نے قرآن اور حدیث کی ساری اصولی تصریحات کو باطل کر دیا۔ پھر اس طرح تو مسیح بھی خدا بن سکتا ہے کیونکہ گو خدا کا قانون یہی ہو کہ انسان خدا نہیں بن سکتے اور نہ خدا انسان بن کر دنیا میں آیا کرتا ہے مگر جب پیشگوئی میں آگیا کہ ایک خدا بھی آئیگا تو اب اس کو مان لو۔ اور یہ بھی تو ایک عہدہ ہے اور عہدہ میں استعارہ نہیں ہوُا کرتا۔ پس یہ بحث سراسر فضول ہے۔

بقیہ صفحہ ۱۰۸ کا نام پایا نہ محمد کا۔ پھر یہ سب استعارات ہوئے اور یہ قانون کس کتاب سے لیا گیا ہے کہ عہدہ کے متعلق استعارہ نہیں ہوُا کرتا۔ اور اگر عہدہ کے متعلق استعارہ نہیں ہوُا کرتا تو نام کے متعلق استعارہ کیوں ہوُا کرتا ہے۔ حدیث میں نہ نام کا ذکر ہے نہ عہدہ کا۔ اس میں تو صرف عیسیٰ ابن مریم کے آنیکا ذکر ہے جس کو کسی راوی نے کبھی عیسیٰ ابن مریم کہہ دیا ہے اور کبھی اس خیال کے ماتحت کہ وہی عیسیٰ ابن مریم آنیوالے ہیں جو بنی اسرائیل میں نبی ہو گذرے ہیں عیسیٰ نبی اللہ کہدیا ہے اس کا ایک ایک لفظ آنحضرت کی زبان مبارک سے نکلا ہوُا سمجھنا حدیث سے قطعی ناواقفیت ظاہر کرتا ہے کیونکہ قصوں کی حدیثوں میں بالخصوص روایت کا بالمعنی ہونا ایک مسلم امر ہے اور اسی حدیث کی جو روایت ترمذی میں آئی ہے اس میں نبی اللہ کا لفظ نہیں بلکہ بار بار عیسیٰ ابن مریم ہی آتا ہے اور میاں صاحب نے جو عہدہ اور نام کا ایک فرضی فرق قائم کیا ہے وہ کہیں نظر نہیں آتا۔ پھر لکھتے ہیں کہ استعارہ کی کوئی حد ہونی چاہئے گیا وہ حد میاں صاحب کے خیال کے مطابق ہی ہونی چاہئے یعنی جب وہ کہدیں وہ حد ہو جائے وہ زرد چادروں کو بیماریاں سمجھیں تو حرج نہیں۔ دمشق کو قادیاں سمجھیں تو حرج نہیں عیسیٰ ابن مریم کو مرزا غلام احمد سمجھیں تو حرج نہیں مگر نبی اللہ کے لفظ پر استعارہ کی حد آجاتی ہے۔ کیا صرف اسلئے کہ ان کی خواہش کے یہ خلاف ہے یا کوئی اور بھی وجہ ہے۔ اور پھر اس حدیث میں دجال کا ذکر بھی ہے اسے بھی حقیقت قرار دے کر احمدیت سے توبہ کرنی چاہئے۔

کہ ایک پیشگوئی کو نبوت کے اختتام کی اصولی بحث میں پیش کیا جائے۔ جو چیز خدا کے انسان بننے کے لئے مانع ہے وہی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد دنیا میں کسی نبی کے آنے کی مانع ہے۔ یہ دنیا پر ظلم نہیں رحمت ہے۔ یوں تو اگر کسی کا دل چاہے تو یہ بھی کہہ دے کہ ساری قوموں کے لئے ایک ہی نبی کا آجانا یہ دنیا کے لئے عذاب ہے۔ الگ الگ قوموں میں نبی آیا کرتے تھے ہر ایک قوم اپنے نبی کی پیروی کرتی تھی۔ یہ کیا ہوا کہ ساری قومیں مجبور کی جائیں کہ تم ایک عربی کو اپنا نبی مانو۔ پس اگر یہی طریق استدلال ہے کہ سارے زمانوں کیلئے ایک ہی نبی کا ہونا عذاب ہے تو اس سے بڑھ کر یہ بات ہے کہ سارے ملکوں اور قوموں کے لئے ایک ہی نبی ہو۔ اور سب قومیں نبوت کی نعمت سے محروم کر دی گئیں۔ حالانکہ سب کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آنے سے پہلے یہ نعمت ملی ہوئی تھی۔ بلکہ رحمۃ للعالمین کے مقابل تو اس موقعہ پر دنیا کے لئے عذاب قرار دینا زیادہ موزون ہے۔ ہمیں امید ہے کہ ختم نبوت کو توڑنے کے شایق اب اس بات پر بھی غور کر کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کل قوموں کی طرف مبعوث ہونے سے انکار کرینگے مگر وہ یاد رکھیں کہ ختم نبوت کا توڑنا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی نبی کے آنے کو ماننا اور اس نبی کو آخری نبی قرار دینا یہ اسلام کی عمارت کو گرانا ہے۔ سلسلہ نبوت تو آگے چلانے سے رہے۔ اس کے لئے تو خدا کا وعدہ ہے کہ جو شخص جھوٹا دعویٰ کریگا وہ اسے ہلاک کرے گا۔ مگر حضرت مسیح موعود کو ان کی وفات کے بعد نبی بنا کر صرف اسی قدر خدمتگزاری محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کی ہے کہ بجائے آنحضرت ؐ کے مرزا صاحب کو۔ اس کی بارش میں سے ایک قطرہ کو اس کی روشنی میں سے ہلکے سایہ کو۔ اس کے ایک ادنیٰ غلام کو خاتم النبیین بنا دیا۔

حضرت مسیح موعود کی کتابوں میں ختم نبوت کی بحث۔

اب میں مختصر طور پر اس بحث کو لیتا ہوں جو خود حضرت مسیح موعود نے مسئلہ ختم نبوت پر کی ہے کیونکہ اس میں کچھ شک نہیں کہ امت کا اس پر اجماع رہا ہے کہ نبوت ختم ہو چکی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جس طرح ساری قوموں کے لئے ایک ہی نبی ہیں اسی طرح سارے زمانوں کے لئے بھی ایک ہی نبی ہیں۔ آپؐ کی نبوت کا دامن ایک طرف کل قوموں کو اپنے نیچے لئے ہوئے ہے دوسری طرف کل زمانوں پر ممتد ہے اور اب قیامت تک کسی دوسرے کو یہاں قدم رکھنے کی گنجایش نہیں۔ اور یہ نسل انسانی پر ظلم نہیں بلکہ سراسر رحمت ہے۔ کیونکہ ایک ہی سردار کے جھنڈے تلے لا کر اللہ تعالیٰ دنیا کی کل قوموں کو ایک کرنا چاہتا ہے اور قومی نفرتوں اور قومی تفرقوں کو دور کر کے ان کی بجائے نسل انسانی کی اخوت کا ایک عظیم الشان سلسلہ قائم کرنا چاہتا

ہے۔ اور یہ ہو نہیں سکتا جب تک ہمیشہ کے لئے اور سارے انسانوں کے لئے ایک ہی خدا اور ایک ہی کتاب اور ایک ہی رسول نہ ہو حضرت مسیح موعود کی تحریروں کے متعلق میں ایک بات کو وضاحت سے بتلانا چاہتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ یہ ایک نہایت ہی بیہودہ خیال ہے کہ حضرت مسیح موعود کی سنہ ۱۹۰۱ء سے پہلے کی تحریریں مسئلہ نبوت کے متعلق منسوخ ہیں۔ میں سمجھتا ہوں اس سے بڑھ کر کوئی شخص آپ کی تحقیر نہیں کر سکتا کہ سینکڑوں صفحات جن میں مسئلہ نبوت پر آپ کی سنہ ۱۹۰۱ء سے پہلے کی کتابوں میں بحث ہے ان کو ردی قرار دیا جائے۔ اور مسیح موعود کی تحریروں کا انکار در حقیقت مخفی رنگ میں خود مسیح موعود کا انکار ہے۔ جو شخص ادنیٰ غور اور فکر سے بھی کام لیگا وہ دیکھ لیگا کہ مسیح موعود کے مذہب میں ایک نقطہ اور شعشہ تک بھی فرق نہیں آیا جو کچھ آپ نے سب سے پہلی کتاب توضیح مرام میں لکھا ہے۔ وہی بعینہ سب سے آخری کتاب چشمہ معرفت میں لکھا ہے۔ اور باب دوم کے اخیر جو مبشرات کی بحث میں میں نے ان دونوں کتابوں کے حوالے دیئے ہیں۔ ان سے یہ بات اظہر من الشمس ہو جاتی ہے۔ ایسا ہی ختم نبوت کی بحث میں جو کچھ آپ نے دوسری کتاب ازالہ اوہام میں لکھا وہی کچھ آخری سے پہلی کتاب حقیقۃ الوحی میں لکھا چنانچہ ان دونوں کتابوں کے حوالے بطور تقابل میں یہاں نکال کر دکھاتا ہوں:۔

ازالہ اوہام صفحہ ۵۷۵

"اس جگہ بڑے شبہات یہ پیش آتے ہیں کہ جس حالت میں مسیح ابن مریم اپنے نزول کے وقت کامل طور پر اُمتی ہوگا تو پھر وہ باوجود اُمتی ہونے کے کسی طرح رسول نہیں ہو سکتا۔ اور نیز خاتم النبیین ہونا ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا کسی دوسرے نبی کے آنے سے مانع ہے۔ ہاں ایسا نبی جو مشکوٰۃ نبوت محمدیہ سے نور حاصل کرتا ہے اور نبوت تامہ نہیں رکھتا جس کو دوسرے لفظوں میں محدث بھی کہتے ہیں وہ اس تحدید سے باہر ہے کیونکہ وہ بباعث اتباع اور فنا فی الرسول ہونے کے جناب ختم المرسلین کے وجود میں داخل ہے جیسے جزو کل میں داخل ہوتی ہے۔"

ضمیمہ حقیقۃ الوحی الاستفتاء صفحہ ۶۴

والنبوۃ قد انقطعت بعد نبینا صلی اللہ علیہ	اور نبوت ختم ہو چکی ہمارے نبی صلعم کے بعد
وسلم ..... بید انی سمیت نبیاً علیٰ لسان	ہاں میرا نام خیر البریہ کی زبان پر نبی رکھا گیا۔
خیر البریۃ وذلک امر ظلی من برکات المتابعۃ	اور یہ امر ظلی ہے جو پیروی کی برکات سے حاصل
..... وان رسولنا خاتم النبیین وعلیہ انقطعت	ہوتا ہے۔ اور ہمارے رسول نبیوں کے ختم کرنے

سلسلة المرسلین فلیس حق احد ان یدعی	والے ہیں اور آپ پر رسولوں کا سلسلہ ختم ہوگیا پس
النبوة بعد رسولنا المصطفیٰ علی الطریقة	کسی کا حق نہیں کہ ہمارے نبی صلعم کے بعد مستقل طور پر
المستقلة وما بقی بعده الا کثرة المکالمة	نبوت کا دعویٰ کرے اور آپ کے بعد باقی نہیں رہا
وھو بشرط الاتباع۔	مگر کثرت مکالمہ اور وہ پیروی کی شرط سے ہے۔

اب جہاں تک دعویٰ نبوت کا سوال ہے ازالہ اوہام کی عبارت حقیقۃ الوحی سے بھی زیادہ پُرزور ہے۔ جہاں صاف یہ الفاظ ہیں "ہاں ایسا نبی جو مشکوٰۃ نبوت محمدیہ سے نور حاصل کرتا ہے...... وہ اس تحدید سے باہر ہے کیونکہ وہ بباعث اتباع اور فنافی الرسول جناب ختم المرسلین کے وجود میں ہی داخل ہے جیسے جزو کل میں داخل ہوتی ہے"۔

اب اوّل اور آخر کتاب کو چھوڑو اور درمیانی زمانہ کی ایک تحریر لے لو۔ اور تحریر بھی وہ جس کے متعلق کہا جاتا ہے کہ اس نے ساری پہلی تحریروں کو منسوخ کر دیا اور اس کو پڑھ کر دیکھو کہ کیا ایک ذرہ بھر بھی پہلے اور پچھلے اور درمیانی مذہب میں کوئی تبدیلی نظر آتی ہے۔ میں یہاں غلطی کے ازالہ سے چند سطور نقل کرتا ہوں:-

"اس میں اصل بھید یہی ہے کہ خاتم النبیین کا مفہوم تقاضا کرتا ہے کہ جب تک کوئی پردہ مغائرت کا باقی ہے اس وقت تک اگر کوئی نبی کہلائے گا تو گویا اس مہر کو توڑنے والا ہوگا۔ جو خاتم النبیین پر ہے۔ لیکن اگر کوئی شخص اسی خاتم النبیین میں ایسا گم ہو کہ بباعث نہایت اتحاد اور نفی غیریت کے اسی کا نام پالیا ہو اور صاف آئینہ کی طرح محمدی چہرہ کا اس میں انعکاس ہوگیا ہو تو وہ بغیر مہر توڑنے کے نبی کہلائے گا کیونکہ وہ محمدؐ ہے گو ظلی طور پر"۔

اور وہیں حاشیہ میں لکھا ہے:-

"اس لئے ماننا پڑتا ہے کہ اس موہبت کے لئے محض بروز اور ظلیت اور فنافی الرسول کا دروازہ کھلا ہے"۔

ختم نبوت پر پورے حوالجات ضمیمہ کتاب ہذا میں دیئے گئے ہیں۔ یہاں صرف بطور نمونہ چند حوالجات نقل کرتا ہوں جن سے صاف معلوم ہوگا کہ حضرت مسیح موعود ہمیشہ خاتم النبیین سے نبیوں کا ختم کرنے والا ہی مراد لیتے رہے اور اس کے معنے ایک نیا سلسلہ نبوت شروع کرنے والا آپ کے وہم میں کبھی نہیں آئے۔

"ظاہر ہے کہ یہ بات مستلزم محال ہے کہ خاتم النبیین کے بعد جبرئیل علیہ السلام کی وحی رسالت کے

ساتھ آمدورفت شروع ہو جائے۔" ازالہ اوہام صفحہ ۵۸۳

"لیکن خدائے تعالیٰ ایسی ذلت اور رسوائی اس امت کے لئے اور ایسی ہتک اور کسرِشان اپنے نبی مقبول خاتم الانبیاء کے لئے ہرگز روا نہیں رکھے گا کہ ایک رسول کو بھیجکر جس کے آنے کے ساتھ جبرائیل کا آنا ایک ضروری امر ہے اسلام کا تختہ ہی اُلٹ دیوے۔ حالانکہ وہ وعدہ کر چکا ہے کہ بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کوئی رسول نہیں بھیجا جائیگا۔" ازالہ اوہام صفحہ ۵۸۶

"قرآن کریم بعد خاتم النبیین کے کسی رسول کا آنا جائز نہیں رکھتا خواہ وہ نیا رسول ہو یا پرانا ہو کیونکہ رسول کو علم دین بتوسط جبرائیل ملتا ہے اور باب نزول جبرائیل بہ پیرایہ وحی رسالت مسدود ہے اور یہ بات خود ممتنع ہے کہ دنیا میں رسول تو آوے مگر سلسلہ وحی رسالت نہ ہو۔" ازالہ اوہام صفحہ ۷۶۱

"کیونکہ یہ بات اللہ عزوجل کے اس قول کے مخالف ہے جو آیت ذیل میں ہے۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم تم میں سے کسی ایک شخص کے باپ تو نہیں مگر اللہ کے رسول اور خاتم النبیین ہیں۔ کیا نہیں جانتے کہ خدائے کریم ورحیم نے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بغیر کسی استثناء کے خاتم الانبیاء قرار دیا ہے۔" اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بطور تفسیر آیت مذکور فرمایا ہے۔ کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔" ترجمہ از حمامۃ البشریٰ صفحہ ۲۰

"اور طالبین حق کے لئے یہ بات واضح ہے کہ اگر ہم اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی نبی کے آنے کا جواز قبول کریں تو گویا ہم نے وحی نبوت کا دروازہ کھول دیا حالانکہ وہ بند ہو چکا تھا اور یہ امر خلاف ہے جیسے کہ مسلمانوں سے یہ بات مخفی نہیں اور ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کس طرح کوئی نبی آسکتا ہے جب کہ ان کی وفات کے بعد وحی منقطع ہو گئی اور اللہ تعالیٰ نے آپ پر نبیوں کا خاتمہ کر دیا۔" ترجمہ از حمامۃ البشریٰ صفحہ ۴۹

"کیا ایسا بدبخت مفتری جو خود رسالت اور نبوت کا دعویٰ کرتا ہے قرآن شریف پر ایمان رکھ سکتا ہے اور کیا ایسا وہ شخص جو قرآن شریف پر ایمان رکھتا ہے اور آیت ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین کو خدا کا کلام یقین رکھتا ہے وہ کہہ سکتا ہے کہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد رسول اور نبی ہوں۔" انجام آتھم حاشیہ صفحہ ۲۷ و ۲۸

"اور تمام نبوتیں اور تمام کتابیں جو پہلے گذر چکیں ان کی الگ طور پر پیروی کی حاجت نہیں رہی۔ کیونکہ نبوت محمدیہ ان سب پر مشتمل اور حاوی ہے۔ اور بجز اس کے سب راہیں بند ہیں۔ تمام سچائیاں جو خدا تک پہنچاتی ہیں اسی کے اندر ہیں نہ اس کے بعد کوئی نئی سچائی آئیگی اور نہ اسکے پہلے ایسی کوئی سچائی

تھی جو اس میں موجود نہیں۔ اس لئے اس نبوت پر تمام نبوتوں کا خاتمہ ہے۔ اور یہ ہونا چاہیے تھا۔ کیونکہ جس چیز کے لئے آغاز ہے اس کے لئے انجام بھی ہے"۔ الوصیت صفحہ ۱۰

باب چہارم

محدّث و مجدّد

رسول کی اطاعت سے رسول نہیں بنتا۔ صدیق اور شہید بنتا ہے۔

جیسا کہ کتاب کی ابتدا میں دکھایا جا چکا ہے مقام نبوت کبھی بذریعہ اکتساب حاصل نہیں ہوتا بلکہ اس پر اکتساب کا لفظ لانا درحقیقت اس مقام کی ہتک کرنا ہے۔ پس نبی دنیا میں اس لئے نہیں آتے۔ کہ لوگوں کو نبی بنائیں۔ بلکہ اس لئے آتے ہیں کہ ان کو اپنے رنگ میں یعنی نبیوں کے رنگ میں رنگین کر دیں۔ پھر ہر شخص ان سے بقدر اپنی استعداد کے حصہ لیتا ہے۔ لیکن اس کو بطور ایک اصول کے ذہن میں رکھنا چاہئے۔ کہ نبوّت کوئی ایسی چیز ہی نہیں جس کو انسان اپنی کوشش سے حاصل کر سکے۔ ہاں اپنی کوشش سے وہ جس بات کو حاصل کر سکتا ہے وہ نبیوں کے رنگ میں رنگین ہو جاتا ہے۔ انہی کی طرح محبت الٰہی میں محو ہو جانا۔ انہی کی طرح معرفت الٰہی کے انتہائی مقام پر پہنچ جانا انہی کی طرح مخلوق کی ہمدردی میں اپنے آپ کو لگا دینا۔ انہی کی طرح ہر ایک نور سے محبت کرنا اور ہر ایک تاریکی سے متنفر ہونا کیسا پرحکمت کلام ہے قرآن کریم۔ ایک طرف جب یہ دعا سکھائی اھدنا الصراط المستقیم ہم کو سیدھی راہ پر چلا۔ تو دوسری طرف اس کی قبولیت کا ذکر کیسے پرحکمت الفاظ میں کیا ہے۔ فرمایا۔

ومن یطع اللہ والرسول فاولٰئک مع الذین انعم اللہ علیھم من النبیین والصدیقین والشھداء والصالحین۔	جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتا ہے تو ایسے لوگ ان کے ساتھ ہوتے ہیں جن پر اللہ نے انعام کیا نبیوں اور صدیقوں اور شہیدوں اور صالحین میں سے

یہاں یوں نہیں فرمایا۔ کہ وہ نبی صدیق وغیرہ ہو جاتے ہیں۔ بلکہ یہ فرمایا کہ ان کے ساتھ ہو جاتے ہیں یعنی انہی کے رنگ میں رنگین ہو جاتے ہیں۔ پھر دوسری جگہ فرمایا:۔

والذین اٰمنوا باللہ ورسلہ اولٰئک ھم الصدیقون والشھداء عند ربھم	اور جو لوگ اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لاتے ہیں وہی اپنے رب کے نزدیک صدیق اور شہید ہیں ان کے لئے

لهم اجرهم ونورهم (سورۃ الحدید)	ان کا اجر اور ان کا نور ہے۔

یہاں درحقیقت ایمان سے مراد ایمان کامل ہے۔ جس طرح پہلی آیت میں اطاعت سے مراد اطاعت کامل ہے اب ان دونوں آیتوں میں کئی باتوں میں فرق نظر آتا ہے۔ وہاں مع کا لفظ تھا یہاں وہ نہیں۔ وہاں چار گروہوں کا ذکر تھا۔ نبی۔ صدیق۔ شہید۔ صالح۔ یہاں اول اور آخر گروہ کو نہیں رکھا۔ صرف صدیق اور شہید رکھے ہیں۔ وہاں انعم کا لفظ تھا۔ یہاں اجر کا لفظ ہے۔ سب سے پہلی بات جو توجہ کو اپنی طرف کھینچتی ہے یہ ہے کہ ادھر مع کا لفظ اڑایا ادھر نبیوں کو الگ کر دیا۔ یہ کوئی بے معنی تبدیلی نہیں۔ جہاں صدیقوں اور شہیدوں کے ساتھ نبیوں کو رکھا تھا۔ وہاں فرمایا وہ ان کے ساتھ ہوتے ہیں۔ یعنی ایسی شدید مشابہت پیدا کر لیتے ہیں۔ کہ گویا وہی ہو جاتے ہیں۔ مگر چونکہ نبی کا لفظ مانع تھا۔ کہ وہ درحقیقت وہی ہو جائیں۔ اس لئے یوں نہیں فرمایا۔ اولئك هم النبیون والصدیقون۔ والشهداء بلکہ فرمایا اولئك مع الذین انعم الله علیهم من النبیین والصدیقین والشهداء والصالحین۔ لیکن صدیقوں اور شہیدوں کے مراتب پانے کا ذکر کرتے ہوئے یہ فرمایا۔ کہ وہ فلاں مرتبہ پا لیتے ہیں۔ وہاں نبیوں کا لفظ ساتھ نہیں رکھا یوں نہیں فرمایا۔ اولئك هم النبیون والصدیقون والشهداء بلکہ فرمایا اولئك هم الصدیقون والشهداء اب اہل بصیرت کے لئے یہ مقابلہ اس بات کو صاف کر دیتا ہے جیسا کہ ہم اصولاً بھی دکھا چکے ہیں کہ قرآن کریم اس بات کو جائز نہیں رکھتا کہ نبی کی اطاعت سے کوئی سچ مچ نبی بن جائے۔ بلکہ مرتبہ تو صدیقیت کا اور شہید کا ہی ہے لیکن انعامات اور کمالات نبوت کے بھی مل جاتے ہیں۔ اور درحقیقت اسی فرق کی طرف اشارہ ہے۔ جو سورہ نساء کی آیت میں تو انعام کا لفظ رکھا۔ اور یہاں سورہ حدید کی آیت میں اجر کا لفظ رکھا کیونکہ نبوت موہبت ہے اس کے لئے انعام کا لفظ زیادہ موزون ہے۔ صدیقیت اکتساب ہے اس کے لئے اجر کا لفظ زیادہ موزون ہے۔ اب ایک اور سوال باقی رہ جاتا ہے۔ کہ صالحین کا لفظ یہاں سورہ حدید کی آیت میں کیوں چھوڑ دیا۔ سو یہ یاد رکھنا چاہئے کہ صالح کا مرتبہ اس سلوک روحانی میں ادنیٰ مرتبہ ہے یا پہلی سیڑھی ہے۔ سو گو اس مقصود کو حاصل کرنے کے لئے پہلی منزل تو صالح کی ہے۔ لیکن اگر یہاں تک ہی انسان اپنے سلوک کو ختم کر دے تو اس نے اپنے مقصد کو نہیں پایا۔ مقصد کو پانے کے لئے صدیقیت اور شہادت تک پہنچنا ضروری ہے۔ پھر بعض اپنی کوشش اور استعداد کی وجہ سے مرتبہ صدیقیت کو پا لیتے ہیں۔ اور بعض صرف شہید کے مرتبہ کو پا لیتے ہیں یہ دونوں گروہ درحقیقت نبی سے کمال مشابہت رکھتے ہیں۔ ان میں

فرق اور رنگ کا ہے۔ مگر حق یہی ہے کہ اسلام انسان کو صالح کے مرتبہ پر قناعت کرنے کی تعلیم نہیں دیتا۔ بلکہ شہید اور صدیق کے مرتبہ پر پہنچانا چاہتا ہے۔ اور نبوت کے انعامات اور کمالات سے حصہ دینا چاہتا ہے۔ پس جہاں اس اعلےٰ مرتبہ نبوّت کا ذکر تھا جس کے انعامات کی طرف توجہ دلائی ہے۔ وہاں ادنےٰ سے ادنےٰ مرتبہ کا ذکر بھی کر دیا۔ اور جہاں یہ بتانا تھا۔ کہ تمہارا مقصد کس مرتبہ پر پہنچنا ہونا چاہئے۔ وہاں صالح کو چھوڑ دیا۔ اور صدیق اور شہید کو رکھ لیا۔ یہی وجہ ہے کہ صالح کے مرتبہ کو اسلام کے لئے خاص نہیں رکھا۔ بلکہ اہل کتاب میں سے جو نیکی کرتے ہیں ان پر بھی صالح کا لفظ بولا ہے جیسا کہ فرمایا من اھل الکتاب امة قائمة یتلون ایات اللہ آناء الیل وھم یسجدون ...... واولئك من الصالحین (آل عمران ۱۱۲-۱۱۳) تو چونکہ کامل ایمان صرف صالح کے ادنےٰ مرتبہ پر چھوڑنا نہیں چاہتا۔ اس لئے صالح کا لفظ سورہ حدید میں نہیں رکھا۔ دوسری طرف چونکہ نبوّت کا مرتبہ اکتساب سے مل نہیں سکتا۔ اس لئے نبیوں کا لفظ نہیں رکھا۔

صدیق اور شہید کا مفہوم

صدیق اور شہید بننا درحقیقت اس اُمت کے خاص امتیازات میں سے ہے۔ یہ یاد رکھنے کے قابل بات ہے کہ شہید سے اللہ تعالیٰ کی مراد یہاں وہ شہید نہیں جو محض کسی دینی جنگ میں دشمن کے ساتھ لڑتے ہوئے مارے جائیں۔ بلکہ یہ وہ مرتبہ ہے جس میں انسان حقیقتاً اللہ تعالیٰ کو دیکھتا ہے اور یہ بھی درحقیقت نبیوں کے کمالات میں سے ایک کمال ہے کہ وہ شہید ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس اُمت کو وہی کمال دینے کا وعدہ فرمایا۔ جیسا کہ فرمایا۔ وکذالك جعلناکم امة وسطا لتکونوا شھداء علی الناس ویکون الرسول علیکم شھیدا۔ اور اسی طرح (یعنی خدا کی عبادت کے سب سے پہلے گھر اور توحید الٰہی کے حقیقی مرکز کو تمہارا مرکز قرار دے کر) ہم نے تم کو بہترین امت بنایا۔ تاکہ تم لوگوں کے لئے شہید بنو اور رسول تمہارے لئے شہید ٹھیرے۔ دوسرے مقامات میں ہر ایک رسول کو شہید فرمایا ہے۔ تو درحقیقت شہید ہونا کمالات رسل میں سے ہے۔ مگر اللہ تعالیٰ نے اس امت کو یہ فضیلت دی کہ فرمایا تم کو بھی شہید بنایا۔ یعنی کمالات نبوّت عطا فرمائے۔ صدیق کا لفظ بھی نبیوں کے ناموں کے ساتھ بالخصوص آتا ہے۔ انه کان صدیقا نبیا۔ یوسف ایھا الصدیق۔ سو صدیقیت بھی درحقیقت نبوّت کے کمالات میں سے ایک کمال ہے۔ پس اللہ تعالیٰ نے جہاں یہ فرمایا۔ کہ کامل مومنوں کو ہم صدیق اور شہید کا مرتبہ دیں گے۔ وہاں یہی مراد ہے کہ وہ کمالات نبوّت کو پالیں گے۔ صدیق اور شہید کے مفہوم میں کیا فرق ہے۔ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب حجة اللہ البالغہ میں فرماتے ہیں کہ امت میں سے ایک شخص ایسا ہوتا ہے۔ کہ وہ اپنی فطرت ذاتی

کے اعتبار سے انبیاء کے ساتھ مشابہت رکھتا ہے..... پھر اگر اس شخص کو قوائے عقلیہ کے اعتبار سے تشبیہ ہو تو وہ صدیق یا محدث ہے۔ اور اگر اس کو مشابہت قوائے عملیہ کے اعتبار سے ہے تو وہ شہید اور حواری ہے"۔ پس یہ ظاہر ہے کہ صدیق اور شہید اعلیٰ سے اعلیٰ مراتب ہیں۔ جن پر کامل مومن پہنچتے ہیں۔ اور یہ وہ مراتب ہیں جن میں کامل مومن کمالات نبوت پالیتے ہیں +

صدیق اور شہید کا مرتبہ محدثیت کا مرتبہ ہے۔

یہ تو قرآن کریم سے ہمیں معلوم ہوا۔ اب احادیث کی طرف دیکھتے ہیں تو وہاں اس اعلیٰ سے اعلیٰ مرتبہ کا جو مومن کامل کو ملتا ہے نام محدثیت تجویز فرمایا۔ یہ استنباط ہم ان حدیثوں سے کرتے ہیں جو حضرت عمرؓ کے مناقب میں آئی ہیں۔ چنانچہ ایک حدیث میں تو فرمایا لوکان بعدی نبیٌّ لکان عمر۔ اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمرؓ ہوتا۔ اس میں تو باب نبوت کے مسدود ہونے کا ذکر فرمایا۔ یعنی اُمتی کے لئے مرتبہ نبوت کا حاصل کرنا ناممکن ہے۔ ورنہ حضرت عمرؓ وہ کمالات حاصل کر چکے تھے جو ایک نبی کے کمالات ہوتے ہیں اور ایک حدیث میں جس کا ذکر ابھی آتا ہے فرمایا۔ کہ پہلی امتوں میں محدث ہوتے تھے۔ میری اُمت میں اگر کوئی ہے تو عمرؓ ہے۔ نبی ہونے کا انکار اور محدث ہونے کی خوشخبری ایک ہی شخص کو دیکر درحقیقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بتادیا۔ کہ اس امت میں نبی کی بجائے محدث آئیں گے۔ اور محدثیت ہی وہ اعلیٰ سے اعلیٰ مقام ہے۔ جہاں تک اُمتی پہنچ سکتا ہے۔ اور یہی وہ نبوت ہے جو اسلام میں باقی ہے۔ کیونکہ خاتم النبیین کے بعد نبی تو آنہیں سکتا۔ اور نہ کسی پر اس وجہ سے کہ ساری امت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تبع ہوگی اور کمالات صرف آپ کی پیروی سے حاصل کرے گی۔ نبی کا لفظ حقیقی معنوں میں صادق آسکتا ہے مگر دوسری طرف امت پر کمالات نبوت کے حصول کا دروازہ بند نہیں کیا گیا۔ کیونکہ اس سے تو اصل غرض ہی نبی کے آنے کی مفقود ہو جاتی۔ پس جہاں تک نبوت کو ایک امتی حاصل کرسکتا ہے۔ اس کا حقیقی نام محدثیت ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا افاضہ کمال اس بات کو چاہتا تھا کہ آپ کی امت اس مرتبہ محدثیت کو کامل طور پر حاصل کرے اور آپ کا افاضہ کمال نہ صرف ساری قوموں کے لئے ہو اور ہمیشہ کے لئے ہو۔ بلکہ کیفیت میں بھی دوسرے نبیوں سے بڑھ کر ہو۔ غرض حدیث نے بتادیا کہ وہی مرتبہ کمال جس کو قرآن کریم نے صدیق اور شہید کے نام سے موسوم کیا ہے وہی محدث کا مرتبہ ہے۔ اور درحقیقت محدث اپنے وجود میں امتی کے کمالات کے ساتھ کمالات نبوت کو بھی ایک حد تک جمع کرتا ہے۔ مگر وہ چونکہ کامل طور پر امتی ہوتا ہے۔ اور نبوت نہیں پاتا۔ بلکہ نبوت کے رنگ میں رنگین ہوتا ہے۔ اس لئے اس کی نبوت جزئی یا ناقصہ کہلاتی ہے

پس نبی اور محدث میں اصل فرق یہی ہے۔ کہ محدث نبی کا شاگرد ہے اور نبی کا متبع ہے۔ اور اُمّتی کا کمال صرف محدثیت ہے۔

نبی اور محدث میں امتیاز کی ضرورت

ان مراحل کو طے کرنے کے بعد جن کا ذکر اوپر ہو چکا مسئلہ نبوت کی بحث کا سارا دارومدار نبی اور محدث میں صحیح امتیاز قائم کرنے پر آرہتا ہے۔ اگر صحیح طور پر اس مقام کو سمجھ لیا جائے۔ اور جو جو باتیں نبی اور محدث میں مشابہت کی پائی جاتی ہیں اور جو جو امور ان دونوں میں امتیاز کے پائے جاتے ہیں ان کو اچھی طرح سے ذہن نشین کر لیا جائے تو یہ مسئلہ بہت صاف ہو جاتا ہے۔ اور پھر انسان اس راہ میں ٹھوکر کھانے سے بچ جاتا ہے۔ درحقیقت یہ فرق بہت دشوار بھی ہے اور اسی فرق کو نہ سمجھنے کی وجہ سے مخالفین نے مسیح موعود کی طرف دعوٰئے نبوت منسوب کیا۔ اور اس فرق کو نہ سمجھنے کی وجہ سے میاں محمود احمد صاحب کی کتاب حقیقت النبوت ساری کی ساری ایک بنائے فاسد پر لکھی گئی ہے اور اسی فرق کو نہ سمجھنے کی وجہ سے مسیح موعود کی جماعت کا ایک حصہ غلطی میں پڑ کر آج آپ کے مخالفوں کا ہمنوا ہو رہا ہے اور مسیح موعود پر وہی اتہام لگا رہا ہے۔ جو مخالفین نے ابتدائے دعوٰے میں لگایا تھا۔ کہ گویا درحقیقت آپ نبوت کے مدعی ہیں۔ چنانچہ خود حضرت مسیح موعود نے اس طرف اپنی ایک کتاب میں اشارہ کیا ہے:۔

"وانی کتبت فی بعض کتبی ان مقام التحدیث اشد تشبیھا بمقام النبوۃ ولا فرق الا فرق القوۃ والفعل وما فھموا قولی وقالوا ان ھذا الرجل یدعی النبوۃ واللہ یعلم ان قولھم ھذا کذب بحت لا یمازجہ شیء من الصدق ولا اصل لہ اصلاً"	اور میں نے اپنی بعض کتابوں میں لکھا تھا۔ کہ محدثیت کا مقام نبوت کے مقام سے اشد مشابہت رکھتا ہے اور دونوں میں کوئی فرق نہیں۔ سوائے قوت اور فعل کے فرق کے اور ان لوگوں نے میری بات کو نہ سمجھا اور کہا کہ یہ شخص نبوت کا دعوٰی کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ ان کا یہ قول صریح جھوٹ ہے۔ جس کے ساتھ سچ کی کچھ بھی ملاوٹ نہیں اور اس کا فی الواقع کوئی بھی اصل نہیں۔

محدث کی تشریح احادیث میں

قرآن کریم میں محدث کا لفظ نہیں آیا۔ ہاں سورہ حج کی اس آیت میں وما ارسلنا من قبلک من رسول ولا نبی الا اذا تمنی القی الشیطٰن فی امنیتہ ایک قرأت میں لفظ محدث بھی لفظ نبی کے بعد آیا ہے مگر اس کا مطلب میرے نزدیک صرف اسی قدر ہے کہ اس شدید مشابہت کی وجہ سے جو محدث کو رسول اور نبی سے ہوتی ہے۔ کسی نے محدث کی وحی کو بھی دخل شیطان سے رسول اور نبی کی وحی کی طرح محفوظ سمجھا ہے اور بس۔ البتہ محدث کا لفظ صحیح احادیث میں آیا ہے۔ چنانچہ سب سے پہلے ذیل کی حدیث متفق علیہ ہے:۔

عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لقد کان فیما قبلکم من الامم محدثون فان یک فی امتی احد فانہ عمر۔	حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ کہا فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تم سے پہلے جو امتیں تھیں ان میں محدث ہوا کرتے تھے۔ پس اگر میری اُمت میں کوئی ہے تو وہ عمرؓ ہے

اس حدیث سے صرف اس قدر معلوم ہوا۔ کہ محدث پہلی امتوں میں بھی ہوا کرتے تھے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں بھی ہوں گے اور حضرت عمرؓ گویا اولین محدثین میں سے ہیں۔ یا محدثیت کے ایک بڑے اعلےٰ مرتبہ پر ہیں۔ مگر اس کے یہ معنے نہیں کہ ان کے سوا اس امت میں اور کوئی محدث نہیں ہے۔ بلکہ یہ ایک طرز بیان ہے۔ جس سے یہ ظاہر کرنا مقصود ہے۔ کہ حضرت عمرؓ محدث ہونے میں سباق میں سے ہیں دوسری طرح پر یہ حدیث ان الفاظ میں بخاری میں آئی ہے:۔

عن ابی ھریرۃ قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لقد کان فیمن کان قبلکم من بنی اسرائیل رجال یکلمون من غیر ان یکونوا انبیاء فان یکن فی امتی احد منھم فعمر۔	ابو ہریرہ سے روایت ہے کہا فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی اسرائیل میں جو تم سے پہلے تھے۔ ایسے لوگ تھے جن سے مکالمہ ہوتا تھا بغیر اس کے کہ وہ نبی ہوں۔ سو اگر میری امت میں ان میں سے کوئی ہو تو وہ عمرؓ ہے۔

دونوں حدیثوں کو ملا کر پڑھنے سے ہم اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں۔ کہ محدث سے مراد وہی لوگ ہیں جن سے مکالمہ الٰہیہ ہوتا ہے۔ مگر وہ نبی نہیں۔ یعنی نبیوں کے علاوہ ہر امت میں کوئی ایسا گروہ ہوتا ہے کہ ان سے اللہ تعالیٰ مکالمہ کرتا ہے۔ ان لوگوں کو محدث کہا ہے۔ حدیث لوکان بعدی نبی لکان عمر یعنی اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمر ہوتا۔ اسی کی موید ہے۔ کہ وہ یعنی محدث نبی نہیں ہوتے۔ کیونکہ محدثوں میں اول درجہ تو حضرت عمر کو دیا۔ مگر حضرت عمر کے نبی ہونے سے انکار کیا۔ اور فرمایا کہ میرے بعد کوئی نبی ہو سکتا ہی نہیں۔ اگر کوئی ہوتا تو عمر ہوتا۔ حالانکہ عمر کو محدث اور مکلم بیان فرمایا۔ یہ بھی ظاہر ہے کہ رجال یکلمون سے مراد ایسے لوگ ہی ہو سکتے ہیں جن کے ساتھ کثرت سے مکالمہ ہوتا ہے۔ کیونکہ دو چار دفعہ کے مکالمہ پر یہ لفظ نہیں بولا جاتا۔ بلکہ یکلمون سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے ساتھ یہ اللہ تعالیٰ کا معاملہ ہو جاتا ہے۔ کہ وہ ان کے ساتھ مکالمہ کرتا ہے۔ پس کثرت مکالمہ خود اس لفظ کے اندر ہی موجود ہے۔ احادیث سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ میں بہت لوگ رویائے صادقہ پاتے تھے۔ چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نماز فجر کے بعد بعض وقت دریافت بھی فرمایا کرتے تھے۔ کہ کسی نے کوئی خواب دیکھی ہے۔ پس حضرت عمر کو جو فضیلت دی اور ان کی خصوصیت فرمائی تو ان میں دوسروں سے بڑھ کر کوئی امر ہونا چاہئے اور وہ امر خارق در حقیقت کثرت مکالمہ ہے۔ اور اسی لئے محدثوں

کے ساتھ بطور عادت کلام کرنا بیان فرمایا۔ ورنہ قلیل کلام تو کس صحابی سے نہ ہوتا ہوگا۔ شارحین حدیث نے محدث کے مختلف معنے کئے ہیں۔ عموماً اس کے معنے ملہم کئے ہیں۔ بعض نے کہا وہ شخص جس کے دل میں ملاء اعلےٰ کی طرف سے کوئی بات ڈالی جائے۔ بعض نے کہا اس سے مراد ایسا شخص ہے جس کی زبان پر بلا قصد حق اور صواب جاری ہو۔ بعض نے اس کے معنے مکلم کئے ہیں۔ یعنی جس کے ساتھ مکالمہ ہو یا فرشتے اس سے باتیں کریں اور یہی معنے مکلم خود حدیث سے بھی ثابت ہوتے ہیں۔ اس لئے اس میں شک نہیں کہ محدث کے معنے مکلم یا ملہم کے ہیں۔ اور یہ بھی ظاہر ہے کہ جب ان کی نسبت فرمایا کہ رجال یکلمون من غیر ان یکونوا انبیاء۔ یعنی وہ ایسے لوگ ہوتے ہیں۔ کہ ان کے ساتھ مکالمہ ہوتا ہے۔ مگر وہ نبی نہیں ہوتے تو اس سے مراد یہ ہے کہ ان کا مکالمہ تو ایسا ہی ہوتا ہے جیسے انبیاء کا ہوتا ہے۔ یعنی یقینی اور قطعی اور دخل شیطان سے منزہ۔ مگر نبوت کے مقام پر وہ نہیں کھڑے ہوتے۔ اور اگر ان کے مکالمہ میں نعوذ باللہ دخل شیطانی ہوتا۔ تو نبی کریم ان کی صفت میں یکلمون کا لفظ کیوں فرماتے۔ ایسے لوگ جن میں شیطان کا حصہ باقی ہے وہ اس قابل نہیں کہ ان کو انبیاء کے ساتھ ملایا جائے اور خدا سے مکالمہ پانے والوں کے نام سے موسوم کیا جائے۔

محدث کے بارے میں اقوال ائمہ

اب ہم اقوال ائمہ کو لیتے ہیں کہ انہوں نے محدث سے کیا مراد لی اور محدث کا کیا کام قرار دیا ہے۔ محدثین کا مذہب تو اوپر بیان ہو چکا۔ کہ وہ مکلم من اللہ کو محدث کہتے ہیں۔ اور یہی ابن عباس سے بھی مروی ہے۔ اب ہم بعض اور اقوال نقل کرتے ہیں۔ فتح الباری میں ہے۔ دیکھو حدیث لقد کان فیما قبلکم من الامم محدثون۔

المحدث منهم اذا تحقق وجوده لا يحكم بما وقع له بل لا بد له من عرضه على القرآن فان وافقه او وافق السنة عمل به والا تركه وهذا وان جاز ان يقع لكنه نادر ممن يكون امره منهم مبنيا على اتباع الكتاب والسنة وتمحضت الحكمة فى وجودهم و كثرتهم بعد العصر الاول فى زيادة شرف هذه الامة بوجود امثالهم فيه وقد

اگر کسی محدث کا وجود محقق ہو جائے۔ یعنی اس کا محدث ہونا ثابت ہو جائے تو وہ جو کچھ اس کو ملتا ہے (یعنی الہام ہوتا ہے) اس کے مطابق حکم نہیں کرتا۔ بلکہ اس کے لئے ضروری ہے کہ اس کو قرآن پر پیش کرے۔ پس اگر وہ قرآن کے موافق ہے یا سنت کے موافق ہے تو اس پر عمل کریگا ورنہ اسے ترک کر دیگا۔ اور گو یہ جائز ہے۔ کہ ایسا امر کبھی پیش آ جائے۔ لیکن جن لوگوں کا کام اتباع کتاب و سنت پر مبنی ہے۔ ان کو شاذ و نادر ہی ایسا واقع ہوتا ہے اور بعد پہلے زمانہ کے محدثوں کے وجود اور ان کی کثرت میں سراسر حکمت ہے

تکون الحکمۃ فی تکثیرھم مضاھاۃ بنی اسرائیل فی کثرۃ الانبیاء فیھم فلما فات ھذہ الامۃ کثرۃ الانبیاء فیھا لکون نبیھا خاتم الانبیاء عوضوا بکثرۃ الملھمین

تاکہ اس امت کو انکے امثال کے وجود سے شرف حاصل ہو اور ان کی کثرت میں یہ بھی حکمت ہے۔ کہ تا بنی اسرائیل میں نبیوں کی کثرت کے مقابلہ پر ہوں۔ پس جبکہ اس امت میں کثرت انبیاء تو ہو نہیں سکتی کیونکہ اس کا نبی خاتم الانبیاء ہے۔ اس لئے انبیاء کے عوض میں ان کے اندر ملھموں کی کثرت ہوئی

ایسا ہی فتح الباری میں امام قرطبی کا قول باب رویا الصالحین میں نقل کیا گیا ہے وقال القرطبی المسلم الصادق الصالح ھو الذی یناسب حالہ حال الانبیاء فاکرم بنوع مما اکرم بہ الانبیاء وھو الاطلاع علی الغیب یعنی قرطبی کہتا ہے۔ کہ راست باز اور صالح مسلم وہ ہوتا ہے جس کا حال انبیاء کے حال سے مناسبت رکھتا ہے۔ پس اس کا اسی قسم سے اکرام کیا جاتا ہے جس قسم سے انبیاء کا۔ اور وہ اطلاع علی الغیب ہے متاخرین نے محدث کے متعلق بہت کچھ لکھا ہے چنانچہ مجدد الف ثانی اپنے مکتوبات میں لکھتے ہیں۔ دیکھو مکتوب پنجاہ ویکم

اعلم ایھا الاخ الصدیق ان کلامہ سبحانہ مع البشر قد یکون شفاھا و ذلک الافراد من الانبیاء علیھم الصلوٰۃ والتسلیمات وقد یکون ذلک لبعض المکمل من متابعیھم بالتبعیۃ والوراثۃ ایضًا واذا کثر ھذا القسم من الکلام مع واحد منھم سمی محدثا کما کان امیر المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ

یعنی اے صدیق جان لے کہ اللہ سبحانہ کا کلام بشر کے ساتھ کبھی ایسا ہوتا ہے۔ جیسا ان کے سامنے اور یہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ کے لئے ہے۔ اور کبھی ان کے پیروؤں میں سے بعض کے لئے جو کمال حاصل کر چکے ہوں۔ بہ سبب پیروی اور وراثت کے بھی ایسا کلام ہوتا ہے اور جب یہ قسم کلام ان میں سے ایک کے ساتھ کثرت سے ہو تو اس کا نام محدث رکھا جاتا ہے۔ جیسے امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا رکھا گیا۔

پھر آگے چل کر لکھتے ہیں۔

این درجہ چہارم از اتباع مخصوص بعلمائے راسخین است ..... و اولیاء اللہ را قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم۔ ہر چند نحوے از اطمینان نفس بعد تمکین قلب حاصل است اما کمال اطمینان ہر نفس را در تحصیل کمالات نبوت حاصل است۔ کہ علمائے راسخین را ازآن کمالات بطریق وراثت نصیب است۔

پھر اس سے بڑھ کر پنجم درجہ کے متعلق لکھتے ہیں۔

و این درجہ بس عالی است۔ درجات سابق را بآن مساسے نیست۔ این کمالات بالاصالۃ مخصوص بانبیاء اولو العزم است علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات و بہ تبعیت و وراثت

تا گرا باین دولت مشرف سازند۔

اور پھر آگے چل کر درجہ ہفتم کے متعلق لکھتے ہیں۔

و آین درجہ ہیچوں کل است۔ مرآن اجزا را۔ درین مقام تابع بہ متبوع نہجے مشابہت پیدا می کند۔ کہ گویا اسم تبعیت از میان بیخیزد۔ و امتیاز تابع و متبوع زائل می گردد۔ چناں متوہم می شود کہ تابع در رنگ متبوع ہر چہ می کرد از اصل می کرد و گویا ہر دو از یک چشمہ آب میخورند و ہر دو آغوش یک کنارند و ہر دو در یک بستر اند و ہر دو در رنگ شیر و شکر اند۔ تابع کجا و متبوع کدام و تبعیت کرا در اتحاد نسبت تغائر گنجایش ندارد۔

اختصار کے لئے میں صرف آخری حوالہ کا ترجمہ دیتا ہوں۔ اور یہ (یعنی آخری درجہ ترقی اور کمال کا) ان اجزاء کے لئے بطور کل کے ہے اس مقام میں تابع متبوع کے ساتھ ایک ایسے طرز سے مشابہت پیدا کرتا ہے۔ کہ گویا پیروی کا نام درمیان سے اٹھ جاتا ہے۔ اور تابع اور متبوع کا امتیاز زائل ہو جاتا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تابع جو کچھ متبوع کے رنگ میں کرتا ہے۔ اصل سے کرتا ہے۔ اور گویا دونوں ایک چشمہ سے پانی پیتے ہیں۔ اور دونوں ایک کنار کے آغوش میں ہیں۔ اور دونوں ایک بستر میں ہیں۔ اور دونوں شیر و شکر کے رنگ میں ہیں۔ تابع کہاں اور متبوع کون۔ اور پیروی کس کی۔ اتحاد میں غیریت باقی نہیں رہتی۔

یہ حوالہ میں نے اس غرض سے دیا ہے کہ ان لوگوں کو جو حضرت مسیح موعود کے بعض الفاظ پر ٹھوکر کھاتے ہیں۔ اور ان الفاظ کی بناء پر آپ کو عین محمد قرار دیکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے برابر ٹھیرانے لگتے ہیں۔ یہ معلوم ہو کہ اس مرتبہ فنا پر کیا کچھ پہلے لکھا گیا ہے۔ مگر در حقیقت یہ سارے الفاظ مجاز اور استعارہ کے رنگ کے ہوتے ہیں۔

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی لکھتے ہیں۔ برعایت اختصار اصل عبارت حجۃ اللہ البالغہ کا صرف اردو ترجمہ دیا جاتا ہے۔

"اور ازانجملہ صدیقیت و محدثیت ہے اور ان کی حقیقت یوں ہے کہ اُمت میں سے ایک شخص ایسا ہوتا ہے۔ کہ وہ اپنی فطرت ذاتی کے اعتبار سے انبیاء کے ساتھ مشابہت رکھتا ہے جیسے کہ شاگرد فطین کو شیخ محقق کے ساتھ نسبت ہوتی ہے"۔

اور پھر لکھتے ہیں۔

"اور منجملہ مقامات قلب کے دو مقام اور ہیں۔ یہ مقام ان نفوس کے ساتھ مختص ہوتے ہیں۔

جو انبیاء علیہم السلام کے ساتھ مشابہ ہوتے ہیں۔ ان مقامات کا عکس ان نفوس پر ایسا پڑتا ہے جس طرح چاند کی روشنی کا اس آئینہ میں عکس پڑتا ہے۔ جو ایک کھلے ہوئے سوراخ کے مقابل پر رکھا ہوا ہے۔ پھر اس آئینہ کی روشنی کا عکس دیواروں اور چھت اور زمین پر پڑتا ہے۔ یہ دو مقام بھی بمنزلہ صدیقیت اور محدثیت کے ہیں"۔

پس ان احادیث اور ان اقوال سے ثابت ہوتا ہے کہ ختم نبوت کے بعد مقام محدثیت اسلام میں قایم مقام نبوت ہے اور یہ خیال بھی درست نہیں کہ حضرت عیسیٰ کو دربارہ نبوت کبھی محققین نے مستثنے سمجھا ہے۔ بلکہ اہل تحقیق کا مذہب یہی ہے۔ کہ حضرت عیسیٰ بعد نزول کامل طور پر متبع شریعت نبوی ہوں گے اور ان پر وحی نبوت نازل نہیں ہوگی۔ چنانچہ امام ربانی اپنے مکتوبات کی جلد اول کے مکتوب ۳۰۱ میں لکھتے ہیں کہ "حضرت عیسیٰ بعد از نزول متابع شریعت خاتم الرسل خواہد بود"۔ یعنی حضرت عیسیٰ نزول کے بعد خاتم الرسل کی شریعت کے پیرو ہوں گے۔

مذکورہ بالا حوالجات سے یہ امر ظاہر ہے کہ

۱۔ اس امت میں نبی نہیں آئیں گے۔ محدث آئینگے۔

۲۔ محدث غیر نبی یا اُمتی ہوتا ہے۔

۳۔ محدثیت اُمتی کا اعلےٰ سے اعلےٰ مقام ہے۔

۴۔ محدث کو کمالات نبوت حاصل ہوتے ہیں۔

۵۔ محدث نبی سے بطور عکس کے روشنی لیتا ہے۔ بالفاظ دیگر ظلی رنگ میں نہ اصلی رنگ میں نبوت پاتا ہے۔

۶۔ اس اُمت میں محدث پہلی اُمتوں کے بالخصوص بنی اسرائیل کے انبیاء کے قائم مقام ہیں۔

۷۔ محدث نبی سے اشد مشابہت رکھتا ہے۔ اس کا وارث ہوتا ہے مگر رسول نہیں ہوتا۔

۸۔ محدث کے ساتھ کثرت سے مکالمہ مخاطبہ ہوتا رہتا ہے۔

۹۔ محدث کی وحی دخل شیطانی سے منزہ ہوتی ہے۔

۱۰۔ محدث اپنی وحی کی اتباع نہیں کرتا۔ جب تک کہ اسے قرآن شریف پر اور سنت نبوی پر عرض نہ کرے اور وہ اگر خلاف کتاب و سنت ہو تو وہ اسے ترک کرتا ہے۔

اس کے بعد ہم محدث کی بحث پر حضرت مسیح موعود کی تحریروں کی طرف رجوع کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ یہی تشریح محدث کی آپ نے کی ہے۔

محدث کی تشریح مسیح موعود کی تحریروں میں

"امام ربانی صاحب اپنے مکتوبات کی جلد ثانی میں جو مکتوب پنجاہ ویکم ہے۔ اس میں صاف لکھتے ہیں۔ کہ غیر نبی بھی مکالمات و مخاطبات حضرت احدیت سے مشرف ہو جاتا ہے۔ اور ایسا شخص محدّث کے نام سے موسوم ہے اور انبیاء کے مرتبہ سے اس کا مرتبہ قریب واقع ہوتا ہے۔ اور اُمت محمدیہ میں محدّثیت کا منصب اس قدر بکثرت ثابت ہوتا ہے۔ جس سے انکار کرنا بڑے غافل اور بے خبر کا کام ہے۔ پہلی اُمتوں کے کاملین کا حال بیان کر کے کہتا ہے کہ مریم صدیقہ والدہ عیسیٰ اور ایسا ہی والدہ حضرت موسیٰ اور نیز حضرت مسیح کے حواری اور نیز خضر جن میں سے کوئی بھی نبی نہ تھا۔ یہ جب ملہم من اللہ تھے۔ اور بذریعہ وحی اعلام اسرار غیبیہ پر مطلع کئے جاتے تھے اب سوچنا چاہئے۔ کہ اس سے کیا نتیجہ نکلتا ہے۔ کیا اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ اُمت محمدیہ کے کامل متبعین ان لوگوں کی نسبت بوجہ اولیٰ ملہم و محدّث ہونے چاہئے۔ کیونکہ وہ حسب تصریح قرآن شریف خیر الامم ہیں۔ آپ لوگ کیوں قرآن شریف میں غور نہیں کرتے اور کیوں سوچنے کے وقت غلطی کھا جاتے ہیں۔ کیا آپ صاحبوں کو خبر نہیں کہ صحیحین سے ثابت ہے کہ آنحضرت صلعم یہ بشارت دے چکے ہیں کہ اس امت میں بھی پہلی اُمتوں کی طرح محدّث پیدا ہوں گے۔ اور محدّث بفتح دال وہ لوگ ہیں جن سے مکالمات و مخاطبات الٰہیہ ہوتے ہیں"۔ براہین احمدیہ حاشیہ نمبر ۴ صفحہ ۵۴۵

"یہ عاجز خدا تعالیٰ کی طرف سے اس اُمت کی طرف محدّث ہو کر آیا ہے اور محدّث بھی ایک معنی سے نبی ہی ہوتا ہے۔ گو کہ اس کے لئے نبوّت تامہ نہیں۔ مگر تاہم جزئی طور پر وہ ایک نبی ہی ہے۔ کیونکہ وہ خدا تعالیٰ سے ہمکلام ہونے کا ایک شرف رکھتا ہے۔ امور غیبیہ اس پر ظاہر کئے جاتے ہیں۔ اور رسولوں اور نبیوں کی وحی کی طرح اس کی وحی کو بھی دخل شیطان سے منزّہ کیا جاتا ہے۔ اور مغز شریعت اس پر کھولا جاتا ہے اور بعینہٖ انبیاء کی طرح مامور ہو کر آتا ہے۔ اور انبیاء کی طرح اس پر فرض ہوتا ہے۔ کہ اپنے تئیں باواز بلند ظاہر کرے۔ اور اس سے انکار کرنے والا ایک حد تک مستوجب سزا ٹھیرتا ہے"۔ توضیح مرام صفحہ ۹ و ۱۰

"آنے والے مسیح کو اُمتی کر کے پکارا ہے۔ جیسا کہ حدیث امامکم منکم سے ظاہر ہے۔ اور حدیث علماء اُمتی کانبیاء بنی اسرائیل میں اشارتاً مثیل مسیح کے آنے کی خبر دی ہے۔ چنانچہ اس کے مطابق آنیوالا مسیح محدّث ہونے کی وجہ سے مجازاً نبی بھی ہے"۔ ازالہ اوہام صفحہ ۳۴۹

"نبوّت کا دعویٰ نہیں بلکہ محدثیت کا دعویٰ ہے۔ جو خدا تعالیٰ کے حکم سے کیا گیا ہے۔ اور اس میں کیا شک ہے کہ محدثیت بھی ایک شعبہ قویہ نبوّت کا اپنے اندر رکھتی ہے۔ جس حالت میں رویا

صالحہ نبوت کے چھیالیس حصوں میں سے ایک حصہ ہے تو محدثیت جو قرآن شریف میں نبوت کے ساتھ اور رسالت کے ہم پہلو بیان کی گئی ہے جس کے لئے صحیح بخاری میں حدیث بھی موجود ہے۔ اس کو اگر ایک مجازی نبوت قرار دیا جائے یا ایک شعبہ قویہ نبوت کا ٹھیرایا جائے تو کیا اس سے نبوت کا دعوےٰ لازم آگیا؟" ازالہ اوہام صفحہ ۴۲۱ و ۴۲۲

"وہ امتی لوگوں کے موافق صرف قال اللہ وقال الرسول کا پیرو ہوگا۔ اور حل مغلقات و معضلات دین نبوت سے نہیں بلکہ اجتہاد سے کریگا اور نماز دوسروں کے پیچھے پڑھے گا۔ اب ان تمام اشارات سے صاف ظاہر ہے کہ وہ واقعی اور حقیقی طور پر نبوت تامہ کی صفت سے متصف نہیں ہوگا۔ ہاں نبوت ناقصہ اس میں پائی جائے گی جو دوسرے لفظوں میں محدثیت کہلاتی ہے اور نبوت تامہ کی شانوں میں سے ایک شان اپنے اندر رکھتی ہے۔ سو یہ بات کہ اس کو اُمتی بھی کہا اور نبی بھی۔ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ دونوں شانیں امتیت اور نبوت کی اس میں پائی جائیں گی۔ جیسا کہ محدث میں ان دونوں شانوں کا پایا جانا ضروری ہے۔ لیکن صاحب نبوت تامہ تو صرف ایک شان نبوت ہی رکھتا ہے۔ غرض محدثیت دونوں رنگوں میں رنگین ہوتی ہے۔ اس لئے خدائیتعالی نے براہین احمدیہ میں بھی اس عاجز کا نام اُمتی بھی رکھا اور نبی بھی"۔ ازالہ اوہام صفحہ ۵۳۲ و ۵۳۳

"محدث جو مرسلین میں سے ہے اُمتی بھی ہوتا ہے اور ناقص طور پر نبی بھی۔ اُمتی وہ اس وجہ سے کہ وہ بکلی تابع شریعت رسول اللہ اور مشکوٰۃ رسالت سے فیض پانے والا ہوتا ہے۔ اور نبی اس وجہ سے کہ خدائیتعالی نبیوں سا معاملہ اُس سے کرتا ہے۔ اور محدث کا وجود انبیاء اور اُمم میں بطور برزخ کے اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے۔ وہ اگرچہ کامل طور پر اُمتی ہے۔ مگر ایک وجہ سے نبی بھی ہوتا ہے اور محدث کے لئے ضرور ہے کہ وہ کسی نبی کا مثیل ہو۔ اور خدا تعالےٰ کے نزدیک وہی نام پاوے۔ جو اس نبی کا نام ہے"۔ ازالہ اوہام صفحہ ۵۶۹

"ہاں ایسا نبی جو مشکوٰۃ نبوت محمدیہ سے نور حاصل کرتا ہے۔ اور نبوت تامہ نہیں رکھتا جس کو دوسرے لفظوں میں محدث بھی کہتے ہیں وہ اس تحدید سے باہر ہے۔ کیونکہ وہ بباعث اتباع اور فنافی الرسول ہونے کے جناب خاتم المرسلین کے وجود میں ہی داخل ہے۔ جیسے جُز کل میں داخل ہوتی ہے"۔ ازالہ اوہام صفحہ ۵۷۵

"ہاں محدث آئیں گے۔ جو اللہ جل شانہٗ سے ہم کلام ہوتے ہیں اور نبوت تامہ کی بعض صفات

ظلی طور پر اپنے اندر رکھتے ہیں"۔ نشان آسمانی صفحہ ۲۸

"اور وہی حقیقت جو انبیاء میں نبوت کے نام سے بولی جاتی ہے۔ اس میں محدثیت کے پیرایہ میں ظہور پکڑتی ہے"۔ آئینہ کمالات اسلام صفحہ ۲۳۷

"اگر باب نبوت مسدود نہ ہوتا تو ہر ایک محدث اپنے وجود میں قوت اور استعداد نبی ہو جانے کی رکھتا تھا۔ اور اسی قوت استعداد کے لحاظ سے محدث کا حمل نبی پر جائز ہے۔ یعنی کہہ سکتے ہیں کہ المحدث نبی"۔ آئینہ کمالات اسلام صفحہ ۲۳۸

"ہاں یہ سچ ہے کہ میں نے یہ کہا ہے کہ محدث میں تمام اجزائے نبوت پائے جاتے ہیں۔ لیکن بالقوۃ نہ بالفعل۔ پس محدث بالقوۃ نبی ہے اور اگر نبوت کا دروازہ بند نہ ہوتا تو وہ بھی بالفعل نبی ہوتا۔ اور بنا علیہ اس بات کا کہنا جائز ہے کہ نبی علی وجہ الکمال محدث ہے۔ کیونکہ وہ علی وجہ الاتم تمام کمالات کا جامع ہوتا ہے۔ اور اسی طرح جائز ہے کہ ہم کہیں محدث استعداد باطنی کی وجہ سے نبی ہوتا ہے۔ کیونکہ محدث بالقوۃ نبی ہوتا ہے۔ اور کمالات نبوت سب کے سب تحدیث میں مخفی اور مضمر ہوتے ہیں اور باب نبوت کے بند ہونے کی وجہ سے ہی اس کا ظہور اور خروج فعل تک ہی محبوس ہے۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نبی کی طرف اپنے قول میں کہ اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمر ہوتا۔ اشارہ کیا ہے۔ اور یہ بات صرف اس بنا پر کہی ہے کہ عمر محدث تھا۔ پس یہ اشارہ پایا گیا کہ مادہ نبوت و تخم نبوت محدث میں موجود ہوتا ہے"۔ ترجمہ حمامۃ البشریٰ صفحہ ۸۱

"محدث کے نفس میں کمالات نبوت جمع ہوتے ہیں اور سوائے فرق ظاہر اور باطن اور قوت اور فعل کے اور کوئی فرق نہیں۔ پس نبوت ایک درخت ہے۔ جو خارج میں موجود ہے۔ اور ثمردار ہے اور اپنی حد کو پہنچنے والا ہے اور تحدیث مثل تخم کے ہے۔ جس میں وہ سب باتیں بالقوۃ پائی جاتی ہیں جو شجر میں بالفعل پائی جاتی ہیں۔ اور بالخارج"۔ ترجمہ حمامۃ البشریٰ صفحہ ۸۲

مرسل ہونے میں نبی اور محدث ایک ہی منصب رکھتے ہیں اور جیسا کہ خدا تعالیٰ نے نبیوں کا نام مرسل رکھا ایسا ہی محدثین کا نام بھی مرسل رکھا اسی اشارہ کی غرض سے قرآن شریف میں وقفینا من بعدہ بالرسل آیا ہے۔ اور یہ نہیں آیا کہ قفینا من بعدہ بالانبیاء۔ پس یہ اسی بات کی طرف اشارہ ہے کہ رسل سے مراد مرسل ہیں۔ خواہ وہ رسول ہوں یا نبی ہوں۔ یا محدث ہوں۔ چونکہ ہمارے سید و رسول صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں۔ اور بعد آنحضرت صلعم کوئی نبی نہیں آسکتا۔ اس لئے اس

شریعت میں نبی کے قایم مقام محدث رکھے گئے"۔ شہادت القرآن دوسرا ایڈیشن صفحہ ۲۷

مسیح موعود کی تحریروں میں محدث کے مفہوم میں تناقض کوئی نہیں

ان حوالجات کے مطالعہ سے ظاہر ہے کہ محدث کے بارہ میں حضرت مسیح موعود کا بعینہ وہی مذہب ہے۔ جو قرآن اور حدیث اور سلف کے اقوال سے ثابت ہوتا ہے۔ اور یہ نتیجہ قطعی اور یقینی ہے کہ اس امت میں نبیوں کی بجائے محدثوں کا آنا مقرر کیا گیا ہے۔ یہاں تک کہ آپ نے یہی تحریر فرما دیا ہے کہ اگر نبوت کا دروازہ بند نہ ہوتا۔ تو ہر ایک محدث نبی ہوتا۔ ایک طرف اگر محدث میں اعلےٰ صفات مانی ہیں جو اُمتی میں ہو سکتی ہیں اور اسے من وجہ نبی قرار دیا ہے۔ نبیوں کی طرح اس کا اللہ تعالیٰ سے ہمکلام ہونا مانا ہے۔ نبیوں کے کمالات کا اس میں پایا جانا مانا ہے۔ اس کے ساتھ کثرت مکالمہ کا ہونا مانا ہے۔ یہاں تک کہ اسے ایسا نبی مانا ہے جو آنحضرت کی اتباع سے شرف مکالمہ پاتا ہے۔ تو دوسری طرف ایک کھلی کھلی حد فاصل بھی محدث اور نبی کے درمیان قایم کر دی ہے۔ اور وہ یہ کہ محدث درحقیقت نبی نہیں ہوتا۔ یا اگر اس پر نبی کا لفظ بولا جا سکتا ہے۔ تو اس صورت میں کہ اس کی نبوت جزئی یا ناقصہ کہلائے گی۔ اور نبوت تامہ کسی اُمتی کو ہرگز نہیں مل سکتی۔ اور یہ خیال بھی سراسر باطل ہے۔ کہ ۱۹۰۱ء سے پہلے اور پیچھے محدث کے مفہوم میں کوئی فرق آگیا تھا۔ یعنی پہلے مسیح موعود محدث کو کچھ اور سمجھتے تھے۔ بعد میں کچھ اور سمجھنے لگے۔ ایک طرف اگر ازالہ اوہام ہے تو دوسری طرف براہین احمدیہ حصہ پنجم ہے۔ جن دونوں میں محدث کے بعینہٖ ایک معنے کئے ہیں اور اس کا ایک رنگ کا نبی ہونا مانا ہے۔ جیسا کہ ذیل کی عبارتوں سے ظاہر ہے:۔

ازالہ اوہام صفحہ ۵۷۵

ہاں ایسا نبی جو مشکوٰۃ نبوت محمدیہ سے نور حاصل کرتا ہے اور نبوت تامہ نہیں رکھتا جس کو دوسرے لفظوں میں محدث بھی کہتے ہیں وہ اس تحدید سے باہر ہے کیونکہ وہ بباعث اتباع اور فنا فی الرسول ہونے کے جناب خاتم المرسلین کے وجود میں ہی داخل ہے۔ جیسے جز کل میں داخل ہوتی ہے ؂

صفحہ ۵۸۶

محدث من وجہ نبی بھی ہوتا ہے۔ مگر وہ ایسا نبی ہے جو نبوت محمدیہ کے چراغ سے روشنی حاصل کرتا ہے ؂

صفحہ ۹۱۴

اور جو شخص کثرت سے شرف ہمکلامی کا پاتا ہے۔ اس کو محدث بولتے ہیں ؂

ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم

قولہ۔ احادیث میں نازل ہونے والے عیسےٰ کو نبی اللہ کے نام سے پکارا گیا ہے۔ تو کیا قرآن

اور حدیث سے ثابت ہو سکتا ہے کہ محدث کو بھی نبی کہا گیا ہے۔

اقول۔ عربی اور عبرانی زبان میں نبی کے معنے صرف پیشگوئی کرنیوالے کے ہیں جو خدا تعالیٰ سے الہام پا کر پیشگوئی کرے۔ پس جبکہ قرآن شریف کی رو سے ایسی نبوت کا دروازہ بند نہیں ہے جو بتوسط فیض و اتباع آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کسی انسان کو خدا تعالیٰ سے شرف مکالمہ و مخاطبہ حاصل ہو۔ اور وہ بذریعہ وحی الٰہی کے مخفی امور پر اطلاع پاوے۔ تو پھر ایسے نبی اس امت میں کیوں نہیں ہوں گے۔ اس پر کیا دلیل ہے۔ ہمارا مذہب نہیں کہ ایسی نبوت پر مہر لگ گئی ہے۔

نوٹ۔ ایسے نبی کے لفظ میں صاف سوال کی طرف اشارہ ہے۔ جہاں محدث کے متعلق دریافت کیا گیا ہے کیونکہ سائل کا سوال یہی تھا۔ کہ محدث نبی کہلا سکتا ہے یا نہیں۔

محدث کے معنے لغت میں

اس سے صاف ظاہر ہے کہ محدث کا جو مفہوم حضرت مسیح موعود پہلے لیتے تھے وہی بعد میں لیتے تھے۔ وہی نبوت جو اُمتی کو بواسطہ اتباع آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مل سکتی ہے۔ اسی کا نام ازالہ اوہام میں محدثیت رکھا ہے۔ اور یہی جواب سائل کو ضمیمہ براہین حصہ پنجم میں دیا ہے جب اس نے دریافت کیا۔ کہ کیا محدث کو بھی نبی کہا گیا ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں۔ کہ "ایسی نبوت کا دروازہ بند نہیں ہے جو بتوسط فیض و اتباع آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کسی انسان کو خدا تعالیٰ سے شرف مکالمہ و مخاطبہ حاصل ہو" جس سے معلوم ہؤا۔ کہ محدث کو اس قسم کا نبی کہنا جائز ہے۔ اب ان ساری کھلی اور واضح تحریروں کے بالمقابل جو ۱۹۰۱ء سے پیچھے کی بھی ہیں اور پہلے کی بھی۔ ایک حوالہ اشتہار ایک غلطی کے ازالہ سے پیش کیا جاتا ہے۔ جس میں آپ نے لکھا ہے کہ "اگر خدا تعالیٰ سے غیب کی خبریں پانے والا نبی کا نام نہیں رکھتا تو پھر بتلاؤ کس نام سے اس کو پکارا جائے۔ اگر کہو اس کا نام محدث رکھنا چاہیئے تو میں کہتا ہوں کہ تحدیث کے معنے کسی لغت کی کتاب میں اظہار غیب نہیں ہے۔ مگر نبوت کے معنے اظہار امر غیب ہے" یہاں درحقیقت حضرت مسیح موعود کو ایک وقت پیش آئی تھی مسلمانوں کے خیالات مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ کے متعلق کچھ ایسے تعلیم اسلام سے دور جا پڑے تھے۔ کہ آپ کو اس پہلو پر بار بار زور دینا پڑا۔ کیونکہ مذہب اسلام کی بنیاد ہی اس بات پر ہے کہ مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ پر ایک وقت کے بعد مہر نہیں لگ گئی۔ حالانکہ باقی سب مذاہب نے مکالمہ کے دروازہ کو ایک وقت کے بعد بند کر دیا ہے۔ مگر قرآن کریم نے دنیا کو یہ اصول سکھایا کہ مکالمہ اللہ تعالیٰ کی ایک صفت ہے اور وہ کبھی معطل نہیں ہوتی۔ گو تکمیل شریعت اور ہدایت نے قرآن کے بعد کسی کتاب کے آنے کی ضرورت

باقی نہیں چھوڑی۔ مگر مکالمۃ اللہ کا دروازہ کھلا ہے۔ محدث کے متعلق بھی حالانکہ متقدمین اور تمام اہل تحقیق کا یہی مذہب ہے کہ اس کو مکالمہ الٰہیہ ہوتا ہے۔ اور محدثوں کا اس اُمت میں ہونا بھی سب مانتے ہیں۔ لیکن جب مکالمہ الٰہیہ کے متعلق غلط فہمی بڑھی اور لوگوں نے خیال کر لیا کہ شریعت اور ہدایت کی تکمیل کے ساتھ مکالمہ الٰہیہ کا دروازہ بھی بند ہو گیا تو اس مسئلہ کے کھولنے کی ضرورت پیش آئی اپنے اپنے اوقات میں اولیاء اللہ نے اس پر بہت کچھ لکھا۔ کیونکہ یہی لوگ بہ سبب اس کوچہ سے آشنا ہونے کے کچھ لکھ سکتے تھے۔ مگر علمائے ظاہر کا مذہب کچھ بین بین رہا۔ اور جو بات حضرت مسیح موعود نے لکھی ہے وہ بالکل درست ہے کہ لغت دانوں نے تحدیث کے معنے اظہار غیب کے مطلق نہیں کئے۔ حالانکہ جیسا کہ میں صحیح احادیث سے دکھا چکا ہوں۔ محدثوں میں مکالمہ الٰہیہ کا ہونا ائمہ حدیث نے بھی تسلیم کیا ہے اور شارحین حدیث نے بھی مگر عام خیالات کا غلبہ اس قدر طبائع پر رہا کہ اہل لغت نے اس معنے کی طرف توجہ ہی نہیں کی۔ چنانچہ تحدیث کے معنے کسی لغت کی کتاب میں اظہار غیب نہیں۔ بلکہ اس سے بھی بڑھ کر یہ کہ محدث کے معنی جو اہل لغت نے کئے ہیں وہ بھی بہت غلط فہمی پیدا کرنیوالے ہیں۔ چنانچہ لغت کی مشہور کتاب تاج العروس نے بھی ان شارحین کے معنوں کو قبول نہیں کیا جنہوں نے محدّث کے معنے مکلم کئے ہیں۔ اور دوسرے معنوں کو جن میں مکالمہ کی بجائے صرف دل میں کسی امر کا ڈالا جانا ان کو بھی محض مجازی معنے قرار دیا ہے۔ چنانچہ تاج العروس میں ہے:۔

ومن المجاز ما جاء فی الحدیث قد کان فی الامم محدثون فان یکن فی امتی احد فعمر بن الخطاب قالوا المحدث الملهم الصادق الحدس) وجاء فی تفسیر الاحادیث انهم الملهمون والملهم الذی یلقی فی نفسه الشیء فیخبر به حدسا وفراسة وهو نوع یخص الله به من یشاء من عباده الذین اصطفی۔	اور مجاز کے طور پر ہے۔ وہ جو حدیث میں آیا ہے کہ امتوں میں محدث ہوتے تھے سو اگر میری امت میں کوئی ہے تو عمر بن خطاب ہے۔ کہتے ہیں محدث سچی فراست والا ہے اور محدثیوں کی تفسیر میں آیا ہے کہ وہ ملہم ہیں اور ملہم وہ ہے جس کے دل میں کوئی چیز القا کی جائے پس وہ اس کی خبر دے از روئے فراست اور وہ ایک طرز ہے جس سے خاص کر لیتا ہے اللہ اپنے بندوں میں سے ان کو جن کو برگزیدہ کرتا ہے۔

اب حالانکہ جیسا کہ میں نے دکھایا ہے حدیث سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ محدّث سے مراد مکلم ہے جیسا کہ دوسری حدیث میں صاف یکلمون کے لفظ سے ظاہر ہوتا ہے۔ اور اکثر شارحین حدیث نے محدّث کے معنے مکلم لئے ہیں مگر لغت نے ان معنوں کی بجائے صرف دل میں ڈالے جانا یا فراست صحیحہ

کا نام تحدیث رکھا۔ اور اس کو بھی مجاز ٹھیرایا۔ تو چونکہ اصل بات جس کا ظاہر کرنا مقصود تھا۔ یہ تھی۔ کہ اس اُمت میں خدا تعالیٰ سے ہم کلامی اور غیب کے امور کا ظاہر کیا جانا بند نہیں ہوا۔ اس لئے حضرت مسیح موعود نے یہ فقرہ لکھا ہے کہ میں صرف لفظ محدث کو اس لئے اختیار نہیں کرتا۔ کہ محدث کے معنے لغت والوں نے غیب بتانے کے لئے ہی نہیں ورنہ آپ کی درحقیقت یہ مراد نہیں کہ محدث کے یہ معنے ہیں ہی نہیں۔ بات تو اہل تحقیق کے نزدیک وہی صحیح ہے جو حضرت صاحب نے اپنی پہلی کتابوں میں لکھی ہے کہ محدث مکلم ہے مکالمہ الٰہیہ پاتا ہے۔ جیسے نبی پاتے ہیں۔ اور اس لئے من وجہ نبی ہے مگر چونکہ لغت نے ان معنوں کو ترک کر دیا۔ اس لئے آپ نے یہ تحریر فرمایا کہ لفظ نبی کو ہم کلیۃً نہیں چھوڑ سکتے۔ کیونکہ اس طرح پر لفظ محدث کے متعلق ممکن ہے۔ غلط فہمی ہو۔ غرض اصطلاحی معنے محدث کے وہی ہیں جو حضرت مسیح موعود نے اپنی پہلی کتابوں میں پھر ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم میں لکھے ہیں یعنی وہ اُمتی ہوتا ہے جو بواسطہ اتباع اور بطفیل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم شرف مکالمہ سے مشرف کیا جاتا ہے اور نبیوں کے رنگ میں رنگین ہوتا ہے۔ بالفاظ دیگر اتباع کامل کی وجہ سے وہ اپنے نبی متبوع کے لئے بطور ظل کے ہو جاتا ہے مگر لغوی معنے چونکہ وہ نہیں اس لئے آپ نے یہ لفظ لکھے ہیں جو بالکل درست ہیں۔ اور وہاں بھی صاف ظاہر ہے کہ نبوت کا دعویٰ جو کچھ ہے وہ محض بلحاظ لغت کے ہے۔ گویا اصطلاحی معنے محدثیت کے اور لغوی معنے نبوت کے قریباً ملتے جلتے ہیں۔ یا یوں کہنا چاہئے۔ کہ ایک ہی ہیں۔ نبی کے لغوی معنے غیب کی خبر دینے والا۔ محدث کے اصطلاحی معنے مکلم۔ مگر آپ نے کہا ہے کہ میں صرف لفظ محدث کو اس لئے اختیار نہیں کرتا۔ کہ اس کے لغوی معنے غیب کی خبر دیا جانے کے نہیں ہیں۔ اور اس سے بڑھ کر اور کچھ نہیں کہا۔ اور نہ اس بات کا انکار کیا کہ محدث کے اصطلاحی معنے مکلم ہیں۔ اور انکار کیونکر کر سکتے تھے۔ جب حدیث صحیح یہی معنے محدث کے کرتی ہے۔ صرف لغوی معنے کے متعلق ایک بات کہی۔ ایک ضرورت کے لئے کہی اور درست کہی۔ اور نہ صرف اس کے بعد براہین احمدیہ حصہ پنجم میں محدث کے اس قسم کے نبی ہونیکا اقرار کیا۔ جیسا ازالہ اوہام اور حمامۃ البشریٰ میں لکھا تھا۔ بلکہ اور بھی بہت سی کتابوں میں اپنے آپ کو محدث لکھا۔ جس کا ذکر انشاءاللہ تعالیٰ اپنے موقعہ پر ہوگا۔ مگر لکچر سیالکوٹ میں جو ۱۹۰۴ء کا لکھا ہوا ہے محدث کے اصطلاحی معنے پھر کئے ہیں اور وہی کئے ہیں جو ہمیشہ کرتے رہے۔ جیسا کہ فرماتے ہیں:۔

"اور ایسے شخص میں ایک طرف تو خدا تعالیٰ کی ذاتی محبت ہوتی ہے اور دوسری طرف بنی نوع کی ہمدردی اور اصلاح کا بھی ایک عشق ہوتا ہے۔ اسی وجہ سے ایک طرف تو خدا کے ساتھ اس کا

ایسا ربط ہوتا ہے کہ اس کی طرف ہر وقت کھنچا چلا جاتا ہے اور دوسری طرف نوع انسان کے ساتھ بھی اس کو ایسا تعلق ہوتا ہو جو ان کی مستعد طبائع کو اپنی طرف کھینچتا ہو۔ ... ایسے لوگوں کو اصطلاح اسلام میں نبی اور رسول اور محدث کہتے ہیں۔ اور وہ خدا کے پاک مکالمات اور مخاطبات سے مشرف ہوتے ہیں اور خوارق انکے ہاتھ پر ظاہر ہوتے ہیں اور اکثر دعائیں ان کی قبول ہوتی ہیں۔ اور اپنی دعاؤں میں خدا تعالیٰ سے بکثرت جواب پاتے ہیں "

اب اس سے صاف ظاہر ہے کہ یہاں آپ نے ان امور کا ذکر کیا ہے جو نبی اور رسول اور محدث میں مشترک ہوتے ہیں۔ اور نبی اور محدث میں جو امور فارق ہیں ان کا ذکر نہیں کیا۔[1] نبی اور محدث میں یہ امور مشترک ہیں۔ کہ دونوں کے دل میں خدا تعالیٰ کی محبت غالب ہوتی ہے اور بنی نوع کی ہمدردی اور اصلاح کا جوش ہوتا ہے۔ دونوں مکالمات و مخاطبات سے مشرف ہوتے ہیں اور خوارق انکے ہاتھ پر ظاہر ہوتے اور اکثر دعائیں انکی قبول ہوتی ہیں۔ مگر وہ امور جن سے دونوں میں تمیز ہوتی ہے انکے ذکر کا موقعہ نہ تھا اور وہ دوسری جگہ آپ کی تصنیفات میں موجود ہیں۔ اور مجھے حیرت آتی ہے جب یہ کہا جاتا ہے کہ پہلی تحریریں منسوخ ہیں۔ اگر منسوخ ہی کرنا ہے تو پھر ۱۹۰۱ء سے پہلے اور بعد کی دونوں منسوخ ہونگی اور منسوخی کے شیدائیوں کیلئے صرف ایک ہی راہ ہے کہ اپنے حسب منشاء ایک دو فقرے چن لیں اور انکے معنے جو چاہیں کریں اور حضرت صاحب کی کل کتب کو ۱۹۰۱ء سے پہلے کی ہوں یا بعد کی منسوخ قرار دیں۔

محدثین کے مراتب

ایک اور سوال یہ ہے کہ آیا جس رنگ میں فیض رسانی یا افاضہ کمال آنحضرت صلعم کا اس اُمت میں ہو رہا ہے

---

[1] حقیقت النبوت میں میاں محمود احمد صاحب نے چونکہ اپنا اصول یہ رکھا ہے۔ کہ حضرت مسیح موعود کی ۱۹۰۱ء سے پہلے کی کوئی تحریر جس میں نبی یا محدث یا نبوت ولایت وغیرہ کے متعلق بحث ہو قابل اعتبار نہیں۔ مگر ۱۹۰۱ء کے بعد کی قابل اعتبار ہیں۔ اس لئے ان کو یہ مشکل پیش آئی۔ کہ اس تحریر میں جو ۱۹۰۱ء کے بعد کی ہے۔ محدث کے اصطلاحی معنے حضرت صاحب نے وہی قبول کئے ہیں جو ۱۹۰۱ء سے پہلے کی کتابوں میں کرتے رہے۔ اس کا علاج انہوں نے یہ سوچا کہ ایک نیا اصول اپنی جانب سے قایم کر دیا۔ لکھتے ہیں "یہاں محدث کا لفظ اس لئے بڑھایا گیا۔ کہ ہر ایک نبی محدث بھی ہوتا ہے" جناب میاں صاحب نے یہ نہ بتایا۔ کہ اس اصول کا ماخذ کیا ہے۔ کیا قرآن میں لکھا ہے۔ کہ ہر ایک نبی محدث ہوتا ہے۔ یا حدیث میں آیا ہے۔ یا ائمہ سلف کے اقوال میں ہے۔ جن کے اقوال شاید آپ کے نزدیک ایک تنکے کے برابر بھی وقعت نہیں رکھتے۔ یا کسی لغت کی کتاب میں لکھا ہے۔ کہ ہر ایک نبی محدث بھی ہوتا ہے۔ مجھے افسوس ہے۔ کہ میاں صاحب بحث تو کرنے بیٹھے ہیں۔ ایسے نازک مسئلہ پر جس میں انسان کو پھونک پھونک کر قدم رکھنا چاہئے۔ کیونکہ نبوت کا مسئلہ بڑا باریک مسئلہ ہے۔ جب تک کسی بات کی سند نہ ہو انسان کو وہ اپنے منہ سے نہ نکالنی چاہئے۔ مگر جرأت اس قدر ہے۔ کہ ایک مشکل کو حل کرنے کے لئے جھٹ ایک اصول تجویز کر دیا۔ جس کا نہ کوئی اصل قرآن میں نہ حدیث میں نہ تفسیر میں نہ لغت میں۔ بلکہ دنیا میں کہیں بھی نہیں لے دے کر وہ اپنی تائید میں توضیح مرام کا حوالہ پیش کر سکتے ہیں۔ مگر کیا وہ اس حوالہ کو پیش کرنے کی جرأت بقیہ بر صفحہ ۱۳۳

اسی رنگ کا افاضہ کمال پہلے انبیاء کا بھی اپنی اُمتوں میں یا اپنے متبعین میں ہوتا رہا یا نہیں۔ یہ سوال تو سیدھا ہے۔ اگر ان انبیاء کا افاضہ کمال ہی نہیں ہوتا رہا تو اللہ تعالیٰ کا اُنکو بھیجنا عبث تھا۔ ہاں یہ سچ ہے کہ بعض وقت اس رُوحانی تربیت سے فائدہ اٹھانیوالے تھوڑے لوگ ہوئے بعض وقت زیادہ۔ یا بعض کے افاضہ کمال کی کیفیت اس حالت کو نہیں پہنچی جو دوسروں کی۔ تلک الرسل فضلنا بعضہم علیٰ بعض۔ رسولوں کو بھی ہم نے ایک دوسرے پر فضیلت دی ہے۔ دوسری طرف حدیث لقد کان فیما قبلکم محدّثون۔ یعنی ان میں جو تم سے پہلے گذر چکے محدث تھے۔ حدیث اس بات کا فیصلہ کرتی ہے کہ پہلی اُمتوں میں بھی محدث تھے جس طرح خدا کے کلام نے فرمایا لکل قوم ھاد۔ ہر قوم میں کوئی ہادی گذر چکا ہے اسی طرح نبی کریم صلعم نے بھی عام ہی الفاظ فرمائے ہیں۔ فیما قبلکم۔ جو تم سے پہلے ہوئے۔ پس یہ تو یقینی ہے کہ پہلی اُمتوں میں بھی محدث ہوتے تھے۔ پھر نبی کریم صلعم میں پہلے نبیوں سے بڑھ کر کیا بات ہوئی اس سوال کا جواب میں ابھی دیتا ہوں۔ لیکن چونکہ اس بناء پر دروازہ نبوت کو کھولنے کی ایک نئی کوشش کی گئی ہے اسلئے پہلے میں اس پر غور کرنا ضروری سمجھتا ہوں۔

کیا محدثیت سے اوپر نبوت کا دروازہ کھلا ہے۔

حقیقت النبوت میں میاں محمود احمد صاحب نے بھی اس سوال کو اُٹھایا ہے۔ اور اُس کا جواب یہ دیا ہے۔ "کہ آپ کے فیضان سے ایک ایسی نبوت ملتی ہے جو پہلے کسی نبی کی اطاعت سے نہیں ملتی تھی اور اس نبوت کا پانیوالا اُمتی نبی کہلاتا ہے"۔ اور پھر لکھتے ہیں کہ "پہلی اُمتوں میں محدث یا جزوی نبی تو ہوتے تھے لیکن پہلے نبیوں میں اس قدر طاقت نہ تھی کہ اُنکے فیضان سے اُمتی نبی ہو سکے۔ جس کا صاف مطلب یہ ہے کہ آنحضرت صلعم کی اُمت میں صرف محدثیت ہی جاری

بقیہ صفحہ ۱۳۲ کریں گے۔ جب علانیہ ان ساری تحریروں کو منسوخ کہہ چکے ہیں بلکہ یہ بھی کہہ چکے ہیں کہ حضرت مسیح موعود کو اس وقت ان مسائل کی سمجھ بھی نہ آئی تھی۔ تو جب قرآن و حدیث و لغت میں آپ کے اس اصول کے لئے کوئی بھی شہادت نہیں کہ "ہر ایک نبی محدث بھی ہوتا ہے" تو آپ کو توضیح مرام کا سہارا لینا کیا فائدہ دے سکتا ہے۔ اور اگر آپ کا یہ منشاء ہے کہ محدثیت چونکہ نبوت سے ادنےٰ مرتبہ ہے اس لحاظ سے ہر نبی محدث ہوتا ہے تو اس طرح پر ہر نبی صالح بھی ہوتا ہے ہر نبی مومن بھی ہوتا ہے۔ ہر نبی انسان بھی ہوتا ہے۔ تو کیا ہمارے لئے جائز ہے کہ یوں کہہ دیں۔ کہ ایسے لوگوں کو اسلام کی اصطلاح میں نبی اور رسول اور صالح یا نبی اور رسول اور مومن یا نبی اور رسول اور انسان کہتے ہیں۔ پھر میاں صاحب نے اتنا نہ سوچا۔ کہ محدث کا مفہوم اگر کچھ ہے تو وہ مفہوم تو یہ ہے۔ کہ اُمتی ہو کر جو شخص کمال کو حاصل کرے وہ محدث ہے۔ تو پس کیا ہر نبی ایک اُمتی ہوتا ہے۔ جس نے کمال حاصل کیا ہو۔ پھر ایک اس حوالہ کو تو یہ کہہ کر ٹال دیا گیا۔ کہ ہر ایک نبی محدث بھی ہوتا ہے۔ ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم کے صفحہ ۱۸۱ کی عبارت کا کیا جواب ہے۔ جہاں محدث کے ایک خاص قسم کے نبی ہونے کا اعتراف کیا گیا ہے۔ وہاں تو یہ حیلہ بھی کام نہیں دے سکتا۔ پھر سنہ ۱۹۰۱ء کے بعد کئی جگہ محدث کو اپنے اصطلاحی معنے کے لحاظ سے نبی کے پہلو بہ پہلو رکھا ہے۔ ان سب تحریروں کو کیا کیا جائیگا۔ اور جہاں تک توضیح مرام کے الفاظ ہیں ان سے بھی میاں صاحب کے اصول کی تائید نہیں ہوتی۔ کیونکہ وہاں آپ نے تو صفائی سے بیان کر دیا ہے۔ ان النبی محدث بقیہ بر صفحہ ۱۳۴

نہیں۔ بلکہ اس سے اوپر نبوت کا سلسلہ بھی جاری ہے.... پس یہ بات بالکل روز روشن کی طرح ثابت ہے کہ آنحضرت صلعم کے بعد نبوت کا دروازہ کھلا ہے۔ مگر نبوت صرف آپکے فیضان سے مل سکتی ہے۔ براہ راست نہیں مل سکتی۔ اور پہلے زمانہ میں نبوت براہ راست مل سکتی تھی کسی نبی کی اتباع سے نہیں مل سکتی تھی۔ کیونکہ وہ اس قدر صاحب کمال نہ تھے۔ جیسے آنحضرت صلعم اور جبکہ نبوت کا دروازہ علاوہ محدثیت کے امت محمدیہ میں کھلا ثابت ہوگیا۔ تو یہ بھی ثابت ہوگیا کہ مسیح موعود بھی نبی اللہ تھے" (حقیقۃ النبوۃ صفحہ ۲۲۸ و ۲۲۹) اس عبارت سے کم از کم اس قدر تو معلوم ہوگیا کہ مصنف حقیقۃ النبوۃ اتنی ضرورت تو محسوس کرتے ہیں۔ کہ پہلے نبوت کا دروازہ کھلا ثابت ہونا ضروری ہے۔ تب مسیح موعود نبی اللہ بن سکتا ہے اگر نبوت کا دروازہ یعنی اس نبوت کا جو جزوی نبوت سے بڑھ کر ہے یا محدثیت سے بڑھ کر ہے۔ کھلا ہی نہیں تو مسیح موعود کو نبی اللہ بنانے کی کوشش ہی بے سود ہے سوال یہ ہے کہ کیا مسیح موعود نے دروازہ نبوت کھولا ہے۔ وہ تو بار بار باب نبوت کو مسدود قرار دیتے ہیں۔ مدعی نبوت کو کاذب اور کافر قرار دیتے ہیں اس پر لعنت کرتے ہیں قرآن وحدیث سے دلائل پیش کرتے ہیں کہ باب نبوت بکلی مسدود ہے اگر ۱۹۰۱ء سے پہلے کی یہ سب تحریریں منسوخ بھی مان لی جائیں۔ آپکے قرآن اور حدیث کے سارے استدلالات کو غلط بھی مان لیا جاوے تو کیا ۱۹۰۱ء کے بعد باب نبوت کے مسدود ہونیکا ذکر حضرت مسیح موعود کی کتابوں میں ہے یا نہیں۔ کیا مواہب الرحمٰن میں نہیں لکھا:-

وللہ مکالمات ومخاطبات مع اولیائہ فی ھذہ الامۃ وانھم یعطون صبغۃ الانبیاء ولیسوا نبیین فی الحقیقۃ فان القرآن اکمل وطر الشریعۃ ولا یعطون الا فھم القرآن ولا یزیدون علیہ ولا ینقصون منہ۔

یعنی اولیاء کے ساتھ اس امت میں سلسلہ مکالمہ ومخاطبہ الٰہی تو جاری ہے اور ان کو انبیاء کے رنگ میں رنگین بھی کیا جاتا ہے مگر وہ درحقیقت نبی نہیں کیونکہ قرآن نے حاجت شریعت کو کمال تک پہنچا دیا اور ان کو کچھ نہیں دیا جاتا سوائے فہم قرآن کے اور وہ نہ اس پر بڑھاتے ہیں نہ اس سے گھٹاتے ہیں۔

کیا یہاں صاف اقرار موجود نہیں کہ دروازہ نبوت مسدود ہے۔ اس لئے اولیاء اللہ باوجود نبوت

بقیہ صفحہ ۱۳۳۔ والمحدث نبی باعتبار حصول نوع من انواع النبوۃ وقد قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ لم یبق من النبوۃ الا المبشرات ای لم یبق من انواع النبوۃ الا نوع واحد وھی المبشرات۔ یعنی نبی محدث اور محدث نبی ہے اس اعتبار سے کہ اسے انواع نبوت میں سے ایک نوع حاصل ہے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہیں باقی رہے نبوت سے مگر مبشرات یعنی نبوت کے انواع میں سے صرف ایک نوع باقی رہ گئی ہے اور وہ مبشرات ہیں۔ اب حضرت صاحب نے تو اس حوالہ میں اپنا مطلب صاف کر دیا۔ کہ چونکہ نبوت کے وسیع مفہوم کے لحاظ سے جسکے معنے اللہ تعالیٰ سے ہمکلامی ہے۔ بشرات بھی ایک نوع نبوت ہے۔ اور وہ نوع نبوت محدث کو حاصل ہے۔ اس لئے محدث ایک معنے سے نبی اور نبی ایک معنے سے (یعنی لغوی مفہوم میں) محدث ہے لہٰذا اسی لئے آپنے اس عبارت کے آخر پر لکھ دیا کہ یہ نبوت جزئی اور ناقصہ ہے جسے وہ محدثیت کے نام سے تعبیر کرتے ہیں۔

کے رنگ میں رنگین ہونے کے نبی نہیں بن جاتے۔ پھر کیا حقیقۃ الوحی میں یہ نہیں لکھا والنبوۃ قد انقطعت بعد نبینا صلی اللہ علیہ وسلم (الاستفتاء صفحہ ۶۴) اور نبوت منقطع یعنی بند ہو چکی بعد ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے۔ پھر کیا وہیں نہیں لکھا ان رسولنا خاتم النبیین وعلیہ انقطعت سلسلۃ المرسلین۔ ہمارے رسول خاتم النبیین ہیں اور آپ پر رسولوں کا سلسلہ منقطع ہو گیا۔ پھر ان ساری باتوں کے ہوتے ہوئے اس جرأت سے یہ لکھ دینا کہ سلسلہ نبوت بند نہیں۔ اور دروازہ نبوت بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کھلا ہے کیا قرآن وحدیث کو چھوڑنے کے علاوہ خود حضرت مسیح موعود کی تحریروں کو پس پشت پھینکنا نہیں اور اس میں نہ ۱۹۰۱ء سے پہلے کی تحریروں کی کوئی پروا کی گئی ہے نہ بعد کی یہ محض ایک بہانہ ہے کہ ۱۹۰۱ء سے پہلے کی تحریریں منسوخ ہیں۔ کیا مواہب الرحمٰن مسیح موعود کی کتاب نہیں کیا وہ جنوری ۱۹۰۳ء میں نہیں لکھی گئی۔ پھر کیا آج تک میاں صاحب نے اس کے الفاظ پر کبھی غور کیا یوں بے معنی تاویلات سے الفاظ کو توڑ مروڑ کر ایک انسان کو خدا بھی بنا دیا گیا ہے۔ مگر کیا انصاف اس بات کا مقتضی ہے کہ ایسی صاف تصریحات کو چھوڑ کر انسان ایک اپنا نیا مذہب نکالے۔

پھر میں پوچھتا ہوں کہ اگر دروازہ نبوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کھلا ہے تو پھر کون کون نبی بنے۔ انسان جب ایک اصول کو قائم کرے تو پھر اس پر پختہ ہو۔ اسی کتاب حقیقۃ النبوۃ میں دوسری جگہ میاں صاحب نے لکھا ہے "لیکن چونکہ اس امت میں سوائے حضرت مسیح موعود کی جماعت کے کسی جماعت کو آخرین نہیں قرار دیا گیا۔ معلوم ہوا کہ رسول بھی صرف مسیح موعود ہیں" اب دیکھئے ایک طرف دروازہ نبوت کھولا جاتا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت دیگر انبیاء پر یہی رہ جاتی ہے کہ اور نبی اپنی پیروی سے محدث بنا سکتے تھے۔ آنحضرت اپنی پیروی سے نبی بنا سکتے ہیں۔ دوسری طرف اسی کتاب میں یہ اعتراف موجود ہے کہ اس امت میں سوائے مسیح موعود کے کوئی رسول نہیں۔ تو پس میاں صاحب کے اپنے اقرار کے مطابق نبوت کا دروازہ تو بند کا بند ہے ہاں ایک مسیح موعود کو وہ فی الواقع نبی مانتے ہیں۔ اب غور کرو تو فضیلت بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی نہ رہی اور نبی بھی محدث بناتے تھے آپ بھی محدث ہی بناتے رہے یہاں تک کہ ہزاروں اولیاء آپ کی امت میں ہوئے مگر اس میں آپ کی فضیلت کوئی نہ تھی فضیلت تھی نبی بنانے میں وہ کوئی بنا نہیں نہ آئندہ قیامت تک بن سکتا ہے۔ سوائے ایک کے سو وہ بھی ایسا ادھورا کہ باوجود نبی ہونے کے پندرہ سال تک بقول حقیقۃ النبوت اپنی نبوت کا انکار کرتا رہا اور مدعی نبوت پر لعنت بھیجتا رہا۔ کیا اسی بات کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت کے طور پر

پیش کیا جاتا ہے۔ ایسی فضیلت کو ظاہر کرنے کی بجائے چھپا کر رکھنا بہتر تھا۔

بہرحال اس ایک ہی آدمی کو اپنی مہر نبوت سے فائدہ پہنچانے میں یا تو نعوذ باللہ من ذالک محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بخل سے کام لیا اور یا پھر یہ امت ہی ایسی نکمی تھی کہ ان میں سے کوئی انسان اس قدر استعداد ہی نہ رکھتا تھا کہ ترقی کرتے کرتے انسانی کمال کے اس رتبہ کو پلے جس کا نام نبوت ہے۔ کیونکہ حقیقۃ النبوۃ میں یہ بھی ایک نیا اصول قائم کر دیا گیا ہے کہ نبوت موہبت نہیں۔ اکتساب سے حاصل ہوتی ہے۔ یا اگر پہلے موہبت ہوتی تھی تو اب اکتساب سے مل سکتی ہے۔ جیسا کہ میاں صاحب فرماتے ہیں "خلاصہ کلام یہ کہ نبوت کی تعریف اور اس کے حصول کا طریق اللہ تعالےٰ نے قرآن کریم میں صاف طور پر بیان کر دیا ہے اور بتا دیا ہے کہ یہ ایک انسانی کمال کا رتبہ ہے۔ جس پر پہنچکر انسان غیب الٰہی سے واقف کیا جاتا ہے اور اس سے پہلے مراتب صالح۔ شہید اور صدیق کے ہیں" (صفحہ ۱۵۴) اور اس سے چند سطریں پہلے لکھا ہے۔ "میرا اس تمام بیان سے یہ مطلب ہے کہ نبوت کوئی الگ چیز نہیں کہ وہ مل جائے تو انسان نبی ہو جاتا ہے۔ بلکہ اصل بات یہی ہے۔ جیسا کہ میں اوپر قرآن کریم سے ثابت کر آیا ہوں کہ انسانی ترقی کے آخری درجہ کا نام نبی ہے" (صفحہ ۱۵۳) تو پھر دو حال سے خالی نہیں یا تو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نعوذ باللہ من ذلک اس قابل نہ تھے کہ ان کو مہر نبوت دی جاتی کیونکہ انہوں نے ساری امت کو ناقص حالت میں رکھا اور انسانی ترقی کے کمال تک ایک کو بھی نہ پہنچا سکے یا اگر ایک کو پہنچایا تو وہ بھی ایسا ادھورا کہ مدت العمر اپنی نبوت کی تاویل کرتا رہا۔ اور شک میں رہا کہ وہ کمال مجھے مل گیا ہے یا نہیں اور یا یہ ماننا پڑے گا کہ یہ امت ہی ایسی نکمی اور ناکارہ تھی اور ان کی طبائع ہی یہ استعداد نہ رکھتی تھیں کہ اچھے سے اچھا معلم بھی ان کو انسانی ترقی کے کمال تک پہنچا سکے۔

بہرحال یہ ایک نہایت بھدا عذر ہے کہ ہم نبوت کا دروازہ اس لئے کھولتے ہیں کہ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی سے لوگ نبی نہ بن سکیں تو آنحضرت کی کوئی فضیلت دوسرے انبیاء پر قائم نہیں رہتی۔ کاش اس عذر تراشی کا نتیجہ یہی ہوتا کہ چند نبی تجویز کر دیئے جاتے۔ مگر یہ فکر تو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہونا چاہیئے تھا کہ میں لوگوں کو محدثیت سے بڑھ کر کسی اور مرتبہ پر پہنچاؤں۔ وہ تو فرماتے ہیں لقد کان فیما قبلکم محدثون فان یکن فی اُمتی احد فعمر کہ پہلی اُمتوں میں محدث ہوتے تھے میری اُمت میں بھی محدث ہوں گے اور عمر ان میں سے ایک ہے یہ کیوں نہیں فرمایا لقد کان فیما قبلکم نبیون فان یکن فی اُمتی احد فالمسیح الموعود یعنی تم سے پہلی اُمتوں میں نبی ہؤا کرتے تھے میری اُمت میں بھی ہونگے۔ اور مسیح موعود ان میں سے ایک ہے۔ اگر دروازہ نبوت کھلا ہے تو اسکے لئے کوئی حدیث پیش کیوں نہیں کی جاتی۔ حالانکہ باب نبوت مسدود ہونے پر احادیث موجود ہیں۔ میں کہتا ہوں ایک طرف اس حدیث کا ہونا کہ پہلی امتوں میں محدث تھے۔ اور میری امت

میں بھی ہوں گے اور عمران میں سے ایک ہیں۔ دوسری طرف یہ حدیث کہ اگر میرے بعد نبی ہوتا تو عمر ہوتا۔ (اور اس حدیث کو حضرت مسیح موعود نے قبول کیا ہے۔) فیصلہ کن ہے اس بات پر کہ اس اُمت میں نبی قطعاً نہیں ہوں گے محدث ہوں گے۔ ہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کیا یہ تھوڑی فضیلت ہے کہ ہر نبی کی قوت قدسی کم ہوتے ہوتے ایک وقت کے بعد بالکل جاتی رہی مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فیضان قیامت تک جاری ہے۔ اور یہ فیضان نہ کبھی رکتا ہے نہ بند ہوتا ہے بلکہ برابر لگاتار چلتا ہے۔ پھر یہ کیا کوئی تھوڑی فضیلت ہے کہ سب نبیوں کا فیضان چھوٹی چھوٹی قوموں تک محدود رہا مگر ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فیضان خدا کی ربوبیت کی طرح ساری دنیا کو محیط ہے پھر یہ کیا کوئی تھوڑی فضیلت ہے کہ آنحضرت صلعم کی تعلیم کامل ہے اور جسقدر تعلیم کامل ہوگی اسی قدر وہ لوگ جو اس تعلیم پر عامل ہوں اپنے کمالات میں ترقی کریں گے پھر کیا یہ فضیلت نہیں کہ وہ معلم جو اُن کے سکھانے کے لئے آتا ہے وہ بہترین ان معلموں کا ہے جو دنیا میں آئے۔ اور وہ اپنے اُمتیوں کو اس کمال تک پہنچا سکتا ہے جس کمال تک پہلے نبی اپنے اُمتیوں کو نہیں پہنچا سکے جس طرح وہ معلموں میں افضل اسی طرح اس کے شاگرد شاگردوں میں افضل۔ جس طرح وہ نبیوں میں سردار اسی طرح اس کے محدث محدثوں میں سردار۔ جب یہ ظاہر ہے کہ آنحضرت کے کمالات سب نبیوں کے کمالات سے بڑھ کر ہیں تو یہ بھی بدیہی ہے کہ جو ان کمالات سے حصہ پائینگے وہ دوسرے نبیوں کے کمالات سے حصہ لینے والوں سے بڑھ کر ہوں گے +

مجدد دین

ہاں انہی محدثین میں سے بعض لوگوں کو اللہ تعالیٰ اپنی خاص مصلحت سے اصلاح خلق کے کام کے لئے چن لیتا ہے اور اس امت کے لئے یہ اس کا وعدہ ہے۔ ان اللہ یبعث لھذہ الامۃ علی راس کل مائۃ سنۃ من یجدد لھا دینھا۔ اللہ تعالیٰ ہر صدی کے سر پر اس امت کے لئے ایک شخص کو مبعوث فرمائیگا جو اس کے لئے دین کی تجدید کریگا۔ یہ مجدد دین ایک گونہ رسالت کا منصب رکھتے ہیں۔ کیونکہ وہ خدا کے حکم سے مبعوث ہوتے ہیں۔ مگر ان کا منصب گو نبوت اور رسالت سے اشد درجہ کی مشابہت رکھتا ہے مگر اس کو نبوت اور رسالت نہیں کہہ سکتے۔ اور ان کے منصب میں اور رسول اور نبی کے منصب میں یہ فرق بیّن ہے کہ رسول اور نبی خود اپنی حیثیت میں کھڑا کیا جاتا ہے۔ نہ کسی دوسرے کا ماتحت کر کے۔ یہی معنی ہیں مستقل ہونے کے جو اپنے طور پر کھڑا کیا جاتا ہے۔ اور دوسرے کا محتاج نہیں وہ مستقل ہے اور رسول ہے۔ جو اپنے طور پر نہیں بلکہ اپنے نبی متبوع کے کام کی تجدید کے لئے کھڑا کیا جاتا ہے اور وہ ہر بات میں تعلیم میں نمونہ میں اپنے نبی متبوع کا محتاج

ہے۔ وہ مستقل نہیں اور مجدد ہے۔ رسول دین میں کمی بیشی کر سکتا ہے۔ رسول اپنی وحی کی پیروی کے لئے بلاتا ہے۔ مجدد دین میں ایک شوشہ کی کمی بیشی نہیں کر سکتا۔ بلکہ وہ صرف از سر نو نبی متبوع کی طرف لوگوں کو بلاتا ہے۔ وہ انہیں پکارتا ہے مگر نہ اس لئے کہ وہ اس کی روشنی سے روشنی حاصل کریں۔ بلکہ اس لئے کہ وہ نبی متبوع کی پیروی کریں۔ اور جن باتوں کو بھول گئے ہیں ان کو از سر نو یاد دلا دیتا ہے۔ غرض نبی تکمیل کے لئے آتا ہے۔ مجدد تجدید کے لئے آتا ہے اور اسی لئے مجدد کے انکار سے کفر لازم نہیں آتا۔ کیونکہ نبی جڑ ہے اور مجدد فرع یا شاخ ہے۔ اور جڑ کا انکار اور فرع یا شاخ کا انکار یکساں نہیں۔ کفر حقیقی کسی اصول کے انکار سے لازم آتا ہے۔ فرع کا انکار صرف ایک حصّہ سے انسان کو محروم کرتا ہے اب یہ مجدد کی حدیث تیسرا ثبوت دروازہ نبوت کے مسدود ہونے کا ہے۔ کیونکہ اصلاح خلق کا عظیم الشان کام ایسا ہے کہ اگر نبیوں نے اس اُمت میں آنا ہوتا تو اصلاح خلق کے لئے ضرور آتے۔ مگر جہاں اصلاح خلق کی ضرورت پیش آئے وہاں بھی خدا تعالیٰ نے نبیوں کے آنے کا ذکر نہیں کیا۔ بلکہ مجددوں کا ذکر کیا۔ پس ایک طرف نبوت کو مسدود فرمانا۔ دوسری طرف محدثوں کا وعدہ دینا۔ تیسری طرف مجدد دین کا اصلاح کے کام کے لئے مبعوث کیا جانا یہ تین قسم کی شہادت ہے جو بتاتی ہے کہ اس اُمت میں نبی نہیں آسکتا۔ کیونکہ محدث اور مجدد کا ذکر کرنے سے اور نبیوں کے آنے کا نہ صرف ذکر ترک کرنے سے بلکہ صفائی سے لا نبی بعدی کا ارشاد فرما کر یہ امر واضح کر دیا گیا ہے کہ محدث اور مجدد سے علاوہ اس اُمت میں کوئی آنے والا نہیں۔ ہاں ان محدثوں اور مجددوں میں بھی مراتب ہو سکتے ہیں۔ جس طرح انبیاء میں مراتب ہوتے ہیں یہاں فضیلتوں اور مراتب کا سوال نہیں۔ سوال سلسلہ نبوت کے جاری یا بند ہونے کا ہے۔

اب میں مختصر طور پر حضرت مسیح موعود کی تحریروں سے دکھاتا ہوں کہ آپ نے مجددوں کو ہی وارث رسل اور اس اُمت کے مصلح قرار دیا ہے۔ اور یہ کہیں نہیں لکھا کہ اس اُمت میں نبی بھی اصلاح کے لئے مبعوث ہوا کریں گے۔ چنانچہ ذیل کے حوالجات اس پر شاہد ہیں۔

"جو لوگ خدا تعالیٰ کی طرف سے مجددیت کی قوت پاتے ہیں۔ وہ نرے استخواں فروش نہیں ہوتے۔ بلکہ وہ واقعی طور پر نائب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور رُوحانی طور پر آنجناب کے خلیفہ ہوتے ہیں۔ خدا تعالیٰ انہیں ان تمام نعمتوں کا وارث بناتا ہے جو نبیوں اور رسولوں کو دی جاتی ہیں۔" فتح اسلام صفحہ ۶

"ہر ایک صدی کے سر پر اور خاص کر ایسی صدی کے سر پر جو ایمان اور دیانت سے دور پڑ گئی ہو

اور بہت سی تاریکیاں اپنے اندر رکھتی ہے ایک قائم مقام نبی کا پیدا کر دیتا ہے۔ جس کے آئینہ فطرت میں نبی کی شکل ظاہر ہوتی ہے اور وہ قائم مقام نبی متبوع کے کمالات کو اپنے وجود کے توسط سے لوگوں کو دکھلاتا ہے۔ آئینہ کمالات اسلام صفحہ ۲۴۰

"ماسوا اس کے امت کو ہر ایک زمانہ میں نئی مشکلات بھی تو پیش آتی ہیں۔ اور قرآن جامع جمیع علوم ہے۔ لیکن یہ ضروری نہیں کہ ایک ہی زمانہ میں اس کے تمام علوم ظاہر ہو جاویں۔ بلکہ جیسی جیسی مشکلات کا سامنا ہوتا ہے ویسے ویسے قرآنی علوم کھلتے ہیں۔ اور ہر ایک زمانہ کے مناسب حال ان مشکلات کو حل کرنے والے روحانی معلم بھیجے جاتے ہیں جو وارث رسل ہوتے ہیں اور ظلی طور پر رسولوں کے کمالات کو پاتے ہیں۔ اور جس مجدد کی کارروائیاں کسی ایک رسول کی منصبی کارروائیوں سے شدید مشابہت رکھتی ہیں وہ عند اللہ اسی رسول کے نام سے پکارا جاتا ہے۔" شہادت القرآن صفحہ ۵۰

"جب کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے امام الزمان کی ضرورت ہر ایک صدی کے لئے قائم کی ہے اور صاف قرار دیا ہے کہ جو شخص اس حالت میں خدا تعالیٰ کی طرف آئے گا کہ اس نے اپنے زمانہ کے امام کو شناخت نہ کیا وہ اندھا آئیگا اور جاہلیت کی موت مرے گا۔" ضرورۃ الامام صفحہ ۴

باب پنجم

نبوّت کا انقطاع اور مبشرات کا باقی رہنا

حضرت مسیح موعود اوّل سے آخر تک ایک ہی اصول پر قائم رہے

قرآن میں مبشرات کا وعدہ

سب سے پہلے میں جس امر کی طرف ناظرین کو توجہ دلانا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ قرآن کریم نے ہر معاملہ میں اصل فیصلہ تو خود ہی دیا ہے۔ پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی مزید وضاحت فرما دی ہے۔ پچھلے باب میں میں نے بتایا تھا کہ قرآن کریم اس اُمّت کے کامل مومنوں کو صدیق اور شہید کا مرتبہ عطا فرماتا ہے۔ اور حدیث انہی لوگوں کو محدّث کے نام سے یاد کرتی ہے۔ اور پھر خود حدیث میں ہی محدث کے لفظ کی تشریح بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے منہ سے موجود ہے۔ رجال یکلمون من غیر ان یکونوا انبیاء یعنی وہ ایسے لوگ ہوتے ہیں جن سے مکالمہ الٰہیہ ہوتا ہے۔ مگر وہ نبی نہیں ہوتے۔ اس طرح پر گویا صدیق اور شہید مکالمہ الٰہیہ پاتے ہیں۔ مگر خود قرآن کریم بھی اس بات پر شاہد ہے۔ چنانچہ فرماتا ہے:۔

الا ان اولیاء اللّٰہ لا خوف علیہم ولا ہم یحزنون۔ الذین اٰمنوا وکانوا یتقون لہم البشریٰ فی الحیوٰۃ الدنیا وفی الاٰخرۃ لا تبدیل لکلمٰت اللّٰہ ذٰلک ہو الفوز العظیم

یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ کے اولیاء کو نہ کسی قسم کا خوف ہو نہ وہ غمگین ہوں گے۔ وہ جو ایمان لاتے اور تقویٰ اختیار کرتے ہیں ان کیلئے دنیا کی زندگی میں اور آخرت میں بشارتیں ہیں اللہ تعالیٰ کی باتیں بدل نہیں سکتیں۔ یہی بڑی کامیابی ہے (یونس ۶۲-۶۴)

اور پھر فرمایا:۔

والذین اجتنبوا الطاغوت ان یعبدوہا وانابوا الی اللّٰہ لہم البشریٰ فبشر عبادی

وہ لوگ جو بچتے ہیں۔ شیطان کی عبادت کرنے سے اور اللہ کی طرف رجوع کرتے ہیں ان کیلئے بشارت ہے سو میرے بندوں کو خوشخبری دو۔ (الزمر ۱۷-۱۹)

بشرےٰ کی تفسیر میں یہاں عموماً اس حدیث کو بیان کیا گیا ہے۔ جس میں یہ ذکر ہے کہ نبوت میں سے صرف مبشرات باقی رہ گئی ہیں۔ چنانچہ راغب میں ہے:۔

وقال صلی اللہ علیہ وسلم انقطع الوحی ولم یبق الا المبشرات وھی الرؤیا الصالحۃ التی یراھا المومن اوتری لہ۔

یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ وحی منقطع ہوگئی۔ اور نہیں باقی رہیں مگر مبشرات اور وہ رویا صالحہ ہے۔ جس کو مومن دیکھتا ہے یا وہ اس کے لئے دکھائی جاتی ہے۔

اور تفسیر کبیر میں ہے:۔

عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ قال البشریٰ ھی الرؤیا الصالحۃ یراھا المومن اوتری لہ وعنہ علیہ الصلوٰۃ والسلام ذھبت النبوۃ وبقیت المبشرات

نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہو کہ آپنے فرمایا بشریٰ رویائے صالحہ ہو جسکو مومن دیکھتا ہو یا جو اس کیلئے دکھائی جاتی ہو اور آنحضرت صلعم سے یہ بھی روایت ہو کہ نبوت چلی گئی اور مبشرات باقی رہ گئیں پس قرآن کریم سے یہ ثابت ہوا کہ اولیاء اللہ یا وہ لوگ جو انابت الی اللہ رکھتے ہیں مبشرات پاتے ہیں

مبشرات سے کیا مراد ہے

اب ہم نے یہ دیکھنا ہے کہ مبشرات سے مراد کیا ہے۔ اوپر کے دونوں حوالوں سے ظاہر ہے۔ کہ مبشرات سے مراد رویائے صالحہ لی گئی ہے۔ بخاری میں ہے لم یبق من النبوۃ الا المبشرات قالوا وما المبشرات قال الرویا الصالحۃ۔ نبوت میں سوائے مبشرات کے کچھ باقی نہیں رہا۔ لوگوں نے کہا مبشرات کیا ہیں فرمایا رویائے صالحہ۔ یہاں سب سے پہلے یہ سمجھ لینا ضروری ہے کہ رویائے صالحہ سے کیا مراد ہے۔ دوسری احادیث میں صاف آتا ہے عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال الرویاء المومن جزء من ستۃ و اربعین جزء من النبوۃ اور ایک روایت میں بجائے رویا المومن کے الرویا الصالحۃ کا لفظ ہے۔ یعنی مومن کی رویا یا رویائے صالحہ نبوت کی چھیالیس اجزاء میں سے ایک جزو ہے۔ اس حدیث سے یہ آسانی سے سمجھ آسکتا ہے کہ جس رویا صالحہ کا یہاں ذکر ہے۔ وہ نبوت سے تعلق رکھنے والی کوئی چیز ہے۔ بخاری کتاب کیف کان بدء الوحی میں ہے:۔

اوّل ما بدیٔ بہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من الوحی الرویا الصادقۃ

یعنی وحی کی قسم سے پہلی چیز جس کے ساتھ رسول اللہ صلعم کی وحی کی ابتدا کی گئی۔ وہ رویائے صادقہ ہے۔

پس رویائے صادقہ سے درحقیقت مراد یہاں وحی کی ایک قسم ہے۔ اب اگر ہم ان احادیث کو ان دوسری احادیث کے ساتھ ملا کر پڑھیں۔ جن میں یہ لفظ آتے ہیں کہ پہلی اُمتوں میں رجال یکلمون من غیر ان یکونوا انبیاء ہوتے تھے یعنی ایسے لوگ جو مکالمہ سے سرفراز کئے جاتے تھے بغیر اس کے کہ نبی ہوں اور وہاں آیا ہے کہ ایسے لوگ اس اُمت میں بھی ہونگے۔ بلکہ ان میں ایک ایسے کا نام بھی لے دیا کہ حضرت عمر ایسے ہیں بھی۔ پس جب دونوں حدیثیں صحیح ہیں تو ظاہر ہے کہ دونوں ایک دوسری کے مخالف نہیں ہوسکتیں۔ اور اگر غور کیا جائے تو دونوں کا مضمون درحقیقت

ایک ہے۔ ایک حدیث میں جو لفظ ہیں من غیران یکونوا انبیاء۔ وہ اس امت میں آئندہ کے لئے نبوت کی نفی کرتے ہیں۔ اور دوسری حدیث میں ہے۔ لم یبق من النبوۃ الا المبشرات۔ یعنی نبوت میں سے کچھ حصہ باقی رہ گیا۔ اس سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ اصل نبوت چلی گئی۔ اور اس پہلی حدیث کا بھی یہی مفہوم ہے کہ نبوت نہیں ہوگی۔ ساتھ ہی دونوں حدیثوں میں کسی حصہ کے باقی رہنے کا بھی ذکر ہے۔ چنانچہ ایک میں تو یہ لفظ ہیں۔ رجال یکلمون۔ یعنی ان سے مکالمہ مخاطبہ ہوگا۔ اور دوسری حدیث میں ہے کہ مبشرات باقی رہ گئی ہیں۔ تو معلوم ہؤا کہ مبشرات میں مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ بھی داخل ہے۔ مگر حدیث کا دوسرا حصہ تشریح طلب ہے۔ کہ وہاں مبشرات کی تفسیر بدین الفاظ فرمائی قالوا وما المبشرات قال الرویا الصالحۃ۔ اب اگر رویائے صالحہ سے مراد صرف خوابیں لی جائیں تو بظاہر ان میں مکالمہ شامل معلوم نہیں ہوتا۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ رویا بھی خود ایک قسم مکالمہ ہے۔ جیسا کہ آیت ماکان لبشر ان یکلمہ اللہ الا وحیاء او من وراء حجاب میں دوسری قسم مکالمہ من وراء حجاب کو قرار دیا ہے جس میں رویا کشف اور الہام ولایت سب شامل ہیں۔

رویاسے مراد وحی ولایت ہے

شارحین حدیث نے بھی ان الفاظ کی تاویل یہی کی ہے کہ اس میں الہام یا مکالمہ جو محدثوں کو ہوتا ہے وہ شامل ہے۔ چنانچہ فتح الباری نے ابن التین کی تشریح بدین الفاظ نقل کی ہے:۔

وقال ابن التین معنی الحدیث ان الوحی ینقطع بموتی ومایبقی مایعلم منہ ماسیکون الرویا ویرد علیہ الالھام فان فیہ اخبارا بماسیکون وھو للانبیاء بالنسبۃ للوحی کالرؤیا ویقع لغیر الانبیاء کما فی الحدیث الماضی فی مناقب عمر قد کان فی من مضی من الامم محدثون و فسر المحدث بفتح الدال بالملھم بالفتح ایضًا وقد اخبر کثیر من الاولیاء عن امور مغیبۃ فکانت کما اخبروا۔	حدیث کے معنی یہ ہیں کہ وحی (یعنی وحی نبوت) میری موت سے منقطع ہو جائیگی اور آئندہ ہونیوالے امور کے معلوم ہونیکی سوائے رویا کے کوئی صورت نہ ہوگی۔ اور اسی میں الہام بھی شامل ہے کیونکہ اس میں اس چیز کی خبر ہوتی ہے جو ہونیوالی ہو۔ اور وہ یعنی الہام انبیاء کیلئے وحی کی نسبت سے رویا کی طرح ہی ہے۔ اور وہ غیر انبیاء کو ہوتا ہے۔ جیسا کہ گزری ہوئی حدیث میں جو حضرت عمر کے مناقب میں ہے کہ گذری ہوئی امتوں میں محدث تھے اور محدث کی تفسیر ملہم سے کی ہے۔ اور بہت سے اولیاء نے غیب کی خبریں دیں۔ اور جس طرح انہوں نے خبریں دیں اسی طرح وقوع میں آیا۔

اس سے معلوم ہؤا کہ الہام یا اولیاء کی وحی کو رویائے صالحہ میں ہی شامل کیا ہے۔ اس لئے کہ انبیاء علیہم السلام کی وہ وحی جو حضرت جبرئیل لاتے ہیں۔ اور جو صفائی کے لحاظ سے کمال رکھتی ہے اور حالت بیداری میں ہوتی ہے۔ اس کے بالمقابل اولیاء کی وحی ایسی ہے جیسے رویا۔ اور رویا کا

لفظ اختیار کرنے کی ایک وجہ یہ بھی بیان کی گئی ہے۔ کہ خواب عام ہے اور کثرت سے آتی ہے اور عامہ مومنین بھی اس سے حصہ پاتے ہیں۔ اور الہام خواص سے یعنی محدثین سے مختص ہے۔ اس لئے اس لفظ کو اختیار فرمایا جس میں عمومیت زیادہ ہے۔ کیونکہ خاص کلام اس کے اندر شامل ہو جاتا ہے۔ اور اگر غور کیا جائے تو یہ سچ بھی معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ اولیار کی وحی میں خوابوں کا حصہ بھی بہت ہوتا ہے۔

چھیالیس جز نبوت میں سے ایک جزو

پس رویائے صالحہ میں نہ صرف خوابیں شامل ہیں بلکہ اولیار یا محدثین کی وحی بھی شامل ہے مگر وحی نبوت شامل نہیں ہے۔ سو قرآن اور حدیث اس پر متفق ہیں۔ کہ وحی نبوت منقطع ہو گئی اور وحی ولایت یا وحی محدثیت باقی رہ گئی۔ ام کرز نے جس طرز سے اس حدیث کو روایت کیا ہے وہ بھی اسی معنی کی مؤید ہے۔ قالت سمعت النبی صلعم یقول ذھبت النبوۃ وبقیت المبشرات۔ یعنی اُم کرز کہتی ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سنا فرماتے تھے نبوت چلی گئی۔ اور مبشرات رہ گئیں اور ابو العلی نے انس سے مرفوع روایت کی ہے:۔

ان الرسالۃ والنبوۃ قد انقطعت ولا نبی	نبوت اور رسالت منقطع ہو گئی اور میرے بعد کوئی نبی
ولا رسول بعدی ولکن بقیت المبشرات	اور رسول نہیں۔ لیکن مبشرات باقی رہ گئیں۔

پس یہ ایک امر ہے جس پر اُمت کا اتفاق ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے ساتھ وحی نبوت منقطع ہو گئی۔ اور وحی ولایت باقی رہ گئی۔ اور یہ تائید کرتی ہے اس حدیث کی جس میں آیا ہے کہ اس اُمت میں ایسے لوگ ہوں گے جو نبی تو نہیں ہوں گے۔ مگر ان سے مکالمہ الٰہیہ ہوگا۔ اور درحقیقت یہی وہ چیز ہے جس کو نبوت کی چھیالیس جزوں میں سے ایک جزو کہا ہے اس بات کی کہ چھیالیس اجزا میں سے ایک جزو ہونے سے کیا مراد ہے۔ بہت تشریحیں کی گئی ہیں اور بعض روایات میں چھیالیس کی بجائے بہتر کا لفظ بھی آیا ہے۔ اور بعض روایتوں میں پچیس اور ستائیس کا لفظ بھی آیا ہے۔ ان سب باتوں کو مدنظر رکھتے ہوئے اس کی آسان تشریح یہی ہے کہ رویائے صالحہ یا مکالمہ الٰہی بوجہ انعامات نبوت میں سے ایک انعام ہونے کے ایک جزو نبوت کا قرار دیا گیا ہے۔ ابن بطال نے کیا لطیف بات کہی کہ رویا کو نبوت کا ایک جزو کہنا درحقیقت اس کی عظمت کے لئے ہے۔ خواہ ہزار جزوں میں سے ایک جز بھی کہا جاتا۔ گویا غرض صرف رویا کی عظمت کا اظہار ہے۔ اور یہ بتانا مقصود ہے۔ کہ جو شخص نبی کی پیروی کرتا ہے۔ اور اس کے نقش قدم پر چلتا ہے وہ وہ انعامات بھی پا لیتا ہے۔ پھر جس

قدر کوئی شخص زیادہ کمال حاصل کریگا اسی قدر زیادہ ان انعامات اور کمالات سے بہرہ ور ہوگا حتےٰ کہ محدثیت کے مقام پر پہنچ کر وہ اللہ تعالیٰ سے ہمکلام ہونے کا شرف حاصل کرلیگا۔ مازری نے اس کی یوں تشریح کی ہے:۔

یحتمل ان یراد بالنبوۃ فی ھذا الحدیث الخبر بالغیب لا غیر وان کان یتبع ذالک انذار وتبشیر فالخبر بالغیب احد ثمرات النبوۃ وھو غیر مقصود لذاتہ۔

(ہو سکتا ہے کہ نبوت سے مطلب اس حدیث میں صرف غیب کی خبر ہے نہ کچھ اور اگرچہ اس کے ساتھ انذار اور تبشیر بھی ہوتے ہیں۔ کیونکہ غیب کی خبر نبوت کے پھلوں میں سے ایک پھل ہے اور وہ اپنی ذات میں غیر مقصود ہے (یعنی گو نبوت کے پھلوں میں سے ایک پھل ہے مگر نبوت کی اصل اغراض میں سے یہ نہیں کہ غیب کی خبریں ملیں)

نبی کے لغوی معنے

مازری کا یہ قول اب ہمیں اس بحث میں داخل کرتا ہے۔ جس نے اس مسئلہ نبوت کو کسی قدر پیچیدہ بنا دیا ہے۔ جہاں تک اصطلاح شرعی کا سوال تھا۔ کلام نبوت نے اسے صاف کر دیا ہے اور کوئی شبہ باقی نہیں چھوڑا۔ مگر ہر لفظ لغت میں ایک معنی رکھتا ہے اور اس معنی کے لحاظ سے جیسا کہ میں نے ابتدا میں ہی کہا تھا۔ زبان میں استعمال ہوتا ہے۔ گو اس استعمال سے درحقیقت وہ اصطلاحی معنے مراد نہیں ہوتے لفظ نبی کے لغوی معنے کیا ہیں۔ تمام لغت کی کتابیں اس بات پر متفق ہیں۔ کہ نبی کا لفظ نبأ سے مشتق ہے جس کے معنے خبر ہیں۔ اور نبی اس مادہ سے وزن فعیل ہے۔ جو بمعنی فاعل ہے گویا نبی کے معنے ہوئے خبر دینے والا۔ یا فعیل بمعنی مفعل ہے۔ اس صورت میں بھی معنے وہی ہیں۔ یعنی خبر دینے والا۔ تاج العروس اور لسان العرب میں ہے کہ نبی کے معنے ہیں المخبر عن اللہ تعالیٰ یعنی اللہ تعالیٰ کی بابت خبر دینے والا۔ اور ابن اثیر نے کہا کہ یہ فعیل بمعنی فاعل ہے۔ مگر مبالغہ کے لئے اس وجہ سے کہ وہ خدا کی بابت خبر دیتا ہے۔ چنانچہ ابن اثیر کے لفظ یہ ہیں:۔

النبیُ فعیل بمعنی فاعل للمبالغۃ من النبأ لانہ انبأ عن اللہ۔

(عربی وزن میں نبی فعیل کا وزن ہے بمعنی فاعل جو مبالغہ کیلئے ہے نبا جس کے معنے خبر ہیں کیونکہ وہ اللہ کی بابت خبر دیتا ہے)

راغب نے لفظ نباء کے معنے میں کچھ اور امور بیان کئے ہیں وہ کہتا ہے:۔

النبأُ خبر ذو فائدۃ عظیمۃ یحصل بہ علم او غلبۃ ظن ولا یقال للخبر فی الاصل نبأٌ حتی یتضمن ھذہ الاشیاء الثلاثۃ وحق الخبر الذی یقال فیہ نبأ ان یتعری عن الکذب کالتواتر وخبر اللہ تعالیٰ وخبر النبی علیہ السلام۔

(نبا وہ خبر ہے جس میں فائدہ عظیمہ ہو جس سے علم یا ظن غالب حاصل ہو۔ اور اصل میں خبر کو نبا نہیں کہا جاتا جب تک کہ تینوں امور اس میں نہ ہوں۔ اور حق اس خبر کا جس کو نبا کہا جائے یہ ہے کہ وہ جھوٹ سے خالی ہو۔ جیسے تواتر اور اللہ تعالیٰ کا خبر دینا اور نبی علیہ السلام کا خبر دینا۔)

اور بعض نے لفظ نبی کو نبوۃ اور نباوۃ سے مشتق قرار دیا ہے۔ اور اس کے معنے ارتفاع ہیں۔ یعنی بلندی۔ اور اس کی وجہ یہ بتائی ہے کہ نبی کو ساری خلق پر بزرگی دی گئی ہے۔ لغت کی تحقیق لفظ نبی کے متعلق اسی قدر ہے۔ گویا لفظ نبی کے لغوی معنے بعض کے نزدیک ہوئے محض خبر دینے والا۔ بعض کے نزدیک اللہ تعالیٰ کی بابت خبر دینے والا۔ بعض کے نزدیک بڑے فائدہ والی اور سچی خبر دینے والا۔ البتہ تاج العروس میں المخبر عن اللہ تعالیٰ اس لفظ کے معنے کر کے یہ الفاظ بڑھائے گئے ہیں جو بطور ایک دلیل کے ہیں۔ فان اللہ تعالیٰ اخبرہ توحیدہ واطلعہ علی غیبہ واعلمہ انہ نبیہ۔ نبی اللہ تعالیٰ کی بابت خبر دینے والا ہے۔ پس تحقیق اللہ تعالیٰ نے اس کو خبر دی اپنی توحید کی اور اس کو اطلاع دی اپنے غیب پر اور اس کو علم دیا کہ وہ اس کا نبی ہے۔ میں افسوس کرتا ہوں۔ کہ میاں صاحب نے حقیقۃ النبوۃ میں اس لفظ کے معنے بیان کرنے میں بہت بے جا تصرف سے کام لیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں "نبی کے معنے لغت والے یہ لکھتے ہیں کہ جو اللہ تعالیٰ سے خبر دینے والا ہو اللہ تعالیٰ نے اسے اپنی توحید سے خبردار کیا ہو۔ اور غیب کی باتیں بتائی ہوں اور اسے کہا ہو کہ تو نبی ہے"۔ اگر یہ تعریف تاج العروس کے انہی تشریحی الفاظ سے لی گئی ہے اور بظاہر اور کوئی اس کا ماخذ نہیں تو میاں صاحب نے سخت غلطی کھائی ہے۔ تاج العروس کے تشریحی الفاظ فان اللہ تعالیٰ اخبرہ عن توحیدہ یہ لفظ نبی کے لغوی معنے نہیں۔ بلکہ لغوی معنے کے ساتھ مزید توضیح کے لئے بڑھائے گئے ہیں۔ اور دوسرا تصرف یہ ہے کہ تاج العروس کے تشریحی الفاظ میں ہے واعلمہ انہ نبیہ جس کے معنے ہیں۔ کہ اس کو علم دیا ہو کہ وہ اس کا نبی ہے۔ میاں صاحب اس کے معنے یوں کرتے ہیں۔ کہ "اسے کہا ہو کہ تو نبی ہے"۔ اور یہ صریح غلطی ہے[1] مجھے اس سے غرض نہیں کہ وہ تشریحی الفاظ جو تاج العروس نے بڑھائے ہیں۔ وہ کہاں تک نبی کی اصل حقیقت پر روشنی ڈالتے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ جب میاں صاحب نے بطور تشریح انہیں قبول کیا۔ اور پھر ایک آدمی کی تشریح کو سارے لغت والوں کی طرف منسوب کیا۔ تو کم از کم اس کو پورا تو لکھتے۔ بہر حال لفظ نبی کے لغوی معنے وہ نہیں۔ جو میاں صاحب نے لکھے ہیں۔ بلکہ لغوی معنے وہ ہیں۔

---

[1] میں پیچھے بتا چکا ہوں کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ وحی ہوئی کہ اقرأ تو گو آپ کو اس وحی میں یہ کہا تو نہیں گیا کہ تو نبی ہے۔ مگر علم دے دیا گیا تھا کہ آپ نبی ہیں۔ بلکہ دوسری وحی میں بھی نہیں کہا گیا۔ کہ آپ نبی ہیں حالانکہ نبوت کے منصب پر آپ اسی دن کھڑے تھے جس دن اقرأ کی وحی نازل ہوئی۔ میاں صاحب کو اس بارہ میں سخت دھوکا لگا ہے۔ ان کا فرض تھا کہ وہ بتاتے کہ پہلی وحی جس میں نبی کہا گیا کب نازل ہوئی تا اس وقت سے آنحضرت کو نبی سمجھا جاتا۔

جو اس کے اصل اشتقاق کی رو سے اس کے معنے ہو سکتے ہیں۔ تو چونکہ اشتقاق اس کا عموماً نباء سے لیا گیا ہے۔ اور چونکہ وزن اس کا فعیل ہے۔ اس لئے اس حد تک تو اس کے معنے لغوی کہلا سکتے ہیں۔ کہ عظیم الشان خبر دینے والا یا خدا کی بابت خبر دینے والا۔ اور یا مبالغہ میں بجائے کیفیت کے کثرت کو مدنظر رکھ کر یہ بھی کہا جا سکتا ہے۔ کہ کثرت سے خبر دینے والا۔ گو کسی لغت والے نے یہ معنے نہیں کئے۔

مبشرات کو نوع نبوت قرار دینا نبوت کا استعمال لغوی ہے۔

حضرت مسیح موعود نے اپنے ابتداء دعویٰ سے ہی اس مبشرات والی حدیث میں لفظ نبوت کو اپنے لغوی معنے کے لحاظ سے استعمال کیا۔ جیسا کہ میں اوپر دکھا چکا ہوں کہ آپ سے پہلے مازری نے بھی اس حدیث لم یبق من النبوۃ الا المبشرات نبوت کو اپنے لغوی معنے کے لحاظ سے صرف المخبر بالغیب کے ہم معنی قرار دیا ہے۔ چنانچہ توضیح مرام میں جو بحث اس حدیث پر آپ نے لکھی ہے۔ گو اس میں لغوی معنے کا لفظ تو نہیں۔ مگر قراین سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ آپ لغوی معنے کے لحاظ سے اس لفظ کا استعمال کر رہے ہیں۔ چنانچہ فرماتے ہیں:-

وقد قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لم یبق من النبوۃ الا المبشرات ای لم یبق من انواع النبوۃ الا نوع واحد وھی المبشرات

اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں باقی رہی نبوت سے مگر مبشرات یعنی نبوت کے اقسام میں سے صرف ایک ہی قسم باقی رہ گئی ہے۔ اور وہ نبوت ہے۔

اب ظاہر ہے۔ کہ یہاں نبوت کو ایک جنس قرار دیکر اس کی مختلف نوعیں قرار دی ہیں۔ اور ان میں سے ایک نوع کو مبشرات کہا ہے۔ اب جنس اور نوع کا تعلق یہ ہوتا ہے۔ کہ جنس میں کچھ خصوصیات بڑھانے سے نوع بنتی ہے۔ مثلاً حیوان جنس ہے۔ تو ہاتھی۔ یا گھوڑا۔ یا انسان نوع ہے۔ اب حیوان کے مفہوم میں جب تک کوئی خصوصیت بڑھائی نہ جاوے اس وقت تک نوع پیدا نہیں ہوتی۔ اسی طرح پر جب نبوت کو ایک جنس قرار دیا۔ اور مبشرات کو اس کی نوع قرار دیا۔ تو معلوم ہوا کہ نبوت میں کچھ خصوصیات بڑھانے سے مبشرات بنتی ہیں۔
پس یہاں نبوت بمعنی مکالمہ الٰہیہ یا اخبار غیب ہی لیا جا سکتا ہے۔ تو اس صورت میں حضرت مسیح موعود کی تشریح اس حدیث کی یہ ہوگی لم یبق من انواع المکالمۃ یا من انواع الاخبار عن الغیب الا المبشرات یعنی مکالمہ یا اخبار غیب کے انواع میں سے ایک ہی نوع باقی رہی ہے۔ اور وہ مبشرات ہیں۔ بالفاظ دیگر مکالمہ الٰہیہ کی یا اخبار عن الغیب کی تمام اقسام بند ہوگئیں صرف ایک قسم ان میں سے یعنی مبشرات رہ گئی۔ کیونکہ مبشرات نوع نہیں بن سکتی جبتک کہ نبوت کو جنس نہ بنایا جائے اور جب نبوت جنس ہوگی۔ تو لازماً اس سے مراد مکالمہ الٰہیہ یا اخبار عن الغیب

لینا پڑے گا۔ نہ وہ اصطلاحی نبوت جس کی مختلف نوعیں ہو نہیں سکتیں۔ کیونکہ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ اصطلاحی نبوت ایک منصب ہے جس پر ایک انسان کامل کو کھڑا کیا جاتا ہے۔ اور لغوی نبوت ایک وسیع دائرہ ہے۔ جس میں ہر قسم کا مکالمہ الٰہیہ یا غیب کی خبر دینا شامل ہے۔ اب مبشرات ایک خاص قسم کا مکالمۂ الٰہیہ یا خاص قسم کی اخبار عن الغیب ہے۔ یعنی مبشرات میں مکالمہ یا اخبار عن الغیب تو ہے۔ مگر اس خصوصیت کے ساتھ کہ وہ مکالمہ یا وہ خبر غیب خوشی پہنچانے والی ہے۔ پس جب مکالمہ یا خبر غیب میں ایک خصوصیت بڑھی تو وہ مبشرات بن گئی۔ اس لئے مبشرات نوع ہوئی مکالمہ یا خبر غیب کی مگر حضرت مسیح موعود چونکہ اس کو نبوت کی ایک نوع قرار دیتے ہیں۔ اور اصطلاحی نبوت میں کسی خصوصیت کے بڑھانے سے نہیں بلکہ بعض امور کے کم کرنے سے مبشرات رہ جاتی ہیں۔ اس لئے نوع من انواع النبوت میں حضرت مسیح موعود کے نزدیک نبوت سے مراد صرف مکالمہ یا خبر غیب ہے جیسا کہ مازری نے بھی یہی معنے لے کر اس حدیث کی تفسیر کی ہے۔ پس اگر مبشرات کو ایک نوع نبوت کہیں گے تو نبوت سے مراد لغوی مفہوم یعنی صرف مکالمہ یا خبر غیب ہو گا۔ لیکن اگر حدیث کی تفسیر دوسرے رنگ میں کریں یعنی یہ مراد لیں کہ ذھبت النبوۃ وبقیت المبشرات۔ جیسا کہ دوسری روایت اس حدیث کی ہے تو پھر معنے یہ ہونگے کہ جو اصطلاحی نبوت تھی۔ جس کی غرض انسانوں کو ہدایت پہنچانا تھا۔ وہ تو اب نہیں رہی۔ البتہ اس نبوت میں ایک جزء مبشرات بھی ہؤا کرتا تھا وہ جزو باقی ہے۔ جیسا کہ حدیث نے اسے نبوت کے چھیالیس اجزا میں سے ایک جزء قرار دیا ہے۔ تو اس صورت میں کہہ سکتے ہیں۔ کہ نبوت کا ایک جزء باقی رہ گیا۔ یا نبوت جزئی طور پر باقی رہ گئی۔ اور یہ لفظ بھی توضیح مرام میں حضرت مسیح موعود نے استعمال فرمائے ہیں۔ پس یہ دونوں بیان کہ نبوت کی ایک نوع باقی رہ گئی اور نبوت کی ایک جزو باقی رہ گئی۔ دراصل ایک ہی نتیجہ پیدا کرتے ہیں۔ کیونکہ وہ نوع خبر غیب کی جو رہ گئی ہے وہ حقیقی نبوت کے اجزاء میں سے صرف ایک جزو ہے۔ اس لئے اس نوع کا نام جزوی نبوت ہے۔ غرض نبوت کے جس مفہوم کو چاہو لو نتیجہ ایک ہی ہے جو چیز نبوت تھی وہ نہیں رہی صرف اس کا ایک جزء یعنی مکالمہ الٰہیہ بصورت مبشرات رہ گیا ہے اور چونکہ مبشرات اخبار عن الغیب کی ایک نوع ہے۔ اور اخبار عن الغیب نبوت کا لغوی مفہوم ہے اس لئے یوں بھی کہہ سکتے ہیں۔ کہ نبوت یا مکالمہ ایک نوع رہ گئی ہے +

اس تشریح سے اور ان تشریحات سے جو شارحین حدیث نے کی ہیں قطعی طور پر ثابت ہوتا

نبوت ختم ہو گئی۔ مگر اس کی ایک فرع باقی ہے وہ مبشرات ہیں۔

ہے کہ مبشرات مکالمۂ الٰہیہ کی ایک صورت ہے۔ جس میں رویا غالب عنصر ہے۔ اور وہ مکالمہ ویسے بھی انبیاء کے اکمل اور اتم وحی کے مقابلہ میں رویا کی نسبت رکھتا ہے۔ یہ مبشرات اس امت کے لئے باقی ہیں۔ مگر اصل نبوت باقی نہیں۔ یہ امر ایک طرف اگر اس طرح پر ثابت ہے تو دوسری طرف محدثوں والی حدیث نے اس کو اور بھی واضح کر دیا ہے۔ اور در حقیقت دونوں حدیثوں کو ملا کر پڑھنے سے یہ روز روشن کی طرح ثابت ہو جاتا ہے۔ کہ مبشرات سے وہی مکالمہ مراد ہے جو غیر نبیوں سے یعنی محدثوں یا اولیاء اللہ سے ہوتا ہے۔ کیونکہ ایک جگہ فرمایا ہے لم یبق من النبوۃ الا المبشرات نبوت میں سے صرف مبشرات رہ گئی ہیں۔ دوسری جگہ فرمایا۔ کہ پہلی اُمتوں میں خدا تعالیٰ سوائے نبیوں کے دوسرے لوگوں سے بھی ہمکلام ہؤا کرتا تھا۔ سو وہ ہمکلامی کا سلسلہ باقی ہے۔ اور وہ ہمکلامی حضرت عمرؓ سے ہوئی۔ اور تیسری حدیث میں یہ فرمایا کہ میری اُمت میں اگر کوئی نبی ہوتا تو عمرؓ ہوتا ان تینوں حدیثوں کو اگر ایک جگہ رکھ کر پڑھا جائے تو ختم نبوت کے لئے اور کسی ثبوت کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔ اب ہم دیکھتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود نے اپنی اس توضیح مرام والی تحریر میں لم یبق من النبوۃ الا المبشرات کی تشریح کرتے ہوئے جہاں ایک نوع نبوت کو باقی قرار دیا ہے۔ تو وہی مبشرات والی نوع ہے۔ پس گویا یہاں ایک اصول قائم کیا گیا ہے کہ نبوت کی ایک نوع باقی ہے۔ اور وہ وہی نوع ہے جس کو حدیث میں مبشرات کہا ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ کیا کسی وقت اس عقیدہ کو آپ نے ترک کر دیا۔ اور بجائے مبشرات والی نوع کے پھر کسی اور نوع نبوت کو باقی سمجھا اس قدر تو ظاہر ہے کہ آپ نے یہاں مبشرات کو ایک نوع نبوت ہی قرار دیا۔ اور یہ بھی لکھا:-

فانظر ایھا الناقد البصیر الفہیم من ھذا	یعنی اے ناقد بصیر وفہیم اس سے غور کرو کہ کیا باب نبوت
اسد باب النبوۃ علی وجہ کلی بل الحدیث	کلی طور پر بند کیا گیا ہے۔ بلکہ حدیث دلالت کرتی ہے
یدل علی ان النبوۃ التامۃ الحاملۃ لوحی	اس بات پر کہ نبوت تامہ جو وحی شریعت کی حامل ہے
الشریعۃ قد انقطعت ولکن النبوۃ التی	وہ منقطع ہو گئی لیکن وہ نبوت جس میں سوائے مبشرات
لیس فیھا الا المبشرات فھی باقیۃ الی	کے کچھ نہیں۔ وہ قیامت کے دن تک باقی
یوم القیامۃ لا انقطاع لھا ابدا۔	ہے کبھی منقطع نہیں ہوگی۔

اب یہاں صفائی سے ایک اصول حضرت مسیح موعود نے قائم کیا ہے اور وہ یہ ہے کہ نبوت کا باب بند ہے مگر ایک نوعِ نبوت باقی ہے اور اس نوع کا نام مبشرات ہے۔ پس سب سے

پہلے ہم نے یہ دیکھنا ہے۔ کہ آیا اس اصول کو حضرت مسیح موعود نے کبھی غلط کہا یا اس کے خلاف کوئی اور اصول باندھا۔ کیونکہ سب سے پہلے اس بحث کے تمام اصولی پہلوؤں پر غور کرنا ضروری ہے +

مسیح موعود ابتدا سے آخر تک ایک ہی اصول پر قائم رہے

میں پھر آپ کی اول اور آخری تصنیف کا ہی مقابلہ کر کے دکھاتا ہوں۔ اگر کسی شخص کے دل میں کچھ بھی عزت مسیح موعودؑ کی اور کچھ بھی حق کا پاس ہے۔ تو وہ فوراً بول اُٹھے گا کہ حضرت مسیح موعود نے جو اصول اپنی سب سے پہلی کتاب میں باندھا اسی پر اخیر تک قائم رہے۔ اوپر ایک حصہ میں توضیح مرام کی عبارت کا نقل کر چکا ہوں۔ اسی اصول کی مزید تشریح اردو عبارت میں آپ نے کی ہے جہاں لکھا ہے (صفحہ ۹)۔

"اور اگر یہ عذر پیش ہو کہ باب نبوت مسدود ہے اور وحی جو انبیاء پر نازل ہوتی ہے۔ اُس پر مہر لگ چکی ہے۔ تو میں کہتا ہوں کہ نہ من کل الوجوہ باب نبوت مسدود ہوا ہے۔ اور نہ ہر ایک طور سے وحی پر مہر لگائی گئی ہے۔ بلکہ جزی طور پر وحی اور نبوت کا اس اُمت مرحومہ کے لئے ہمیشہ دروازہ کھلا ہے۔ مگر اس بات کو بحضور دل یاد رکھنا چاہئے۔ کہ یہ نبوت جس کا ہمیشہ کے لئے سلسلہ جاری رہے گا۔ نبوتِ تامہ نہیں بلکہ جیسا کہ میں ابھی بیان کر چکا ہوں وہ صرف ایک جزی نبوت ہے جو دوسرے لفظوں میں محدثیت کے نام سے موسوم ہے جو انسان کامل کی اقتدا سے ملتی ہے جو مستجمع جمیع کمالات نبوت تامہ ہے۔ یعنی ذات ستودہ صفات حضرت سیدنا و مولٰنا محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم"+

جو نبوت پیروی سے ملتی ہے اسکا نام محدثیت ہے

اس عبارت سے بھی ظاہر ہے کہ باب نبوت کو مسدود ماننے کے باوجود ایک قسم کی نبوت کا دروازہ اس امت کے لئے تا قیامت کھلا مانا ہے۔ اور وہ نبوت وہی ہے جو انسان کامل کی اقتدا سے ملتی ہے جسے محدثیت کہا ہے۔ پہلے حوالہ میں جس کو مبشرات والی نبوت کہا ہے اسی کو یہاں محدثیت اور ظلی نبوت قرار دیا ہے۔ یعنی وہ نبوت جو انسان کامل کی اقتدا سے یا فنا فی الرسول کے ذریعہ سے ملتی ہے۔ کیونکہ یہ دونوں عبارتیں ایک ہی جگہ کی ہیں۔ اور ممکن نہیں۔ کہ یہاں دو الگ الگ قسم کی نبوتوں کا ذکر ہو۔ بلکہ اسی ایک ہی قسم نبوت کا ذکر ہے۔ ایک جگہ اس کو مبشرات والی نبوت کہا ہے۔ دوسری جگہ محدثیت۔ اور گو ظلی نبوت کا لفظ نہیں لکھا مگر یہ بات بتا کر کہ وہ انسان کامل کی اقتدا سے ملتی ہے صاف بتا دیا ہے کہ وہ ظلی نبوت ہے۔ اسی کی مزید تشریح ازالہ اوہام میں موجود ہے۔ دیکھو صفحہ ۵۷۵+

"وہاں ایسا نبی جو مشکوٰۃ نبوت محمدیہ سے نور حاصل کرتا ہے اور نبوت تامہ نہیں رکھتا۔ جس کو دوسرے لفظوں میں محدث بھی کہتے ہیں وہ اس تحدید سے باہر ہے" (یعنی ختم نبوت کی تحدید سے باہر ہے بالفاظ دیگر اس کا آنا ختم نبوت کے منافی نہیں) کیونکہ وہ بباعث اتباع اور فنافی الرسول ہونے جناب ختم المرسلین کے وجود میں ہی داخل ہے جیسی جزو کل میں داخل ہوتی ہے۔"

یہاں اس بات کو اور بھی صفائی سے بیان کر دیا کہ انواع نبوت میں سے وہ نوع جو محدث کو ملتی ہے وہ چونکہ بباعث اتباع اور فنافی الرسول کے ملتی ہے جیسا توضیح مرام میں لکھا تھا کہ انسان کامل کی اقتدا سے ملتی ہے "اور وہیں دوسری جگہ لکھا تھا کہ وہ نوع مبشرات ہے۔ اس لئے وہ اس تحدید ختم نبوت سے باہر ہے اور یہ حضرت مسیح موعود ہی نہیں کہتے بلکہ حدیثوں نے صاف طور پر ایک طرف محدثوں کا وعدہ دے کر اور دوسری طرف مبشرات کو باقی رکھ کر یہی اصول قرار دیا ہے۔ گویا نبوت تو ختم ہے مگر ایک نوع نبوت باقی ہے۔ اور وہ نوعِ نبوت مبشرات ہیں وہ ان لوگوں کو ملتی ہے جو کامل طور پر اتباعِ حضرتِ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا کرتے ہیں۔ اور فنا فی الرسول کے مقام تک پہنچ جاتے ہیں۔ اب بعینہ اسی اصُول کو چشمہ معرفت میں جو آپ کی سب سے آخری کتاب ہے بیان کیا ہے۔ دیکھو صفحہ ۳۲۴ +

"تمام نبوتیں اس پر ختم ہیں اور اس کی شریعت خاتم الشرائع ہے۔ مگر ایک قسم کی نبوت ختم نہیں یعنی وہ نبوت جو اس کی کامل پیروی سے ملتی ہے۔ اور جو اس کے چراغ میں سے نور لیتی ہے وہ ختم نہیں۔ کیونکہ وہ محمدی نبوت ہے۔ یعنی اس کا ظل ہے۔ اور اسی کے ذریعہ سے ہے اور اسی کا مظہر ہے۔"

اب دیکھو کہ یہاں بھی نبوت کو تو ختم ہی کہا ہے۔ لیکن ایک قسم کی نبوت باقی بتائی ہے۔ اور وہ وہی ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کامل پیروی سے ملتی ہے۔ اور اسی کتاب کے صفحہ ۱۸۲ پر یہ بھی صاف لکھ دیا ہے کہ وہ نبوت جس کو ظلی نبوت یا نبوت محمدیہ قرار دیتے ہیں۔ وہ وہی مبشرات والی نبوت ہے۔ چنانچہ وہاں فرماتے ہیں "اور ہم سب اس بات پر اتفاق رکھتے ہیں۔ کہ شریعت قرآن شریف پر ختم ہوگئی ہے۔ صرف مبشرات یعنی پیشگوئیاں باقی ہیں" جن کے دل میں خدا کا کچھ بھی خوف ہے وہ سوچیں کہ کیا ایک شوشہ تک بھی اصول کی تبدیلی نظر آتی ہے۔ باب نبوت وہاں بھی بند ہے یہاں بھی بند ہے۔ ایک نوعِ نبوت وہاں بھی باقی ہے یہاں بھی ایک قسم کی نبوت باقی ہے۔ وہاں بھی اس نبوت کو مبشرات والی نبوت کہا۔ یہاں بھی

مبشرات والی نبوت کہا۔ وہاں بھی یہ کہا کہ وہ بباعثِ اتباع نبوی اور فنافی الرسول کے ملتی ہے یہاں بھی فرمایا کہ وہ آپ کی کامل پیروی سے ملتی ہے۔ پھر وہاں بھی اس نوع نبوت کو اپنی ذات تک محدود نہیں رکھا۔ بلکہ فرمایا کہ یہ نوع نبوت ہر محدّث کو ملتی ہے۔ اور قیامت تک اس کا دروازہ کھلا ہے۔ چشمۂ معرفت میں بھی یہی فرمایا کہ "یہ نبوت جو نبوت محمدیّہ کا ظل ہے یہ اسلئے کہ تا اسلام ایسے لوگوں کے وجود سے تازہ رہے۔ اور تا اسلام ہمیشہ مخالفوں پر غالب رہے"۔ اس بات کے ثابت کرنے کے لئے کہ آپ کا اصول اس بارہ میں کہ اصل نبوت مسدود ہے۔ اور ایک نوع یا ایک قسم نبوت باقی ہے بسنہ ۱۸۸۹ء سے لے کر سنہ ۱۹۰۸ء تک جب آپ وفات پا گئے ایک ہی رہا۔ اس سے بڑھ کر صفائی ممکن نہیں +

آنحضرت کے صاحب خاتم ہونے سے کیا مراد ہے

گو میں نے چشمۂ معرفت سے جو حضرت مسیح موعود کی آخری تصنیف ہے جو آپ کی زندگی میں لکھی گئی اور چھپی۔ یہ دکھا دیا ہے کہ آپ باب نبوّت کو مسدود یقین کرتے اور نبوت کی ایک نوع کو جو مبشرات ہے تا قیامت باقی مانتے ہیں۔ جو آنحضرت صلعم کی اتباع سے حاصل ہوسکتی ہے۔ مگر بعض لوگ حقیقۃ الوحی پر جو اس سے پہلے کی تصنیف ہے۔ زیادہ زور دیتے ہیں۔ حالانکہ وہاں بھی یہی اصول صاف الفاظ میں قائم کیا گیا ہے۔ اول حقیقۃ الوحی صفحہ ۹۷ کی عبارت کو لو جس کو میاں صاحب نے حقیقۃ النبوت میں بڑے زور سے اس بات کی تائید میں پیش کیا ہے۔ گویا باب نبوت مسدود نہیں۔ بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بھی اسی طرح کھلا ہے جس طرح پہلے کھلا تھا۔ اور نبوت اب بھی وہی ملتی ہے جو پہلے ملتی تھی۔ مگر اب بوساطت آنحضرت ملتی ہے۔ آپ کے الفاظ یہ ہیں:-

"اور وہ خاتم الانبیاء بنے۔ مگر ان معنوں سے نہیں۔ کہ آئندہ اس سے کوئی رُوحانی فیض نہیں ملے گا۔ بلکہ ان معنوں سے کہ وہ صاحب خاتم ہے۔ بجز اس کی مہر کے کوئی فیض کسی کو نہیں پہنچ سکتا۔ اور اس کی اُمت کے لئے قیامت تک مکالمہ اور مخاطبہ الٰہیہ کا دروازہ کبھی بند نہ ہوگا۔ اور بجز اس کے کوئی نبی صاحب خاتم نہیں۔ ایک وہی ہے جس کی مہر سے ایسی نبوّت بھی مل سکتی ہے جس کے لئے امتی ہونا لازمی ہے۔ اور اس کی ہمت اور ہمدردی نے اُمت کو ناقص حالت میں چھوڑنا نہیں چاہا۔ اور ان پر وحی کا دروازہ جو حصول معرفت کی جڑھ ہے۔ بند رہنا گوارا نہیں کیا"۔

ان الفاظ سے میاں صاحب نے یہ غلط نتیجہ نکالا ہے۔ کہ آپ کے فیضان سے ایک

ایسی نبوت ملتی ہے۔ جو پہلے کسی نبی کی اطاعت سے نہیں ملتی تھی۔ اور اس کا پانے والا اُمتی نبی کہلاتا ہے۔ حقیقۃ النبوت صفحہ ۲۲۸ اس نتیجہ کے نکالنے میں نہ اس عبارت پر غور کیا گیا ہے نہ سیاق وسباق پر۔ اول اس عبارت کو لو تو اس میں صاحب خاتم ہونا دو جگہ بیان کیا ہے +

اوّل۔ وہ صاحب خاتم ہے۔ بجز اس کے مہر کے کوئی فیض کسی کو نہیں پہنچ سکتا اور اس کی اُمت کے لئے قیامت تک مکالمہ اور مخاطبہ الٰہیہ کا دروازہ کبھی بند نہ ہو گا +

دوم۔ اور بجز اس کے کوئی نبی صاحب خاتم نہیں۔ ایک وہی ہے۔ جس کی مہر سے ایسی نبوت بھی مل سکتی ہے۔ جس کے لئے اُمتی ہونا بھی لازمی ہے +

اب ان دونوں فقروں میں پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو صاحب خاتم قرار دیا ہے اور پھر آپ کے صاحب خاتم ہونے سے کچھ نتیجہ نکالا ہے۔ جب پہلے فقرہ میں صاحب خاتم ہونے کے معنے یہ کئے ہیں۔ کہ "بجز اس کی مہر کے کوئی فیض کسی کو نہیں پہنچ سکتا" حالانکہ اس کے یہ معنے نہیں کہ پہلے بھی کبھی کسی نبی سے کسی کو کوئی فیض نہیں پہنچا۔ تو دوسرے فقرہ میں ایسے معنے لینے کا ہم کو کیا حق ہے۔ کہ آپ کی اطاعت سے کوئی ایسی نبوت ملتی ہے جو پہلے کسی نبی کی اطاعت سے نہیں ملتی تھی۔ یا تو پہلے الفاظ سے بھی یہی نتیجہ نکالو۔ کیونکہ وہاں بھی لکھا ہے۔ کہ بجز اس کی مہر کے کوئی فیض کسی کو نہیں پہنچتا۔ تو اس کے معنے یوں کرو۔ کہ کبھی کسی نبی سے کسی کو کوئی فیض پہنچا ہی نہیں۔ جو بالبداہت لغو ہے۔ اور یا اگر ان الفاظ کے کہ بجز اس کی مہر کے کوئی فیض کسی کو نہیں پہنچ سکتا۔ یہ معنے ہو سکتے ہیں اور فی الحقیقت یہی ہیں کہ خاتم النبیین کے ظاہر ہونے کے بعد فیوض کے دروازے سب بند ہو گئے ہیں۔ سوائے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کے دروازے کے تو یہی معنے دوسرے فقرہ کے بھی ہیں۔ اور اس کی مزید شہادت ان الفاظ سے ملتی ہے۔ جو حقیقۃ الوحی کی منقولہ بالا عبارت کے آگے سلسلہ کلام ہے۔ اور جس کے چھوڑ دینے کی وجہ سے ایک غلط نتیجہ نکالا گیا ہے۔ ورنہ وہ الفاظ کافی طور پر مطلب کو واضح کرتے ہیں۔ اور وہ الفاظ یہ ہیں :-

"ہاں اپنی رسالت کا نشان قائم رکھنے کے لئے یہ چاہا کہ فیض وحی آپ کی پیروی کے وسیلہ سے ملے اور جو شخص اُمتی نہ ہو اس پر وحی الٰہی کا دروازہ بند ہو سو خدا نے ان معنوں سے آپکو خاتم الانبیاء ٹھیرایا۔ لہذا قیامت تک یہ بات قائم ہوئی۔ کہ جو شخص سچی پیروی سے اپنا امتی ہونا ثابت نہ کرے۔ اور آپ کی متابعت میں اپنا تمام وجود محو نہ کرے ایسا انسان قیامت تک نہ کوئی کامل وحی پا سکتا ہے اور نہ کامل ملہم ہو سکتا ہے۔ کیونکہ مستقل نبوت آنحضرت صلی اللہ علیہ

وسلم پر ختم ہوگئی ہے۔ مگر ظلی نبوت جس کے معنے ہیں کہ محض فیض محمدی سے وحی پانا وہ قیامت تک باقی رہے گی تا انسانوں کی تکمیل کا دروازہ بند نہ ہو۔ اور تا یہ نشان دنیا سے مٹ نہ جائے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہمت نے قیامت تک یہی چاہا ہے۔ کہ مکالمات اور مخاطبات الٰہیہ کے دروازے کھلے رہیں۔ اور معرفت الٰہیہ جو مدار نجات ہے مفقود نہ ہو جائے"۔

ظلی نبوت کیا ہے

اب جو شخص اس عبارت کو ذرا بھی غور سے پڑھے گا وہ دیکھ لے گا کہ میاں صاحب نے جو نتیجہ پہلی عبارت سے نکالا ہے وہ سراسر غلط ہے۔ درحقیقت جو کچھ فرمایا ہے گو اُس کے الفاظ میں تھوڑا تھوڑا تغیر ہو مگر ماحصل سب کا ایک ہی ہے۔ یعنی یہ کہ اول فرمایا۔ کہ صاحب خاتم ہونے کے معنے یہ ہیں۔ کہ بجز اس کی مہر کے کوئی فیض کسی کو نہیں پہنچ سکتا۔ پھر فرمایا کہ صاحب خاتم ہونے سے یہ مراد ہے کہ اس کی مہر سے ایک ایسی نبوت بھی مل سکتی ہے۔ جس کے لئے اُمتی ہونا لازمی ہے اب اُمتی ہونے کے معنے یہی ہیں۔ کہ کامل اطاعت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کی جائے۔ اور اپنے آپ کو آنحضرت کی محبت میں فنا کر دیا جائے تب آپ کے فیض سے ایک قسم کی نبوت بھی مل سکتی ہے۔ وہ نبوت کیا ہے۔ اس کو آخر میں جا کر صاف حل کر دیا ہے۔ کہ وہ ایک ظلی نبوت ہے "جس کے معنے ہیں فیض محمدی سے وحی پانا" اور یہ بھی فرمایا۔ کہ وہ قیامت تک باقی رہے گی۔ اب دیکھ لو کہ جو کچھ توضیح مرام میں فرمایا تھا۔ کہ ایک قسم کی نبوت باقی ہے۔ جو انسان کامل کی اتباع سے ملتی ہے۔ اور پھر ازالہ اوہام میں فرمایا تھا۔ کہ "ایسا نبی آسکتا ہے جو مشکوٰۃ نبوت محمدیہ سے نور حاصل کرتا ہے"۔ "کیونکہ وہ بباعث اتباع اور فنا فی الرسول ہونے کے جناب ختم المرسلین کے وجود میں ہی داخل ہے۔ جیسے جزو کل میں داخل ہوتی ہے"۔ بعینہٖ اسی کے مطابق یہاں فرمایا کہ مستقل نبوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہوگئی۔ ہاں ظلی نبوت باقی ہے اور اس ظلی نبوت کے معنے بھی بتا دیئے کہ اس سے مراد ہے "محض فیض محمدی سے وحی پانا"۔ یہ نبوت کی قسم قیامت تک باقی رہے گی۔ اور اس کی وجہ یہ فرمائی کہ تا انسانوں کی تکمیل کا دروازہ بند نہ ہو جس سے معلوم ہوا۔ کہ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت میں اس قسم کی نبوت نہ ملے تو گویا انسانوں کی تکمیل کا دروازہ ہی بند ہو گیا۔ اور پھر آخری فقرہ میں اسی کی تشریح فرمائی۔ کہ مکالمات اور مخاطبات الٰہیہ کے دروازے کھلے رہیں۔ غرض ان لفظوں کی کہ "ایک وہی ہے جس کی مہر سے ایسی نبوت بھی مل سکتی ہے جس کے لئے اُمتی ہونا لازمی ہے"۔ سوائے اس کے کچھ معنی نہیں کہ آپ کی طفیل سے وہ ظلی نبوت مل سکتی ہے جس کے معنے ہیں فیض محمدی سے وحی پانا۔ اور وہ

اصول جو توضیح مرام میں قائم کیا تھا اس میں ایک ذرہ بھر تبدیلی نہیں ہوئی۔ بلکہ بعینہٖ اسی طرح قائم ہے +

امتی نبی محدث ہے۔

رہی یہ بات کہ اس جگہ حاشیے میں حضرت صاحب نے لکھا ہے "لیکن اس اُمت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کی برکت سے ہزار ہا اولیا ہوئے ہیں۔ اور ایک وہ بھی ہوا ہے جو اُمتی بھی ہے اور نبی بھی۔ اس کثرت فیضان کی کسی نبی میں نظیر نہیں مل سکتی" یہ اور بھی اُسی نتیجہ کی مؤید ہے جو اوپر پیش کیا گیا ہے۔ کیونکہ یہاں کثرت فیضان میں حقیقی فضیلت بتائی کہ پہلی اُمتوں میں بہت کم لوگ ایسا فیضان پانے والے ہوتے تھے جیسا کہ صفحہ ۹۷ کے حاشیہ میں صاف لکھا ہے "اور حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ کی اُمت اولیا کے وجود سے عموماً محروم رہی تھی۔ اور کوئی شاذ و نادر ان میں ہوا تو وہ حکم معدوم کا رکھتا ہے" پس غرض یہاں صرف اسی قدر ہے۔ کہ آنحضرت کا فیضان بہت زیادہ ہوا۔ یہ مراد نہیں کہ پہلے انبیاء کا مطلقاً کوئی اس قسم کا فیضان تھا ہی نہیں جیسے آنحضرت کا ہے اور ان الفاظ میں کہ ہزار ہا اولیا ہوئے ہیں۔ اور ایک وہ بھی ہوا جو اُمتی بھی ہے اور نبی بھی۔ یہاں صرف ایک کی خصوصیت کی ہے اجرائے نبوت نہیں کیا جس کا دعویٰ میاں صاحب کو ہے اس خصوصیت کی تشریح میں علیحدہ حضرت مسیح موعود کی خصوصیت کے نیچے کروں گا۔ مگر اس قدر کہہ دینا ضروری سمجھتا ہوں۔ کہ اُمتی اور نبی کوئی ایسی اصطلاح نہیں جو سنہ ۱۹۰۱ء کے بعد حضرت مسیح موعود کو سوجھی ہو بلکہ یہی اصطلاح ازالہ اوہام میں بھی آپ نے استعمال کی ہے۔ جہاں محدث کو اُمتی بھی قرار دیا ہے اور نبی بھی۔ جیسا کہ صفحہ ۵۸۶ پر ہے +

"اگر مثالی طور پر مسیح یا ابن مریم کے لفظ سے کوئی اُمتی شخص مراد ہو جو محدثیت کا رتبہ رکھتا ہو تو کوئی بھی خرابی لازم نہیں آتی۔ کیونکہ محدث من وجہ نبی بھی ہوتا ہے۔ مگر وہ ایسا نبی ہے کہ جو نبوت محمدیہ کے چراغ سے روشنی حاصل کرتا ہے۔ اور اپنی طرف سے براہ راست نہیں بلکہ اپنے نبی کی طفیل سے علم پاتا ہے"

پس نبی اور اُمتی کی اصطلاح کوئی نئی اصطلاح نہیں۔ بلکہ ازالہ اوہام میں تو یہ بھی ہے۔ کہ "اُمتی اور نبی دونوں شانیں صرف محدث میں پائی جاتی ہیں۔ اور کامل نبی میں دونوں شانیں پائی ہی نہیں جاتیں" اور علاوہ ازیں اگر ایک ہی اُمتی نبی ساری اُمت میں پیدا ہونا تھا۔ تو پھر اُس کو بطور قانون کے پیش کرنا اور یہ کہنا کہ قیامت تک ایسا ہوتا رہے گا فضول ہے

ہماری بحث اصولی ہے۔ اور پہلے یہ دیکھنا ہے کہ قانون کیا ہے۔ کیا امتی نبی کے آنے سے مراد اجرائے نبوت ہے جیسے میاں صاحب کا استدلال ہے تو اس کو ایک تک محدود کر دینا خود اس استدلال کو باطل کرتا ہے +

یہ اصطلاح شرعی میں نبوت نہیں

یہ تو حقیقۃ الوحی کا ایک حوالہ ہوا۔ اور بھی اسی کتاب میں کئی جگہ یہی مضمون موجود ہے۔ کہ نبوت منقطع ہو گئی۔ مگر ایک قسم کی نبوت باقی ہے جو فیض محمدی سے ملتی ہے۔ جیسا استفتاء ضمیمہ حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۶ پر ہے:۔

ولیس مرادہ من النبوۃ الا کثرۃ مکالمۃ اللہ وکثرۃ انباء من اللہ وکثرۃ مایوحی ویقول مانعنی من النبوۃ مایعنی فی الصحف الاولیٰ بل ھی درجۃ لا تعطی الا من اتباع نبینا خیر الوریٰ و کل من حصلت لہ ذالک الدرجۃ یکلم اللہ ذالک الرجل بکلام اکثر واجلی والشریعۃ تبقی بحالھا لا ینقص منھا حکم ولا یزید ھدی۔	اور نہیں مراد اس کی نبوت سے کچھ مگر کثرت اللہ تعالیٰ کے مکالمہ کی اور اللہ تعالیٰ سے خبروں کی اور کثرت اس کی جو وحی کیجاتی ہے۔ اور وہ کہتا ہے ہم نبوت کے وہ معنے نہیں لیتے جو صحف اولیٰ میں معنے لئے جاتے تھے۔ بلکہ وہ ایک درجہ ہے جو نہیں دیا جاتا۔ مگر بوجہ اتباع ہمارے نبی خیر الوریٰ کے اور ہر ایک شخص جس کو وہ درجہ حاصل ہوتا ہے اللہ تعالیٰ کلام کرتا ہے اس شخص سے اکثر اور روشن کلام اور شریعت اپنے حال پر باقی رہتی ہے نہ اس سے کوئی حکم کم ہوتا ہے اور نہ کوئی ہدایت بڑھتی ہے +

یہاں بھی ایک قسم کی نبوت باقی رہنے کا ذکر کیا ہے۔ مگر یہ صاف بتا دیا ہے کہ اس سے مراد وہ نہیں جو صحف اولیٰ میں مراد لی جاتی تھی۔ بلکہ یوں کہنا چاہئے کہ یہ نبوت نہیں ایک درجہ ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی سے ملتا ہے۔ اور پھر یہ الفاظ کل من حصلت لہ ذالک الدرجۃ صاف بتاتے ہیں۔ کہ یہ کسی ایسی بات کا ذکر ہے جو بہتوں کو حاصل ہو چکی ہے۔ کیونکہ یہاں فرمایا کہ ہر ایک شخص جس کو یہ درجہ حاصل ہو اس سے اللہ تعالیٰ کثرت سے کلام کرتا ہے اب اگر ساری امت میں ایک ہی شخص ایسا ہوا ہے تو پھر یہ لفظ بالکل بےمعنی ہیں۔ کہ ہر ایک شخص جس کو یہ درجہ حاصل ہو۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہاں اسی نوع نبوت کی طرف اشارہ ہے۔ اور یہ صاف بتا دیا ہے کہ اس کے ہم اصطلاحی معنے نہیں لیتے۔ یہی مراد ہے ان الفاظ سے کہ ہم نبوت کے وہ معنے نہیں لیتے جو صحف اولیٰ میں لئے جاتے تھے بلکہ ایک خاص معنے لیتے ہیں یعنی کثرت مکالمہ جو در حقیقت اس لفظ کے لغوی معنے ہیں۔ اس کی تشریح اور بھی کھول کر اسی جگہ حاشیہ میں کر دی ہے +

مع ذالك ذكرت غير مرة ان الله ما اراد من نبوتی الا كثرة المكالمة والمخاطبة وهو مسلم عند اكابر اهل السنة فالنزاع ليس الا نزاعاً لفظيا۔	باوجود اس کے میں کئی مرتبہ ذکر کر چکا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے میری نبوت سے مراد نہیں لیا کچھ سوائے کثرت مکالمہ و مخاطبہ کے اور وہ مسلم ہے اکابر اہل سنت کے نزدیک۔ پس نزاع نہیں مگر نزاع لفظی۔

اب یہاں کس صفائی سے بیان فرمادیا کہ نبوت سے جو میری مراد کثرت مکالمہ و مخاطبہ ہے وہ ایک ایسی بات ہے جو اکابر اہل سنت کے نزدیک مسلم ہے۔ اور موجودہ نزاع صرف نزاع لفظی ہے۔ اب غور کرو کہ وہ کونسی بات ہے جو اکابر اہل سُنّت کے نزدیک مسلم ہے۔ حدیثوں کو پڑھ جاؤ۔ اس کی شرحوں کو پڑھ جاؤ۔ ائمہ کی کتابوں کو پڑھ جاؤ۔ صرف ایک ہی بات ہے جو اکابر اہل سنت کے نزدیک مسلّم ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ اس اُمّت میں مکالمہ الٰہی محدثوں سے ہوتا ہے۔ پس معلوم ہؤا کہ حضرت مسیح موعود یہاں کسی ایسی نبوّت کا ذکر کر رہے ہیں۔ جو اپنے مفہوم کے لحاظ سے اس کو اہل سنت کے اکابر نے مانا ہے۔ اب اس نبوت کو جسے میاں صاحب پیش کرتے ہیں۔ اکابر اہل سنت نے کبھی بھی نہیں مانا۔ کہ اس اُمّت میں اس کا سلسلہ جاری رہے گا۔ اور لوگ سچ مچ نبی بن جایا کریں گے۔ بلکہ انہوں نے جو کچھ مانا ہے وہ یہ ہے کہ اس اُمّت میں ایسے لوگ ہوں گے جن کی نسبت حدیث میں آیا ہے یکلمون من غیر ان یکونوا انبیاء نبی نہیں ہوں گے۔ مگر ان سے مکالمہ ہوگا۔ انہوں نے مانا ہے کہ اس اُمّت میں وحی ولایت کا سلسلہ جاری ہے۔ مگر وحی نبوت قطعاً مسدود ہے۔ انہوں نے مانا ہے۔ کہ اس اُمّت میں جبرئیل وحی نبوّت لے کر آنحضرت کی وفات کے بعد کبھی نہیں آئیں گے۔ پس جب حضرت مسیح موعود صاف طور پر اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ میں بات وہی پیش کرتا ہوں جو اکابر اہل سنت کے نزدیک مسلّم ہے صرف نزاع لفظی ہے تو وہ نزاع لفظی ہی ہو سکتی ہے۔ کہ اصطلاح شرعی میں اس کا نام محدثیت ہے اور نبوت کے لغوی معنے کے لحاظ سے اسے نبوت کہا گیا ہے۔

کثرت مکالمہ مخاطبہ اصطلاح شریعت میں نبوت نہیں۔

دو اور مقام حقیقۃ الوحی میں ہیں جہاں اسی قسم کی نبوت کا باقی رہنا مانا ہے جیسا توضیح مرام اور ازالہ اوہام میں۔ اور دونوں مقام صفحہ ۶۴ الاستفتا ضمیمہ حقیقۃ الوحی پر ہیں۔ پہلے فرمایا:۔

والنبوة قد انقطعت بعد نبينا صلى الله عليه ولا كتاب بعد الفرقان الذی هو خير الصحف السابقة ولا شريعة بعد	اور نبوت ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد منقطع ہوگئی۔ اور نہ کوئی کتاب ہے بعد فرقان کے جو سب پہلے صحیفوں سے بہتر ہے اور نہ کوئی شریعت ہے بعد شریعت

الشريعة المحمدية بيد انى سميت نبيًا على لسان خير البرية وذالك امر ظلى من بركات المتابعة .... وما عنى الله من نبوتى الا كثرة المكالمة والمخاطبة۔

محمدیہ کے سوائے اسکے کہ میرا نام خیر البریہ کی زبان پر نبی رکھا گیا اور یا امر ظلی ہے جو پیروی کی برکات سے حاصل ہوا ہو اور میری نبوت سے خدا نے کچھ مراد نہیں رکھا سوائے کثرت مکالمہ و مخاطبہ کے یہاں اپنی نبوت کو صاف ایک امر ظلی قرار دیا ہے جو پیروی کی برکات سے پیدا ہوا ہے۔

اب اسی توضیح مرام کے سب سے پہلے حوالہ کو دیکھو کہ وہاں ایک انسان کامل کی اقتدا سے جو نبوت ملتی ہے اس کو تسلیم کیا ہے یا نہیں۔ میں حیران ہوں۔ جب اس قدر صریح مطابقت کے ہوتے ہوئے ایسی جرأت کی جاتی ہے۔ کہ ان تحریروں کو ایک دوسرے کے مخالف قرار دے کر ایک بڑے حصہ کو رد کیا جاتا ہے۔ حالانکہ کس قدر صاف بات ہے۔ توضیح مرام میں بھی لکھا ہے۔ کہ ایک قسم کی نبوت انسان کامل کی اقتدا سے ملتی ہے۔ یہاں بھی لکھا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے مجھے ایک ظلی نبوت ملی ہے۔ یہاں اس کا نام کثرت مکالمہ و مخاطبہ اور ظلی نبوت رکھا ہے۔ وہاں اس کا نام مبشرات والی نبوت اور جزوی نبوت رکھا ہے۔

پھر لکھتے ہیں:۔

وان رسولنا خاتم النبيين وعليه انقطعت سلسلة المرسلين فليس حق احد ان يدعى النبوة بعد رسولنا المصطفٰى على الطريقة المستقلة وما بقى بعده الا كثرة المكالمة۔

اور ہمارے رسول خاتم النبیین ہیں اور آپ پر مرسلین کے سلسلہ کا انقطاع ہو گیا۔ پس کسی کا حق نہیں کہ مستقل طور پر ہمارے رسول مصطفٰی کے بعد نبوت کا دعوے کرے۔ اور اسکے پیچھے کچھ باقی نہیں مگر کثرت مکالمہ۔

یہاں بھی آپ کے بعد کچھ باقی رہنے کا ذکر ہے۔ اور اس کا نام کثرت مکالمہ رکھا ہے۔ پھر توضیح مرام کی عبارت کے سامنے ان الفاظ کو رکھو۔ وہاں بھی آنحضرت کے بعد کچھ باقی مانا ہے اور وہ مبشرات ہیں یہاں اسی کا نام کثرت مکالمہ رکھا ہے اور صاف طور پر بتا دیا ہے کہ جسے اصطلاح شریعت نے نبوت قرار دیا ہے وہ منقطع ہو گئی اور اس کے بعد کچھ باقی نہیں رہا۔ مگر کثرت مکالمہ اب اگر یہ مانا جائے کہ حضرت مسیح موعود کے نزدیک کثرت مکالمہ ہی نبوت ہے تو یہ عبارت یوں ہوگی کہ نبوت منقطع ہو گئی اور اس کے بعد کچھ باقی نہیں رہا مگر نبوت جو بے معنی عبارت ہے پس معلوم ہوا کہ نبوت اور چیز ہے کثرت مکالمہ اور چیز اور وہ وہی ہے جسے اصطلاح

لغت کے لحاظ سے نبوت کہا ہے یا جسے اصطلاح شریعت میں محدثیت قرار دیا ہے ؛

جو نوع نبوت باقی ہے وہ محدثیت ہے۔

اب جب کہ ہم کو یہ معلوم ہو گیا کہ حضرت مسیح موعود نے اپنی پہلی اور پچھلی تحریروں میں ایک ہی اصول باندھا ہے اور وہ اصول یہ ہے کہ باب نبوت تو مسدود ہے مگر ایک نوع کی نبوت مل سکتی ہے۔ یوں نہیں کہیں گے۔ کہ نبوت کا دروازہ کھلا ہے۔ بلکہ یہ کہیں گے کہ نبوت کا دروازہ بند ہے۔ مگر ایک نوع کی نبوت باقی رہ گئی ہے۔ اور قیامت تک رہے گی۔ یوں نہیں کہیں گے کہ ایک شخص اب بھی نبی ہو سکتا ہے۔ یوں کہیں گے کہ ایک نوع کی نبوت اب بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی سے حاصل ہو سکتی ہے۔ اس کا نام ایک جگہ مبشرات ایک جگہ جزوی نبوت ایک جگہ محدثیت ایک جگہ کثرت مکالمہ رکھا ہے۔ مگر نام کوئی بھی رکھا ہو اس کا بڑا نشان یہ قرار دیا ہے کہ وہ ایک انسان کامل محمدؐ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع سے مل سکتی ہے۔ وہ فنا فی الرسول سے حاصل ہوتی ہے۔ وہ نبوت محمدیہ کی مستفاض ہے وہ چراغ نبوی کی روشنی ہے وہ اصلی کوئی چیز نہیں ظل ہے قابل غور یہ امر ہے کہ آیا جس نوع نبوت کو حضرت صاحب نے اپنی پہلی اور پچھلی تحریروں میں باقی مانا ہے جسے مبشرات والی نبوت کہا ہے اس کا محدثین میں پایا جانا مانا ہے یا نہیں اگر مانا ہے اور اوپر کے حوالجات سے یہ اظہر من الشمس ہے کہ ایسا مانا ہے تو پھر اس نتیجہ سے انکار ناممکن ہے کہ جس نوع نبوت کو باقی مانا ہے وہ وہی ہے جسے شریعت محدثیت کہتی ہے اس کے سوائے یا اس کے اوپر کسی نبوت کا باقی رہنا نہیں مانا بلکہ فرمایا لعنۃ اللہ علی من اراد فوق ذلك پس جو شخص محدثیت سے اوپر نبوت باقی مانتا ہے وہ حضرت مسیح موعود کے اس زجر کے نیچے اپنے آپ کو لاتا ہے ؛

کیا مبشرات عین نبوت ہیں۔

جیسا کہ میں نے اوپر دکھایا وہ نوع نبوت جو باقی ہے وہ مبشرات ہیں۔ اور حضرت مسیح موعود نے اگر مبشرات کی جگہ کوئی دوسرا لفظ رکھا ہے۔ تو وہ کثرت مکالمہ و مخاطبہ ہے۔ اور یہ بھی میں نے دکھایا ہے کہ یہ مبشرات والی نبوت یا کثرت مکالمہ و مخاطبہ والی نبوت آپ نے قیامت تک باقی مانی ہے۔ اور یہ بھی مانا ہے کہ اس کے پانے والے مجھ سے پہلے بھی ہوتے رہے۔ اور مجھ سے بعد بھی ہوں گے ۱۹۰۱ء سے پہلے بھی یہ کہا اور ۱۹۰۱ء کے بعد بھی یہ کہا۔ تو اب نبوت کا دروازہ کھلنے کے لئے کوئی گنجایش باقی نہیں۔ مگر میاں صاحب نے حقیقۃ النبوت میں ایک اور پہلو اختیار کیا ہے۔ اور حدیث لم یبق من النبوۃ الا المبشرات کو مان کر یہ لکھا ہے کہ مبشرات ہی عین نبوت ہیں اور اس پر مزید شہادت اس آیت قرآنی کی پیش کی ہے کہ ما نرسل المرسلین الا

مبشرین و منذرین یعنی ہم رسولوں کو نہیں بھیجتے مگر بشارت دیتے ہوئے اور ڈراتے ہوئے۔ اب پہلے ہم میاں صاحب کی اصطلاح کو لے کر کہ مبشرات عین نبوت ہیں حدیث لم یبق من النبوۃ الا المبشرات کو پرکھتے ہیں۔ تو حدیث گویا یوں ہوئی کہ لم یبق من النبوۃ الا عین النبوۃ۔ نبوت میں سے کچھ باقی نہیں رہا۔ مگر عین نبوت۔ اب میں پوچھتا ہوں کہ آیا یہ کلام کسی عقلمند کی طرف منسوب ہو سکتا ہے؟ چہ جائیکہ ایسی لچر بات سرچشمہ نبوت سے نکلے۔ پھر اگر عین نبوت باقی تھی تو یہ جو اس قدر احادیث بھری پڑی ہیں کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ یہ جو آپ نے صحابیوں کو کہا کہ تم نبی تو ہو جاتے لیکن میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ یہ تمام احادیث گویا موضوع قرار دینی پڑیں گی کیا یہی اصول تفسیر ہے کہ ہم ایک آیت یا حدیث کے وہ معنے کریں جس کے ساتھ باقی تمام انبار کو ردی ٹھیرانا پڑے۔ افسوس کہ یہ اصول میاں صاحب کو کہاں سے کہاں لے گیا یہی اصول انہوں نے حضرت مسیح موعود کے کلام کے معنے کرنے میں برتا کہ ایک فقرہ حقیقت الوحی کا لے کر اس کے وہ معنے کئے کہ آپ کے پندرہ سال کے علوم کو ردی کا انبار قرار دیا۔ اب ایک حدیث کو لے کر اس کے ایسے معنے کرتے ہیں کہ بہت سی اور احادیث اعلیٰ پایہ کی سب کی سب موضوع قرار دینی پڑتی ہیں پھر اُمت کا اجماع کہاں گیا۔ پھر حضرت مسیح موعود کا یہ بار بار کا اقرار کہاں گیا کہ میرا مذہب تو نبوت کے ختم ہونے یا باقی رہنے کے بارہ میں وہی ہے جو اکابر اہل سنت کا ہے۔ اکابر اہل سنت کا مذہب یہ نکال کر دکھاؤ کہ انہوں نے مانا ہو کہ عین نبوت باقی ہے۔ اب دیکھئے اگر تو ہم حدیث کے وہ معنے لیں جو حضرت مسیح موعود نے لئے اور کل شارحین حدیث نے لئے تو بات نہایت صاف ہے۔ جیسا کہ میں اوپر دکھا چکا ہوں سوائے اس کے کہ مسیح موعود نبی نہیں بنتے۔ اور اگر ہم حدیث کے وہ معنے لیں جو میاں صاحب نے لئے ہیں تو کس قدر مصائب کا سامنا ہے۔

۱۔ خود حدیث بے معنی ٹھیرتی ہے۔ کیونکہ حدیث یوں ہوئی۔ لم یبق من النبوۃ الا عین النبوۃ یعنی نبوت میں سے سوائے عین نبوت کے کچھ باقی نہیں رہا۔ اب ہر ایک پڑھنے والا غور کرے کہ آیا یہ کوئی بامعنی فقرہ کہلا سکتا ہے۔

۲۔ اگر امکانی طور پر اس کے کچھ معنے بنیں گے تو یہی بنیں گے کہ جس قدر نبوت کے ساتھ زواید تھے یعنے ایسے امور جو اصل نبوت میں داخل نہ تھے وہ جاتے رہے مگر مبشرات جو اصل نبوت ہے وہ باقی ہیں۔ گویا زواید سے پاک کر کے اب اصلی نبوت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد قایم کی جاتی ہے۔

۳- خود حدیث کی اپنی مخالفت ہوتی ہے۔ کیونکہ پوری حدیث یوں ہے:-

لم یبق من النبوۃ الا المبشرات۔ قالوا وما المبشرات قال الرویا الصالحۃ۔

نبوت سے کچھ باقی نہیں رہا۔ مگر مبشرات۔ لوگوں نے پوچھا مبشرات کیا ہیں۔ فرمایا رویاء صالحہ۔

اب اسی حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مبشرات کے معنے رویائے صالحہ کرتے ہیں۔ اور میاں صاحب بغیر سوچے سمجھے ان معنوں کو رد کر کے مبشرات کے معنے عین نبوت کرتے ہیں۔ جب آنحضرت صلعم نے ایک معنے کر دیئے تو اب ان کو چھوڑ کر دوسرے معنے لینے والا عمداً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خلاف ورزی کرتا ہے۔ یہ تو ایک شخص کو حق ہو سکتا تھا (گو میرے نزدیک اس حدیث کی صحت اس اعلےٰ پایہ کو پہنچ چکی ہے کہ اس پر یہ حق بھی نہیں پہنچتا) کہ خود حدیث کو مجروح ٹھیرائے اور اس بات کو قبول نہ کرے کہ یہ الفاظ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہیں۔ لیکن جب اس نے حدیث کو مان لیا تو اب آپ نے حدیث میں جو مبشرات کی وضاحت فرمائی ہے اس کو ترک کرنا انحراف ہے۔ کیونکہ وہ یہ تو مانتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی طرح فرمایا تھا۔ کہ مبشرات رویائے صالحہ ہیں۔ مگر کہتا ہے کہ میں اس کو درست تسلیم نہیں کرتا۔ بلکہ میں کہتا ہوں کہ مبشرات عین نبوت ہیں۔ گویا اپنے آپ کو شارع علیہ السلام سے بھی اوپر رکھتا ہے کہ آپ کے معنے کو عمداً ترک کر کے ان کے مخالف ایک معنے پیش کرتا ہے۔

اور اگر یہ کہا جائے کہ رویائے صالحہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد عین نبوت تھی تو یہ ایک بالکل بیہودہ بات ہے۔ دوسری حدیث میں صاف طور پر آگیا ہے کہ نبوت سے پہلے جو چیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ملی وہ رویائے صالحہ تھی۔ اگر رویائے صالحہ عین نبوت ہوتی تو جس دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو رویائے صالحہ شروع ہوئی تھی۔ اسی دن نبوت کے مقام پر کھڑے ہو جاتے پھر دوسری صحیح حدیث میں موجود ہے کہ رویائے صالحہ چھیالیس جزو نبوت میں سے ایک جزو ہے۔ تو جس چیز کو صراحت کے ساتھ جزو قرار دیا ہے۔ وہ عین کس طرح ہو سکتی ہے۔ کیا جزو کل کا عین ہوا کرتی ہے۔ پھر اس کے لئے مذہب میں ہی تبدیلی کی ضرورت نہیں۔ بلکہ انسانوں کے دماغوں کو بھی از سر نو بنانے کی ضرورت پیش آئے گی کیونکہ آجتک کل دنیا نے اس کو اصول متعارفہ کے طور پر مانا ہے کہ جزو کل کا عین نہیں ہوتا۔ نہ جزو کل کے برابر ہوتا ہے +

۴- یہ معنے لینے میں کس قدر احادیث کو ترک کرنا پڑتا ہے۔ جن میں سے کئی ایک میں اوپر نقل کر چکا ہوں۔ ظاہر ہے کہ ان تمام احادیث کو ردی قرار دینا پڑے گا۔ کیونکہ اگر نبی کریم

صلی اللہ علیہ وسلم اس بات کو جانتے تھے کہ میرے بعد عین نبوت باقی ہے۔ تو پھر آپ کا کئی احادیث میں یہ فرمانا کہ لا نبی بعدی یا یہ کہ میں نبوّت کی آخری اینٹ ہوں یا یہ کہ اس امت میں کوئی نبی ہوتا تو عمر ہوتا۔ یہ ساری باتیں غلط ٹھیرتی ہیں۔ پھر تو آپ یوں فرماتے کہ لا شریعۃ بعدی یا یہ کہ میں شریعت کی آخری اینٹ ہوں۔ یا یہ کہ میرے بعد اگر کوئی صاحب شریعت ہوتا تو عمر ہوتا لیکن عین نبوّت کو باقی مانتے ہوئے یہ لفظ کہنے کہ لا نبی بعدی کسی طرح درست نہیں ہو سکتے۔ پس یا تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ذہن میں بشرات کے وہ معنے نہ تھے جو ہمارے میاں صاحب کو سُوجھے ہیں۔ اور یا یہ حدیثیں آپ کی نہیں ہو سکتیں۔ ہاں ایک توجیہ میاں صاحب کے لئے باقی ہے۔ وہ یُوں کہہ سکتے ہیں۔ کہ یہ حدیث لم یبق من النبوّت الا المبشرات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے آخری ایّام میں یعنی مرض الموت میں فرمائی تھی۔ تو میاں صاحب کا چونکہ اصول یہ ہے کہ کوئی ہرج نہیں کہ نبی ساری عمر غلط عقائد کی تعلیم دیتا رہے اور کہتا رہے کہ خدا مجھے یُوں ہی سکھاتا ہے۔ اور یہی حق ہے صرف وفات سے پہلے اس کو درست بات معلوم ہو جانی چاہیئے۔ اس لئے چونکہ یہ حدیث آخری ایّام کی ہے۔ یہ سب سابقہ احادیث کی ناسخ ہے۔ مرتے ہوئے آپ کو حق معلوم ہو گیا کہ میں تو ساری عمر غلطی ہی کرتا رہا۔ اپنے بڑے بڑے جلیل القدر صحابیوں کو یوں ہی کہتا رہا کہ تم نبی نہیں ہو سکتے کیونکہ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ ان لوگوں کو جو نبی ہونے کا گمان کریں۔ خواہ مخواہ دجال کہتا رہا کیونکہ عین نبوت تو باقی ہے۔ اس تاویل کو میاں صاحب اگر قبول نہ کریں تو اس کی یہ وجہ ہو سکتی ہے کہ یہ تاویل میں نے سمجھائی ہے۔ ورنہ میاں صاحب کے اُصول کے بالکل مطابق ہے کیونکہ یہی باتیں بعینہٖ انہوں نے حضرت مسیح موعود کے متعلق کہی ہیں اور نہ صرف یہ قرار دیا ہے کہ حضرت مسیح موعود وفات سے چھ سات سال پیشتر تک نبی اور محدّث کے مفہوم کو نہ جانتے تھے اور حالانکہ نبی تھے مگر کہتے تھے میں نبی نہیں اور مدعی نبوت پر لعنت بھیجتے تھے اور قرآن وحدیث سے نبی کے آنے کے خلاف دلائل دیتے تھے۔ اور ان لوگوں کو جو آپ کی طرف دعویٰ نبوت منسوب کرتے مفتری قرار دیتے تھے۔ بلکہ اس سے بھی بڑھ کر ایسے الفاظ آپ کی تحریرات کے متعلق لکھ دیئے ہیں جن سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ گویا آپ اپنی بات بنانے کے لئے یوں ہی فرضی ڈھکو نسلے پیش کر دیا کرتے تھے۔ چنانچہ ایک جگہ اس مشکل کو کہ حضرت مسیح موعود نے دوسرے محدثین کو لم یبق من النبوۃ الا المبشرات کے ماتحت مبشرات پانیوالا قرار دیا

ہے یوں حل کرتے ہیں کہ "ایک وقت جب آپ اپنے آپ کو نبی نہ خیال کرتے تھے تو اپنے لئے جب نبی کا لفظ الہامات میں دیکھتے تو اس کے یہ معنے کر لیتے کہ ہر محدث ایک رنگ میں جزئی نبی ہوتا ہو گا۔[1] اسی لئے مجھے نبی کہا جاتا ہے۔" صفحہ ۱۲۹۔ اگر یوں کہہ دیتے کہ غلطی سے آپ نے خیال کر لیا تھا کہ ہر محدّث جزئی رنگ میں نبی ہے تو یہ محض ایک غلطی کا آپ کی طرف منسوب کرنا تھا۔ مگر جو فقرہ میاں صاحب نے لکھا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ اپنی بات بنانے کو مرزا صاحب یوں ہی اِدھر اُدھر کی باتیں لکھ دیا کرتے تھے ؛

۴۔ اس معنے کی کوئی سند وہ پیش نہیں کر سکتے۔ کوئی حدیث نبوی نہیں کہ آپ نے فرمایا ہو المبشرات عین النبوۃ سلف میں سے کسی بزرگ کا یہ قول نہیں۔ لغت والوں نے مبشرات کے یہ معنے نہیں لکھے۔ اور سب سے بڑھ کر یہ کہ خود حضرت مسیح موعود نے کہیں نہیں لکھا کہ المبشرات عین النبوۃ نہ صرف یہی بلکہ اس معنی کے خلاف حدیثیں بھی ہیں۔ اقوال ائمہ بھی ہیں۔ لغت بھی اس کے خلاف ہے۔ مسیح موعود کی تحریریں بھی خلاف ہیں۔ تو اب جس ردی کی

---

[1] تعجب یہ ہے کہ یہاں تو میاں صاحب محدث کے جزئی نبی ہونیسے انکار کرتے ہیں۔ بلکہ صفحہ ۱۳۰ کے حاشیہ میں لکھتے ہیں کہ اولیاء اللہ کو جزوی نبی کہنا جائز نہیں۔ چنانچہ اصل الفاظ یہ ہیں "لیکن اپنا حال یہ ہے۔ کہ ہزاروں آدمیوں کو...... نبی قرار دیتے ہیں۔ شاید وہ کہیں کہ ہم جزوی نبی کہتے ہیں۔ سو یاد رہے کہ قرآن کریم کی کس آیت سے ثابت ہے کہ بغیر خدا تعالیٰ کے اذن کے اور بغیر کسی قرینہ کے کسی کو جزئی نبی کہنا جائز ہے۔ درحقیقت یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک سزا ہے جو ان لوگوں کو ملی ہے بئس للظالمین بدلا" اب اس بئس للظالمین بدلا کی تفسیر ملاحظہ ہو۔ اس مقام سے ۲۳ صفحہ آگے چل کر یعنی صفحہ ۱۵۳ پر لکھتے ہیں کہ "اس کی فطرت نبیوں کی سی فطرت ہوتی ہے۔ اور اسکے کام نبیوں کے سے کام ہوتے ہیں۔ لیکن کسی قدر کمی اور نقص کیوجہ سے وہ درجۂ نبوت پانے سے روکا جاتا ہے۔ ورنہ اس حد تک پہنچا ہوا ہوتا ہے کہ قریب ہے کہ وہ نبی ہو ہی جائے۔ بلکہ جزوی نبوت اسے مل جاتی ہے اور اللہ تعالےٰ اس سے تجدید دین کا کام لیتا ہے ...... اور یہ درجہ امت محمدیہ میں سینکڑوں ہزاروں لوگوں نے پایا" جناب میاں صاحب سینکڑوں ہزاروں کو جزوی نبوت کا درجہ دے دیں۔ تو یہ کسی گناہ کی سزا نہیں۔ گو پہلے خود ہی دوسروں کو جو ایسا کہنے کی جرأت کریں قابل سزا قرار دے چکے ہیں۔ یا تو ہم میاں صاحب کی منطق کو سمجھنے کے قابل نہیں۔ اور یا میاں صاحب اس مسئلہ میں ایک غلط راہ اختیار کر کے ایسا اپنے آپ کو مصیبت میں ڈال چکے ہیں کہ ان کو یاد نہیں رہتا کہ پہلے کیا لکھ آئے ہیں اور اب کیا لکھ رہے ہیں ایک ہی کتاب میں دو جز کے اندر اندر دو متضاد اصول قائم کر دیئے ہیں کوئی مرید بھی یہ نہیں دریافت کرتا کہ آپ خود محدثین کو جزوی نبی بھی قرار دیتے ہیں اور جزوی نبی کہنے والوں کو غلطی پر بھی قرار دیتے ہیں ؛

ٹوکری میں احادیث کو پھینکا ہے۔ان سب کو وہاں پھینکتے کیا ڈر ہے ؟

مبشرات نبوت کا مقصود بالذات نہیں

غرض مبشرات کو عین نبوت قرار دینے میں میاں صاحب نے ایک ایسا اصول باطل باندھا ہے۔جس کے لئے نہ صرف ان کے ہاتھ میں کوئی سند ہی نہیں بلکہ جس میں خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت ہے۔صحیح احادیث کی مخالفت ہے۔اکابر اہل سنت کی مخالفت ہے۔ حدیث تو میں اوپر دے چکا کہ خود نبی کریم نے مبشرات کو اصل نبوت سے خارج قرار دیا ہے بازری کا قول بھی اوپر نقل کر چکا ہوں۔جو لکھتے ہیں کہ خبر بالغیب جس میں انذار و تبشیر ہو وہ احد ثمرات النبوۃ تو ہے۔یعنی نبوت کے پھلوں میں سے ایک مگر غیر مقصود لذاتہ نبوت کا اصل مقصود بالذات نہیں۔پورے الفاظ پہلے نقل کر چکا ہوں۔اور مبشرات درحقیقت ہیں کیا ؟ صرف تائیدات ہیں۔کیونکہ پیشگوئیاں محض اس غرض کے لئے ہیں کہ تا مامور کی صداقت کا یقین آجائے۔ورنہ پیشگوئی نبوت کی اصل غرض نہیں۔اللہ تعالے نے کہیں نہیں فرمایا کہ سلسلہ انبیاء کو قائم کرنے کی غرض یہ ہے کہ کسی قوم کو بتا دیا جائے کہ وہ بڑی ہو جائے گی اور کسی کو کہہ دیا جائے کہ وہ ہلاک ہو گی۔اگر عین نبوت یہی چیز ہے تو پھر نبوت کی غرض و غایت اور اس کا مقصود ایک نہایت حقیر سی بات رہ جاتی ہے اور سلسلہ انبیاء کی عظمت ہی دنیا سے مفقود ہو جاتی ہے۔ بھلا یہ بھی کوئی بات ہے کہ صرف اس قدر سنانے کے لئے کہ فلاں قوم تباہ ہو جائے گی ایک نبی بھیجا جایا کرتا ہے۔نبی تو ہدایت کے لئے آتے ہیں کچھ راہیں بتاتے ہیں۔کہ ان پر چلو کچھ راہوں سے ڈراتے ہیں کہ ان کو چھوڑ دو۔ہاں یہ بھی ان کو بتا دیا جاتا ہے کہ اگر تم ترقی کرنا چاہتے ہو۔باقی رہنا چاہتے ہو تو ہمارے پیغام کو قبول کر لو۔ اور اگر تم تبدیلی نہیں کرو گے۔جن گندوں میں مبتلا ہو ان کو نہیں چھوڑو گے تو تباہ ہو جاؤ گے۔سارے قرآن شریف کو پڑھ کر دیکھ لو کہ تبشیر و انذار کا مرتبہ اس سے زیادہ نہیں۔وہ اصل مقصود بالذات کسی صورت میں نہیں۔اصل مقصود ہدایت ہے۔نتیجہ کے طور پر یہ بات بھی بتا دی جاتی ہے۔اصل تبشیر و انذار تو وہی ہے جس کے متعلق ایک طرف فرمایا فمن تبع ھدای فلا خوف علیھم ولا ھم یحزنون اور دوسری طرف والذین کفروا وکذبوا بآیتنا اولئك اصحاب النار ھم فیھا خالدون۔ لیکن کچھ تبشیر و انذار کا حصہ دنیا میں بھی دکھا دیا جاتا ہے۔تا کہ آخرت کی تبشیر و انذار کے لئے وہ بطور ایک دلیل کے ٹھیرے۔پس تبشیر و انذار درحقیقت ایک دلیل ہے۔پیشگوئیاں محض مؤیدات ہیں۔اور مبشرات کو عین نبوت قرار دینا دین کو محض ایک کھیل بنانا ہے۔گویا خدا کا کام

یہ ہے کہ کوئی قوم تباہ ہونے والی ہو تو پہلے اس کو بتا دیا جائے کہ تم نے تباہ ہونا ہے اور کوئی قوم ترقی کرنے والی ہو تو اسے کہدیا جائے کہ تم نے اب ترقی کرنی ہے۔ قوموں کے لحاظ سے ان باتوں کی وقعت اسی قدر ہے جس قدر کہ کسی فرد کے لئے اولاد ملنے کی خوشخبری یا موت کا ڈر۔ جو شخص پیشگوئیوں کو تبشیر و انذار کو مبشرات کو عین نبوت قرار دیتا ہے وہ اصل مقصد نبوت سے بہت دُور پڑا ہوا ہے۔ یہی مذہب تمام اُمت کا رہا ہے۔ جس کا جی چاہے کتابوں میں پڑھ لے۔ میں صرف ایک مزید حوالہ پر اکتفا کرتا ہوں۔ شاہ ولی اللہ حجۃ اللہ البالغہ میں حقیقت نبوّت اور اس کے خواص کو بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

واذا اقتضت الحکمۃ الالٰھیۃ ان یبعث	جب حکمت الٰہی اس بات کی مقتضی ہوتی ہے کہ
الی الخلق واحدا من المفھمین فیجعلہ سببا	لوگوں کو تاریکیوں سے روشنی کی طرف نکالے تو
لخروج الناس من الظلمٰت الی النور	مفہمین میں سے ایک شخص کو خلقت کی طرف مبعوث
فھذا ھو النبی +	کرتا ہے یہی نبی ہے +

ایسا ہی آگے چل کر لکھتے ہیں۔ جس کا میں صرف ترجمہ دیتا ہوں تاکہ طوالت نہ ہو:۔

"تب بعض اسباب علوی اور سفلی کے جمع ہو جانے کے بعد لطف الٰہی کا اقتضا ہوتا ہے کہ کسی قوم میں سے نہایت ہی پاکیزہ فطرت شخص پر وحی کرے کہ لوگوں کو حق کی جانب رہنمائی کرے اور راہ راست کی جانب ان کو بلائے اسلئے نبی کا حال رہبری کے بارے میں ایسا ہوتا ہے جیسے کسی مالک کے غلام بیمار ہو جائیں اور وہ مالک اپنے خواص میں سے کسی کو حکم دے کہ ان کو دوا پلاؤ ...... لیکن کمال لُطف یہ چاہتا ہے کہ پہلے ان کو بتا دے کہ وہ بیمار ہیں اور یہ ان کی دوا ہے اور کچھ امور خارق عادت بھی ان کو دکھائے تاکہ ان کو معلوم ہو جائے کہ وہ اپنی بات میں سچا ہے۔ فلیست المعجزات ولا استجابۃ الدعوات و نحو ذلک الامور خارجۃ عن اصل النبوۃ لازمۃ لھا فی الاکثر پس نہیں معجزات اور قبولیت دعا اور دوسری ایسی باتیں (یعنی پیشگوئیاں یا تبشیر و انذار) مگر ایسے امور جو اصل نبوت سے خارج ہیں ہاں اکثر حالات میں اس کے لازم ہیں"

مبشرات محض مؤیدات ہیں

پس صاف ظاہر ہے کہ مبشرات اصل میں محض مؤیدات ہیں۔ اور درحقیقت یہی معنی ہیں۔ اس آیت کے وما نرسل المرسلین الا مبشرین و منذرین نہیں بھیجتے ہم رسولوں کو مگر بشارت دیتے ہوئے اور انذار کرتے ہوئے اسکے یہ معنے کرنے کہ تبشیر و انذار ہی اصل غرض رسالت ہے یا ہر مبشر و منذر رسول ہے۔ زبان سے ناواقفیت کا نتیجہ ہے۔ یہاں تو ایک حالت بیان کی گئی ہے - اور

حالت اصل غرض نہیں ہوا کرتی۔ اور اگر محض حصر سے یہ نتیجہ نکالا جاتا ہے۔ تو پھر اس قسم کے حصر تو اور بھی بہت قرآن میں ہیں۔ کیا ان سے بھی رسالت کی غرض یا کسی شخص کی رسالت ثابت ہو جائے گی مثلاً وما ارسلنا من قبلك الا رجالا نوحی الیھم اور تجھ سے پہلے ہم نے نہیں بھیجے مگر مرد جن کی طرف ہم وحی کرتے تھے۔ تو کیا اس حصر سے یہ نتیجہ نکالا جاتا ہے کہ جس مرد کی طرف وحی ہو وہ رسول ہو جایا کرتا ہے۔ پھر حواریوں کی وحی کا تو خود قرآن کریم میں ذکر ہے۔ اور یہ امت بھی خالی نہیں۔ کیا سب وحی پانے والے رسول ہوں گے۔ یا وما ارسلنا من رسول الا بلسان قومہ۔ ہم نے کوئی رسول نہیں بھیجا مگر اپنی قوم کی زبان میں۔ تو کیا قوم کی زبان کو بولنا کوئی رسالت کی اصل غرض ہے یا جو شخص اپنی قوم کی زبان میں گفتگو کرے وہ رسول ہو جاتا ہے۔ ایسی ہی اور بھی بہت سی مثالیں ہیں۔ بات تو سیدھی تھی ہر رسول مبشر و منذر ہوتا ہے۔ مگر ہر مبشر و منذر رسول نہیں ہوتا۔ جسکی وجہ میں ابھی بیان کرتا ہوں اگر میاں صاحب ان آیات پر غور کر لیتے جہاں رسولوں کے مبشر و منذر ہونے کا ذکر آیا ہے۔ تو ان کو آسانی سے معلوم ہو جاتا کہ تبشیر و انذار محض مؤیدات میں سے ہیں۔ سب سے پہلے سورۂ بقرہ میں ہے۔ جہاں پہلے مخالفت کا ذکر پھر کفار کا مطالبہ کہ ملائکہ نازل ہوں یا خدا نازل ہو۔ پھر بنی اسرائیل کے باعث کہ کتنے نشان ان کو دیئے گئے۔ مگر مانتے نہیں تب ایک عام قانون کے رنگ میں بیان فرمایا:۔

فبعث اللہ النبیین مبشرین و منذرین	اللہ تعالیٰ نبیوں کو مبعوث کرتا ہے بشارت دیتے ہوئے اور
وانزل معھم الکتاب لیحکم بین الناس	ڈراتے ہوئے اور انکے ساتھ کتاب اتارتا ہے تاکہ وہ فیصلہ کرے لوگوں
فیما اختلفوا فیہ ؞	کے درمیان حق کیساتھ ان باتوں میں جنمیں وہ اختلاف کرتے ہیں۔

اب یہاں اگر تبشیر و انذار کی حالت کا ذکر ہے تو ساتھ ہی اصل غرض بھی بتا دی کہ نبی صرف مبشر و منذر نہیں ہوتے بلکہ ان کے ساتھ ایک کتاب نازل کی جاتی ہے جس کے ذریعہ سے وہ لوگوں کے اختلاف میں فیصلہ کرتے ہیں۔ تو اصل غرض اس کتاب کے ذریعہ سے لوگوں کو صراط مستقیم کی طرف لانا ہوتا ہے۔ جیسا کہ اسی آیت کے اخیر پر فرمایا واللہ یھدی من یشاء الی صراط مستقیم اللہ جسے چاہتا ہے سیدھی راہ کی طرف ہدایت کرتا ہے تو اصل غرض تو گویا ہدایت ہے۔ مگر بشارات اور منذرات اسلئے ہوتے ہیں۔ کہ تا اس ہدایت کے لئے بطور مؤیدات کے ہوں۔ اس سے بڑھ کر وضاحت مبشرات و منذرات کے معاملہ میں سورۂ نساء میں کر دی ہے۔ جہاں فرمایا۔ رسلا مبشرین و منذرین لئلا یکون للناس علی اللہ حجۃ بعد الرسل رسول بشارت دیتے ہوئے

اور انذار کرتے ہوئے تاکہ رسولوں کے بعد لوگوں کے لئے اللہ پر کوئی حجت نہ رہے یعنی تبشیر و انذار محض اتمام حجت کے لئے ہے۔ ایسا ہی سورۂ انعام میں فرمایا:۔

قل ارءیتکم ان اتٰکم عذاب اللہ بغتۃ او جھرۃ ھل یھلک الا القوم الظالمون وما نرسل المرسلین الا مبشرین و منذرین فمن اٰمن واصلح فلا خوف علیھم ولا ھم یحزنون +

کہدے اگر اللہ کا عذاب تم پر اچانک یا کھلا کھلا آجائے تو کیا سوائے ظالم لوگوں کے اور بھی کوئی ہلاک کیا جائیگا اور ہم رسولوں کو نہیں بھیجتے مگر اسی لئے کہ وہ بشارت دیتے ہوں اور ڈراتے ہوں پس جو شخص ایمان لائے اور اصلاح کرے ان پر کوئی خوف نہیں اور نہ وہ پچھتائیں گے۔

یہاں یہ فرمایا کہ رسول کا کام تو عذاب لانا نہیں وہ صرف خبر دیدیتا ہے۔ غرض تو یہ ہے۔ کہ لوگ ایمان لائیں۔ اصلاح کریں۔ پس جو اصلاح کرتے ہیں ان پر کوئی خوف نہیں۔ تو اصل غرض اصلاح ہے اور بشارت و انذار اس کے پیدا کرنے کے لئے مؤیدات میں سے ہیں۔ اور سورۂ کہف میں فرمایا:۔

وما منع الناس ان یؤمنوا اذ جاءھم الھدیٰ ویستغفروا ربھم الا ان تاتیھم سنۃ الاولین او یاتیھم العذاب قبلا وما نرسل المرسلین الا مبشرین ومنذرین ویجادل الذین کفروا بالباطل لیدحضوا بہ الحق +

اور کس بات نے لوگوں کو جب انکے پاس ہدایت آگئی اس سے روکا کہ ایمان لائیں اور اپنے رب کا استغفار کریں مگر یہ کہ پہلوں والی بات ان پر آئے یا عذاب انکے سامنے آجائے اور ہم رسولوں کو نہیں بھیجتے مگر اسی لئے کہ وہ بشارت دیتے ہوں اور ڈراتے ہوں اور کافر باطل کو ہاتھ میں لیکر مجادلہ کرتے ہیں تاکہ اسکے ساتھ حق کو اڑا دیں:۔

یہاں صفائی سے بیان فرمایا کہ پہلے ہدایت آتی ہے۔ مگر ہدایت کو لوگ نہیں مانتے۔ اس لئے پھر عذاب کی خبر دی جاتی ہے اور آخر عذاب آلیتا ہے۔ غرض مبشرات و منذرات اصل غرض رسالت نہیں بلکہ محض مویدات ہیں تاکہ لوگ رسولوں کے پیغام کو قبول کرلیں۔ اور اصل غرض کی طرف متوجہ ہوں ؛

مبشرات کا ختم نبوت کے بعد باقی رکھنا ضروری تھا۔

خدا کے کام تو حکمت سے خالی نہیں ہوتے۔ کیا وجہ ہے کہ نبوت کو بند کیا اور مبشرات کو باقی رکھا حالانکہ اسے بھی ایک جزو نبوت ہی قرار دیا ہے۔ جیسا کہ میں نے دکھایا ہے۔ مبشرات مؤیدات ہیں۔ یعنی ان سے رسولوں کے پیغام کی تائید ہوتی ہے۔ بعض طبائع پیشگوئیوں سے فائدہ اٹھاتی ہیں۔ کچھ صدیق کی فطرت کے لوگ بھی ہوتے ہیں جو نشانات اور تائیدات کے محتاج

نہیں ہوتے۔ مگر بہت لوگ ایسے ہوتے ہیں کہ ان امور غیب کی جن کا تعلق نبوّت سے ہے۔ تائید
اور تصدیق بعض ظاہر امور سے چاہتے ہیں۔ اس لئے اللہ تعالےٰ نے رسولوں کے ساتھ تبشیر
و انذار کا سلسلہ رکھا مگر چونکہ رسولوں کا کام اپنی زندگی تک محدود نہیں ہوتا۔ اور ان کے قائم مقام
ان کے دین کو دنیا میں پھیلانے والے ان کی حقانیت اور صداقت پر دلائل دینے والے ان کے
متبعین بھی ہوتے رہتے ہیں۔ اور بالخصوص ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد تو یہ
سلسلہ تائید دین کا قیامت تک چلتا ہے پس جو تائید دین کے لئے آئیں گے ضرور ہے کہ وہ
مؤیدات پائیں۔ جسقدر زیادہ زور سے کوئی شخص دین کی تائید میں لگ جاتا ہے۔ اسی قدر زیادہ
اللہ تعالےٰ بھی اس کو مویدات عطا فرماتا ہے۔ اور یہ مویدات اس اُمت میں بالخصوص مبشرات
کے نام سے موسوم ہیں۔ کیونکہ ہر ایک دین کی تائید کرنیوالے کو حسب مراتب یہ بشارت دیجاتی
ہے کہ وہ کامیاب ہوگا۔ اور اس کی مخالفت کرنیوالے ہلاک ہوں گے۔ پس مویدات کا باقی رہنا
ایک ضروری امر ہے۔ ہدایت کی تکمیل ہو چکی کسی کتاب کی ضرورت ہم کو نہیں کسی رسول کی
ضرورت نہیں۔ ہاں دین کی تائید کرنیوالے کی ضرورت ہمیشہ تھی اب ہے اور ہمیشہ رہے گی۔
یہی مؤیدین جو ایک صدی کے بعد پیدا ہوتے ہیں خاص طور پر مجدد کا نام پاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ
ان کو خود اس کام پر کھڑا کرتا ہے کہ تا جو غلطی واقع ہوگئی ہو اسے دُور کردیں۔ اب اسمیں تو کوئی شبہ
نہیں کہ اس امت کو مجددوں کا وعدہ دیا گیا ہے۔ اور وہ وعدہ یہ ہے کہ ہر صدی کے سر پر
اللہ تعالےٰ مجدد مبعوث کریگا۔ اب جب دین کی تائید کرنیوالے ہر شخص کو بھی کچھ نہ کچھ تائید منجانب
اللہ ملنی ضروری ہے تو جس کو اللہ تعالےٰ خود کھڑا کرے گا کیا اسکی تائید نہیں کریگا اس کو کون سا
ہتھیار دے گا جس کے ذریعہ سے وہ اپنے مخالفوں پر اتمام حجت کرے کیا اسے صرف خشک دلائل
ہی دیئے جاویں گے یا آیات سماوی بھی ساتھ ہوں گی۔ اگر محض دلائل سے اس نے کام لینا تھا
تو پھر یہ تو سب علما کرتے ہیں ایک مجدد کی کیا خصوصیت ہے۔ پس ظاہر ہے کہ مجدد کے
لئے مویدات کی ضرورت ہے جو آیات سماوی کے رنگ میں ہوں تاکہ وہ دونوں طرح پر
اتمام حجت کر کے دین حق کو غالب کر سکے۔ اور یہی مبشرات ہیں۔ بات یہ ہے کہ یہ سخت دھوکا
لگا ہوا ہے کہ مبشرات رسولوں سے مخصوص ہیں۔ اگر یہ بات ہوتی تو یہ کلمہ ہی لغو اور بے معنے
ٹھیرتا کہ لم یبق من النبوۃ الا المبشرات نبوت اپنا کام تو کر چکی تکمیل ہدایت بھی ہو چکی۔ حفاظت ہدایت بھی
ہو چکی نہ نقص باقی رہا نہ نقص کے راہ پانیکی راہ باقی رہی مگر اس ہدایت کو دنیا میں پہنچانے والے ضروری تھا

کہ پیدا ہوتے رہیں۔ اس لئے مبشرات بھی ان کی تائید کے لئے باقی رہیں۔ جس چیز کی ضرورت نہیں تھی وہ باقی نہیں رکھی جسکی ضرورت تھی اسے باقی رکھ لیا۔ رسول اور مجدد میں یہ ایک فرق ہے کہ رسول دین حق کو خدا سے پاتا بھی ہو اور اسکو پہنچاتا بھی ہے مجدد اس دین حق کو خدا سے نہیں بلکہ رسول سے پاتا ہے مگر اسے دوسروں تک پہنچاتا ہے اور اسی لئے رسول کا پیرو کہلاتا ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ کوئی رسول دوسرے رسول کا پیرو نہیں کہلاتا۔ ہاں رسول کا ایک کام کہ وہ دین دوسروں کو پہنچائے اس کے پیروؤں کے سپرد کیا جاتا ہے۔ اور مجدد گویا خاص طور پر اس کام پر مامور ہوتا ہے۔ تاکہ جو سستی طبائع میں ایک صدی میں پیدا ہوگئی ہو اسے دور کرکے پھر لوگوں کو کام پر لگادے اور اپنے رسول کے دین کی اشاعت کا کام زور سے کرے۔ اب بحیثیت مامور ہونے کے وہ رسول کے ساتھ ایک گونہ اشتراک بھی رکھتا ہے۔ رسول بھی مامور ہے مجدد بھی مامور ہے اور مبشرات کی ضرورت دراصل ہر ایک مامور کو ہے رسول کے ساتھ خاص نہیں بلکہ رسول کا جو اصلی کام یعنی ہدایت کو خدا سے حاصل کرنا ہے۔ اس میں قطعاً مبشرات کی ضرورت نہیں۔ لیکن اس کے دوسرے کام میں جو اس ہدایت کو مخلوق تک پہنچانا اور مخلوق کو اس پر قائم کرنا ہے۔ اس میں اسے مبشرات کی ضرورت ہے۔ اور یہی بات ہے۔ جس میں مجدد اور رسول کا اشتراک ہے پس ضروری ہوا۔ کہ جس طرح رسول مبشرات پاتا ہے مجدد بھی مبشرات پائے یعنی اس حد تک پائے جس سے اصل غرض تائید دین کی پوری ہو سکے۔ اور یہی وجہ ہے کہ مجدد کے لئے کثرت مکالمہ کی شرط لگائی جاتی ہے۔ کیونکہ جب تک اس کے مبشرات میں کثرت نہ ہوگی تو دو چار باتیں چونکہ اتفاقی طور پر بھی ہو سکتی ہیں اس لئے دو چار مبشرات اس کے لئے مویدات کا کام نہیں دیتیں۔ اصل غرض کو پورا کرنے کے لئے ضرور ہے کہ ان میں کثرت بھی ہو اور مبشرات کی ضرورت چونکہ رسول کو بھی ہے۔ اور مجدد کو بھی اس لئے مبشرات نبی اور غیر نبی میں امتیازی نشان قائم نہیں کرسکتیں۔ بلکہ ہو سکتا ہے۔ کہ ایک نبی جس کا پیغام تھوڑے لوگوں کی طرف ہو اسے تھوڑے سے مویدات کی ضرورت ہو۔ لیکن ایک مجدد جس کا کام کل دنیا کو بلانا ہے۔ اور سارے مذاہب پر اور ساری قوموں پر اتمام حجت کرنا ہے۔ اور سارے ملکوں میں دین حق کو پھیلانا ہے۔ اس کو اس نبی سے بہت بڑھ کر مویدات کی ضرورت ہو اور اسلئے اس کثرت کے ساتھ مبشرات دیئے جائیں کہ ایک نبی کو بھی نہیں دیئے گئے ٭

یہی وجہ ہے کہ حضرت مسیح موعود نے ایک جگہ لکھا ہے کہ مجھے اس کثرت کے ساتھ نشان

صلی اللہ علیہ وسلم اس بات کو جانتے تھے کہ میرے بعد عین نبوت باقی ہے۔ تو پھر آپ کا کئی احادیث میں یہ فرمانا کہ لا نبی بعدی یا یہ کہ میں نبوّت کی آخری اینٹ ہوں یا یہ کہ اس امت میں کوئی نبی ہوتا تو عمر ہوتا۔ یہ ساری باتیں غلط ٹھیرتی ہیں۔ پھر تو آپ یوں فرماتے کہ لا شریعة بعدی یا یہ کہ میں شریعت کی آخری اینٹ ہوں۔ یا یہ کہ میرے بعد اگر کوئی صاحب شریعت ہوتا تو عمر ہوتا لیکن عین نبوّت کو باقی مانتے ہوئے یہ لفظ کہنے کہ لا نبی بعدی کسی طرح درست نہیں ہو سکتے۔ پس یا تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ذہن میں مبشرات کے وہ معنے نہ تھے جو ہمارے میاں صاحب کو سوجھے ہیں۔ اور یا یہ حدیثیں آپ کی نہیں ہو سکتیں۔ ہاں ایک توجیہ میاں صاحب کے لئے باقی ہے۔ وہ یوں کہہ سکتے ہیں۔ کہ یہ حدیث لم یبق من النبوّة الا المبشرات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے آخری ایّام میں یعنی مرض الموت میں فرمائی تھی۔ تو میاں صاحب کا چونکہ اصول یہ ہے کہ کوئی ہرج نہیں کہ نبی ساری عمر غلط عقائد کی تعلیم دیتا رہے اور کہتا رہے کہ خدا مجھے یوں ہی سکھاتا ہے۔ اور یہی حق ہے صرف وفات سے پہلے اس کو درست بات معلوم ہو جانی چاہیئے۔ اس لئے چونکہ یہ حدیث آخری ایّام کی ہے۔ یہ سب سابقہ احادیث کی ناسخ ہے۔ مرتے ہوئے آپ کو حق معلوم ہو گیا کہ میں تو ساری عمر غلطی ہی کرتا رہا۔ اپنے بڑے بڑے جلیل القدر صحابیوں کو یوں ہی کہتا رہا کہ تم نبی نہیں ہو سکتے کیونکہ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ ان لوگوں کو جو نبی ہونے کا گمان کریں۔ خواہ مخواہ دجال کہتا رہا کیونکہ عین نبوت تو باقی ہے۔ اس تاویل کو میاں صاحب اگر قبول نہ کریں تو اس کی یہ وجہ ہو سکتی ہے کہ یہ تاویل میں نے سجھائی ہے۔ ورنہ میاں صاحب کے اُصول کے بالکل مطابق ہے کیونکہ یہی باتیں بعینہ انہوں نے حضرت مسیح موعود کے متعلق کہی ہیں اور نہ صرف یہ قرار دیا ہے کہ حضرت مسیح موعود وفات سے چھ سات سال پیشتر تک نبی اور محدّث کے مفہوم کو نہ جانتے تھے اور حالانکہ نبی تھے مگر کہتے تھے میں نبی نہیں اور مدعی نبوت پر لعنت بھیجتے تھے اور قرآن وحدیث سے نبی کے آنے کے خلاف دلائل دیتے تھے۔ اور ان لوگوں کو جو آپ کی طرف دعویٰ نبوت منسوب کرتے مفتری قرار دیتے تھے۔ بلکہ اس سے بھی بڑھ کر ایسے الفاظ آپ کی تحریرات کے متعلق لکھ دیئے ہیں جن سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ گویا آپ اپنی بات بنانے کے لئے یوں ہی فرضی ڈھکوسلے پیش کر دیا کرتے تھے۔ چنانچہ ایک جگہ اس مشکل کو کہ حضرت مسیح موعود نے دوسرے محدثین کو لم یبق من النبوة الا المبشرات کے ماتحت مبشرات پانیوالا قرار دیا

ہے یوں حل کرتے ہیں کہ "ایک وقت جب آپ اپنے آپ کو نبی نہ خیال کرتے تھے تو اپنے لئے جب نبی کا لفظ الہامات میں دیکھتے تو اس کے یہ معنے کر لیتے کہ ہر محدث ایک رنگ میں جزئی نبی ہوتا ہوگا۔[1] اسی لئے مجھے نبی کہا جاتا ہے" صفحہ ۱۲۹۔ اگر یوں کہہ دیتے کہ غلطی سے آپ نے خیال کر لیا تھا کہ ہر محدث جزئی رنگ میں نبی ہے تو یہ محض ایک غلطی کا آپ کی طرف منسوب کرنا تھا۔ مگر جو فقرہ میاں صاحب نے لکھا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ اپنی بات بنانے کو مرزا صاحب یوں ہی ادھر اُدھر کی باتیں لکھ دیا کرتے تھے ٭

۱۔ اس معنے کی کوئی سند وہ پیش نہیں کر سکتے۔ کوئی حدیث نبوی نہیں کہ آپ نے فرمایا ہو المبشرات عین النبوۃ سلف میں سے کسی بزرگ کا یہ قول نہیں۔ لغت والوں نے مبشرات کے یہ معنے نہیں لکھے۔ اور سب سے بڑھ کر یہ کہ خود حضرت مسیح موعود نے کہیں نہیں لکھا کہ المبشرات عین النبوۃ نہ صرف یہی بلکہ اس معنی کے خلاف حدیثیں بھی ہیں۔ اقوال ائمہ بھی ہیں۔ لغت بھی اس کے خلاف ہے۔ مسیح موعود کی تحریریں بھی خلاف ہیں۔ تو اب جس ردی کی

---

[1] تعجب یہ ہے کہ یہاں تو میاں صاحب محدث کے جزئی نبی ہونیسے انکار کرتے ہیں۔ بلکہ صفحہ ۱۳۰ کے حاشیہ میں لکھتے ہیں کہ اولیاء اللہ کو جزوی نبی کہنا جائز نہیں۔ چنانچہ اصل الفاظ یہ ہیں "لیکن اپنا حال یہ ہے کہ ہزاروں آدمیوں کو...... نبی قرار دیتے ہیں۔ شاید وہ کہیں کہ ہم جزوی نبی کہتے ہیں۔ سو یاد رہے کہ قرآن کریم کی کس آیت سے ثابت ہے کہ بغیر خدا تعالیٰ کے اذن کے اور بغیر کسی قرینہ کے کسی کو جزئی نبی کہنا جائز ہے۔ درحقیقت یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک سزا ہے جو ان لوگوں کو ملی ہے بئس للظالمین بدلا" اب اس بئس للظالمین بدلا کی تفسیر ملاحظہ ہو۔ اس مقام سے ۲۳ صفحہ آگے چل کر یعنی صفحہ ۱۵۳ پر لکھتے ہیں کہ "اور اس کی فطرت نبیوں کی سی فطرت ہوتی ہے اور اسکے کام نبیوں کے سے کام ہوتے ہیں۔ لیکن کسی قدر کمی اور نقص کیوجہ سے وہ درجۂ نبوت پانے سے روکا جاتا ہے۔ ورنہ اس حد تک پہنچا ہوا ہوتا ہے کہ قریب ہے کہ وہ نبی ہو ہی جائے۔ بلکہ جزوی نبوت اسے مل جاتی ہے اور اللہ تعالے اس سے تجدید دین کا کام لیتا ہے ...... اور یہ درجہ امت محمدیہ میں سینکڑوں ہزاروں لوگوں نے پایا" جناب میاں صاحب سینکڑوں ہزاروں کو جزوی نبوت کا درجہ دے دیں۔ تو یہ کسی گناہ کی سزا نہیں۔ گو پہلے خود ہی دوسروں کو جو ایسا کہنے کی جرأت کریں قابل سزا قرار دے چکے ہیں۔ یا تو ہم میاں صاحب کی منطق کو سمجھنے کے قابل نہیں۔ یا میاں صاحب اس مسئلہ میں ایک غلط راہ اختیار کر کے ایسا اپنے آپ کو مصیبت میں ڈال چکے ہیں کہ ان کو یاد نہیں رہتا کہ پہلے کیا لکھ آئے ہیں اور اب کیا لکھ رہے ہیں ایک ہی کتاب میں دو جزکے اندر اندر دو متضاد اصول قائم کر دیئے ہیں کوئی مرید بھی یہ نہیں دریافت کرتا کہ آپ خود محدثین کو جزوی نبی بھی قرار دیتے ہیں اور جزوی نبی کہنے والوں کو غلطی پر بھی قرار دیتے ہیں ٭

ٹوکری میں احادیث کو پھینکا ہے - ان سب کو وہاں پھینکتے کیا ڈر ہے؟

مبشرات نبوت کا مقصود بالذات نہیں

غرض مبشرات کو عین نبوت قرار دینے میں میاں صاحب نے ایک ایسا اصول باطل باندھا ہے - جس کے لئے نہ صرف ان کے ہاتھ میں کوئی سند ہی نہیں بلکہ جس میں خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت ہے - صحیح احادیث کی مخالفت ہے - اکابر اہل سنت کی مخالفت ہے - حدیث تو میں اوپر دے چکا کہ خود نبی کریم نے مبشرات کو اصل نبوت سے خارج قرار دیا ہے بازری کا قول بھی اوپر نقل کر چکا ہوں - جو لکھتے ہیں کہ خبر بالغیب جس میں انذار و تبشیر ہو وہ احد ثمرات النبوۃ تو ہے - یعنی نبوت کے پھلوں میں سے ایک مگر غیر مقصود لذاتہٖ نبوت کا اصل مقصود بالذات نہیں - پورے الفاظ پہلے نقل کر چکا ہوں - اور مبشرات درحقیقت ہیں کیا؟ صرف تائیدات ہیں - کیونکہ پیشگوئیاں محض اس غرض کے لئے ہیں کہ تا مامور کی صداقت کا یقین آجائے - ورنہ پیشگوئی نبوت کی اصل غرض نہیں - اللہ تعالےٰ نے کہیں نہیں فرمایا کہ سلسلہ انبیاء کو قائم کرنے کی غرض یہ ہے کہ کسی قوم کو بتا دیا جائے کہ وہ بڑی ہو جائے گی اور کسی کو کہہ دیا جائے کہ وہ ہلاک ہوگی - اگر عین نبوت یہی چیز ہے تو پھر نبوت کی غرض و غایت اور اس کا مقصود ایک نہایت حقیر سی بات رہ جاتی ہے اور سلسلہ انبیاء کی عظمت ہی دنیا سے مفقود ہو جاتی ہے - بھلا یہ بھی کوئی بات ہے کہ صرف اس قدر سنانے کے لئے کہ فلاں قوم تباہ ہو جائے گی ایک نبی بھیجا جایا کرتا ہے - نبی تو ہدایت کے لئے آتے ہیں کچھ راہیں بتاتے ہیں - کہ ان پر چلو کچھ راہوں سے ڈراتے ہیں کہ ان کو چھوڑ دو - ہاں یہ بھی ان کو بتا دیا جاتا ہے کہ اگر تم ترقی کرنا چاہتے ہو - باقی رہنا چاہتے ہو تو ہمارے پیغام کو قبول کر لو - اور اگر تم تبدیلی نہیں کرو گے - جن گندوں میں مبتلا ہو ان کو نہیں چھوڑو گے تو تباہ ہو جاؤ گے - سارے قرآن شریف کو پڑھ کر دیکھ لو کہ تبشیر و انذار کا مرتبہ اس سے زیادہ نہیں - وہ اصل مقصود بالذات کسی صورت میں نہیں - اصل مقصود ہدایت ہے - نتیجہ کے طور پر یہ بات بھی بتا دی جاتی ہے - اصل تبشیر و انذار تو وہی ہے جس کے متعلق ایک طرف فرمایا فمن تبع ھدای فلا خوف علیھم ولا ھم یحزنون اور دوسری طرف والذین کفروا وکذبوا بایٰتنا اولئك اصحاب النار ھم فیھا خالدون - لیکن کچھ تبشیر و انذار کا حصہ دنیا میں بھی دکھا دیا جاتا ہے - تاکہ آخرت کی تبشیر و انذار کے لئے وہ بطور ایک دلیل کے ٹھیرے - پس تبشیر و انذار درحقیقت ایک دلیل ہے - پیشگوئیاں محض مؤیدات ہیں - اور مبشرات کو عین نبوت قرار دینا دین کو محض ایک کھیل بنانا ہے - گویا خدا کا کام

یہ ہے کہ کوئی قوم تباہ ہونے والی ہو تو پہلے اس کو بتا دیا جائے کہ تم نے تباہ ہونا ہے اور کوئی قوم ترقی کرنے والی ہو تو اسے کہدیا جائے کہ تم نے اب ترقی کرنی ہے۔ قوموں کے لحاظ سے ان باتوں کی وقعت اسی قدر ہے جس قدر کہ کسی فرد کے لئے اولاد ملنے کی خوشخبری یا موت کا ڈر۔ جو شخص پیشگوئیوں کو تبشیر و انذار کو مبشرات کو عین نبوت قرار دیتا ہے وہ اصل مقصد نبوت سے بہت دُور پڑا ہوا ہے۔ یہی مذہب تمام اُمت کا رہا ہے۔ جس کا جی چاہے کتابوں میں پڑھ لے۔ میں صرف ایک مزید حوالہ پر اکتفا کرتا ہوں۔ شاہ ولی اللہ حجۃ اللہ البالغہ میں حقیقت نبوّت اور اس کے خواص کو بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

واذا اقتضت الحکمۃ الالٰھیۃ ان یبعث الی الخلق واحدا من المفھمین فیجعلہ سببا لخروج الناس من الظلمٰت الی النور فھذا ھو النبی ⁂	جب حکمت الٰہی اس بات کی مقتضی ہوتی ہے کہ لوگوں کو تاریکیوں سے روشنی کی طرف نکالے تو مفہمین میں سے ایک شخص کو خلقت کی طرف مبعوث کرتا ہے یہی نبی ہے ⁂

ایسا ہی آگے چل کر لکھتے ہیں۔ جس کا میں صرف ترجمہ دیتا ہوں تاکہ طوالت نہ ہو ⁂

"تب بعض اسباب علوی اور سفلی کے جمع ہو جانے کے بعد لطف الٰہی کا اقتضا ہوتا ہے کہ کسی قوم میں سے نہایت ہی پاکیزہ فطرت شخص پر وحی کرے کہ لوگوں کو حق کی جانب رہنمائی کرے اور راہ راست کی جانب ان کو بلائے اسلئے نبی کا حال رہبری کے بارے میں ایسا ہوتا ہے جیسے کسی مالک کے غلام بیمار ہو جائیں اور وہ مالک اپنے خواص میں سے کسی کو حکم دے کہ ان کو دوا پلاؤ ...... لیکن کمال لُطف یہ چاہتا ہے کہ پہلے ان کو بتادے کہ وہ بیمار ہیں اور یہ ان کی دوا ہے اور کچھ امور خارق عادت بھی ان کو دکھائے تاکہ ان کو معلوم ہو جائے کہ وہ اپنی بات میں سچا ہے۔ فلیست المعجزات ولا استجابۃ الدعوات و نحو ذلک الا امور اخارجۃ عن اصل النبوۃ لازمۃ لھا فی الاکثر پس نہیں معجزات اور قبولیت دعا اور دوسری ایسی باتیں (یعنی پیشگوئیاں یا تبشیر و انذار) مگر ایسے امور جو اصل نبوت سے خارج ہیں ہاں اکثر حالات میں اس کے لازم ہیں"

مبشرات محض مویدات ہیں

پس صاف ظاہر ہے کہ مبشرات اصل میں محض مؤیدات ہیں۔ اور درحقیقت یہی معنی ہیں۔ اس آیت کے وما نرسل المرسلین الا مبشرین ومنذرین نہیں بھیجتے ہم رسولوں کو مگر بشارت دیتے ہوئے اور انذار کرتے ہوئے اسکے یہ معنے کرنے کہ تبشیر و انذار ہی اصل غرض رسالت ہے یا ہر مبشر و منذر رسول ہے۔ زبان سے ناواقفیت کا نتیجہ ہے۔ یہاں تو ایک حالت بیان کی گئی ہے ۔ اور

حالت اصل غرض نہیں ہوا کرتی ۔ اور اگر محض حصر سے یہ نتیجہ نکالا جاتا ہے ۔ تو پھر اس قسم کے حصر تو اور بھی بہت قرآن میں ہیں ۔ کیا ان سے بھی رسالت کی غرض یا کسی شخص کی رسالت ثابت ہو جائے گی مثلاً وما ارسلنا من قبلك الا رجالا نوحی الیھم اور تجھ سے پہلے ہم نے نہیں بھیجے مگر مرد جن کی طرف ہم وحی کرتے تھے ۔ تو کیا اس حصر سے یہ نتیجہ نکالا جاتا ہے کہ جس مرد کی طرف وحی ہو وہ رسول ہو جایا کرتا ہے ۔ پھر حواریوں کی وحی کا تو خود قرآن کریم میں ذکر ہے ۔ اور یہ اُمت بھی خالی نہیں ۔ کیا سب وحی پانے والے رسول ہوں گے ۔ یا وما ارسلنا من رسول الا بلسان قومہ ۔ ہم نے کوئی رسول نہیں بھیجا مگر اپنی قوم کی زبان میں ۔ تو کیا قوم کی زبان کو بولنا کوئی رسالت کی اصل غرض ہے یا جو شخص اپنی قوم کی زبان میں گفتگو کرے وہ رسول ہو جاتا ہے ۔ ایسی ہی اور بھی بہت سی مثالیں ہیں ۔ بات تو سیدھی تھی ہر رسول مبشر و منذر ہوتا ہے ۔ مگر ہر مبشر و منذر رسول نہیں ہوتا ۔ جسکی وجہ میں ابھی بیان کرتا ہوں اگر میاں صاحب ان آیات پر غور کر لیتے جہاں رسولوں کے مبشر و منذر ہونے کا ذکر آیا ہے ۔ تو ان کو آسانی سے معلوم ہو جاتا کہ تبشیر و انذار محض مؤیدات میں سے ہیں ۔ سب سے پہلے سورۂ بقرہ میں ہے ۔ جہاں پہلے مخالفت کا ذکر پھر کفار کا مطالبہ کہ ملائکہ نازل ہوں یا خدا نازل ہو ۔ پھر بنی اسرائیل کے باعث کہ کتنے نشان ان کو دیئے گئے ۔ مگر مانتے نہیں تب ایک عام قانون کے رنگ میں بیان فرمایا :۔

فبعث الله النبیین مبشرین و منذرین	اللہ تعالیٰ نبیوں کو مبعوث کرتا ہے بشارت دیتے ہوئے اور
وانزل معھم الکتاب لیحکم بین الناس	ڈراتے ہوئے اور انکے ساتھ کتاب اتارتا ہے تاکہ وہ فیصلہ کرے لوگوں
فیما اختلفوا فیہ ÷	کے درمیان حق کیساتھ ان باتوں میں جنمیں وہ اختلاف کرتے ہیں ۔

اب یہاں اگر تبشیر و انذار کی حالت کا ذکر ہے تو ساتھ ہی اصل غرض بھی بتا دی کہ نبی صرف مبشر و منذر نہیں ہوتے بلکہ ان کے ساتھ ایک کتاب نازل کی جاتی ہے جس کے ذریعہ سے وہ لوگوں کے اختلاف میں فیصلہ کرتے ہیں ۔ تو اصل غرض اس کتاب کے ذریعہ سے لوگوں کو صراط مستقیم کی طرف لانا ہوتا ہے ۔ جیسا کہ اسی آیت کے اخیر پر فرمایا واللہ یھدی من یشاء الی صراط مستقیم اللہ جسے چاہتا ہے سیدھی راہ کی طرف ہدایت کرتا ہے تو اصل غرض تو گویا ہدایت ہے ۔ مگر مبشرات اور منذرات اسلیئے ہوتے ہیں ۔ کہ تا اس ہدایت کے لئے بطور مؤیدات کے ہوں ۔ اس سے بڑھ کر وضاحت مبشرات و منذرات کے معاملہ میں سورۂ نساء میں کر دی ہے ۔ جہاں فرمایا ۔ رسلا مبشرین و منذرین لئلا یکون للناس علی اللہ حجۃ بعد الرسل رسول بشارت دیتے ہوئے

اور انذار کرتے ہوئے تاکہ رسولوں کے بعد لوگوں کے لئے اللہ پر کوئی حجت نہ رہے یعنی تبشیر و انذار محض اتمام حجت کے لئے ہے۔ ایسا ہی سورۂ انعام میں فرمایا:۔

قل ارءیتکم ان اتٰکم عذاب اللہ بغتۃ	کہدے اگر اللہ کا عذاب تم پر اچانک یا کھلا کھلا آجائے
او جھرۃ ھل یھلک الا القوم الظٰلمون	تو کیا سوائے ظالم لوگوں کے اور بھی کوئی ہلاک کیا جائیگا اور ہم رسولوں کو
وما نرسل المرسلین الا مبشرین و	نہیں بھیجتے مگر اسی حالت میں کہ وہ بشارت دیتے ہوں اور ڈراتے ہوں
منذرین فمن اٰمن واصلح فلا خوف	پس جو شخص ایمان لائے اور اصلاح کرے ان پر کوئی
علیھم ولا ھم یحزنون ۰	خوف نہیں اور نہ وہ پچھتائیں گے ۔

یہاں یہ فرمایا کہ رسول کا کام تو عذاب لانا نہیں وہ صرف خبر دیدیتا ہے۔ غرض تو یہ ہے۔کہ لوگ ایمان لائیں۔اصلاح کریں۔پس جو اصلاح کرتے ہیں ان پر کوئی خوف نہیں۔تو اصل غرض اصلاح ہے اور بشارت و انذار اس کے پیدا کرنے کے لئے مؤیدات میں سے ہیں۔اور سورۂ کہف میں فرمایا:۔

وما منع الناس ان یؤمنوا اذ جاءھم الھدیٰ	اور کس بات نے لوگوں کو جب انکے پاس ہدایت آگئی اس
ویستغفروا ربھم الا ان تاتیھم سنۃ	سے روکا کہ ایمان لائیں اور اپنے رب کا استغفار کریں مگر یہ
الاولین او یاتیھم العذاب قبلاً وما	کہ پہلوں والی بات ان پر آئے یا عذاب انکے سامنے آجائے اور ہم
نرسل المرسلین الا مبشرین ومنذرین	رسولوں کو نہیں بھیجتے مگر اسی حالت میں کہ وہ بشارت دیتے ہوں اور
ویجادل الذین کفروا بالباطل لیدحضوا	ڈراتے ہوں اور کافر باطل کو ہاتھ میں لیکر مجادلہ کرتے ہیں
بہ الحق ۰	تاکہ اسکے ساتھ حق کو اکھاڑ دیں:۔

یہاں صفائی سے بیان فرمایا کہ پہلے ہدایت آتی ہے۔مگر ہدایت کو لوگ نہیں مانتے۔اس لئے پھر عذاب کی خبر دی جاتی ہے اور آخر عذاب آلیتا ہے۔غرض مبشرات و منذرات اصل غرض رسالت نہیں بلکہ محض مویدات ہیں تاکہ لوگ رسولوں کے پیغام کو قبول کرلیں۔اور اصل غرض کی طرف متوجہ ہوں:۔

مبشرات کا ختم نبوت کے بعد باقی رکھنا ضروری تھا۔

خدا کے کام تو حکمت سے خالی نہیں ہوتے۔کیا وجہ ہے کہ نبوت کو بند کیا اور مبشرات کو باقی رکھا حالانکہ اسے بھی ایک جزو نبوت ہی قرار دیا ہے۔جیسا کہ میں نے دکھایا ہے۔مبشرات مؤیدات ہیں۔یعنی ان سے رسولوں کے پیغام کی تائید ہوتی ہے۔بعض طبائع پیشگوئیوں سے فائدہ اٹھاتی ہیں۔کچھ صدیق کی فطرت کے لوگ بھی ہوتے ہیں جو نشانات اور تائیدات کے محتاج

نہیں ہوتے۔ مگر بہت لوگ ایسے ہوتے ہیں کہ ان امور غیب کی جن کا تعلق نبوّت سے ہے۔ تائید اور تصدیق بعض ظاہر امور سے چاہتے ہیں۔ اس لئے اللہ تعالےٰ نے رسولوں کے ساتھ تبشیر و انذار کا سلسلہ رکھا مگر چونکہ رسولوں کا کام اپنی زندگی تک محدود نہیں ہوتا۔ اور ان کے قائم مقام ان کے دین کو دنیا میں پھیلانے والے ان کی حقانیت اور صداقت پر دلائل دینے والے ان کے متبعین بھی ہوتے رہتے ہیں۔ اور بالخصوص ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد تو یہ سلسلہ تائید دین کا قیامت تک چلتا ہے پس جو تائید دین کے لئے آئیں گے ضرور ہے کہ وہ مؤیدات پائیں۔ جسقدر زیادہ زور سے کوئی شخص دین کی تائید میں لگ جاتا ہے۔ اسی قدر زیادہ اللہ تعالےٰ بھی اس کو مویدات عطا فرماتا ہے۔ اور یہ مویدات اس اُمت میں بالخصوص مبشرات کے نام سے موسوم ہیں۔ کیونکہ ہر ایک دین کی تائید کرنیوالے کو حسب مراتب یہ بشارت دیجاتی ہے کہ وہ کامیاب ہوگا۔ اور اس کی مخالفت کرنیوالے ہلاک ہوں گے۔ پس مویدات کا باقی رہنا ایک ضروری امر ہے۔ ہدایت کی تکمیل ہو چکی کسی کتاب کی ضرورت ہم کو نہیں کسی رسول کی ضرورت نہیں۔ ہاں دین کی تائید کرنیوالے کی ضرورت ہمیشہ تھی اب ہے اور ہمیشہ رہے گی۔ یہی مؤیدین جو ایک صدی کے بعد پیدا ہوتے ہیں خاص طور پر مجدد کا نام پاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو خود اس کام پر کھڑا کرتا ہے کہ تا جو غلطی واقع ہوگئی ہو اسے دُور کردیں۔ اب اسمیں تو کوئی شبہ نہیں کہ اس امت کو مجددوں کا وعدہ دیا گیا ہے۔ اور وہ وعدہ یہ ہے کہ ہر صدی کے سر پر اللہ تعالےٰ مجدد مبعوث کریگا۔ اب جب دین کی تائید کرنیوالے ہر شخص کو بھی کچھ نہ کچھ تائید منجانب اللہ ملنی ضروری ہے تو جس کو اللہ تعالےٰ خود کھڑا کرے گا کیا اسکی تائید نہیں کریگا اس کو کونسا ہتھیار دے گا جس کے ذریعہ سے وہ اپنے مخالفوں پر اتمام حجت کرے کیا اسے صرف خشک دلائل ہی دیئے جاویں گے یا آیات سماوی بھی ساتھ ہوں گی۔ اگر محض دلائل سے اس نے کام لینا تھا تو پھر یہ تو سب علما کرتے ہیں ایک مجدد کی کیا خصوصیت ہے۔ پس ظاہر ہے کہ مجدد کے لئے مویدات کی ضرورت ہے جو آیات سماوی کے رنگ میں ہوں تاکہ وہ دونوں طرح پر اتمام حجت کرکے دین حق کو غالب کر سکے۔ اور یہی مبشرات ہیں۔ بات یہ ہے کہ یہ سخت دھوکا لگا ہُوا ہے کہ مبشرات رسولوں سے مخصوص ہیں۔ اگر یہ بات ہوتی تو یہ کلمہ ہی لغو اور بے معنے ٹھہرتا کہ لم یبق من النبوۃ الا المبشرات نبوت اپنا کام تو کر چکی تکمیل ہدایت بھی ہو چکی۔ حفاظت ہدایت بھی ہو چکی نہ نقص باقی رہا نہ نقص کے راہ پانیکی راہ باقی رہی مگر اس ہدایت کو دنیا میں پہنچانے والے ضروری تھا

کہ پیدا ہوتے رہیں۔ اس لئے مبشرات بھی ان کی تائید کے لئے باقی رہیں۔ جس چیز کی ضرورت نہیں تھی وہ باقی نہیں رکھی جسکی ضرورت تھی اسے باقی رکھ لیا۔ رسول اور مجدد میں یہ ایک فرق ہے کہ رسول دین حق کو خدا سے پاتا بھی ہو اور اسکو پہنچاتا بھی ہے مجدد اس دین حق کو خدا سے نہیں بلکہ رسول سے پاتا ہے مگر اسے دوسروں تک پہنچاتا ہے اور اسی لئے رسول کا پیرو کہلاتا ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ کوئی رسول دوسرے رسول کا پیرو نہیں کہلاتا۔ ہاں رسول کا ایک کام کہ وہ دین دوسروں کو پہنچائے اس کے پیروؤں کے سپرد کیا جاتا ہے۔ اور مجدد گویا خاص طور پر اس کام پر مامور ہوتا ہے۔ تاکہ جو سستی طبائع میں ایک صدی میں پیدا ہو گئی ہو اسے دُور کر کے پھر لوگوں کو کام پر لگا دے اور اپنے رسول کے دین کی اشاعت کا کام زور سے کرے۔ اب بحیثیت مامور ہونے کے وہ رسول کے ساتھ ایک گونہ اشتراک بھی رکھتا ہے۔ رسول بھی مامور ہے مجدد بھی مامور ہے اور مبشرات کی ضرورت دراصل ہر ایک مامور کو ہے رسول کے ساتھ خاص نہیں بلکہ رسول کا جو اصلی کام یعنی ہدایت کو خدا سے حاصل کرنا ہے۔ اس میں قطعاً مبشرات کی ضرورت نہیں۔ لیکن اس کے دوسرے کام میں جو اس ہدایت کو مخلوق تک پہنچانا اور مخلوق کو اس پر قائم کرنا ہے۔ اس میں اسے مبشرات کی ضرورت ہے۔ اور یہی بات ہے۔ جس میں مجدد اور رسول کا اشتراک ہے پس ضروری ہوا۔ کہ جس طرح رسول مبشرات پاتا ہے مجدد بھی مبشرات پائے یعنی اس حد تک پائے جس سے اصل غرض تائید دین کی پوری ہو سکے۔ اور یہی وجہ ہے کہ مجدد کے لئے کثرت مکالمہ کی شرط لگائی جاتی ہے۔ کیونکہ جب تک اس کے مبشرات میں کثرت نہ ہو گی تو دو چار باتیں چونکہ اتفاقی طور پر بھی ہو سکتی ہیں اس لئے دو چار مبشرات اس کے لئے مویدات کا کام نہیں دیتیں۔ اصل غرض کو پورا کرنے کے لئے ضرور ہے کہ ان میں کثرت بھی ہو اور مبشرات کی ضرورت چونکہ رسول کو بھی ہے۔ اور مجدد کو بھی اس لئے مبشرات نبی اور غیر نبی میں امتیازی نشان قائم نہیں کر سکتیں۔ بلکہ ہو سکتا ہے۔ کہ ایک نبی جس کا پیغام تھوڑے لوگوں کی طرف ہو اسے تھوڑے سے مویدات کی ضرورت ہو۔ لیکن ایک مجدد جس کا کام کل دنیا کو بلانا ہے۔ اور سارے مذاہب پر اور ساری قوموں پر اتمام حجت کرنا ہے۔ اور سارے ملکوں میں دین حق کو پھیلانا ہے۔ اس کو اس نبی سے بہت بڑھ کر مویدات کی ضرورت ہو اور اسلئے اس کثرت کے ساتھ مبشرات دیئے جائیں کہ ایک نبی کو بھی نہیں دیئے گئے۔

یہی وجہ ہے کہ حضرت مسیح موعود نے ایک جگہ لکھا ہے کہ مجھے اس کثرت کے ساتھ نشان

دیئے گئے ہیں کہ اگر وہ ایک ہزار نبی پر تقسیم کیے جائیں تو ان کی نبوت اس سے ثابت ہو سکتی ہے۔ نادان لوگ غور اور فکر سے تو کام لیتے نہیں۔ بات بات پر ٹھوکر کھاتے ہیں کہتے ہیں کہ اس سے ثابت ہؤا کہ مسیح موعود کی نبوت ہزار نبی سے بھی زیادہ ہو گئی۔ اتنا بھی نہیں سوچتے کہ نشانوں سے نبوت نہیں بنا کرتی۔ اور یہی بات ہے جو خود حضرت صاحب نے کہی ہے۔ چنانچہ اصل الفاظ یہ ہیں:۔

"اور خدا تعالیٰ نے اس بات کے ثابت کرنے کے لئے کہ میں اس کی طرف سے ہوں اس قدر نشان دکھلائے ہیں کہ اگر وہ ہزار نبی پر بھی تقسیم کئے جائیں تو ان کی بھی ان سے نبوت ثابت ہو سکتی ہے۔ لیکن چونکہ یہ آخری زمانہ تھا۔ اور شیطان کا مع اپنی تمام ذریت کے آخری حملہ تھا۔ اس لئے خدا نے شیطان کو شکست دینے کے لئے ہزارہا نشان ایک جگہ جمع کر دیئے" چشمہ معرفت صفحہ ۳۱۷

اب یہاں تو حضرت صاحب نے اپنی نبوت کا نام بھی نہیں لیا۔ بلکہ یہ کہا کہ اس بات کے ثابت کرنے کے لئے کہ میں اس کی طرف سے ہوں یعنی مامور ہوں مجھے کثرت سے نشانات دیئے پس نشانوں نے آپ کی ماموریت ثابت کی نہ نبوت۔ اور اس کی وجہ بھی ساتھ ہی بتا دی کہ اس قدر کثرت سے نشانات کیوں دیئے گئے۔ اس لئے کہ شیطان کا حملہ خطرناک تھا اور وہ حملہ دین اسلام پر تھا۔ پس جو کام آپ نے کیا وہ تو مجدد کا کیا کیونکہ تائید دین ہی کی نہ کچھ اور مگر چونکہ آپ کو ان مشکلات کی وجہ سے جو اس وقت حق کی اشاعت میں روک ہو رہی ہیں زیادہ نشانوں کی ضرورت تھی اس لئے زیادہ نشان دیدیئے گئے۔ کل دنیا سے مقابلہ تھا۔ ہر قوم کو حق کی طرف بلانا تھا۔ ہر مذہب کے مقابل پر اسلام کی حقانیت اور صداقت کو ثابت کرنا تھا۔ اس لئے نشانات اس کثرت کے ساتھ دیئے گئے دلایل بھی خدا نے بہت دیئے نشانات بھی۔ اور نشانات بھی درحقیقت دلایل ہوتے ہیں۔ جس طرح زیادہ دلایل ہاتھ میں ہونے سے انسان نبی نہیں بن جاتا اسی طرح زیادہ نشانات سے نبی نہیں بن جاتا۔ نشانات صرف مامور ہونے کو ثابت کرتے ہیں اور جب تک کثرت سے نہ ہوں تب تک ماموریت کو ثابت نہیں کرتے پس کثرت نشانات کی ضرورت مجدد کو بھی ہے اور نبی کو بھی۔ اور کثرت نشانات نبی اور مجدد میں ما بہ الامتیاز نہیں۔ یہ مذہب سے بہت ہی ناواقفیت کی بات ہے کہ نشانات کی کثرت کو مجدد اور نبی کے درمیان امتیازی نشان قرار دیا جائے۔ اگر یہ سچ ہے تو پھر چونکہ اس امت میں تو سارے مجدد ہی آتے رہے اور بنی اسرائیل میں انبیاء آتے رہے اس لئے

بنی اسرائیل کے سلسلہ کی تائیدات اُمت محمدیہ کی تائیدات سے بہت بڑھ گئیں گویا اللہ تعالےٰ نے امت محمدیہ کی وہ تائید نہیں کی جو امت موسویہ کی کی۔ یہ کچی اور کمزور باتیں ہیں کہ مثلاً ایک سو نشان ہو تو مجدد کہلاتا ہے۔ اور چار سو ہو تو نبی بن جاتا ہے۔ یہاں تو حضرت صاحب نے فرمایا ہے کہ میرے نشانوں کو ہزار نبی پر بھی تقسیم کرو تو ان کی نبوت ثابت ہو جاتی ہے۔ تو معلوم ہوا کہ آپ کے نشانوں کا اگر تعداد میں ایک ہزارواں حصہ ہو تو وہ بھی نبوت کو ثابت کر سکتا ہے اور ہزارواں حصہ یقیناً قلت کو ظاہر کر رہا ہے پس نبی کے لئے کثرت نشانات کی ضرورت نہ رہی۔ پس نشانات کی تعداد مجدد اور نبی کے درمیان مابہ الامتیاز نہیں۔ اور نشانوں اور پیشگوئیوں کو اصل نبوت قرار دینے کے یہ معنے ہیں کہ خدا کے نبی صرف اس لئے دنیا میں آیا کرتے تھے کہ چند نشان یا معجزات دکھا جایا کریں۔ اور اصلاح خلق ان کی بعثت کا اصلی مقصود نہ تھا۔ یہ مذہب کی حقیقت سے بےخبری ہے۔

کثرت مکالمہ مخاطبہ

ساتھ ہی میں اس بات کی طرف بھی توجہ دلانا چاہتا ہوں کہ کثرت مکالمہ و مخاطبہ بھی کثرت نشانات کی طرح معیار نبوت نہیں۔ ایک شخص پہلی ہی وحی پر اگر وہ وحی نبوت ہے نبی ہو جاتا ہے۔ ایک کو مدت العمر الہام ہوتے رہیں وہ اس سے نبی نہیں بن سکتا بلکہ کثرت الہامات سے مامور بھی نہیں بن جاتا۔ یہ نظارہ تو ہماری آنکھوں کے سامنے ہے۔ کہ ہم دیکھتے ہیں۔ بعض لوگوں کو کثرت سے الہامات ہوتے رہتے ہیں نہ وہ مجدد ہوتے ہیں نہ نبی۔ بلکہ بعض تو کمال کے بھی کسی اعلیٰ درجہ پر پہنچے ہوئے نہیں ہوتے۔ حدیث میں آگیا ہے کہ اس اُمت میں ایسے لوگ ہوں گے جن کے ساتھ کلام الٰہی تو ہوگی مگر وہ نبی نہیں ہوں گے۔ اب یکلمون کا لفظ بتاتا ہے کہ ان کے ساتھ کلام ہوتی رہے گی۔ یہ نہیں کہ ایک دو کلمہ ان کو بطور وحی کے مل جائیں گے۔ اور پھر ساری عمر ان سے محروم رہیں گے۔ کلام الٰہی کا تو ایک دروازہ ہے جب کھلتا ہے تو پھر اسے بند کرنے والا کون ہے۔ پس یکلمون من غیر ان یکونوا انبیاء اس بات پر شاہد ہے کہ غیر نبی کو بھی کثرت مکالمہ ہو سکتی ہے۔ یہ ایک معمولی محاورہ ہے کہ مثلاً جب ہم کہتے ہیں کہ فلان شخص کو بادشاہ کے دربار تک رسائی حاصل ہے تو اس کے یہ معنے نہیں ہوتے کہ وہ اپنی عمر میں ایک یا دو دفعہ شاہی دربار میں گیا تھا۔ بلکہ اس فقرہ کے یہی معنے ہیں کہ وہ عموماً وہاں جاتا ہے۔ مگر بہر حال میں کہتا ہوں کہ یہ تو صحیح حدیث میں آگیا کہ ایسے لوگ ہوں گے جو نبی نہیں ہوں گے۔ مگر ان کے ساتھ مکالمہ الٰہیہ ہوگا۔ اب یہ کس حدیث سے نکالیں کہ تھوڑا مکالمہ ہوگا تو وہ محدث کہلائینگے اور اگر زیادہ مکالمہ ہوگا تو وہ نبی بن جائیں گے۔ آخر مذہب کسی کے اباجان کا متروکہ مکان تو

نہیں کہ جو چاہا اس میں تغیر کیا۔ جس دیوار اور دروازہ کو چاہا گرایا۔ جس کو چاہا قایم رکھا اور جہاں چاہا کوئی نیا کرہ بنادیا۔ مذہب کی بنیاد قرآن وحدیث پر ہے۔ پھر قرآن وحدیث کی کونسی سند ہے جس کی بناپر یہ کہا جاتا ہے۔ کہ کثرت مکالمہ والا نبی ہو جاتا ہے۔

ولایت اور نبوت میں اصولی فرق مسیح موعود کے قلم سے

خود مسیح موعود نے جو فرق وحی ولایت و وحی نبوت میں کیا ہے اس میں قلت وکثرت کا فرق نہیں رکھا۔ یعنی یہ نہیں کہا کہ تھوڑی وحی ہو تو وہ وحی ولایت کہلاتی ہے۔ اور زیادہ ہو تو وحی نبوت کہلاتی ہے۔ بلکہ صاف فرمایا:۔

ولکل حظ من مکالمات اللہ تعالیٰ ومخاطباته	سب کے لئے اللہ تعالیٰ کے مکالمات میں سے حصہ
علی حسب مدارج فنعم لوحی الانبیاء شان	ہے علی حسب مدارج ہاں وحی انبیاء کی شان اتم اور
اتم واکمل۔ (تحفہ بغداد صفحہ ۱۰ نبی اور ولی)	اکمل ہوتی ہے۔

پس یہ فرق خود وحی میں ہوا کہ نبی کی وحی بہ نسبت ولی کی وحی کے اتم اور اکمل ہوتی ہے یہ نہیں فرمایا۔ کہ ولی کی وحی تھوڑی ہوتی ہے اور نبی کی زیادہ ہوتی ہے۔ جس طرح یہاں وحی ولایت اور وحی نبوت میں حضرت مسیح موعود نے بلحاظ ان وحیوں کی شان کے ایک فرق کیا ہے۔ اور اس کو اصول کے طور پر بیان کیا ہے۔ اس اصول کی تردید حضرت صاحب کی تحریروں میں کہیں دکھاؤ۔ یا اس کے بالمقابل کوئی اصول باندھا ہوا دکھادو کہ وحی ولایت اور وحی نبوت کا فرق قلت وکثرت کا ہے نہ شان کے اتم واکمل ہونے کا۔ پھر اس اصول پر ہم حضرت مسیح موعود کی وحی کو پرکھ لیں گے۔ لیکن جب تک کہ اصول جو خود انہوں نے باندھا وہ اس نتیجہ کو باطل ٹھیراتا ہے۔ جس پر میاں صاحب پہنچے ہیں اس وقت تک وہ نتیجہ کسی حالت میں قابل تسلیم نہیں اور اس کے بطلان پر اس سے بڑھ کر اور کسی شہادت کی ضرورت نہیں کہ مسیح موعود کا اپنا اصول اسے غلط قرار دیتا ہے۔ حقیقۃ الوحی صفحہ ۳۹۱ پر حضرت مسیح موعود نے کوئی اصول نہیں باندھا اپنے متعلق ایک امر بیان کیا ہے۔ اور کسی شخص کو حق نہیں کہ ان فقرات کے وہ معنے کرے جو آپ کے اصول مسلمہ کے خلاف ہوں۔ تحفہ بغداد غالباً سارے کو تو میاں صاحب بھی منسوخ نہیں مانتے ہوں گے۔ اور جس امر کا یہاں ذکر کیا ہے۔ وہ اپنی نبوت اور محدثین کی نبوت کے متعلق کوئی بات نہیں۔ ایک عام اصول بتا رہے ہیں کہ اولیاء اور انبیاء کی وحی میں کیا فرق ہے۔ اگر اس کو منسوخ قرار دو گے تو گویا مسیح موعود کی تحریروں کو بالکل بے وقعت کردو گے۔ اور پھر یہ معاملہ ہی ایسا ہے کہ وہ خود صاحب وحی ہیں۔ اپنی وحی کی شان کو ضرور سمجھتے ہوں گے اور انبیاء کی وحی کی شان سے بھی ایسے مرتبہ پر پہنچا ہوا شخص ناواقف

نہیں ہوسکتا۔ غرض دونوں شانوں کا آن کو علم ہے۔ تو اگرانہوں نے دونوں شانوں میں کوئی فرق نہیں دیکھا تھا تو یہ اصول کیوں باندھ دیا کہ وحی نبوت اتم اور اکمل ہوتی ہے بہ نسبت وحی ولایت کے اور مجدد ہونے کے باوجود انہوں نے اپنی وحی کی شان اور انبیا کی وحی کی شان میں کچھ فرق دیکھا اور اسی کے مطابق لکھا۔ تو آج ایک شخص کو جسے نہ انبیاء کی وحی کی شان کی خبر ہے نہ وہ خود مجدد ہے کہ اولیاء اللہ کی وحی کے اعلیٰ سے اعلیٰ شان کو سمجھ سکے یہ کس طرح حق پہنچتا ہے کہ وہ کہدے کہ مرزا صاحب نے یہ اصول غلط باندھا تھا۔ آہ افسوس اپنی غرض انسان کو کہاں سے کہاں لیجاتی ہے۔ وہ کیا دل ہے کہ جس کو یہ احساس بھی نہیں ہوتا کہ ایک طرف تو ایک شخص کو اس کے مرتبہ سے بڑھا کر نبی بنانا چاہتا ہے۔ اور دوسری طرف اس کی کسی بھی تحریر کو اس کے کسی بھی باندھے ہوئے اصول کو قابل وقعت نہیں چھوڑتا۔ اور نہ صرف یہ بات ہے کہ حضرت مسیح موعود نے وحی ولایت اور وحی نبوت میں فرق شان کے اتم و اکمل ہونے کا رکھا ہے۔ بلکہ جہاں یہ فرق بتایا ہے وہاں کثرت کے فرق کی تردید بھی کی ہے۔ چنانچہ اس عبارت کے آگے حضرت مجدد صاحب سرہندی علیہ الرحمۃ کا قول اپنی تائید میں نقل کرتے ہیں۔ اور اس طرح پر اس کی صداقت پر مہر لگاتے ہیں۔ وہ قول کیا ہے:۔

ان کلامہ سبحانہ مع البشر قد یکون شفاھا و ذالک الافراد من الانبیاء و قد یکون ذالک لبعض الکمل من متابعیھم واذا کثر ھذا القسم من الکلام مع واحد منھم یسمی محدثا۔	اللہ جل شانہ کا بشر کے ساتھ کلام کرنا کبھی روبرو اور ہمکلامی کے رنگ میں ہوتا ہے۔ اور ایسے افراد جو خدا تعالیٰ کے ہمکلام ہوتے ہیں وہ خواص انبیاء میں سے ہیں کبھی یہ ہمکلامی کا مرتبہ بعض ایسے مکمل لوگوں کو ملتا ہے کہ نبی تو نہیں مگر نبیوں کے متبع ہیں اور جو شخص کثرت سے شرف ہمکلامی کا پاتا ہے اسکو محدث بولتے ہیں۔

اب یہاں انبیاء اور محدثین دونوں کے مکالمہ کا صاف ذکر ہے اور یہ موقعہ تھا کہ اگر قلت و کثرت کا فرق تھا تو آپ کہہ دیتے کہ وہی ہمکلامی جب قلیل ہوتی ہے تو انسان محدث کہلاتا ہے۔ اور جب کثیر ہو جاتی ہے تو نبی بن جاتا ہے۔ مگر یہاں دونوں کی ہمکلامی کا ذکر فرما کر آگے کہا کہ جب یہ ہمکلامی کثرت سے ہو تو ایسا شخص محدث کہلاتا ہے۔ گویا محدث بنتا ہی کثرت مکالمہ مخاطبہ سے ہے۔ اب کوئی شخص خدا کے خوف سے کام لے تو اس کے لئے یہ سمجھ لینا کس قدر آسان ہے کہ اس جگہ حضرت مسیح موعود نے ایک قانون کامل رنگ میں بیان کیا ہے اور اس کے دونوں پہلوؤں کو صاف کر دیا ہے۔ یعنی یہ بتا دیا ہے کہ وحی نبوت اور وحی

ولایت میں کس بات کا فرق ہے۔ اور کس بات کا فرق نہیں۔ فرق تو شان کے اتم و اکمل ہونے میں ہے اور کثرت میں کوئی فرق نہیں۔ کیونکہ محدث بھی اس وقت تک نہیں کہلاتا جب تک کثرت مکالمہ نہ ہو۔

پھر اس کے بعد میں تریاق القلوب کا ایک حوالہ دیتا ہوں جس میں پھر ولایت کے لئے صاف طور پر اصول باندھا ہے کہ صاحب ولایت کے ساتھ اس کثرت سے مکالمہ و مخاطبہ ہوتا ہے۔ جس کی کوئی نظیر نہیں۔ چنانچہ صفحہ ۱۲۲ پر فرماتے ہیں۔

"اب سوچنا چاہئے کہ غیب کا وسیع علم غیر کو ہرگز نہیں دیا جاتا۔ اور گو ممکن ہے کہ غیر کو بھی جس کے تعلقات خدا تعالیٰ سے محکم نہیں ہیں کبھی سچی خواب آجائے یا سچا کشف ہوجائے۔ لیکن ولایت اور قبولیت کے علامات میں لازمی طور پر یہ شرط ہے کہ امور غیبیہ اور پوشیدہ باتیں اس قدر ظاہر ہوں کہ وہ اپنی کثرت میں دنیا کے تمام لوگوں سے بڑھے ہوئے ہوں اور اس کثرت سے ہوں کہ کوئی بھی ان کا مقابلہ نہ کرسکے۔ یہ بات یاد رکھنے کے لایق ہے کہ جب کہ خدا تعالیٰ اپنے فضل عظیم اور کرم عمیم سے کسی شخص کو اپنی خلعت ولایت اور مرتبہ کرامت سے مشرف اور سرفراز فرماتا ہے تو چار چیزوں میں اس کو جمیع اس کے ابنائے جنس اور تمام ہمعصر لوگوں سے امتیاز کلی بخشتا ہے۔ اور ہر ایک شخص جو وہ امتیاز اس کے شامل حال ہوتی ہے۔ اسکی نسبت قطعی اور یقینی طور پر ایمان رکھنا لازم ہوجاتا ہے کہ وہ خدا تعالیٰ کے ان کامل بندوں اور اعلیٰ درجہ کے اولیا میں سے ہے جن کو اس نے اپنے ہاتھ سے چنا ہے اور اپنی نظر کامل سے ان کی تربیت فرمائی ہے اور وہ چار چیزیں جو کامل اولیاء اللہ مردان خدا کی نشانی ہے چار کمال ہیں جو بطور نشان اور خارق عادت کے ان میں پیدا ہوتے ہیں اور ہر ایک کمال میں وہ دوسروں سے بین اور صریح طور پر ممتاز ہوتے ہیں بلکہ وہ چاروں کمال معجزہ کی حد تک پہنچے ہوئے ہوتے ہیں ..... اور وہ چار کمال جو بطور چار نشان یا چار معجزہ کے ہیں جو ولی اعظم اور قطب الاقطاب اور سید الاولیاء کی نشانی ہے یہ ہیں۔ اول یہ کہ امور غیبیہ بعد استجابت یا اور طریق پر اس کثرت سے اس پر کھلتے رہیں اور بہت سی پیشگوئیاں ایسی صفائی سے ظہور پذیر ہوجائیں کہ اس کثرت مقدار اور صفائی کیفیت کے لحاظ سے کوئی شخص اس کا مقابلہ نہ کرسکے۔ اور ان کمی اور کیفی کمالات میں احتمال شرکت غیر بکلی معدوم بلکہ محالات میں سے ہو یعنی جسقدر اس پر اسرار غیب ظاہر ہوں اور جس قدر اسکی دعائیں قبول ہو کر ان قبولیتوں سے اس کو اطلاع دیجائے۔ اور جسقدر اسکی تائید میں آسمان

اور زمین اور انفس اور آفاق میں خوارق ظہور پذیر ہوں بکلی غیر ممکن ہو جوان کی نظیر کوئی دکھلا سکے۔ یا ان کمالات میں مقابلہ پر کھڑا ہو سکے اور اس قدر علوم غیوب الٰہیہ اور کشف انوار نامتناہیہ اور تائیدات سماویہ بطور خارق عادت اور اعجاز اور کرامت اس کو عطا کی جائے کہ گویا ایک دریا ہے جو چل رہا ہے۔ اور ایک عظیم الشان روشنی ہے جو آسمان سے اتر کر زمین پر پھیل رہی ہے۔ اور یہ امور اس حد تک پہنچ جائیں جو بداہت نظر خارق عادت اور فایق العصر وکھائی دیں۔ اور یہ کمال کمال نبوت سے موسوم ہے "

اب چاہو اسے منسوخ کہہ لو۔ چاہو ردی میں پھینک دو یہ حضرت مسیح موعود کی تحریر ہے۔ اور اپنی نبوت کے متعلق نہیں بلکہ اولیاء اللہ کے متعلق ہے۔ کہ ان کو کیا مراتب حاصل ہوتے ہیں۔ او کیسے کیسے کمالات نبوت ملتے ہیں اور وہ کثرت مکالمہ ومخاطبہ جس پر میاں صاحب کو اتنا ناز ہے کہ سوائے نبی کے کسی کو مل ہی نہیں سکتی۔ یہاں سب اولیاء اللہ کے لئے اس کو ضروری قرار دیا ہے۔ اس کا کوئی جواب نہیں ہو سکتا سوائے اس کے کہ یہ کہہ دیا جائے کہ حضرت مسیح موعود اپنی حالت پر غور کر کے کہ میرے ساتھ یہ معاملہ ہو رہا ہے۔ سب اولیاء کو اس میں شامل کر رہے تھے۔ جس کے معنے یہ ہوئے کہ آپ کو یہ عادت تھی کہ جو کچھ غلط طور پر سمجھیں اس کے لئے جھٹ جھوٹے اصول بھی معاذاللہ بنا کر پیش کر دیا کرتے تھے۔ یہ کیسا مسیح موعود تھا کہ ایک وقت اس کو یہ خیال تھا کہ میں نبی نہیں ولی ہوں تو ولیوں کی تعریف میں پل باندھنے شروع کر دیئے۔ اور یہ سب جھوٹی اور فرضی تعریف تھی۔ حقیقت اس کے نیچے کوئی نہ تھی۔ صرف اپنے آپ کو بڑا بنانا مقصود تھا اور کہہ دیا کہ اولیاء اللہ ایسے ہوتے ہیں اور ایسے ہوتے ہیں۔ پھر جب یہ خیال ہوا کہ میں ولی نہیں نبی ہوں تو اولیاء کی توہنک شروع کر دی کہ ان کو صرف قلیل مقدار میں کوئی الہام ہو جاتا ہے۔ مگر مجھے چونکہ کثرت سے ہوئے ہیں اس لئے میں نبی ہوں۔ اس سے بڑھ کر اور کیا گستاخی مسیح موعود کی ہو سکتی ہے۔ مگر خوب یاد رکھو کہ حضرت مسیح موعود کی تحریروں میں سے ایک لفظ بھی نہیں دکھا سکتے جس سے یہ ثابت ہو کہ آپ نے کبھی اولیاء اللہ اور انبیاء کی وحی میں کثرت مکالمہ مخاطبہ کو فرق ٹھیرایا ہو۔

حقیقۃ الوحی سے ثبوت کہ کثرت مکالمہ سب اولیاء کو ہوتی ہے

مگر مسیح موعود کی یہ ساری ہتک کر کے بھی کچھ فائدہ نہیں کیونکہ یہی مذہب بعینہٖ حقیقت الوحی میں موجود ہے۔ حقیقۃ الوحی کے شروع میں اس امت میں مکالمہ پانے والوں کو تین قسم پر تقسیم کیا ہے اور وہ حضرت صاحب کے اپنے الفاظ میں حسب ذیل مراتب ہیں:۔

"باب اوّل۔ ان لوگوں کے بیان میں جن کو بعض سچی خوابیں آتی ہیں یا بعض سچے الہام ہوتے

ہیں۔لیکن ان کو خدا تعالیٰ سے کچھ بھی تعلق نہیں۔

باب دوم۔ان لوگوں کے بیان میں جن کو بعض اوقات سچی خوابیں آتی ہیں یا سچے الہام ہوتے ہیں اور ان کو خدا تعالیٰ سے کچھ تعلق بھی ہے۔لیکن کچھ بڑا تعلق نہیں ۔

باب سوم۔ان لوگوں کے بیان میں جو خدا تعالیٰ سے اکمل اور اصفیٰ طور پر وحی پاتے ہیں۔اور کامل طور پر شرف مکالمہ مخاطبہ ان کو حاصل ہے۔اور خوابیں بھی ان کو فلق الصبح کی طرح سچی آتی ہیں اور خدا تعالیٰ سے اکمل اور اتم طور پر محبت کا تعلق رکھتے ہیں"۔

اب یہ کل تین ہی اقسام ہیں جن میں ساری اُمت کو بلحاظ خواب والہام یا مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ تقسیم کیا ہے۔اب میں دریافت کرتا ہوں کہ ان تین اقسام میں سے اولیاء اللہ کو اور بالخصوص مجددین کو کس قسم میں رکھیں۔قسم اول تو قابل ذکر ہی نہیں۔قسم دوم میں اگر ان کو رکھا جائے تو ماننا پڑے گا کہ خدا تعالیٰ نے ان لوگوں کو مجدد بنا کر بھیجا جن کو کچھ سچی خوابیں تو آتی ہیں اور کچھ سچے الہام بھی ہوتے ہیں لیکن خدا تعالیٰ سے ان کو کچھ بڑا تعلق نہیں اور یہ خود خدا پر الزام ہے۔کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں مجدد جب ایسے بنا کر بھیجے تو دوسرے لوگوں کا کیا حال ہوگا۔مصلح جب وہ ہوئے جن کو خدا سے کچھ بڑا تعلق نہیں تو باقی اُمت کی حالت تو ناگفتہ بہ ہوئی۔اور پھر اسی قسم دوم کے خواب بینوں کے متعلق لکھا ہے۔

"اور بقول مشہور کہ نیم ملا خطرہ ایمان وہ اپنی معرفت ناقصہ کی وجہ سے خطرہ کی حالت میں ہے۔ہاں ایسے لوگوں کو بھی کسی قدر کچھ معارف اور حقایق معلوم ہو جاتے ہیں مگر اس دودھ کی طرح جس میں کچھ پیشاب بھی پڑا ہو۔اور اس پانی کی طرح جس میں کچھ نجاست بھی ہو۔.....
چونکہ اس کی فطرت میں ابھی شیطان کا حصہ باقی ہے اس لئے شیطانی القا سے بچ نہیں سکتا۔
اور چونکہ نفس کے جذبات بھی دامنگیر ہیں اس لئے حدیث النفس سے بھی محفوظ نہیں رہ سکتا
....جن کے نفس میں ابھی کچھ گند باقی ہے ان کی وحی اور الہام میں بھی گند باقی ہے"۔

اب میاں صاحب کو اختیار ہے کہ مرزا صاحب کو نبی بنانے کے لئے ساری اُمت کے اولیاء کو اور بالخصوص مجددین کو اس قسم میں داخل کر دیں۔اور اس مذہب کو دنیا میں پیش کریں کہ تیرہ سو سال تک ہمارے مذہب میں اس قسم کے مجدد آتے تھے جن کو خدا مبعوث کیا کرتا تھا۔مرزا صاحب نبی بن جائیں۔چاہے اسلام کا کچھ باقی رہے یا نہ رہے۔اور اگر اولیائے امت اور بالخصوص مجددین کو تیسری قسم میں داخل کرتے ہو جو حق ہے۔اور جس میں خود حضرت مسیح موعود اپنے آپ کو بھی داخل

کرتے ہیں۔ تو پھر اس بات کا فیصلہ کرو۔ کہ "جو لوگ خدا تعالیٰ سے اکمل اور اصفیٰ طور پر وحی پاتے ہیں۔ اور کامل طور پر شرف مکالمہ و مخاطبہ ان کو حاصل ہے" جیسا کہ اس تیسری قسم والوں کے متعلق حضرت مسیح موعود نے لکھا ہے۔ کیا وہ لوگ باوجود کامل طور پر مکالمہ و مخاطبہ پانے کے قلیل مکالمہ و مخاطبہ پاتے تھے۔ یا کثیر۔ اگر قلیل پاتے تھے تو مسیح موعود بھی اسی میں شامل ہیں۔ اگر کثیر پاتے تھے تو مکالمہ مخاطبہ کی کثرت نبوت نہ بنی۔ اب میاں صاحب ان میں سے جو راہ چاہیں اختیار کریں۔ بات صاف ہے یا تو اولیائے امت اور مجددین کو کثیر حصہ مکالمہ مخاطبہ کا ملا۔ اور یا مسیح موعود کو بھی نہیں ملا۔ یہ وہ اصول ہیں جو حضرت مسیح موعود نے خود باندھے ہیں۔ پہلے ان اصول پر غور کرو اور پھر کوئی بات منہ سے نکالو۔ اور اگر تیسری قسم والوں کی کثرت مکالمہ الٰہیہ کے متعلق کوئی شبہ ہو تو اس باب کو حقیقۃ الوحی میں پڑھ جانا کافی ہوگا۔ اور یہی کافی جواب ساری حقیقۃ النبوت کا ہے۔ کم از کم ذیل کی عبارتوں کو پڑھ کر اور خوف خدا سے کام لے کر ایک رائے قائم کرو:۔

"منجملہ ان علامات کے یہ بھی ہے کہ خدائے کریم اپنا فصیح اور لذیذ کلام وقتاً فوقتاً اس کی زبان پر جاری کرتا رہتا ہے۔ جو الٰہی شوکت اور برکت اور غیب گوئی کی کامل طاقت اپنے اندر رکھتا ہے۔ اور ایک نور اس کے ساتھ ہوتا ہے جو بتلاتا ہے کہ یہ یقینی امر ہے ظنی نہیں ہے اور ایک ربانی چمک اس کے اندر ہوتی ہے اور کدورتوں سے پاک ہوتا ہے اور بسا اوقات اور اکثر اور اغلب طور پر وہ کلام کسی زبردست پیشگوئی پر مشتمل ہوتا ہے۔ اور اس کی پیشگوئیوں کا حلقہ نہایت وسیع اور عالمگیر ہوتا ہے اور وہ پیشگوئیاں کیا باعتبار کمیت اور کیا باعتبار کیفیت بے نظیر ہوتی ہیں۔ کوئی ان کی نظیر پیش نہیں کر سکتا۔ اور ہیبت الٰہی ان میں بھری ہوئی ہوتی ہے۔ اور قدرت تامہ کی وجہ سے خدا کا چہرہ ان میں نظر آتا ہے۔ اور اس کی پیشگوئیاں نجومیوں کی طرح نہیں ہوتیں۔ بلکہ ان میں محبوبیت اور قبولیت کے آثار ہوتے ہیں اور ربانی تائید اور نصرت سے بھری ہوئی ہوتی ہیں۔ اور بعض پیشگوئیاں اس کے اپنے نفس کے متعلق ہوتی ہیں اور بعض اپنی اولاد کے متعلق اور بعض اس کے دوستوں کے متعلق اور بعض اس کے دشمنوں کے متعلق اور بعض عام طور پر تمام دنیا کے لئے اور بعض اس کی بیویوں اور خویشوں کے متعلق ہوتی ہیں اور وہ امور اس پر ظاہر ہوتے ہیں جو دوسروں پر ظاہر نہیں ہوتے۔ اور وہ غیب کے دروازے اس کی پیشگوئیوں پر کھولے جاتے ہیں جو دوسروں پر نہیں کھولے جاتے۔ خدا کا کلام اس پر اسی طرح نازل ہوتا ہے۔

جیسا کہ خدا کے پاک نبیوں اور رسولوں پر نازل ہوتا ہے۔ اور شک سے پاک اور یقینی ہوتا ہے۔ یہ شرف تو اس کی زبان کو دیا جاتا ہے کہ کیا باعتبار کمیت اور کیا باعتبار کیفیت ایسا بے مثل کلام اس کی زبان پر جاری کیا جاتا ہے۔ کہ دنیا اس کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ اور اس کی آنکھ کو کشفی قوت عطا کی جاتی ہے۔ اور وہ مخفی در مخفی خبروں کو دیکھ لیتا ہے۔"

اس عبارت کے نیچے ایک نوٹ ہے وہ بھی قابل ملاحظہ ہے:-

"ایک بڑی علامت کامل تعلق کی یہ بھی ہے کہ جس طرح خدا ہر ایک چیز پر غالب ہے۔ اسی طرح وہ ہر ایک دشمن اور مقابلہ کرنے والے پر غالب رہتا ہے۔ کتب اللہ لاغلبن انا ورسلی" صفحہ ۱۵

اب اس کو تو منسوخ نہیں کر سکتے۔ حالانکہ اس میں بعینہ وہی نقشہ کھینچا ہے جو تریاق القلوب میں کھینچا گیا تھا۔ ایک کثرت کیا یہاں تو کئی کثرتیں ہو گئیں۔ بلکہ ان پر خدا کا کلام اسی طرح نازل ہوتا ہے۔ جس طرح خدا کے نبیوں اور رسولوں پر۔ پھر ان اولیا کو آخری نوٹ میں "رسلی" کے اندر بھی شامل کیا ہے۔ گویا ان پر رسول کا لفظ بھی بول دیا ہے۔

پھر اولیاء اللہ کی کرامات کے متعلق اسی کتاب کے صفحہ ۵۰ و ۵۱ پر تحریر فرماتے ہیں:-

"اور کرامات کی اصل بھی یہی ہے کہ جب انسان اپنے تمام وجود کے ساتھ خدا کا ہو جاتا ہے اور اس میں اور اس کے رب میں کوئی حجاب باقی نہیں رہتا۔ اور وہ وفا اور صدق کے تمام ان مراتب کو پورے کر کے دکھلاتا ہے جو حجاب سوز ہیں۔ تب وہ خدا کا اور اس کی قدرتوں کا وارث ٹھیرایا جاتا ہے۔ اور خدا تعالیٰ طرح طرح کے نشان اس کے لئے ظاہر کرتا ہے۔ جو بعض بطور دفع مضر ہوتے ہیں اور بعض بطور افاضہ خیر اور بعض اس کی ذات کے متعلق ہوتے ہیں اور بعض اس کے اہل و عیال کے متعلق اور بعض اس کے دشمنوں کے متعلق اور بعض اس کے دوستوں کے متعلق اور بعض اس کے اہل وطن کے متعلق اور بعض عالمگیر اور بعض زمین سے اور بعض آسمان سے۔ غرض کوئی نشان ایسا نہیں جو اس کے لئے دکھلایا نہیں جاتا۔"

اگر کثرت نشانات کا نام نبوت ہے تو یہ کثرت سے بھی کچھ بڑھ کر ہے۔ کیونکہ یہاں تو لکھا ہے کہ کوئی نشان نہیں جو اس کے لئے دکھایا نہیں جاتا۔

پھر آگے صفحہ ۵۲ پر لکھتے ہیں "یہی ولایت ہے جس سے آگے کوئی درجہ نہیں"۔ اور پھر

اسی صفحہ پر ہے کہ "یہ مرتبہ بجز صدیقوں کے کسی کو حاصل نہیں ہو سکتا" اور صفحہ ۵۱۵ پر ہے۔ "خوارق اور نشان جن کی دوسرے لوگ نظیر پیش نہیں کر سکتے۔ یہ بھی خدا تعالیٰ کے انعام ہیں جو خاص بندوں پر ہوتے ہیں"

اب حضرت مسیح موعود تو فرماتے ہیں کہ یہی ولایت ہے جس کے آگے کوئی درجہ نہیں۔ مگر ہمارے میاں صاحب اس ولایت کو حقیر سمجھتے ہیں اور کہتے ہیں یہ ناقص مرتبہ ہے۔ اور کامل مرتبہ نبوت کا ہے۔ جو سوائے مسیح موعود کے کسی کو ملا نہیں۔ اب ہم کس کو سچا مانیں اور حضرت مسیح موعود کی تحریروں کو کس طرح دنیا سے نابود کر دیں یا آنکھوں پر پٹی باندھ کر جو کچھ میاں صاحب کہیں اسے مانتے چلے جائیں۔ افسوس کہ حکم عدل کی کھلی کھلی تحریروں کو کس طرح پس پشت ڈالا جاتا ہے۔ اور ہر بات کا جواب حقیقۃ الوحی کا صفحہ ۳۹۱ ہے۔ میں کہتا ہوں۔ پھر بہتر ہے کہ ایک اس صفحہ ۳۹۱ کو مسیح موعود کی یادگار کے طور پر سنہری حرفوں میں لکھوا کر رکھ لو اور باقی سب تحریروں کو جلا دو۔ کیا یہ الفاظ صفحہ ۳۹۱ سے زیادہ واضح نہیں کیا مسیح موعود صرف حقیقۃ الوحی کا صفحہ ۳۹۱ ہی دنیا کو پہنچانے آئے تھے یا کچھ اور بھی۔ کیا جو کچھ صفحہ ۳۹۱ میں لکھا ہے اس پر کوئی خاص مہر مسیح موعود کی ہے کہ اس صفحہ کو تم نے پلے باندھ لیا اور باقی تحریروں کو جس طرح چاہو ردی کی ٹوکری میں ڈالو یا پس پشت پھینکو۔ پھر صفحہ نمبر ۵۵ پر ہے:-

> "اور یاد رہے کہ جیسا کہ تیسری قسم کے لوگوں کی خوابیں نہایت صاف ہوتی ہیں اور پیشگوئیاں ان کی تمام دنیا سے بڑھ کر صحیح نکلتی ہیں۔ اور نیز وہ عظیم الشان امور کے متعلق ہوتی ہیں۔ اور اس قدر ان کی کثرت ہوتی ہے کہ گویا ایک سمندر ہے۔ ایسا ہی ان کے معارف اور حقائق بھی کیفیت اور کمیت میں تمام نبی نوع سے بڑھ کر ہوتے ہیں"

میں کہتا ہوں کیا درحقیقت یہ حقیقت الوحی بھی منسوخ تو نہیں۔ کیونکہ صفحہ ۳۹۱ کے سامنے تو کوئی تحریر بھی باقی نہیں رہتی۔ کیا اس امت کی نجات صفحہ ۳۹۱ میں ہی ہے یا صفحہ ۳۹۱ کے سامنے قرآن اور حدیث اور اجماع امت اور مسیح موعود کے سات ہزار صفحات کی بھی کچھ وقعت ہے۔ یہاں تو صاف فرما دیا۔ کہ تیسری قسم کے لوگوں کی پیشگوئیاں عظیم الشان امور کے متعلق ہوتی ہیں۔ اور کثرت بھی اتنی ہوتی ہے کہ گویا ایک سمندر ہے۔ اب ان کی نبوت میں اگر پیشگوئیوں کی کثرت کا نام ہی نبوت ہے۔ کیا کسر باقی رہ گئی۔ عظیم الشان امور والی حجت بھی

ٹوٹ گئی۔ اور آگے چلئے اور صفحہ ۶۶ اسی کتاب کا ملاحظہ ہو۔

"لیکن وہ امور جو خاص طور پر غیب ہیں وہ خدا تعالیٰ کے خاص بندوں سے مخصوص ہیں وہ لوگ عام لوگوں کے خوابوں اور الہاموں سے چار طور کا امتیاز رکھتے ہیں۔ ایک یہ کہ اکثر ان کے مکاشفات نہایت صاف ہوتے ہیں۔ اور شاذ و نادر مشتبہ ہوتا ہے۔ مگر دوسرے لوگوں کے مکاشفات اکثر مکدر اور مشتبہ ہوتے ہیں۔ اور شاذ و نادر کوئی صاف ہوتا ہے۔ دوسرے یہ کہ وہ عام لوگوں کی نسبت اس قدر کثیر الوقوع ہوتے ہیں کہ اگر مقابلہ کیا جائے تو وہ مقابلہ ایسا فرق رکھتا ہے جیسا کہ ایک بادشاہ اور ایک گدا کے مال کا مقابلہ کیا جائے۔ تیسرے ان سے عظیم الشان نشان ظاہر ہوتے ہیں کہ کوئی دوسرا شخص ان کی نظیر پیش نہیں کر سکتا۔ چوتھے ان کے نشانوں میں قبولیت کے نمونے اور علامتیں پائی جاتی ہیں۔ اور محبوب حقیقی کی محبت اور نصرت کے آثار ان میں نمودار ہوتے ہیں۔ اور صریح دکھائی دیتا ہے۔ کہ وہ ان نشانوں کے ذریعہ سے ان مقبولوں کی عزت اور قربت کو دنیا پر ظاہر کرنا چاہتا ہے۔"

اب اس ڈر سے کہ مبادا یہ سب کچھ صفحہ ۱۹۰۱ء سے پہلے ہونے کی وجہ سے ناقابل اعتبار سمجھا جائے۔ ایک حوالہ صفحہ ۱۹۰۱ء کے بعد کا بھی دیتا ہوں۔ تتمہ حقیقت الوحی کا صفحہ ۱۰۲ دیکھا جائے:۔

"لیکن وہ لوگ جو خدا کے نزدیک ملہم اور مکلم کہلاتے ہیں اور مکالمہ اور مخاطبہ کا شرف رکھتے ہیں اور دعوت خلق کے لئے مبعوث ہوتے ہیں۔ ان کی تائید میں خدا تعالیٰ کے نشان بارش کی طرح برستے ہیں۔ اور دنیا ان کا مقابلہ نہیں کر سکتی اور فعل الٰہی اپنی کثرت کے ساتھ گواہی دیتا ہے۔ کہ جو کلام وہ پیش کرتے ہیں۔ وہ کلام الٰہی ہے۔ اگر الہام کے دعوے کرنے والے اس علامت کو مدنظر رکھتے تو وہ اس فتنہ سے بچ جاتے۔"

یہ خیال نہیں کرنا چاہئے کہ یہاں نبیوں کا ذکر ہے بلکہ اسی اُمت کے مجددین کا ذکر ہے۔ جو دعوت خلق کے لئے مبعوث ہوتے ہیں۔ ان لوگوں کا فرق ان سے کر کے دکھایا ہے۔ کہ جن کو شاذ و نادر کے طور پر کوئی سچی خواب آجاتی ہے۔ جیسا عبارت منقولہ بالا سے اوپر کے پیرگراف میں صاف لکھا ہے "ہاں یہ بھی ممکن ہے کہ کسی کو کبھی شاذ و نادر کے طور پر کوئی سچی خواب آجائے یا سچا الہام ہو جائے۔ مگر وہ صرف اس قدر سے مامور من اللہ نہیں کہلا سکتا۔"

حقیقت الوحی کے الاستفتاء میں سے جو حوالے میں پہلے نقل کر چکا ہوں۔ ان کو بھی یہاں ملا کر پڑھو تو یہی مضمون بار بار ساری حقیقۃ الوحی میں دہرایا ہے کہ کثرت مکالمہ و مخاطبہ کا سلسلہ تمام اولیائے امت سے اور مجددین سے جاری رہا۔ اس قدر کثرت کیساتھ اس بات کو حقیقت الوحی میں دہرایا ہے۔ کہ گویا آپ کو یہ فکر تھا۔ کہ اس کتاب سے اس امر کے خلاف کوئی نتیجہ نکالا جائے گا۔ پس جو شخص بصیرت سے کام لیتا۔ اور دیانت داری سے امر حق کو معلوم کرنا چاہتا ہے اس کے لئے تو کوئی مشکل نہیں۔ اگر صفحہ ۳۹۱ کی کوئی توجیہ اس کی سمجھ میں نہ آتی ہو تو بھی اس کثرت کے سامنے اس ایک حوالہ کو ترک کرنا پڑے گا۔ مگر اس کا حقیقی جواب آگے چل کر دوں گا۔ صرف ایک حوالہ اور چشمہ معرفت سے دیگر کثرت مکالمہ و مخاطبہ پر حضرت مسیح موعود کی تحریروں کے حوالجات کو کافی سمجھتا ہوں چشمہ معرفت کے حصہ دوم کے صفحہ ۴۰ و ۴۱ پر ہے:۔

"غرض قرآن شریف کی زبردست طاقتوں میں سے ایک یہ طاقت ہے کہ اس کی پیروی کرنے والے کو معجزات اور خوارق دیئے جاتے ہیں۔ اور وہ اس کثرت سے .... ہوتے ہیں کہ دنیا ان کا مقابلہ نہیں کر سکتی ...... اور قرآن شریف کا یہ وعدہ ہے کہ لھم البشریٰ فی الحیٰوۃ الدنیا اور یہ وعدہ ہے کہ ایدھم بروح منہ اور یہ وعدہ ہے یجعل لکم فرقانا اس وعدہ کے مطابق خدا نے یہ سب مجھے عنایت کیا ہے۔ اور ترجمہ ان آیات کا یہ ہے کہ جو لوگ قرآن شریف پر ایمان لائیں گے ان کو مبشر خوابیں اور الہام دیئے جائیں گے یعنی بکثرت دیئے جائیں گے۔ ورنہ شاذ و نادر کے طور پر کسی دوسرے کو بھی کوئی سچی خواب آسکتی ہے۔ مگر ایک قطرہ کو ایک دریا کے ساتھ کچھ مناسبت نہیں اور ایک پیسہ کو ایک خزانہ سے کچھ مشابہت نہیں۔ اور پھر فرمایا کہ کامل پیروی کرنے والے کی روح القدس سے تائید کی جائے گی۔ یعنی ان کے فہم اور عقل کو غیب سے ایک روشنی ملے گی۔ اور ان کی کشفی حالت نہایت مصفا کی جائے گی۔ اور ان کے کلام اور کام میں تاثیر رکھی جائے گی۔ اور ان کے ایمان نہایت مضبوط کئے جائیں گے اور پھر فرمایا کہ خدا ان میں اور ان کے غیر میں ایک فرق بین رکھ دے گا۔ یعنی بالمقابل ان کے باریک معارف کے جوان کو دیئے جائیں گے۔ اور بمقابل ان کے کرامات اور خوارق کے جو ان کو عطا ہوں گی۔ دوسری تمام قومیں عاجز رہیں گی۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں۔

کہ قدیم سے خدا تعالیٰ کا یہ وعدہ پورا ہوتا چلا آیا ہے۔ اور اس زمانہ میں ہم خود اس کے شاہد رویت ہیں"۔

کثرت مکالمہ علم لوگوں اور اولیاء کا امتیاز ہے نہ اولیاء اللہ اور انبیاء کا

پس قرآن کریم کے کامل پیروں کو جو بموجب آخری فقرہ کے ہر زمانہ میں ہوتے رہے ہیں معجزات اور خوارق بھی دیئے جاتے ہیں۔ اور کثرت سے دیئے جاتے ہیں جیسا کہ فقرہ اول ظاہر کرتا ہے اور مبشرات بھی دیئے جاتے ہیں اور بکثرت دیئے جاتے ہیں۔ تو اب کثرت کی حد فاصل جو نبیوں اور محدثوں کے درمیان رکھی جاتی ہے وہ کہاں گئی؟ خوب یاد رکھو۔ کہ یہ امتیاز نہ قرآن کریم نے بتایا نہ حدیث صحیح نے بتایا نہ ساری امت محمدیہ میں کبھی کسی کو اس کا خیال آیا نہ سابقہ امم میں ہی کسی نے ایسا خیال کیا۔ نہ مسیح موعود کے ذہن میں تھا۔ یہ سب حقیقۃ النبوت کے فاضل مصنف کی دماغی محنت کا نتیجہ ہے۔ جو مسیح موعود کی نبوت خلاف قرآن وحدیث قائم کرنے کے لئے ایجاد کیا گیا ہے۔ اگر واقعی میاں صاحب کو تحقیق حق مطلوب ہوتی اور ان کی غرض کتاب کے لکھنے میں یہ نہ ہوتی کہ ایک خیال جو دل میں قائم کر چکے ہیں۔ اس پر زور دینا ہے بلکہ ٹھنڈے دل سے ایک سوال کے دونوں پہلوؤں پر غور کرنے کا خیال ہوتا تو بات ایسی مشکل نہ تھی۔ اس میں شک نہیں کہ حضرت مسیح موعود کی کتابوں میں کثرت مکالمہ کو ایک رنگ کا امتیاز بھی بتایا ہے۔ مگر محدث اور نبی کے درمیان نہیں بلکہ معمولی خواب بینوں اور محدثوں کے درمیان اور جو شخص آپ کی تحریروں کو سرسری نظر سے بھی پڑھے گا وہ دیکھ لیگا کہ کثرت مکالمہ اس امت میں اولیاء اور محدثوں اور مجددوں کے لئے مخصوص ہے۔ اور معمولی لوگ جنہوں نے ابھی منازل سلوک کو طے نہ کیا ہو۔ اور جن کا نفس شیطان کے تصرف سے آزاد نہ ہؤا ہو جنہوں نے حقیقی طور پر تزکیہ نفس نہیں کیا۔ اور اس لئے ابھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کامل اتباع کا مرتبہ ان کو حاصل نہیں ہؤا۔ وہ کثرت مکالمہ سے محروم رکھے جاتے ہیں۔ میں سارے حوالوں کو دوبارہ درج کرنا یہاں ضروری نہیں سمجھتا۔ اور باقی ساری کتابوں کے حوالوں کو بھی اختصار کی غرض سے چھوڑتا ہوں۔ اور صرف حقیقت الوحی کے دو ایک مقامات کی طرف ناظرین کتاب کو توجہ دلاتا ہوں۔ اول تو خود اس تقسیم پر غور کرنا چاہئے۔ جو حقیقت الوحی کے شروع میں حضرت مسیح موعود نے کی ہے۔ جہاں قسم دوم میں ان لوگوں کو رکھا ہے جو کسی قدر تعلق خدا سے رکھتے ہیں مگر کامل تعلق نہیں رکھتے جن کو بعض سچی خوابیں آتی ہیں یا بعض الہام سچے ہو جاتے ہیں۔

نگران کی مثال اس دودھ سے دی ہے جس میں کچھ پیشاب بھی پڑا ہوا ہو۔ اور تیسری قسم
میں ان لوگوں کو رکھا ہے جو خدا تعالیٰ سے کامل تعلق رکھتے اور اکمل اور اصفیٰ وحی پاتے اور
کامل طور پر شرف مکالمہ ومخاطبہ الٰہیہ سے سرفراز کئے جاتے ہیں۔ یہ تیسری قسم کے لوگ دوسری
قسم کے لوگوں سے بھی امتیاز رکھتے ہیں کہ ان کی پیشگوئیاں بہت کثرت کے ساتھ ہوتی ہیں۔
جو "الٰہی شوکت اور برکت اور غیب گوئی کی کامل طاقت" اپنے اندر رکھتے ہیں۔ اور ان کا مکالمہ
"بسا اوقات اور اکثر اور اغلب طور پر کسی زبردست پیشگوئی پر مشتمل ہوتا ہے۔ اور ان کی
"پیشگوئیوں کا حلقہ نہایت وسیع ہوتا ہے اور "وہ پیشگوئیاں کیا باعتبار کمیت اور کیا باعتبار
کیفیت بے نظیر ہوتی ہیں"۔ اور وہ "غیب کے دروازے" ان کی پیشگوئیوں پر کھولے جاتے
ہیں جو دوسروں پر نہیں کھولے جاتے۔ اور ان پر خدا کا کلام اس طرح نازل ہوتا ہے جیسا
خدا کے پاک نبیوں اور رسولوں پر" اور "خدا کی تائید اور نصرت کے نشان اس کثرت سے
ان کے لئے ظاہر ہوتے ہیں کہ دنیا میں کسی کو مجال نہیں کہ ان کی نظیر پیش کر سکے" اور "حقیقت
میں وحی کا لفظ انہی کی وحی پر اطلاق پاتا ہے" کسی قدر وضاحت کے لئے میں ایک حوالہ اور
حقیقت الوحی سے نقل کرتا ہوں جو پہلے نہیں کیا محض یہ دکھانے کے لئے کہ کثرت مکالمہ و
مخاطبہ کو جب حضرت مسیح موعود پیش کرتے تھے تو محدثین اور اولیاء سے اپنے آپ کو ممتاز کرنے
کے لئے نہیں بلکہ ان لوگوں سے جو چند خوابیں دیکھ کر ان پر اپنے ایمان کا دارومدار رکھ لیتے
ہیں اور دو چار الہاموں سے ابتلا میں آکر قوم کے پیشوا بننے کے لئے تیار ہو جاتے ہیں۔ کیونکہ
ان کو گمراہ کرنے کے لئے شیطان بعض اوقات ایسی خوابیں یا الہام پیش کر دیتا ہے جن کی وجہ
سے وہ اپنے تئیں قوم کا پیشوا یا رسول" کہتے ہیں اور ہلاک ہو جاتے ہیں۔ (صفحہ ۲۴۱) غرض ایسے
لوگوں سے کاملین امت کو ممتاز کرنے کے لئے آپ نے کثرت مکالمہ کے لئے چند اور شرائط
بھی لگائی ہیں اور اس امر کو جیسا شروع کتاب میں تصریح کے ساتھ بیان کیا ہے اسی طرح پر پھر
صفحہ ۲۶ پر اس امر کی تصریح فرمائی ہے۔ کیونکہ چند الہاموں یا خوابوں سے غلط راہ پر پڑ جانا
ایک ایسی بیماری ہے جس سے آپ اپنی قوم کے لئے بہت خطرہ دیکھ رہے تھے۔ چنانچہ
آپ تحریر فرماتے ہیں:۔

"شاید ایک نادان خیال کرے کہ بعض عام لوگوں کو کبھی کبھی سچی خوابیں آجاتی ہیں۔
بعض مرد یا عورتیں دیکھتے ہیں کہ کسی کے گھر میں لڑکی یا لڑکا پیدا ہو جاتا ہے اور بعض کو

دیکھتے ہیں کہ وہ مرگیا۔ تو وہ مر بھی جاتا ہے۔ یا بعض ایسے ہی چھوٹے چھوٹے واقعات دیکھ لیتے ہیں تو وہ ایسے ہی ہو جاتے ہیں۔ تو میں اس وسوسہ کا پہلے ہی جواب دے آیا ہوں کہ ایسے واقعات کچھ چیز ہی نہیں ہیں۔ اور نہ کسی نیک بختی کی ان میں شرط ہے۔ بہت سے خبیث طبع اور بدمعاش بھی ایسی خوابیں اپنے لئے یا کسی اور کے لئے دیکھ لیتے ہیں لیکن وہ امور جو خاص طور سے غیب ہیں وہ خدا تعالیٰ کے خاص بندوں سے مخصوص ہیں۔ وہ لوگ عام لوگوں کے خوابوں اور الہاموں سے چار طور کا امتیاز رکھتے ہیں۔ ایک یہ کہ اکثر ان کے مکاشفات نہایت صاف ہوتے ہیں ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ دوسرے یہ کہ وہ عام لوگوں کی نسبت اس قدر کثیر الوقوع ہوتے ہیں کہ اگر مقابلہ کیا جائے تو وہ مقابلہ ایسا فرق رکھتا ہے۔ جیسا کہ ایک بادشاہ اور ایک گدا کے مال کا مقابلہ کیا جائے۔ تیسرے ان سے ایسے عظیم الشان نشان ظاہر ہوتے ہیں۔ کہ کوئی دوسرا شخص ان کی نظیر پیش نہیں کرسکتا"!

اب یہاں کس قدر صفائی سے حضرت مسیح موعود نے عام لوگوں اور کاملین یعنی اولیار و مجددین کے الہامات میں ایک امتیاز قایم کیا ہے جس میں دو باتیں یہ ہیں کہ کاملین کے الہامات اس کثرت سے ہوتے ہیں کہ عام لوگوں کے مقابلہ میں وہ ایک بادشاہ ہیں جو گدا کے مقابلہ میں ہو اور پھر ان کے نشان عظیم الشان اور اہم امور کے متعلق ہوتے ہیں۔ اب یہی امتیاز جو حضرت مسیح موعود عام لوگوں اور اولیار کے الہامات میں قایم کرتے ہیں۔ میاں صاحب اپنی کتاب حقیقۃ النبوت میں یہی امتیاز مجددین اور انبیار کی وحی میں کرتے ہیں۔ اب ہم کس طرح حضرت مسیح موعود کے قایم کردہ امتیاز کی جگہ میاں صاحب کا تجویز کردہ امتیاز قبول کرلیں اور کیا یہ اولیار اللہ کی تحقیر نہیں کہ ان کو عام لوگوں کے ساتھ شامل کرکے انکے الہامات کو شیطانی دخل اور حدیث النفس کا اثر قبول کرنے والے قرار دیا جائے۔ اس طرح پر تو یہ امت ساری کی ساری گویا ایک ایسی ردی اور ناقص حالت میں گذری کہ خیر امت اس کا نام رکھنا تو ایک طرف رہا۔ یہ تو ردی سے ردی اور ناقص سے ناقص اُمت قرار پائیگی۔ غرض حضرت مسیح موعود نے کبھی اولیار کے الہامات کو قلیل نہیں کہا بلکہ ان کی کثرت کو اس قدر مانا ہے کہ بعض جگہ ان کو بارش سے تشبیہ دی ہے۔ بعض جگہ ان کی پیشگوئیوں کو سمندر سے تشبیہ دی ہے اور پھر بار بار کثرت کا لفظ ان کے لئے استعمال کیا ہے ؞

پھر تتمہ کے صفحہ ۷۰ پر یہی امتیاز کھلے کھلے الفاظ میں عام لوگوں اور اولیاء کے درمیان قایم کیا ہے۔ اس عبارت کا بھی ایک حصہ پہلے نقل کر چکا ہوں۔ مگر ضرورتاً پھر حضرت مسیح موعود کے اصل الفاظ کی طرف توجہ دلاتا ہوں۔ کیونکہ اسی بنائے فاسد پر میاں صاحب کی کتاب حقیقت النبوت ساری کی ساری لکھی گئی ہے۔ اس لئے اس بات کو اچھی طرح سے سمجھ لینا چاہیئے۔ کہ حضرت مسیح موعود نے کبھی بھی کثرت مکالمہ کو انبیاء کے لئے مخصوص نہیں کیا ہے:۔

"ہاں یہ بھی ممکن ہے کہ کسی کو کبھی شاذونادر کے طور پر کوئی سچی خواب آجائے یا سچا الہام ہو جائے مگر وہ صرف اس قدر سے مامور من اللہ نہیں کہلا سکتا۔ اور نہ یہ کہہ سکتے ہیں کہ وہ نفسانی تاریکیوں سے پاک ہے..... لیکن وہ لوگ جو خدا کے نزدیک ملہم اور مکلم کہلاتے ہیں اور مکالمہ اور مخاطبہ کا شرف رکھتے ہیں اور دعوت خلق کے لئے مبعوث ہوتے ہیں ان کی تائید میں خدا تعالیٰ کے نشان بارش کی طرح برستے ہیں"؛

یہاں بھی عام لوگوں اور کامل ملہموں اور مکلموں کے درمیان قلت وکثرت کا امتیاز بتایا ہے۔ اور یہ حقیقۃ الوحی پر ہی نہیں بلکہ جہاں کہیں حضرت صاحب نے قلت وکثرت کا فرق لکھا ہے۔ وہ درحقیقت عام لوگوں سے کاملین کی امتیاز کے لئے لکھا ہے۔ انبیاء اور اولیاء کی وحی میں آپ نے جو فرق کیا ہے وہ میں پہلے بتا چکا ہوں۔ اب میں مثال کے طور پر ایک اور مقام پیش کرتا ہوں۔ یہ حضرت مسیح موعود کا آخری خط بنام اخبار عام ہے اس میں آپ لکھتے ہیں:۔

"سو میں صرف اس وجہ سے نبی کہلاتا ہوں کہ عربی اور عبرانی زبان میں نبی کے یہ معنے ہیں کہ خدا سے الہام پاکر بکثرت پیشگوئی کرنے والا اور بغیر کثرت کے یہ معنے متحقق نہیں ہو سکتے جیسا کہ صرف ایک پیسہ سے کوئی مالدار نہیں کہلا سکتا۔ سو خدا نے اپنے کلام کے ذریعہ سے مجھے بکثرت علم غیب عطا کیا ہے اور ہزار ہا نشان میرے ہاتھ پر ظاہر کئے ہیں اور کر رہا ہے میں خود ستائی سے نہیں بلکہ خدا کے فضل اور اس کے وعدہ کی بنا پر کہتا ہوں کہ اگر تمام دنیا ایک طرف ہو اور ایک طرف میں کھڑا کیا جاؤں۔ اور کوئی ایسا امر پیش کیا جائے جس سے خدا کے بندے آزمائے جاتے ہیں تو مجھے اس مقابلہ میں خدا غلبہ دیگا۔ اور ہر ایک پہلو کے مقابلہ میں خدا میرے ساتھ ہوگا اور ہر ایک میدان میں وہ مجھے فتح دیگا۔

بس اسی بنا پر خدا نے میرا نام نبی رکھا ہے اس زمانہ میں کثرت مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ اور کثرت اطلاع بر علوم غیب صرف مجھے ہی عطا کی گئی ہے۔ اور جس حالت میں عام طور پر لوگوں کو خوابیں بھی آتی ہیں۔ بعض کو الہام بھی ہوتا ہے۔ اور کسی قدر ملونی کے ساتھ علم غیب سے بھی اطلاع دی جاتی ہے۔ مگر وہ الہام مقدار میں نہایت قلیل ہوتا ہے۔ اور اخبار غیبیہ بھی اس میں نہایت کم ہوتی ہیں۔ اور باوجود کمی کے مشتبہ اور مکدر اور خیالات نفسانی سے آلودہ ہوتی ہیں۔ تو اس صورت میں عقل سلیم خود چاہتی ہے۔ کہ جس کی وحی اور علم غیب اس کدورت اور نقصان سے پاک ہو اس کو دوسرے معمولی انسانوں کے ساتھ نہ ملایا جائے بلکہ اس کو کسی خاص نام سے پکارا جائے۔ تاکہ اس میں اور اس کے غیر میں امتیاز ہو۔ اس لئے محض مجھے امتیازی مرتبہ بخشنے کے لئے خدا نے میرا نام نبی رکھ دیا اور یہ مجھے ایک عزت کا خطاب دیا گیا ہے۔ تا کہ ان میں اور مجھ میں فرق ہو جائے۔"

اب اس عبارت کو غور سے پڑھو کس سے اپنے آپ کو الگ کر رہے ہیں۔ اولیائے اُمت سے نہیں مجددین سے نہیں محدثین سے نہیں کاملین سے نہیں بلکہ عام لوگوں سے جن کی اخبار غیبیہ "باوجود کمی کے مشتبہ اور مکدر اور خیالات نفسانی سے آلودہ ہوتی ہیں"۔ کیا یہ مجدد ہیں جن سے یہ امتیاز قایم ہو رہا ہے۔ کیا مجددوں کے اخبار غیبیہ قلیل اور مشتبہ اور مکدر ہوتی ہیں۔ پھر فرمایا یہ امتیاز کہ مجھے خدا نے میرے الہام میں نبی کہا ہے۔ اس لئے ہے کہ آپ کو دوسرے معمولی انسانوں کے ساتھ نہ ملایا جائے۔ پھر اور بھی صراحت کی ہے کہ اس زمانہ میں کثرت اطلاع بر غیب صرف مجھے ہی دی گئی ہے۔ کیونکہ عام طور پر دوسرے لوگوں کو خوابیں بھی آجاتی ہیں۔ پھر مقابلہ کے لئے بھی اس زمانہ کے لوگوں کو ہی بلایا ہے۔ غرض کثرت امور غیبیہ کا امتیاز جس کے لئے لفظ نبوت کی ضرورت پڑی ہے۔ مجددوں سے امتیاز نہیں بلکہ عام لوگوں سے ہے۔ اور اگر حقیقۃ الوحی میں مجددوں اور اولیاء کی نسبت بھی امتیاز عام لوگوں سے دکھایا ہے۔ یعنی قلت و کثرت وغیرہ کا تو یہاں اپنی نسبت عام لوگوں سے بعینہٖ وہی امتیاز قائم کیا ہے اور اس طرح یہ ثابت کر دیا ہے کہ آپ اپنے آپ کو مجددین میں شامل کرتے ہیں باوجودیکہ لفظ یہاں نبی کا استعمال کیا ہے۔ مگر عام لوگوں سے جو امتیاز اولیاء اور مجددین کا حقیقۃ الوحی اور دوسری کتابوں میں قائم کیا ہے وہی امتیاز اس خط میں اپنا عام لوگوں سے دکھایا ہے۔ بلکہ پہلے امتیاز کے وقت تو چار علامتیں مقرر کی ہیں۔ صفائی وحی۔ کثرت وحی۔ عظیم الشان امور

کی نسبت پیشگوئیاں قبولیت کے نمونے۔ اور یہاں صرف ایک کثرت والے پہلو کو ہی لیا ہے
پس اس بات کو اچھی طرح سمجھ لینا چاہئیے کہ نبی کا لفظ مجددین سے امتیاز کے لئے استعمال
نہیں کیا۔ بلکہ عام لوگوں سے اور عام لوگوں سے وہی امتیاز قایم کیا ہے جو مجددین کا عام
لوگوں سے امتیاز ہے۔ یہ ایک اصول ہے جو خود حضرت مسیح موعود نے باندھا ہے۔ اور
سنہ ۱۹۰۱ء سے پہلے جیسا اس پر قایم رہے۔ ایسا ہی سنہ ۱۹۰۱ء کے بعد بھی اور اس کے خلاف
آپ کی ساری تحریروں میں ایک لفظ بھی نہیں یعنی اصولی رنگ میں کبھی اور کسی موقعہ پر یہ نہیں
کہا کہ اولیا اور انبیاء کی وحی میں یہ فرق ہے کہ اولیاء کو وحی قلیل ہوتی ہے یا مشتبہ ہوتی ہے۔
یا یقینی نہیں ہوتی۔ بلکہ اصولی رنگ میں جب ان دونوں میں فرق دکھایا تو یہ کہا کہ انبیاء کی
وحی کی شان اتم اور اکمل ہے۔ اور جو کچھ آپ نے اولیاء اور انبیاء کی وحی میں فرق قایم
کیا ہے۔ اس کو میں دوسرے باب میں مفصل دکھا چکا ہوں۔ اور وہی امور وحی ولایت اور
وحی نبوت میں حد فاصل ہیں ‪*‬

کثرت مکالمہ کو نبوت صرف بمعنی محدثیت کہا ہے۔

اب جب کہ یہ ثابت ہو چکا کہ اولیاء اور انبیاء میں حضرت مسیح موعود نے قلت و کثرت
مکالمہ کا کوئی امتیاز قائم نہیں کیا۔ بلکہ عام لوگوں اور اولیاء میں یا عام لوگوں اور اپنے آپ
میں قلت و کثرت کا امتیاز بتایا ہے۔ تو بات نہایت صاف ہو جاتی ہے کہ ایسے موقعہ پر اگر
اپنے لئے لفظ نبی کا استعمال کیا ہے۔ تو وہاں نبی بمعنی محدث لیا ہے یعنی خبر غیب پانے والا
یا جس سے مکالمہ ہو۔ کیونکہ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ محدث کے ساتھ نبی کی طرح مکالمہ یقینی
اور قطعی ہوتا ہے۔ کثرت سے ہوتا ہے۔ دونوں پر اہم امور یا عظیم الشان پیشگوئیاں ظاہر کی
جاتی ہیں۔ ان کے اندر باہمی جو امتیاز ہے۔ وہ کچھ اور ہے جس کو میں مفصل بیان کر چکا ہوں۔
لیکن محدث اور نبی میں۔ یہ تمام امور مشترک طور پر پائے جاتے ہیں گو یہی امر اس بات کے
ثابت کرنے کے لئے کافی ہے جو میں اوپر بیان کر چکا ہوں۔ تاہم مزید صفائی کے لئے اور تاکہ
یہ کثرت کا مسئلہ ہر پہلو سے کھل جائے۔ میں کچھ مزید شہادت اس امر کی حضرت مسیح موعود
کی تحریر سے پیش کرتا ہوں۔ اور سب سے پہلے حقیقۃ الوحی کو ہی لیتا ہوں۔ حقیقۃ الوحی کے
صفحہ ۳۹۱ کی خصوصیت پر تو میں الگ بحث کروں گا۔ مگر ایک امر یہاں بھی ذکر کرنے کے
قابل ہے۔ کہ بنیاد اس کی صفحہ ۳۹۰ پر ہے یعنی ۳۹۰ پر ایک اصول قائم کیا ہے۔ اور صفحہ
۳۹۱ میں محض اپنی خصوصیت۔ ان کی ہے تو چونکہ ایک فرد کی خصوصیت قانون یا اصول

نہیں کہلا سکتی اس لئے صفحہ ۳۹۱ کو حل کرنے کے لئے بھی صفحہ ۳۹۰ ہی کافی ہے۔ جہاں ایک اصول باندھا ہے۔ یہاں لکھتے ہیں :۔

"اور نبی سے مراد صرف اس قدر ہے کہ خدا تعالیٰ سے بکثرت شرف مکالمہ و مخاطبہ پاتا ہو۔ بات یہ ہے کہ جیسا کہ مجدد صاحب سرہندی نے اپنے مکتوبات میں لکھا ہے۔ اگرچہ اس امت کے بعض افراد مکالمہ و مخاطبہ الٰہیہ سے مخصوص ہیں اور قیامت تک مخصوص رہیں گے۔ لیکن جس شخص کو بکثرت اس مکالمہ و مخاطبہ سے مشرف کیا جائے اور بکثرت امور غیبیہ اس پر ظاہر کئے جائیں وہ نبی کہلاتا ہے"!!

جس حصہ پر مَیں نے خط کھینچا ہے یہاں اصل کتاب میں بھی خط کھینچا ہوا ہے اور غرض حضرت مسیح موعود کی یہاں خط کھینچنے سے یہ ظاہر ہے کہ آپ مجدد صاحب سرہندی کے مضمون کو اپنے الفاظ میں بیان کر رہے ہیں۔ گو اصل الفاظ نہیں دیئے۔ اب ہم نے یہ دیکھنا ہے کہ آیا مجدد صاحب سرہندی نے جیسا کہ حضرت مسیح موعود لکھتے ہیں واقعی کثرت مکالمہ و مخاطبہ پانے والے کو نبی کہا ہے؟ جیسا کہ میں نے کہا۔ آپ نے یہاں مجدد صاحب کے اصل الفاظ نقل نہیں کئے خلاصہ مطلب بیان کیا ہے۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ اس سے پہلے دو دفعہ مجدد صاحب کے اصل الفاظ نقل کر چکے ہیں۔ ایک ازالہ اوہام میں اور دوسرے تحفہ بغداد میں۔ اور میں پہلے ان دونوں مقامات کو نقل کر کے دکھاتا ہوں۔ کہ مجدد صاحب نے کیا لکھا ہے۔ تاکہ ہم معلوم کر سکیں کہ حضرت مسیح موعود کے لفظ نبی سے یہاں کیا منشا ہے۔ ازالہ اوہام صفحہ ۹۱۴ پر ہے :۔

"اور حضرت مجدد الف ثانی صاحب اپنے مکتوبات کی جلد ثانی صفحہ ۹۹ میں ایک مکتوب بنام محمد صدیق لکھتے ہیں۔ جس کی یہ عبارت ہے۔ اعلم ایہا الصدیق ان کلامہ سبحانہ مع البشر قد یکون شفاھاً وذالک الافراد من الانبیاء وقد یکون ذالک لبعض الکمل من متابعیھم واذا کثر ھذا القسم من الکلام مع واحد منھم سمی محدثا وھذا اغایر الالھام وغیر الالقاء فی الروع وغیر الکلام الذی مع الملک انما یخاطب بھذا الکلام الانسان الکامل واللّٰہ یختص برحمتہ من یشاء۔ یعنی اے دوست تمہیں معلوم ہو۔ کہ اللہ جل شانہ کا بشر کے ساتھ کلام کرنا کبھی روبرو اور ہمکلامی کے رنگ میں ہوتا ہے۔ اور ایسے افراد جو خدا تعالیٰ کے ہمکلام ہوتے ہیں وہ خواص انبیاء میں سے ہیں۔ کبھی یہ ہمکلامی کا مرتبہ ایسے لوگوں کو ملتا ہے کہ نبی تو نہیں مگر نبیوں کے متبع ہیں۔ اور جو شخص کثرت سے شرف

ہمکلامی کا پاتا ہے اس کو محدث بولتے ہیں۔ اور یہ مکالمہ الٰہی از قسم الہام نہیں بلکہ غیر الہام ہے اور یہ اِلقاء فی الرُّوع بھی نہیں اور نہ اس قسم کا کلام ہے جو فرشتہ کے ساتھ ہوتا ہے اس کلام سے وہ شخص مخاطب کیا جاتا ہے جو انسان کامل ہو اور اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے اپنی رحمت کے ساتھ خاص کر لیتا ہے"

اور تحفہ بغداد صفحہ ۲۱ پر ہے :-

"وقال المجدد الامام السرهندی الشیخ احمد رضی اللہ عنہ فی مکتوب یکتب فیہ بعض الوصایا الی مریدہ محمد صدیق"

اس کے بعد بعینہ وہی الفاظ ہیں جو عربی الفاظ اوپر نقل کر چکا ہوں۔ اس لئے میں انکو دوبارہ نقل کرنے کی ضرورت نہیں سمجھتا۔ اگر کوئی شخص اس سے بڑھ کر اپنی تسلی کرنا چاہے تو اصل مکتوبات حضرت امام کے فارسی زبان میں ملتے ہیں ان کو منگوا کر خود دیکھ لے کہ آیا حضرت مسیح موعود نے جو یہاں دو جگہ عبارت نقل کی ہے وہ درست ہے یا نہیں۔ میں نے اصل سے بھی مقابلہ کر لیا ہے اب اسی عبارت کی طرف حقیقۃ الوحی کے صفحہ ۳۹۰ کے منقولہ بالا حوالہ میں بھی اشارہ ہے۔ مگر حالانکہ مجدد صاحب نے صاف لفظ لکھے ہیں۔ یسمی محدثا اور حضرت صاحب اس کا ترجمہ کرتے ہیں "اس کو محدث بولتے ہیں"۔ پھر اس سے پہلے الفاظ کا ترجمہ کرتے ہیں۔ کہ "نبی تو نہیں مگر نبیوں کے متبع ہیں"۔ پھر کثرت کا لفظ بھی موجود ہے۔ اور یہی الفاظ یسمی محدثا تحفہ بغداد میں بھی ہیں اور یسمی نبیا ان الفاظ کی کوئی قرأت نہیں اور نہ مکتوبات امام ربانی میں یسمی نبیا لکھا ہے اور نہ کوئی نسخہ انکے مکتوبات کا ایسا دستیاب ہوتا ہے جسمیں یسمی نبیا لکھا ہو۔ اور خود سیاق عبارت چاہتا ہے کہ یہاں لفظ نبی کسی طرح پر ہو نہیں سکتا کیونکہ اوپر تو وہ لکھتے ہیں من متابعیھم یعنی امتیوں میں سے وہ ہوتا ہے۔ اور حضرت مسیح موعود اس کا ترجمہ یوں کرتے ہیں۔ نبی تو نہیں مگر نبیوں کے متبع ہیں۔ پس اس سے یہ قطعی اور یقینی نتیجہ نکلتا ہے۔ کہ حقیقۃ الوحی کے صفحہ ۳۹۰ پر جہاں کثرت مکالمہ کی وجہ سے اپنے آپ کو نبی کہا ہے۔ لفظ نبی بمعنی محدث استعمال کیا ہے۔ جو نبی تو نہیں مگر نبیوں کے ہم رنگ ہوتا ہے۔ یہ تو ممکن نہیں کہ حضرت مسیح موعود کو بھول گیا ہو کہ مکتوبات میں امام ربانی نے کیا لکھا ہے۔ کیونکہ دو دفعہ اپنی کتابوں میں اصل عبارت نقل کر چکے ہیں۔ پس تین حالتوں سے خالی نہیں اور مسیح موعود کی نبوت کو قائم کرنے کے شائقین جس راہ کو چاہیں اختیار کریں۔ اول یہ کہا جائے۔ کہ حضرت مسیح موعود نے لفظ نبی جہاں کثرت مکالمہ کی وجہ سے لکھا ہے وہاں نبی بمعنی محدث لکھا ہے۔ دوسرے یہ کہ

مجدد صاحب نے شاید کسی اور مکتوب میں لفظ نبی کا بھی لکھا ہو تیسرے یہ کہ حضرت مسیح موعود نے مجدد صاحب کی طرف اس بات کو منسوب کرنے میں نعوذ باللہ جھوٹ کہا ہے۔ خوب غور کرکے دیکھ لو کہ ان تین راہوں سے ایک راہ اختیار کرنی پڑے گی۔ اور یہ بھی یاد رکھو کہ سوائے پہلی راہ کے اور کوئی راہ تمہارے لئے نہیں ہے۔ اگر نبی کا استعمال بمعنی محدث قبول نہیں کرتے ہو۔ یعنی یہ نہیں مانتے کہ یہاں لفظ نبی حضرت مسیح موعود نے حقیقی معنوں میں استعمال نہیں کیا۔ بلکہ مجازکے طور پر محدث پر لفظ نبی کا بول دیا ہے۔ تو پھر جاؤ مکتوبات مجدد صاحب کا ایک ایک لفظ تلاش کر لو۔ اور دیکھو کہ کہیں انہوں نے کثرت مکالمہ والے کو نبی لکھا ہے۔ ہرگز نہیں۔ اور میں پھر کہتا ہوں کہ نہیں لکھا۔ لیکن اگر بفرض محال یوں کہا جائے کہ امام صاحب نے لکھا ہوگا اور حضرت مسیح موعود کو خدا نے الہاماً بتا دیا ہوگا اور وہ مکتوب امام صاحب کا دنیا سے گم گیا ہوگا تو ان کی کتاب کا حوالہ دینے والے کا یہ فرض تھا کہ وہ کہہ دیتا کہ یہ حوالہ مجھے الہاماً بتایا گیا ہے۔ خواہ مخواہ مکتوبات کو تلاش نہ کرنا کیونکہ وہاں سے یہ گم ہو چکا ہے۔ لیکن اصل بات یہی ہے۔ کہ چونکہ خود دو دفعہ اصل عبارت کو نقل کر چکے تھے اس لئے ضرورت نہیں سمجھی کہ اصل عبارت پھر نقل کریں حوالہ دیدینا کافی سمجھا ہے۔ اور بفرض محال اگر مان بھی لیں تو پھر بھی تمہارا مقصد حل نہیں ہوتا۔ کیونکہ اگر مجدد صاحب نے نبی بھی کثرت مکالمہ والے کو لکھا ہے (جو غلط ہے) تو بھی اسی کو محدث بھی تو کہا ہے۔ پھر بھی محدث اور نبی میں کثرت مکالمہ کی حد فاصل باقی نہ رہی۔ لیکن میں پھر کہوں گا۔ کہ درحقیقت ایک ہی راہ ہے۔ اور وہ یہ کہ اس بات کو صاف طور پر تسلیم کرلیا جائے کہ حضرت مسیح موعود نے لفظ نبی کثرت مکالمہ کے موقعہ پر بمعنی محدث استعمال کیا ہے۔ ورنہ نعوذ باللہ من ذالک آپ کو جھوٹا قرار دینا پڑے گا۔

حضرت مسیح موعود کی تحریر میں لفظ نبی کا بمعنی محدث استعمال

کیوں آپ نے لفظ نبی کو بمعنی محدث استعمال کیا ہے۔ اس لئے کہ محدث اور نبی میں اشد درجہ کی مشابہت آپ دکھا چکے ہیں۔ اور میں اوپر وہ حوالے نقل کر چکا ہوں۔ کہیں لکھا ہے "النبی محدث والمحدث نبی باعتبار حصول نوع من انواع النبوۃ" یعنی نبی محدث اور محدث نبی ہے۔ اس اعتبار سے کہ محدث کو انواع نبوت میں سے ایک نوع حاصل ہے (توضیح مرام صفحہ ۹) کہیں لکھا ہے "مقام التحدیث اشد تشبہاً بمقام النبوۃ ولا فرق الا فرق القوۃ والفعل" یعنی محدث کا مقام سخت ہی مشابہت رکھتا ہے۔ مقام نبوت سے اور کوئی فرق نہیں سوائے قوت اور فعل کے فرق کے (حمامۃ البشریٰ صفحہ ۸۱) کہیں لکھا ہے "فالمحدث نبی بالقوۃ ولولہ یکن سد

باب اللبوۃ لکان نبیًا بالفعل" یعنی محدث بالقوت نبی ہے۔ اور اگر باب نبوت بند نہ ہوتا تو وہ بالفعل بھی نبی ہوتا۔ پھر لکھا ہے "وجاز علیٰ ھذا ان نقول النبی محدث علیٰ وجہ الکمال لانہ جامع لجمیع الکمالات علی الوجہ الاتم الابلغ بالفعل" یعنی اور جائز ہے کہ ہم کہہ دیں کہ نبی علیٰ وجہ الکمال محدث ہے کیونکہ وہ سارے کمالات کو اتم و ابلغ طور پر بالفعل اپنے اندر جمع رکھتا ہے۔ اور ساتھ ہی لکھا ہے :-

وکذالک جاز ان نقول ان المحدث نبی بناءً علیٰ استعدادہ الباطنی اعنی ان المحدث نبی بالقوۃ وکمالات النبوت جمیعھا مخفیۃ مضمرۃ فی التحدیث وما حبس ظھورھا وخروجھا الی الفعل الا سد باب النبوۃ"

یعنی اسی طرح جائز ہے کہ ہم کہدیں کہ محدث نبی ہے بلحاظ اپنی استعداد باطنی کے یعنی محدث نبی بالقوۃ ہے اور نبوت کے کمالات سارے کے سارے محدثیت میں مخفی ہیں اور کوئی چیز نہیں روکتی ان کے ظہور اور فعل میں آنے کو مگر بند ہونا نبوت کے دروازہ کا +

اور پھر فرماتے ہیں :-

والیٰ ذالک اشار النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی قولہ لو کان بعدی نبی لکان عمر وما قال ھذا الا بناءً علیٰ ان عمر کان محدثا فاشار الی ان مادۃ النبوۃ دبزرھا یکون موجودا فی التحدیث"

یعنی اسی طرف اشارہ کیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے قول میں کہ اگر میرے بعد نبی ہوتا تو عمرؓ ہوتا اور یہ اسی بنا پر کہا کہ عمرؓ محدث تھے پس اشارہ کیا اس طرف کہ مادہ نبوت وتخم نبوت محدث میں موجود ہوتا ہے (حمامۃ البشریٰ صفحہ ۸۱)

اب ان تمام الفاظ پر غور کرو اور پھر دیکھ لو کہ کس صفائی کے ساتھ محدث میں کمالات نبوّت کو اور مادہ نبوّت کو مانا ہے۔ اور بھی بہت سی تحریریں آپ کی ہیں جن میں محدث کے متعلق اسی قسم کے الفاظ استعمال کئے ہیں۔ پس اسی بنا پر آپ نے محدث کی جگہ لفظ نبی کا بول دیا ہے حضرت مسیح موعود کی کتابوں میں غور کرنیوالے کو بہت مقامات ملیں گے جن سے یہ صاف صاف معلوم ہوتا ہے کہ آپ کثرت مکالمہ ومخاطبہ والی نبوّت کا جب ذکر کرتے ہیں تو اس سے مراد محدثیت ہوتی ہے۔ میں ایک اور حوالہ دیتا ہوں وہ بھی سنہ ۱۹۰۱ء کے بعد کا۔ ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم صفحہ ۱۸۱ دیکھو۔ وہاں ایک شخص کا سوال بالفاظ ذیل درج ہے :-

قولہ۔ احادیث میں نازل ہونے والے عیسٰی کو نبی اللہ کے نام سے پکارا گیا ہے تو کیا قرآن اور حدیث سے ثابت ہو سکتا ہے کہ محدث کو بھی نبی کہا گیا ہے۔

اب صاف ظاہر ہے کہ سائل کا سوال یہ ہے کہ آیا محدث پر قرآن اور حدیث کی رو سے نبی کا لفظ بول دینا جائز ہے۔ اس سوال کا جواب اگر حضرت مسیح موعود اپنے آپ کو محدث نہیں سمجھتے تھے تو یہ ہونا چاہئے تھا کہ میں کب اپنے آپ کو محدث کہتا ہوں۔ اگر حدیثوں میں نبی اللہ کا لفظ ہے تو میرا دعویٰ بھی تو نبوت کا ہے نہ محدثیت کا۔ سائل کے دل میں جو بات پیدا ہوئی ہے وہ یہ ہے کہ اس اُمت میں سے جو پیدا ہوگا وہ تو اُمتی ہونے کی وجہ سے محدث ہوگا۔ اور آنے والے عیسیٰ کو نبی اللہ کہا گیا ہے۔ اس لئے کیا محدث پر نبی کا لفظ بولا جا سکتا ہے اس کا جواب یہ دیتے ہیں:۔

"عربی اور عبرانی زبان میں نبی کے معنے صرف پیشگوئی کرنے والے کے ہیں جو خدا تعالیٰ سے الہام پا کر پیشگوئی کرے۔ پس جب کہ قرآن شریف کی رو سے ایسی نبوت کا دروازہ بند نہیں ہے جو بتوسط وفیض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کسی انسان کو خدا تعالیٰ سے شرف مکالمہ اور مخاطبہ حاصل ہو۔ اور وہ بذریعہ وحی الٰہی کے مخفی امور پر اطلاع پاوے تو پھر ایسے نبی اس اُمت میں کیوں نہیں ہوں گے"۔

گویا آپ نے سائل کو یہ جواب دیا ہے کہ ہاں محدث کو نبی کہا جا سکتا ہے۔ کیونکہ نبی کے لغوی معنے عربی اور عبرانی زبان میں صرف خدا سے الہام پا کر پیشگوئی کرنے کے ہیں اور قرآن شریف نے اس دروازہ کو اس اُمت پر کھلا رکھا ہے۔ اس لئے کیا وجہ ہے کہ محدث پر لفظ نبی کا اپنے لغوی معنے کی رُو سے اطلاق نہ پایا جائے۔ یعنی محدث کو اس وجہ سے کہ وہ بھی خدا سے الہام پاتا ہے۔ اور پیشگوئی کرتا ہے۔ نبی کہہ دیا جائے۔ بیشک غور کر لو۔ ان الفاظ کے سوائے اس کے کچھ معنے نہیں۔ آپ نے یہاں محدث پر نبی کا لفظ بولا جانے کی ایک دلیل دی ہے۔ جس میں اپنے محدث ہونے کا صاف اقرار ہے۔ ہاں یہ وجہ ساتھ ہے کہ حدیث میں آنیوالے کو نبی کیوں کہا گیا۔ اس لئے کہ نبی کا لفظ لغوی معنے کی رو سے اس پر بولا جا سکتا ہے۔ یہ نبوت جس میں صرف پیشگوئیاں ہی باقی ہے۔ اور یہ بالکل درست ہے۔ جیسا کہ لم یبق من النبوۃ الا المبشرات سے ظاہر ہے۔ پھر اسی پر اکتفا نہیں کیا۔ بلکہ اس کے آگے چل کر فرماتے ہیں:۔

"اگر آپ پورے طور پر حدیثوں پر غور کرتے تو یہ اعتراض آپ کے دل میں ہرگز پیدا نہ ہوتا۔ آپ فرماتے ہیں۔ کہ عیسیٰ نازل ہونے والے کو حدیثوں میں نبی اللہ کہا گیا ہے میں

کہتا ہوں کہ اسی عیسیٰ نازل ہونے والے کو حدیثوں میں اُمتی بھی کہا گیا ہے"

یہاں درحقیقت اس شبہ کا جواب دیا ہے۔ کہ اگر نبی اللہ کا لفظ حدیث میں اپنے اصطلاحی معنے میں آتا تو پھر انہی حدیثوں میں آنے والے عیسیٰ کو اُمتی کیوں کہا جاتا ہے۔ ایک حدیث میں اگر نبی کہہ دیا تو دوسری میں اُمتی کہہ دیا۔ اور امتی اور نبی کا لفظ اجتماعی حالت میں اس تصریح کے مطابق جو آپ ازالہ اوہام میں کر چکے ہیں صرف محدث پر بولا جا سکتا ہے کیونکہ اصطلاحی معنے میں تو نبی اُمتی ہو نہیں سکتا۔ اس لئے لازماً لغوی معنے مراد لینے پڑیں گے۔ یعنی صرف پیشگوئی کرنے والا۔ اور ایسی نبوت قرآن و حدیث کی رو سے باقی ہے۔ پس اس وجہ سے محدث پر نبی کا لفظ بول دیا جاتا رہے کیونکہ حدیثوں میں بغیر اس کے تطبیق نہیں ہو سکتی۔

ایک غلطی کا ازالہ میں تبدیلئ دعویٰ نہیں

اب بعض لوگ ہیں کہ وہ کہتے ہیں "ایک غلطی کا ازالہ" میں حضرت مسیح موعود نے کہہ دیا ہے کہ میں محدث نہیں ہوں نبی ہوں۔ یہ بھی قلت تدبر کا نتیجہ ہے۔ افسوس کہ اس غلطی کے ازالہ کو بہت سی غلطیوں کے پیدا کرنے کا ذریعہ بنا لیا گیا ہے۔ میاں صاحب نے حضرت مسیح موعود کے دعوے کے طرز عمل کو ایسے رنگ میں پیش کیا ہے کہ اس سے تو یہ شبہ ہوتا ہے کہ یہ شخص درحقیقت چند بیوقوفوں کو اپنے دام میں لایا ہؤا تھا۔ اور سوچتا رہتا تھا۔ کہ اب کیا دعویٰ کر دوں اور آج کس بات کو سچ قرار دے دوں اور کس کو غلط کہہ دوں۔ حقیقت النبوت کے صفحہ ۱۲۴ پر لکھتے ہیں:-

اس عقیدہ کے بدلنے کا پہلا ثبوت اشتہار ایک غلطی کا ازالہ سے معلوم ہوتا ہے جو پہلا تحریری ثبوت ہے۔ ورنہ مولوی عبدالکریم صاحب کے خطبات جمعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ۱۹۰۰ء سے اس خیال کا اظہار شروع ہو گیا تھا۔ گو پورے زور اور پوری صفائی سے نہ تھا۔ چنانچہ اسی سال میں مولوی صاحب نے اپنے ایک خطبہ میں حضرت مسیح موعود کو مرسل الٰہی ثابت کیا۔ اور لا نفرق بین احد منهم والی آیت کو آپ پر چسپان کیا اور حضرت مسیح موعود نے اس خطبہ کو پسند بھی فرمایا ہے اور یہ خطبہ اسی سال کے الحکم میں چھپ چکا ہے۔ لیکن معلوم ہوتا ہے۔ کہ پورا فیصلہ اس عقیدہ کا سنہ ۱۹۰۱ء میں ہؤا ہے۔

اب اس عبارت پر غور کرو کہ میاں صاحب اس دعوے کرنیوالے کو کس قسم کا آدمی بتاتے ہیں۔ بارہ برس سے ایک دعویٰ کر رہا ہے۔ ایک عقیدہ پیش کر رہا ہے۔ شب و روز اسی کے دلائل دے رہا ہے۔ اسی عقیدہ کی بنا پر مخالفوں کو مباہلہ کے لئے بلا رہا ہے۔ حالانکہ میاں صاحب

کے نزدیک صحیح وہ تھا جو مخالف کہتے تھے۔ بارہ سال کے بعد پھر کچھ اور سوچتا ہے۔ اور دو سال اس فکر میں لگا دیتا ہے کہ نبوت کا دعوے کرے یا نہ کرے کیونکہ میاں صاحب کہتے ہیں کہ سنہ ۱۹۰۰ئ سے اس خیال کا اظہار شروع ہو گیا تھا۔ اب غلطی کا ازالہ ۵ نومبر سنہ ۱۹۰۱ء کو شائع ہوا تو گویا دو سال آپ شش و پنج میں رہے کہ نبوت کا دعویٰ کروں یا نہ کروں۔ حتّٰی کہ ایک مرید اپنے ایک خطبہ میں اُسے رسول ثابت کر دیتا ہے۔ اور اس سے اس کو ذرا قوت ملتی ہے۔ کہ اب مرید مجھے رسول بنانے لگے۔ اب خطرہ کی کیا بات باقی رہ گئی سنک تو نعوذ باللہ من ذالک یہی تھا کہ رسالت کا دعویٰ کر دوں تو شاید مرید نہ بھاگ جائیں۔ اب جب یہ خود ہی ایسے بیوقوف بن رہے ہیں تو چلو اب رسالت کا دعویٰ کرو۔ تب دعویٰ رسالت ہوتا ہے گویا میاں صاحب کے نزدیک پیراں نمے پرند مریداں می پرانند کے علاوہ چالبازی کا بھی کمال ہے۔ فانا للہ وانا الیہ راجعون۔ اور پھر یہ اعلان بھی کس عجیب ڈھنگ سے ہوتا ہے کوئی شخص اگر ایمانداری سے پہلے ایک خیال پر قایم ہے۔ اور اس کا اعلان کرتا ہے اور پھر اس کا خیال کچھ مدت بعد بدل جاتا ہے۔ تو تبدیلی کا اعلان تو یوں ہوتا ہے۔ کہ میں پہلے فلاں عقیدہ کو شائع کرتا رہا ہوں اور یہ دلایل دیتا رہا ہوں۔ میرا خیال اسی طرح تھا۔ مگر اب مزید روشنی اس امر پر پڑ گئی ہے یا وہ میرے پہلے خیالات غلط ثابت ہوئے ہیں۔ اب میں یہ خیالات رکھتا ہوں۔ مگر مسیح موعود نے اس موقعہ پر کیا کیا۔ میاں صاحب کی رائے میں اس تاڑ میں رہے کہ ہو نہ ہو یہ الزام اپنے سر پر نہ لو کہ اب عقیدہ کی تبدیلی کرتا ہوں۔ ایک مرید نے رسالت کا خیال سمجھایا ہے دوسرے کے سر پر الزام دو کہ تم بڑے بیہودہ ہو جو ہم کو رسول نہیں مانتے۔ چنانچہ میاں صاحب فرماتے ہیں "تو آپ نے اپنے نبی ہونے کا اعلان کیا اور جس شخص نے آپ کے نبی ہونے سے انکار کیا تھا۔ اس کو ڈانٹا کہ جب ہم نبی ہیں تو تم نے کیوں ہماری نبوت کا انکار کیا" بھلا میاں صاحب آخر عقل تو ہر ایک شخص کو خدا نے دی ہے۔ فرمایئے اپنی نبوت کا اعلان پہلے کیا یا ڈانٹا پہلے۔ یہ عبارت لکھتے وقت آخر آپ کے ذہن میں کوئی بات تو ہوگی۔ اس کی ذرا تشریح فرما دیجئے۔ کیونکہ ہمیں یہ سمجھ نہیں آتا۔ کہ جب سنہ ۱۹۰۱ء میں خود تبدیلیٔ عقیدہ کا اعلان کرتے ہیں۔ جیسا کہ آپ صریح الفاظ میں مان چکے ہیں۔ تو یہ عجیب بات ہے کہ ابھی وہ اعلان تو آپ کے سر میں ہے اور پہلے ایک بے گناہ کو ڈانٹنا شروع کر دیتے ہیں کیا اس کا یہ منشا تھا۔ کہ ان لوگوں کی عقلوں پر پردہ پڑا رہے۔ آخر آپ مرزا صاحب کا کیرکٹر

دنیا کے سامنے پیش کرتے ہیں۔ نبی تو جب آپ بنائیں گے تب دیکھا جائے گا۔ پہلے ایک متین کریکٹر کا انسان تو رہنے دیجئے۔ کیا یہ مسیح موعود کے ساتھ تمسخر نہیں۔ کچھ خدا کا خوف کرو اور یہ کبھی وہم میں بھی نہ لاؤ۔ کہ مسیح موعود اپنے مریدوں کو اندھا سمجھتا تھا۔ بزرگوں اور اماموں اور مجددوں کا اپنے نفس پر قیاس کرنا درست نہیں۔ یہ لوگ عقلوں اور ذہنوں کو تیز کرنے آتے ہیں۔ بھلا یہ کیا دل لگی ہے کہ دس سال تک ایک عقیدہ پیش کرتے رہے اس کی دلائل لکھتے رہے۔ کہ قرآن یوں ہی کہتا ہے حدیث یوں ہی کہتی ہے۔ دس سال بعد دو سال اب اس خیال میں ہیں۔ کہ اس عقیدہ کے شائع کرنے سے تو کچھ کام نہیں بنا کوئی راہ نکالو کہ رسول بن جائیں۔ ایک مرید آخر خطبہ میں آپ کو رسول بنا دیتا ہے حالانکہ اس وقت تک آپ کا عقیدہ رسول ہونے کے خلاف تھا۔ مرید بھی خوب تھا پیر تو یہ اعتقاد شائع کر رہا ہے کہ میں رسول نہیں ہوں۔ مرید خطبہ جمعہ میں کہتا ہے۔ کہ آپ رسول ہیں۔ اور لا نفرق بین احد منھم کے مصداق۔ سبحان اللہ یہ خوب پیری مریدی ہے اختلاف عقیدہ رکھ کر بیعت کرنے کا استدلال شاید جناب میاں صاحب نے اسی سے لیا ہوگا بہرحال آخر مرشد کو سمجھ آجاتی ہے۔ کہ جو میں کہتا رہا ہوں وہ درست نہیں اچھی بات تو وہی بنتی ہے جو مرید کہتا ہے۔ دو سال سوچنے لگ جاتے ہیں۔ اور اب شاید یہ سمجھ نہیں آتا۔ کہ کس طرح اور کس منہ سے لوگوں کو کہا جائے۔ آخر اس کے لئے بھی ایک مرید کو نشانہ بنایا جاتا ہے۔ اور اس کو ڈانٹا جاتا ہے۔ کہ تم بڑے بیوقوف ہو تم نے ہماری کتابیں نہیں پڑھیں۔ ہمارا دعویٰ تو نبوت کا ہے۔ مگر تعجب یہ ہے کہ وہ دعویٰ ابھی در بطن قائل تھا۔ اور پہلے ہی ڈانٹنا شروع کر دیا۔ اب میاں صاحب ہی انصاف کریں کہ یہ کیسا نبی ہے۔ نبوت سے پہلے تو اخلاق کی ضرورت ہے۔ دوسرے مجددین کی وہ ہتک کی گئی کہ مرزا صاحب کے مقابلہ میں ان کو عوام الناس کی طرح ٹھیرایا گیا۔ اور مرزا صاحب کی اپنی یہ عزت ہو رہی ہے۔ کہ نعوذ باللہ من ذالک انہیں چالباز ٹھیرایا جا رہا ہے، فانا للہ وانا الیہ راجعون۔ اسلام کا باقی کیا رہ گیا" ایک غلطی کا ازالہ" کے اگر شروع الفاظ پر ہی غور کر لیا جاتا۔ تو یہ سمجھ آجاتی کہ اس میں تبدیلی عقیدہ کا اعلان نہیں ہو رہا۔ بلکہ اس بات کا کہ آپ کی کتابوں پر غور نہ کرنے کی وجہ سے ایک غلط فہمی ہو رہی ہے۔ آپ کے الفاظ یہ ہیں:۔

"چند روز ہوئے ہیں کہ ایک صاحب پر ایک مخالف کی طرف سے یہ اعتراض پیش ہوا کہ جس سے تم نے بیعت کی ہے وہ نبی اور رسول ہونے کا دعویٰ کرتا ہے۔ اور اس کا جواب محض انکار کے الفاظ سے دیا گیا۔ حالانکہ ایسا جواب صحیح نہیں ہے حق یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کی وہ پاک وحی جو میرے

پر نازل ہوتی ہے۔ اس میں ایسے لفظ رسول اور مرسل اور نبی کے موجود ہیں۔ نہ ایک دفعہ بلکہ صدہا دفعہ پھر کیونکر یہ جواب صحیح ہو سکتا ہے کہ ایسے الفاظ موجود نہیں ہیں"۔

اس سے معلوم ہوا کہ اس شخص نے جواب مخالف کو یوں دیا تھا کہ حضرت مسیح موعود کی کتابوں میں کسی قسم کا بھی رسالت یا نبوت کا ذکر نہیں۔ نہ ان کے الہامات میں ان کو نبی اور رسول کہا گیا ہے۔ اس بات پر ڈانٹنا تو درست ہے۔ مگر ایک ایسی بات پر ڈانٹنا جو خود ہی کہہ رہے ہوں اور اب تک اس کے خلاف اعلان بھی نہ کیا ہو کس طرح جائز ہے۔ غور کرو اسی سے سمجھ آجاتا ہے۔ کہ غلطی کے ازالہ میں کسی تبدیلیٔ عقیدہ کا اعلان نہیں۔ کسی پہلی بات کو چھوڑا نہیں اور مزید غور کرو۔ تو اصل مضمون سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے۔ خلاصۂ مضمون اس سارے اشتہار کا تو ان الفاظ میں آجاتا ہے۔ کہ مجھے ایک قسم کی نبوت ملی ہے۔ اس لئے مطلق انکار جائز نہیں اور وہ نبوت کیسی ہے:-

"اگر کوئی شخص اسی خاتم النبیین میں ایسا گم ہو کہ بباعث نہایت اتحاد اور نفی غیریت کے اسی کا نام پا لیا ہو اور صاف آئینہ کی طرح محمدی چہرہ کا اس میں انعکاس ہو گیا ہو تو وہ بغیر مہر توڑنے کے نبی کہلائے گا۔ کیونکہ وہ محمدؐ ہے گو ظلی طور پر"۔

اور پھر لکھا ہے:-

"نبوت کی تمام کھڑکیاں بند کی گئیں۔ مگر ایک کھڑکی سیرت صدیقی کی کھلی ہے۔ یعنی فنا فی الرسول"۔

تعجب ہے کہ سیرت صدیقی کی کھڑکی میں سے مسیح موعود گذر کر نبی بن جائے۔ مگر وہ صدیق جس کے نام پر وہ کھڑکی ہے وہ خود محروم رہ جائے۔

اور پھر لکھا ہے:-

"بروزی طور پر وہی نبی خاتم الانبیاء ہوں"۔

اب جو لوگ مسیح موعود کو سچ مچ نبی مانتے ہیں۔ ان کو تو چاہئیے کہ وہ آپ کو خاتم الانبیاء بھی مانیں۔ دونوں باتوں کا یکساں اقرار موجود ہے۔ یہ کیا کہ نبی تو ہیں۔ مگر خاتم الانبیاء نہیں۔ جس طرح بروزی طور پر نبی ہیں اسی طرح بروزی طور پر خاتم الانبیاء ہیں۔ پس اگر بروزی نبی گھٹیا نہیں ہوتا ہوتا تو بروزی خاتم الانبیاء کیوں گھٹیا ہو گیا۔ اور جب اس مرحلہ کو میاں صاحب طے کر لیں گے تو پھر مرزا صاحب کو خدا ماننے میں کوئی روک باقی نہیں رہے گی۔

اب ان اوپر کے حوالوں کا مقابلہ ازالہ اوہام سے کرو۔ جس کو منسوخ قرار دیا جاتا ہے اور پھر دیکھو کہ آیا "غلطی کا ازالہ" ازالہ اوہام کی تائید کرتا ہے یا تردید مقابل کالموں میں رکھ کر اچھی طرح سمجھ آجائیگا:۔

ازالہ اوہام	ایک غلطی کا ازالہ
ہاں ایسا نبی جو مشکوٰۃ نبوت محمدیہ سے نور حاصل کرتا ہے۔ اور نبوتِ تامہ نہیں رکھتا جس کو دوسرے لفظوں میں محدث بھی کہتے ہیں وہ اس تحدید سے باہر ہے کیونکہ وہ بباعث اتباع اور فنا فی الرسول ہونے کے جناب ختم المرسلین کے وجود میں ہی داخل ہے +	اگر کوئی شخص اس خاتم النبیین میں ایسا گم ہو کہ بباعث نہایت اتحاد اور نفی غیریت کے اسی کا نام پالیا ہو تو وہ بغیر مہر توڑنے کے نبی کہلائے گا۔ بروزی طور پر وہی نبی خاتم الانبیاء ہوں +

اب اس سے صاف نتیجہ نکلتا ہے۔ کہ جس طرح پہلے بباعث اتحاد اور فنا فی الرسول اپنے آپ کو ختم المرسلین کے وجود میں داخل کیا ہے۔ اسی طرح بعد میں بباعث نہایت اتحاد اور نفی غیریت کے خاتم النبیین میں گم ہو کر اسی کا نام پایا۔ مسیح موعود کا مذہب نہیں بدلا۔ آپ کی تحریروں میں خواہ مخواہ اختلاف ڈال کر لوکان من عند غیر اللہ لوجدوا فیہ اختلافاً کثیراً کا مصداق نہ بناؤ۔ اب رہے یہ لفظ:۔

"اسی لحاظ سے صحیح مسلم میں بھی مسیح موعود کا نام نبی رکھا گیا۔ اگر خدا تعالیٰ سے غیب کی خبریں پانے والا نبی کا نام نہیں رکھتا تو پھر تبلاؤ اس کو کس نام سے پکارا جائے۔ اگر کہو اس کا نام محدث رکھنا چاہئے تو میں کہتا ہوں کہ تحدیث کے معنے کسی لغت کی کتاب میں اظہار غیب نہیں ہے۔ مگر نبوت کے معنے اظہار امر غیب ہے۔"

ان میں بھی کوئی مشکل نہیں جیسا کہ میں دکھا چکا ہوں۔ یہ سچ ہے کہ لغت نے تحدیث کے معنے یہ نہیں کئے۔ حالانکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا۔ کہ وہ ایسے لوگ ہوں گے کہ ان سے کلام الٰہی ہوگا۔ اور ان کے کلام اور رؤیا کا نام مبشرات رکھ کر اسے ایک "نوع نبوت" ٹھیرایا تھا۔ گو وہ اصلی نبوت نہ سہی۔ مگر جزو نبوت تو اسے حدیث نے بھی ٹھیرایا۔ اس لئے جب تحدیث کے معنے لغت والوں نے اظہار غیب نہیں لکھے۔ اور نبوت کے معنے اظہار غیب لکھے ہیں۔ اور اظہار غیب قرآن اور حدیث کی رو سے اس امت میں ہوگا۔ اور

اس کو ایک جزو نبوت بھی کہا گیا ہے۔ تو پھر اگر کوئی شخص لغوی معنی میں اس اظہار غیب کو نبوت نہ کہے تو اور کیا کہے۔ یہی بات ہے جو حضرت مسیح موعود نے یہاں لکھی ہے چنانچہ اگلی ہی سطر میں لغوی معنے کی صراحت بھی کر دی ہے۔ جہاں فرمایا "اور یہ لفظ نبا سے مشتق ہے۔ جس کے یہ معنے ہیں خدا سے خبر پا کر پیشگوئی کرنا" اب سیدھی بات کو خواہ مخواہ پیچ میں نہ ڈالو۔ یہاں محدث ہونے سے انکار نہیں۔ بلکہ اس بات کی وجہ تبلائی ہے۔ کہ کیوں میرے الہامات میں نبی اور رسول کا لفظ آگیا۔ کیوں حدیث میں نبی کا لفظ آگیا۔ وجہ یہ ہے کہ لغوی اشتقاق کے لحاظ خدا سے خبر پا کر پیشگوئی کرنے والے کو نبی کہتے ہیں۔ انہی لغوی معنی کی رو سے اللہ تعالیٰ نے الہامات میں بھی اس لفظ کو استعمال کیا۔ اور حدیث نے بھی ان معنوں کے لحاظ سے اسے استعمال کر لیا۔ ورنہ جو کچھ محدث کی نسبت لکھ چکے ہیں اس کے ایک حرف کو بھی غلط نہیں ٹھیرایا۔ یہ نہیں کہا کہ محدث فی الواقعہ خدا سے خبر نہیں پاتا اور نہ پیشگوئی کرتا ہے۔ اور میں خدا سے خبر پاتا اور پیشگوئی کرتا ہوں اس لئے میرا نام محدث نہیں نبی ہے۔ اگر ایسا کہتے تو غلط ہوتا کیونکہ محدث بھی خدا سے خبر پاتا اور پیشگوئی کرتا ہے۔ اور میاں صاحب نے حقیقۃ النبوت میں یہ صاف تسلیم کیا ہے۔ پس مرزا صاحب کی طرف اس بات کو کیوں منسوب کرتے ہو جسے خود بھی غلط مانتے ہو۔ غرض یہاں محدث کے مکلم ہونے کا انکار نہیں کیا۔ ہاں اس کے لغوی معنے کی طرف توجہ دلائی اور اس کو اس بات کی وجہ قرار دیا ہے کہ کیوں الہامات میں نبی اور رسول کا لفظ خدا نے اختیار کیا۔ اس لئے کہ لغت کے لحاظ سے اس لفظ کا استعمال ٹھیک ہے اس لئے الہامات میں صرف محدث کے لفظ پر اکتفا نہیں کیا۔ اس سے بڑھ کر اس حوالہ کا کچھ مطلب نکالنا اپنے خیالات کی پیروی ہے۔ نہ مسیح موعود کے خیالات کی۔

میاں محمود احمد صاحب کی تعریف نبوت

میاں صاحب نے جو نبوت کی تعریف بنائی ہے وہ بوجہ جدت ہر طرح سے قابل داد ہے۔ اور چونکہ میاں صاحب بجائے قرآن اور حدیث کی طرف توجہ کرنے کے اپنی عقل سے ایجاد کرتے رہتے ہیں۔ اس لئے بہت سی باتوں میں غلط راہ پر پڑ جاتے ہیں۔ مثلاً حقیقۃ النبوۃ کے صفحہ ۱۶۱ پر لکھتے ہیں:۔

"پس نبی کے لئے یہ شرط لگائی کہ نبی وہی ہو سکتا ہے جو بلا واسطہ نبی بنا ہو۔ ایک ایسی بات ہے جس کا ہرگز کوئی ثبوت نہیں۔ قرآن کریم میں تو یہ بھی نہیں لکھا کہ ایسا نبی کوئی نہیں

گزرا۔ کہ جسے بلا واسطہ نبوت ملی ہو۔ یہ بات توہم صرف اپنی عقل سے معلوم کرتے ہیں"؛

بہت بہتر ہوتا کہ دینی اصول کو میاں صاحب قرآن اور حدیث کی بناپر قائم کرتے اور اپنی عقل کو اس قدر اہمیت نہ دیتے کہ اس کی بنا پر نیا مذہب بنالیتے۔ قرآن کریم میں تو لکھا ہے کہ نبی مطاع ہونے کے لئے بھیجا جاتا ہے یعنی وہ متبوع ہوتا ہے تابع نہیں ہوتا۔ اس کو تو آپ نے رد کردیا اور اپنی عقل سے یہ شرط لگادی کہ پہلے کوئی نبی ایسا نہیں گذرا۔ آئندہ ہو سکتا ہے۔ حالانکہ خدا نے تو عام قانون بنا دیا تھا۔ وما ارسلنا من رسول الا لیطاع باذن اللہ۔ اور حضرت مسیح موعود نے اس کے یہ معنے کئے تھے کہ نبی مطاع ہوتا ہے دوسرے کا مطیع یا امتی نہیں ہوتا۔ مگر میاں صاحب نے نہایت درجہ کی جرأت سے یہ کہہ دیا کہ بعض نادان اس آیت کے یہ معنے کرتے ہیں کہ نبی مطاع ہوتا ہے مطیع نہیں ہوتا اور نہ سوچا کہ وہ اس طرح حضرت مسیح موعود کو نادان بنا رہے ہیں اور پھر آیت قرآنی کو رد کرکے اپنی عقل سے ایک اصول بنالیا گویا اپنی عقل کے سامنے حکومت قرآنی کا جوا پسند نہ کیا۔ اسی طرح میاں صاحب نبی کی تعریف یوں کرتے ہیں (صفحہ ۱۱۷)

"۱۔ کثرت سے امور غیبیہ پر اطلاع پائے؛

۲۔ اسے جو چیزیں غیب کی بتائی جائیں وہ امور مہمہ پر مشتمل ہوں اور منکروں کی تباہیوں اور ماننے والوں کی ترقیوں کی اطلاع ان میں دیجائے؛

۳۔ خدا تعالیٰ نے اس کا نام نبی رکھا ہو"

پھر اس تیسری شرط کے متعلق صفحہ ۱۱۶ کے حاشیہ پر لکھتے ہیں کہ:۔

"عربی کی سب سے بڑی لغت تاج العروس ہے اور دوسرے نمبر پر لسان العرب ہے۔ پہلی کتاب میں تو نبی کی بالکل وہی تعریف ہے جو قرآن کریم سے ثابت ہے اور دوسری کتاب میں بھی قریباً وہی بیان ہے سوائے اس کے کہ اس میں یہ نہیں لکھا۔ کہ اس کا نام نبی خدا تعالیٰ رکھے لیکن جیسا کہ میں بیان کرچکا ہوں یہ بات تو عقل چاہتی ہے۔ اور بغیر اس کے کوئی نبی کہلا ہی نہیں سکتا؛"

اب پہلی غلطی تو میاں صاحب نے یہ کی کہ تاج العروس میں اعلمہ انہ نبیہ کے معنے یہ کئے کہ خدا اس کا نام نبی رکھے۔ حالانکہ لغت میں تو صرف علم دینے کا ذکر ہے۔ اور علم لازماً اس طرح نہیں ہوتا۔ کہ صریح طور پر وحی الٰہی میں اس کا ذکر ہو۔ بلکہ اللہ تعالیٰ جس طرح سے چاہے

وحی خفی سے یا دوسری طرح پر اسے سمجھا دے۔ ہم تو دیکھتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا پہلی وحی میں نام نبی نہیں رکھا۔ مگر آنحضرت تو ایک طرف رہے۔ ورقہ بن نوفل بھی سمجھ گیا۔ کہ آپ کو نبوت کے منصب پر کھڑا کیا گیا ہے۔ دوسری مشکل یہ ہے کہ جناب میاں صاحب نے اپنے ایمان کی بنیاد ایک ہی لغت کی کتاب پر رکھی ہے۔ یا اپنی عقل پر کیونکہ یہ لفظ کہ اعلمه انه نبیه سوائے تاج العروس کے لغت کی کسی کتاب میں نہیں لکھے۔ اور بالفرض اگر تاج العروس نہ بھی ہوتی تو جب تک میاں صاحب دنیا میں پیدا نہ ہوتے نبوت کی اس حقیقت کا پتہ کسی مسلمان کو نہیں لگ سکتا تھا۔ بلکہ خود میاں صاحب بھی دنیا کو ہدایت نہ کر سکتے۔ کیونکہ ان کے ایمان کی بنیاد تاج العروس بھی موجود نہ ہوتی۔ اور باقی لغت کی کتابیں قابل اعتبار نہیں جیسے میاں صاحب اپنی کتاب کے صفحہ ۱۷۱ کے حاشیہ پر لکھتے ہیں۔ گویا نبی کیا ہے اس کے متعلق قرآن وحدیث سے تو ہمیں کچھ پتہ نہیں لگتا۔ بلکہ ایک لغت کی کتاب بتاتی ہے جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کئی سو برس بعد دنیا میں آتی ہے۔ اور اتفاق سے اس میں ایک ایسا فقرہ لکھا جاتا ہے جس کو توڑ مروڑ کر میاں صاحب اپنی عقل کا معاون بنا سکتے ہیں۔ اور اسے نبوت کی حقیقت میں داخل کر سکتے ہیں۔ اور جسے آج تک اور کسی نے نہیں لکھا۔ اب یہ دنیا کی خوش قسمتی سمجھو۔ کہ تاج العروس ایک کتاب لکھی گئی۔ اور پھر دوسری خوش قسمتی یہ کہ میاں صاحب اس کے الفاظ کی ایسی تشریح کرنے کے لئے تیار ہو گئے۔ جو اس کو بھی معلوم نہ تھی۔ ورنہ قرآن وحدیث نے تو درحقیقت اس مسئلہ پر کوئی روشنی ہی نہیں ڈالی تھی۔ اور مصنف تاج العروس اور مصنف حقیقۃ النبوۃ کا ہی یہ احسان اسلام پر ہے۔ کہ انہوں نے قرآن وحدیث کی تکمیل کر دی۔ اول الذکر نے اپنی لغت سے اور آخر الذکر نے اپنی عقل سے اب قرآن وحدیث کی بجائے تاج العروس اور حقیقۃ النبوت ہو گئیں۔ یعنی تاج العروس قرآن کی جگہ اصل کتاب ہو گئی اور حقیقۃ النبوت حدیث کی جگہ اس کی شرح ہو گئی اور ختم نبوت توڑ کر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام مٹانے کی بنیاد رکھ دی گئی۔

مگر اب افسوس یہ ہے کہ اس نئے مذہب کے یہ دو بنیادی پتھر آپس میں ایک دوسرے سے رگڑتے ہیں۔ اور اندیشہ ہے کہ ان کی رگڑ سے آگ پیدا ہو کر اس نئی عمارت کو جلا دے کیونکہ تاج العروس میں تو ہے فان اللہ تعالیٰ اخبرہ بتوحیدہ واطلعه علی غیبه واعلمه انه نبیه۔ یعنی اللہ تعالیٰ اس کو اپنی توحید کی خبر دے اور اس کو اپنے غیب کی اطلاع دے اور اس کو علم دے کہ وہ اس کا نبی ہے۔ اب تین باتوں کو میاں صاحب کی تین شرطوں سے ملاؤ۔ میاں صاحب

نے توحید کی خبر دینے کا تو ذکر ہی نہیں کیا کیونکہ جب ان کے نزدیک ہدایت کرنا اصل غرض نبوت نہیں بلکہ اصل غرض صرف پیشگوئیاں ہیں۔ تو یہاں تاج العروس بھی ترک کرنے کے قابل ہے۔ توحید الٰہی کی خبر دینے کے لئے میاں صاحب کی تعریف میں کوئی جگہ نہیں۔ نبی کو خدا توحید کا علم دے نہ دے نبی وہ توحید کا علم بندوں کو پہنچائے نہ پہنچائے یہاں تو پیش گوئیوں سے تعلق ہے۔ کس کے ہاں بیٹا ہوگا۔ کون جئے گا۔ کون مرے گا۔ کونسی قوم بنے گی کونسی تباہ ہوگی۔ اس لئے میاں صاحب نے اس حصہ کو جس کا تعلق ہدایت سے ہے۔ بالکل ترک کر دیا۔ اب ہی تاج العروس کی دوسری بات وہ یہ ہے کہ خدا نبی کو غیب پر اطلاع دے۔ اس کے ساتھ مفردات راغب کی تعریف کو بڑھا کر یوں کہہ سکتے ہیں۔ کہ خدا نبی کو ایسے غیب کی اطلاع دے۔ جو اہم امور کے متعلق ہے۔ اور بس اب اس میں نہ کثرت سے امور غیبیہ پر اطلاع پانے کا ذکر ہے نہ منکروں کی تباہیوں اور ماننے والوں کی ترقیوں کا ذکر ہے۔ یہ سب باتیں بھی میاں صاحب نے اپنی عقل سے بڑھائی ہیں۔ اور غیب سے مراد صرف پیشگوئیاں لینا بھی میاں صاحب کے نقطہ نظر سے ٹھیک ہو تو ہو۔ ورنہ بڑا غیب تو اللہ تعالیٰ کی رضا کی راہیں ہیں۔ جس کا ذکر ہی میاں صاحب کی کتاب میں کوئی نہیں۔ کیا نبی اس لئے آیا کرتے ہیں کہ کچھ پیشگوئیاں کر جائیں یا اس لئے کہ انسانوں کو خدا کی رضا کی راہوں پر آگاہ کریں۔ باقی رہی تیسری شرط سو اس کے ذمہ دار میاں صاحب کی عقل اور تاج العروس ہے۔ مگر میاں صاحب کو یہ شرط اپنی عقل سے بلا وجہ نہیں بڑھانی پڑی بلکہ درحقیقت جو انہوں نے پہلی شرط قایم کی ہے۔ اس نے ایک مصیبت میں ڈالا ہے۔

وہ شرط کیا ہے۔ کثرت سے امور غیبیہ پر اطلاع پانا۔ جیسا کہ میں دکھا چکا ہوں۔ حضرت مسیح موعود نے کثرت کو اس واسطے رکھا تھا۔ کہ تا عوام الناس میں اور اللہ تعالیٰ کے کامل بندوں کے الہامات میں امتیاز ہو۔ کیونکہ عوام الناس کو بھی بعض خوابیں آجاتی ہیں۔ یا بعض الہام ہو جاتے ہیں۔ مگر میاں صاحب نے اس کو اٹھا کر نبی کی تعریف میں داخل کر دیا ہے۔ جس کے لئے میاں صاحب کے پاس سند کوئی نہیں۔ بہرحال جب کیا تھا۔ تو اب اس پر قائم رہتے۔ مگر مشکل یہ پڑی کہ حضرت مسیح موعود کی تحریریں اس امر کی صراحت سے بھری پڑی ہیں کہ اس امت میں اولیاء اور مجددین کو کثرت سے امور غیبیہ پر اطلاع دی جاتی ہے اور میاں صاحب اس کو اپنی فرضی تعریف نبوت میں داخل کر چکے۔ اس لئے اس کا علاج یہ

سوچا گیا کہ کثرت کا پتہ دنیا میں کسی کو نہیں ہوتا۔ خدا کو ہی ہوتا ہے۔ اس لئے جب تک خدا نہ بتائے۔ اس وقت تک کثرت کا پتہ نہیں لگتا کہ کیا چیز ہے۔ مجھے تعجب آتا ہے کہ یہ میاں صاحب نے حقیقۃ النبوت میں کیا لکھ دیا ہے۔ نبوت جیسی چیز جس پر قرآن وحدیث کو روشنی ڈالنی چاہیئے تھی۔ وہاں تو خدا خاموش رہا۔ اور نہ وحی متلو سے اور نہ وحی خفی سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حقیقت نبوت پر آگاہ کیا۔ اور اس لئے میاں صاحب کو نبوت کا مسئلہ تاج العروس سے حل کرنا پڑا۔ بلکہ اگر تاج العروس نہ ہوتی تو دنیا مسئلہ نبوت کے اس عجیب وغریب حل سے شاید ناواقف ہی رہ جاتی۔ اور اسلام کی تکمیل ہدایت بھی اسے کچھ مفید نہ ہوتی۔ مگر یہ کثرت ایسی چیز ہے کہ اسے نہ تاج العروس حل کر سکتی ہے نہ لغت کی اور کتاب اور جب تک خدا نہ بتلائے پتہ ہی نہیں لگتا کہ کثرت کیا چیز ہے۔ بھلا اگر کثرت کا پتہ خدا کے بتائے بغیر نہیں لگتا تو خدا نے یہ سیدھی راہ کیوں اختیار نہ کی کہ نبوت کا پتہ ہی بتا دیتا نبوت کا پتہ بتانے کے لئے تو اس نے تاج العروس کے مصنف اور میاں صاحب کو حکم دیا کہ تم دونوں مل کر اس عقدہ لاینحل کو حل کرو جس پر قرآن اور حدیث سے کوئی روشنی نہیں پڑتی۔ مگر کنجی پھر بھی اپنے ہاتھ میں رکھ لی یعنی کثرت کا کچھ پتہ نہیں لگنے دیتا کہ کیا ہوتی ہے۔ حتےٰ کہ میاں صاحب کو صفحہ ۱۵۳ حقیقۃ النبوت پر یہ اعتراف کرنا پڑا کہ :-

"پس صدیق اسے کہتے ہیں جو شہید سے بڑھ کر صداقت پر اپنے آپ کو قایم کرے اور ایسا صدق ظاہر کرے کہ اللہ تعالےٰ کے کلام سننے کا بہت زیادہ مستحق ہو جاوے اور ایسے آدمی پر اللہ تعالےٰ اپنے کلام کی بارش نازل کرتا ہے۔ اور یہ محدث کا آخری درجہ ہوتا ہے۔ اور یہ درجہ اُمت محمدیہ میں سینکڑوں ہزاروں لوگوں نے پایا ہے۔ یہ لوگ بھی کلام الٰہی کے سننے میں خاص حصہ رکھتے ہیں۔ لیکن اس کثرت کو نہیں پاتے جس سے رتبہ نبوت پر پہنچ جائیں"۔

اب دیکھیئے خدا کے کلام کی بارش نازل ہوتی ہے۔ مگر پھر بھی کثرت کو نہیں پا سکتے۔ یہ کثرت کیا ہے۔ گویا سیمرغ ہے کہ اس کا کچھ پتہ ہی نہیں لگتا۔ خدا کے کلام کی بارش نازل ہوتی ہے مگر پھر بھی کثرت مکالمہ و مخاطبہ نہیں۔ حضرت مسیح موعود نے تو کثرت کا لفظ دو چار یا بعض کے مقابل پر استعمال کیا۔ اور اس لئے کثرت کا مفہوم سمجھ میں آ گیا۔ مگر میاں صاحب کی کثرت

ایک ایسا عقدہ لاینحل ہوگیا کہ اس کا کچھ پتہ ہی نہیں ملتا کہ کیا چیز ہے۔ اس کثرت کی حل اور عیسائیوں کی کثرت فی الوحدت کی حل دنیا ایک ہی دن دیکھے گی۔ جہاں بارش نازل ہو پھر بھی کثرت نہیں ہوتی۔ پھر اب بیچارے عاجز انسان کیا کریں۔ خدا خود ہی بتائے کہ کثرت کیا ہوتی ہے۔ تو جاکر پتہ لگے۔ اس لئے یہ شرط میاں صاحب نے بڑھائی۔ جیسا کہ وہ خود فرماتے ہیں:۔

"اللہ تعالےٰ کے نام رکھنے کی شرط اس لئے ہے کہ اس امر کا فیصلہ کہ آیا اخبار غیبیہ جو کسی بندہ کو اللہ تعالیٰ بتائے اس کی اہمیت اور عظمت اور کثرت کا فیصلہ اللہ تعالیٰ ہی کرسکتا ہے"۔ صفحہ ۵۶

اور یہ فیصلہ وہ اس طرح کرتا ہے کہ اس بندہ کے الہام میں نبی کا لفظ لے آتا ہے یعنی اس کا نام نبی رکھ دیتا ہے۔ تو اب تین شرطیں کہ کثرت ہو۔ اہمیت ہو۔ خدا نام نبی رکھے درحقیقت سکڑ کر ایک ہی بن گئیں کیونکہ ہمیں نہ تو کثرت کا پتہ ہے نہ اہمیت کا علم ہے۔ جب تک خدا نام نبی نہ رکھے اس وقت تک کوئی بھی نہیں جانتا کہ کثرت ہوئی ہے یا نہیں اور اگر ملہم بالفرض کہہ بھی دے کہ مجھے کثرت سے امور غیبیہ پر اطلاع ملتی ہے تو اسے جھوٹا سمجھا جائے گا۔ جب تک کہ خدا کے الہام میں لفظ نبی کا نہ آجائے۔ چنانچہ خود جناب میاں صاحب اسی ابتلا میں آئے ہوئے ہیں۔ کہ وہ پہلے شایع کر بیٹھے کہ خدا تعالیٰ مجھے کثرت سے امور غیبیہ پر اطلاع دیتا ہے۔ پھر اس کے بعد جب نبوت کی تعریف بنانی پڑی تو پھر آپ کو لکھنا پڑا کہ قلیل مکالمہ مخاطبہ تو مجھ سے بھی ہوتا ہے۔ بہرحال اب میاں صاحب نے دنیا کے ہاتھ میں یہ اصول دے دیا ہے کہ اگر کوئی شخص کہے کہ مجھے کثرت سے امور غیبیہ پر اطلاع دی جاتی ہے۔ مگر خدا اسے نبی نہ کہے تو اسے جھوٹا سمجھو۔ معلوم نہیں میاں صاحب کے مریدان کی اس شائع شدہ تحریر پر کہ مجھے کثرت سے امور غیبیہ پر اطلاع دی جاتی ہے۔ میاں صاحب کو کیا سمجھتے ہیں کیونکہ خدا نے میاں صاحب کو نبی نہیں کہا۔ یا کہا ہے تو میاں صاحب اس کے اظہار سے ڈرتے ہیں +

بہرحال اس قصہ کو چھوڑ کر اصل بات کی طرف رجوع کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے۔ کہ کثرت اور اہمیت کی شرائط بے سود ہیں۔ دنیا میں کوئی نہیں جانتا کہ کثرت کسے کہتے ہیں اور اہمیت کس جانور کا نام ہے جب خدا ملہم کا نام نبی رکھ دے تو وہ نبی ہوجاتا ہے

اور غالباً اس وقت اسکو یہ ضرورت نہیں ہوتی کہ وہ دیکھے کہ مجھے کثرت سے الہام ہوتے ہیں یا نہیں یا ان الہامات میں منکروں کی تباہی کا ذکر ہے یا نہیں جس طرح ملہم کہہ دیتا ہے کہ مجھے کثرت سے امور غیبیہ پر اطلاع ملتی ہے تو وہ قابل اعتبار نہیں ہوتی کیونکہ خدا اس میں خاموش ہوتا ہے اسی طرح جب خدا ایک شخص کو نبی کہہ دے تو پھر ملہم کو کیا ضرورت ہے کہ دیکھے کہ مجھے کثرت سے امور غیبیہ پر اطلاع ملتی ہے یا نہیں۔ اہم امور ہیں یا نہیں۔ جب ان دونوں باتوں کا علم ہی خدا کو ہے تو جب خدا نے کہہ دیا نبی ہے نبی ہوگیا۔ پس تینوں شرطیں درحقیقت ایک ہوگئیں۔ اب وہ ایک بھی ہیں اور تین بھی تین میں ایک اور ایک میں تین۔ یہ عقدہ نہ پہلے حل ہوا اور نہ انشاء اللہ اب حل ہوگا۔ مگر ضروری تھا کہ جس طرح خدائی کے مسئلہ میں پہلے مسیح کے بعد تین میں ایک اور ایک میں تین کا ایک عقدہ لاینحل پیدا ہوا تھا۔ اسی طرح دوسرے مسیح کے بعد نبوت کے مسئلہ میں تین میں ایک اور ایک میں تین کا عقدہ لاینحل پیدا ہوتا۔ اب اگر ہم تین شرطوں کو فی الواقع ایک مان لیں۔ جیسا کہ وہ ثابت ہوتی ہیں کہ اصل بات یہی ہے کہ خدا جسے نبی کہہ دے وہ نبی ہو جاتا ہے۔ تو بہت سے لوگ ہیں جو اس طرح نبی بن جائیں گے۔ میاں صاحب کے مریدین میں بھی ہیں۔ مثلاً میاں غلام نبی صاحب مدرس جو آج کل سرگودھا میں ہیں۔ ان کو الہام ہوا تھا۔ یا نبی اللہ اماماکم منکم۔ اور یہ آیت قرآنی بھی نہیں ہے ایسے ہی اور بھی کئی مرید میاں صاحب کے ہیں اور ان کے علاوہ دوسرے لوگ بھی ہیں جن کے الہامات میں لفظ نبی آگیا ہے۔ کیا صرف اس لفظ کے آنے سے یہ نبی ہوگئے ہیں۔ اگر ہوگئے ہیں تو اس کا اعلان ہونا چاہئے۔ اور اب تو میاں صاحب کے ایک مرید نبی بخش نام نے نبوت کا دعویٰ بھی کیا ہے اور وہ یہی ثبوت پیش کرتا ہے کہ مجھے کثرت سے الہام بھی ہوتے ہیں اور خدا نے مجھے نبی بھی کہا ہے۔ اس کی نبوت کے تسلیم کرنے میں تو کوئی عذر اس نئی تعریف کے موجد کو نہ ہونا چاہئے۔

کیا اظہار علی الغیب سے نبی بن جاتا ہے۔

بڑا انحصار اظہار علی الغیب مسیح موعود کی نبوت اور رسالت کے مسئلہ کا قرآن کریم کی اس آیت پر ہے فلا یظہر علی غیبہ احداً الا من ارتضیٰ من رسول کہ اپنے غیب کا اظہار نہیں کرتا کسی پر مگر اس رسول پر جس سے راضی ہوتا ہے۔ اور چونکہ حضرت مسیح موعود نے اپنے لئے اظہار علی الغیب کا ہونا لکھا ہے۔ اس لئے آپ رسول ہیں۔ اگر اس توجیہ کو قبول کر لیا جائے تو پھر کوئی وجہ نہیں کہ حضرت مسیح موعود اپنے آپ کو حقیقی رسول اور نبی کیوں نہیں لکھتے تھے اور کیوں آخر تک لکھتے رہے کہ یہ اظہار علی الغیب والی نبوت حقیقی نبوت نہیں۔ حالانکہ میاں

صاحب کہتے ہیں کہ ۱۹۰۱ء کے بعد آپ کو حقیقی نبوت کے معنے معلوم ہوگئے تھے۔ یعنی صاحب شریعت ہونا حقیقی نبی ہونے کے لئے ضروری نہیں۔ چنانچہ آخری تقریر میں جو بدر ۲۵ جون ۱۹۰۸ء میں چھپی ہے آپ فرماتے ہیں :-

"چونکہ دین زندہ ہے اس لئے ہر صدی کے سر پر موجودہ مفاسد کے لحاظ سے مصلح پیدا ہوتا ہے۔ جس سے خدا مکالمہ و مخاطبہ کرتا ہے۔ جب خدا کسی سے بکثرت ہمکلام ہو اور اپنے غیب کی باتیں کثرت سے اس پر ظاہر کرے تو یہ نبوت ہے مگر یہ حقیقی نبوت نہیں"

اس سے معلوم ہوا کہ اظہار علی الغیب کو حضرت مسیح موعود نے حقیقی نبوت قرار نہیں دیا اس کا جواب یہ دیا جاتا ہے کہ حقیقی نبوت سے مراد تشریعی نبوت ہے۔ یعنی حضرت مسیح موعود نے عوام الناس کے خیال کو مدنظر رکھ کر تشریعی نبوت کا نام حقیقی نبوت رکھ دیا ہے۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ ۱۹۰۱ء میں جو حضرت مسیح موعود کو نبوت کے حقیقی معنی سمجھ آگئے تھے اور ان کو پتہ لگ گیا تھا کہ نبی حقیقت میں وہی ہوتا ہے جس کو صرف کثرت مکالمہ و مخاطبہ حاصل ہو۔ تو پھر یہ کیوں کہا کہ کثرت امور غیبیہ کا نام نبوت ہے مگر حقیقی نبوت نہیں۔ اس سے تو معلوم ہوتا ہے کہ اگر یہ غلط فہمی تھی تو اس غلط فہمی میں آپ آخر عمر تک مبتلا رہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ اگر حقیقی نبی کے معنے آپ صاحب شریعت نبی سمجھتے تھے۔ تو پھر سراج منیر میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو حقیقی نبی کیوں کہا۔ دیکھو صفحہ ۴ :-

"بلکہ ان کے نزدیک مسیح اسرائیلی نبی کے واپس آنے کے لئے بھی ایک کھڑکی کھلی ہے۔ پس جب قرآن کے بعد بھی ایک حقیقی نبی آگیا۔ اور وحی نبوت کا سلسلہ شروع ہوا تو کہو کہ ختم نبوت کیونکر اور کیسا ہوا"

یہ حوالہ صاف بتاتا ہے کہ میاں صاحب نے جو کہا ہے کہ حضرت مسیح موعود حقیقی نبی سے صاحب شریعت نبی مراد لیتے تھے۔ یہ بالکل غلط ہے اگر حقیقی سے مراد یہ لیتے تو مسیح کو کبھی حقیقی نبی نہ لکھتے۔ بلکہ یہاں صاف طور پر حقیقی نبی کی تشریح کر دی ہے یعنی وہ جس پر وحی نبوت نازل ہو۔

پھر دوسری بات یہ ہے کہ اگر اظہار علی الغیب کا مرتبہ ملنے سے ایک شخص نبی۔۔۔۔ بن سکتا ہے اور ولایت کے مرتبہ سے نکل جاتا ہے اور ترقی پا کر نبی کا مرتبہ حاصل کر لیتا ہے۔ تو پھر یہ مرتبہ تو دوسرے اولیاء اللہ کو بھی حاصل ہے کیونکہ ضرورت الامام کے صفحہ ۱۲ پر حضرت

مسیح موعود تحریر فرماتے ہیں:۔

"امام الزمان کی الہامی پیشگوئیاں اظہار علی الغیب کا مرتبہ رکھتی ہیں یعنی غیب کو ہر ایک پہلو سے اپنے قبضہ میں کر لیتی ہیں جیسا کہ چابک سوار گھوڑے کو قبضہ میں کرتا ہے۔ اور یہ قوت اور انکشاف اس لئے ان کے الہام کو دیا جاتا ہے کہ تا انکے پاک الہام شیطانی الہامات سے مشتبہ نہ ہوں اور تا دوسروں پر حجت ہو سکے"

اب یہاں ہر ایک امام الزمان کی الہامی پیشگوئیوں کو اظہار علی الغیب کا مرتبہ دیا گیا ہے اور اگر یہ شبہ ہو کہ امام الزمان سوائے نبی اور رسول کے کوئی ہوتا ہی نہیں تو اسی ضرورت الامام کے صفحہ ۲۴ کو دیکھا جاوے جہاں لکھا ہے:۔

"یاد رہے کہ امام الزمان کے لفظ میں۔ نبی۔ رسول۔ محدث۔ مجدد سب داخل ہیں۔ مگر جو لوگ ارشاد اور ہدایت خلق کے لئے مامور نہیں ہوئے اور نہ وہ کمالات ان کو دیئے گئے وہ گو ولی ہوں یا ابدال ہوں امام الزمان نہیں کہلا سکتے"

بہر حال محدث اور مجدد کی پیشگوئیوں کو وہی اظہار علی الغیب کا مرتبہ حاصل ہے جو رسول اور نبی کی پیش گوئیوں کو۔ پس اظہار علی الغیب سے کوئی شخص محدثیت کے مرتبہ سے نکل کر رسول نہیں بن سکتا۔ اور میاں صاحب کا بار بار اس آیت پر زور دینا کہ یہ قرآن کریم میں نبی کی تعریف ہے بالکل بےمعنی ہے اگر یہ نبی کی تعریف ہے تو مسیح موعود اسکے اندر سارے محدثوں اور مجددوں کو کیوں داخل کرتے ہیں

اب میں اس اظہار علی الغیب والے اعتراض کا تحقیقی جواب دیتا ہوں کیونکہ بعض دلوں میں یہ خلش پیدا ہوگی کہ گو اس میں حضرت مسیح موعود نے مجددین اور محدثین کو داخل کیا ہے مگر خدا تعالیٰ نے تو صرف لفظ رسول فرمایا ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ جس غیب کا یہاں ذکر ہے حقیقی طور پر اس سے مراد صرف پیشگوئیاں نہیں بلکہ وہ امور ہیں جو انبیاء کی معرفت ہدایت خلق کے لئے نازل کئے جاتے ہیں اور یہ امر اس ساری آیت کو پڑھنے سے واضح ہو جاتا ہے:۔

عالم الغیب فلا یظہر علیٰ غیبہ احدا الا من ارتضیٰ من رسول فانہ یسلک من بین یدیہ ومن خلفہ رصدًا لیعلم ان قد ابلغوا رسالات ربھم۔	غیب کا جاننے والا۔ سو وہ اپنے غیب کا اظہار کسی پر نہیں فرماتا۔ مگر رسول پر جسے پسند کرے۔ پس وہ اس کے آگے اور اس کے پیچھے پہرہ رکھتا ہے تاکہ جان لے کہ انہوں نے اپنے رب کے پیغاموں کو پہنچا دیا۔ (الجن)

اب آخری الفاظ کو پڑھنے سے صاف ظاہر ہے کہ یہاں ان پیغاموں کا ذکر ہے جو ایک نبی خدا

کی طرف سے اپنی قوم کی طرف لے کر آتا ہے۔ اور وہ جیسا کہ میں بار بار بتا چکا ہوں۔ صرف پیشگوئیاں نہیں ہوتیں۔ بلکہ اولاً اور مقصود بالذات وہ خدا کی رضا کی راہیں ہیں۔ جن پر چل کر انسان اپنے مولا کریم کو خوش کر سکتا ہے۔ البتہ چونکہ پیشگوئیاں بھی ان کے لئے مؤیدات کے طور پر ہوتی ہیں اس لئے وہ بھی وحی نبوت میں شامل ہو جاتی ہیں۔ لیکن مقصود بالذات وہ پیغام ہدایت ہے جس کے پہنچانے کے لئے ایک نبی کو چنا جاتا ہے۔ اصل میں سب سے بڑی ٹھوکر لوگوں کو یہی لگتی ہے کہ وہ غیب کا حصر صرف پیشگوئیوں پر کر لیتے ہیں۔ حالانکہ اس آیت کے پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ صرف پیشگوئیاں نہیں بلکہ ان کے اندر شریعت اور ہدایت اور سب امور ضروری جمع ہوتے ہیں اور ایک حصہ پیشگوئیوں کا بھی ہوتا ہے۔ گویا یہ نبی کی وحی نبوت ہوتی ہے اسی لئے اس کے لئے ملائکہ کی حفاظت کا انتظام بھی خاص کیا جاتا ہے۔ کیونکہ ہدایت پر انحصار خلق اللہ کی فلاح کا ہوتا ہے۔ پس غیب میں یہاں ہر قسم کے احکام اور ہدایات داخل ہیں جو اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق کو پہنچانے کا ارادہ کرتا ہے۔ اور اسی کے لئے حفاظت ملائکہ کی ضرورت ہے۔ اب حقیقی طور پر اظہار علی الغیب تو خدا کے رسولوں اور نبیوں کو ہی دیا جاتا ہے۔ مگر چونکہ ایک امر میں محدثین یعنی وہ لوگ جو خاص طور پر کمالات نبوت کو حاصل کرتے ہیں ایک قسم کے غیب کے اظہار میں جس میں صرف پیشگوئیاں یا مبشرات ہوتی ہیں ان کے ساتھ شریک ہوتے ہیں۔ اس لئے ان کو بھی اس کے اندر داخل کر دیا گیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت مسیح موعود نے محدثین اور مجددین کو اس اظہار علی الغیب کے مرتبہ میں داخل کر دیا ہے۔ کیونکہ پیشگوئیاں بھی اللہ تعالیٰ کے اس غیب کا جو وہ پورا رسولوں پر ظاہر کرتا ہے ایک حصہ ہیں۔

مسیح موعودؑ نے نبوت کا لفظ کیوں اختیار فرمایا

اب میں سمجھتا ہوں کہ اس حصہ پر کافی بحث ہو چکی ہے۔ اور یہ بات اظہر من الشمس ہو گئی ہے کہ اس امت میں صرف مبشرات یعنی پیشگوئیوں کا دروازہ کھلا ہے۔ یہ پیشگوئیاں مویدات دین ہوتی ہیں نہ حقیقی مقصود اس لئے رسولوں اور مجددوں کو یکساں اس چشمہ سے سیراب کیا جاتا ہے۔ صرف اسی معنی میں حضرت مسیح موعود نے کثرت مکالمہ و مخاطبہ کو نبوت کہا ہے۔ باقی رہی یہ بات کہ ایسا لفظ کیوں اختیار کیا ہے سو حق یہ ہے کہ ہر ایک مجدد اپنے وقت کی ضرورتوں کے لحاظ سے کام کرتا ہے۔ آپ کے اس زمانہ میں سب سے بڑھ کر خدا کی صفت۔ مکالمہ کا انکار رہا۔ اس لئے آپ کو اس پہلو پر خاص زور دینا پڑا مسلمان

کہلانے والے بالکل اس بات کے منکر ہو گئے کہ اللہ تعالیٰ کا اپنے بندوں کے ساتھ مکالمہ مخاطبہ ہوتا ہے۔ چونکہ بیماری کی اصلاح کے لئے اس خاص پہلو پر بہت زور دینے کی ضرورت ہوتی ہے کہ تا سوتے ہوئے جاگ اٹھیں اور غافل متنبہ ہو جائیں۔ تو گو آپ کی غرض کو محدثیت کا لفظ بھی پورا کر سکتا تھا مگر آپ نے محض اس امر کو زیادہ طور پر واضح کرنے اور لوگوں کے سامنے لانے کے لئے لفظ نبوت کو لغوی معنی میں اختیار کیا۔ اور جب حدیث صحیح میں مبشرات کو ایک جزو نبوت یا ایک نوع نبوت قرار دیا گیا تھا تو یہ عین منشائے نبوی کے بھی مطابق تھا۔ اس لئے آپ نے لفظ نبوت کو اختیار فرمایا اور سینکڑوں دفعہ اس کی تشریح بھی کر دی اور طرح طرح کی اصلاحات سے اپنے اصل مقصد کو واضح کر دیا۔ اور یہاں تک بھی کہہ دیا کہ جس کو لفظ نبی ناگوار گزرتا ہے وہ اس کی جگہ کاٹ کر محدث کا لفظ رکھ دے۔ چنانچہ آپ کے لفظ یہ ہیں:۔

"تمام مسلمانوں کی خدمت میں گذارش ہے کہ اس عاجز کے رسالہ فتح الاسلام و توضیح مرام و ازالۃ الاوہام میں جس قدر ایسے الفاظ موجود ہیں کہ محدث ایک معنی میں نبی ہوتا ہے یا یہ کہ محدثیت جزوی نبوت ہے۔ یا یہ کہ محدثیت نبوت ناقصہ ہے۔ یہ تمام الفاظ حقیقی معنوں پر محمول نہیں ہیں۔ بلکہ صرف سادگی سے ان کے لغوی معنوں کے رو سے بیان کئے گئے ہیں۔ ورنہ حاشا وکلا مجھے نبوت حقیقی کا ہرگز دعوے نہیں ہے۔ بلکہ جیسا کہ میں کتاب ازالۃ الاوہام کے صفحہ ۱۳۷ میں لکھ چکا ہوں میرا اس بات پر ایمان ہے کہ ہمارے سید و مولیٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں۔ سو میں تمام مسلمان بھائیوں کی خدمت میں واضح کرنا چاہتا ہوں کہ اگر وہ ان لفظوں سے ناراض ہیں اور انکے دلوں پر یہ الفاظ شاق ہیں تو وہ ان الفاظ کو ترمیم شدہ تصور فرما کر بجائے اسکے محدث کا لفظ میری طرف سے سمجھ لیں۔ کیونکہ کسی طرح مجھ کو مسلمانوں میں تفرقہ اور نفاق ڈالنا منظور نہیں ہے۔ جس حالت میں ابتدا سے میری نیت میں جس کو اللہ جل شانہ خوب جانتا ہے اس لفظ نبی سے مراد نبوت حقیقی نہیں ہے۔ بلکہ صرف محدث مراد ہے۔ جس کے معنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مکلّم مراد لئے ہیں۔"

میں تو حضرت مسیح موعود کی صداقت کا یہ ثبوت سمجھتا ہوں کہ جو بات ابتدائے دعویٰ میں کہی وہی آخر روز بھی کہی۔ شروع میں بھی یہی کہا کہ نبوت سے میری مراد محدث ہے۔ جو مکلّم

ہوتا ہے۔مگر حقیقی نبوت نہیں ۔

آخر میں بھی یہی کہا کہ کثرت امور غیبیہ کا نام میں نبوت رکھتا ہوں۔مگر یہ حقیقی نبوت نہیں ۔

پس جس طرح پہلے دن حضرت مسیح موعود نے اپنے مخالفین کو اعلان دیا تھا کہ چاہیں تو نبی کا لفظ کاٹ کر آپ کی تحریروں میں محدث کا لفظ سمجھ لیں۔آج میں مسیح موعود کی جماعت کے لوگوں کے لئے یہی آپ کا اعلان دوہراتا ہوں۔کیونکہ آپ اس اعلان میں آج بھی ایسے ہی صادق ہیں جیسے اس وقت تھے اور یہ آپ کی کمال صداقت کا ثبوت ہے ۔

باب ششم

حضرت مسیح موعودؑ کی نبوّت

مسیح موعود کی نبوت کا فیصلہ اصولی رنگ میں

پچھلے ابواب میں یہ ثابت کیا جاچکا ہے کہ نبوت ایک منصب ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے بعض انسانوں کو دیا جاتا ہے اور جس کی غرض یہ ہوتی ہے کہ نسل انسانی کو کوئی ہدایت منجانب اللہ پہنچائی جائے جو اللہ تعالیٰ اپنے ان خاص بندوں پر ظاہر فرماتا ہے۔ پھر نبی کے بعض پیرو اس کی کامل اطاعت سے نبی کے رنگ میں رنگین کئے جاتے ہیں اور انوار نبوّت ان کے قلوب میں منعکس ہوتے ہیں۔ یہ اولیاء اللہ کا گروہ ہے جن کو اصطلاح شریعت میں محدث کہا جاتا ہے۔ ان کو بھی اللہ تعالیٰ سے ہمکلامی کا شرف حاصل ہوتا ہے۔ مگر چونکہ وہ کوئی نئی ہدایت منجانب اللہ نہیں لاتے بلکہ ان سے ہمکلامی صرف اس نبی کے دین کی تائید کے لئے ہوتی ہے جس کے وہ پیرو ہیں اس لئے ان کی وحی میں سوائے بشارت وانذار کے کچھ نہیں ہوتا۔ نبی نیا دین یا دین کا کچھ حصہ لاتا ہے۔ اور اسے لوگوں تک پہنچاتا ہے۔ محدث صرف دین کو دوسروں تک پہنچاتا ہے۔ اور یہ بھی دکھایا جاچکا ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس میں ہدایت کو کمال تک پہنچا دیا گیا اور کسی نئی ہدایت کی ضرورت نہ رہی تو نبی کا عہدہ قیامت تک تمام زمانوں اور تمام قوموں کی ضروریات کے لئے حضرت محمد مصطفےٰ صلعم کے سپرد کر دیا گیا۔ اور آپ کے دین کی تائید کے لئے صرف محدثین کی ضرورت باقی رہ گئی۔ اور یہی معنے ختم نبوت کے ہیں یعنی جب نبوت آنحضرت صلعم کے وجود باجود میں کمال کو پہنچ گئی۔ اور ہمیشہ تک اور تمام قوموں کے لئے یہی ایک آفتاب روشنی کا سرچشمہ کافی ہوگیا تو اس کامل اور مصفی روشنی کے ہوتے ہوئے جو نہ کبھی بجھے گی اور نہ اس میں کسی تاریکی کی آمیزش ہوگی (یعنی تحریف سے پاک اور محفوظ رہے گی)، اور نبی کی ضرورت نہ رہی اس لئے نبوت آپ پر ختم ہوگئی۔ لیکن چونکہ آپ کے دین کی تائید کی تاقیامت ضرورت رہے گی۔ تاکہ دین تمام عالم

میں پھیل جائے اور یہ مصفّٰی اور کامل روشنی سب قوموں کو پہنچ جائے۔ اس لئے ایسے لوگ بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آتے رہیں گے جو اصطلاح شریعت میں محدث کہلاتے ہیں اور جنہیں بوجہ اللہ تعالیٰ سے ہمکلامی کا مرتبہ حاصل ہونے کے اور بوجہ نبوت کے رنگ میں رنگین ہونے کے مجازاً نبی کہا جاسکتا ہے تو اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آیا اس امت میں جو مجددین کے علاوہ (جن کے ہر صدی کے سر پر آنے کی بشارت دی گئی ہے) مسیح کے آنے کی پیشگوئی ہے تو وہ مسیح موعود نبی ہوگا یا محدث۔ ظاہر ہے کہ اگر ایک بھی نبی آجائے تو یہ اصول کہ دین اور شریعت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے کمال کو پہنچ گئے ٹوٹ جاتا ہے اور ختم نبوت چونکہ دین اسلام کی بنیادی اینٹ ہے اس لئے خود دین اسلام ہی ہاتھ سے جاتا ہے پس کسی صورت میں آنے والا مسیح نبی نہیں ہوسکتا۔

مسیح موعود کسی ہدایت کے لانیکے مدعی نہیں اس لئے نبی نہیں

اب اسی سوال کے دوسرے پہلو کو ہم لیتے ہیں کہ چونکہ ہمارے نزدیک آنے والا مسیح چودھویں صدی کا مجدد ہے جو ظاہر ہو چکا۔ تو آیا اس میں ان امتیازات میں سے کوئی امتیاز پایا جاتا ہے جو ہم نے نبی اور محدث میں قائم کئے ہیں۔ ظاہر ہے کہ سب سے پہلی بات یہ تھی کہ نبی کوئی ہدایت لے کر آتا ہے اور مسیح موعود نہ صرف کوئی نئی ہدایت لیکر نہیں آئے بلکہ انہوں نے اپنی کتاب مواہب الرحمٰن میں جو ۱۹۰۳ء میں چھپی ہے (اور اس لئے جو لوگ آپ کی ۱۹۰۱ء سے پہلے کی تحریروں کو منسوخ مانتے ہیں ان کے نزدیک بھی وہ منسوخ نہیں) صاف طور پر یہ اصول پیش کیا ہے اور اپنے عقائد کو ان الفاظ میں بیان کیا ہے۔

"و اللہ تعالیٰ را با اولیائے خود درین امت مکالمات و مخاطبات است و ایشاں را رنگ انبیاء دادہ می شود و ایشان فی الحقیقت انبیاء نیستند زیرا کہ قرآن حاجت شریعت را بکمال رسانیدہ"

یعنی اس امت میں اللہ تعالیٰ اپنے اولیاء کے ساتھ مکالمہ مخاطبہ کرتا ہے اور ان کو نبیوں کا رنگ دیا جاتا ہے مگر وہ فی الواقع نبی نہیں اس لئے کہ قرآن نے ضرورت شریعت کو کمال تک پہنچا دیا۔

ان واضح الفاظ کے ہوتے ہوئے یہ کہنا کہ مسیح موعود نے فی الواقع نبی ہونے کا دعویٰ کیا تھا مسیح موعود پر افترا ہے۔ آپ کا دامن ایسے دعویٰ سے پاک ہے۔ اور آپ نے ۱۹۰۱ء کے بعد بھی اسی اصول کو دوہرایا جسے پہلے قائم کیا تھا کہ اس امت میں نبی نہیں آسکتا۔

ہاں نبیوں کے رنگ میں رنگین لوگ آئیں گے جو محدث یا اولیاء اللہ کہلاتے ہیں۔ پس مسیح موعود کو انبیاء کے زمرہ میں نہیں محدثین اور اولیاء اللہ کے زمرہ میں رکھا جائے گا۔ اور جہاں آپ نے لفظ نبی استعمال کیا ہے وہ مجاز اور استعارہ کے رنگ میں سمجھا جائے گا۔ جیسا کہ آپ نے بالصراحت اپنی کتاب حقیقۃ الوحی میں بیان بھی کر دیا ہے۔ وسمیت نبیًا من اللہ علیٰ طریق المجاز لا علی وجہ الحقیقۃ۔ میرا نام نبی اللہ تعالیٰ کی طرف سے (یعنی حدیث نبوی میں یا میرے الہامات میں) مجاز کے طور پر رکھا گیا ہے نہ حقیقت کے طور پر۔

کیا حضرت مسیح موعود پر جبرئیل وحی لاتے تھے۔

یہ ایک ہی بات حضرت مسیح موعود کی نبوت پر ایسا قطعی فیصلہ ہے جس کے بعد کسی دلیل کی حاجت نہیں رہ جاتی۔ اور سوائے اس کے کہ ایک شخص آنکھیں بند کر کے اپنے آپ کو چاہ ضلالت میں گرانا چاہتا ہے اور وعید خداوندی لا تغلوا فی دینکم غیر الحق ولا تتبعوا اھواء قوم قد ضلوا من قبل واضلوا کثیرا وضلوا عن سواء السبیل کی پروا نہیں کرتا مسیح موعود کی نبوت کے بارے میں اسے ٹھوکر نہیں لگ سکتی۔ لیکن اتمام حجت کے لئے اب ہم ایک ایک کر کے ان امتیازات کو لیتے ہیں جو قرآن وحدیث نے اور پھر خود حضرت مسیح موعود نے نبی اور محدث میں قائم کئے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ آیا کوئی ایک بھی امتیازی نشان مسیح موعود کے اندر ایسا پایا جاتا ہے جو نبی کے لئے مخصوص ہے۔ سب سے پہلا امتیازی نشان وحی نبوت اور وحی ولایت میں ہم نے یہ قائم کیا تھا کہ وحی نبوت حضرت جبرئیل لاتے ہیں تو اس لئے سب سے پہلے یہ دیکھیں گے کہ آیا حضرت مسیح موعود نے کہیں لکھا ہے کہ مجھ پر حضرت جبرئیل وحی لاتے ہیں اس کے متعلق یہ الہام پیش کیا جاتا ہے جاءنی آئل یعنی آئل میرے پاس آیا اور آئل کے معنے حضرت صاحب نے جبرئیل کئے ہیں تو الہام کے معنے ہوئے جبرئیل میرے پاس آیا لیکن جیسا کہ ہم اس امتیاز کو قائم کرتے وقت دکھا چکے ہیں جبرئیل کا مومنوں کی تائید کے لئے آنا ثابت ہے۔ اور یہاں صرف جبرئیل کے آنے کا ذکر ہے یہ ذکر نہیں کہ وہ وحی لیکر آیا۔ پس ہم اس الہام کے وہ معنے کریں گے جو اس کے ظاہر الفاظ چاہتے ہیں اور اپنی طرف سے یہ بڑھانا کہ جبرئیل آپ پر وحی لے کر آئے۔ اصول دین کا ابطال ہے۔ الہام میں وحی لانے کا ذکر نہیں۔ اصولاً آنحضرت صلعم کے بعد جبرئیل کا وحی لے کر آنا ممنوع ہے۔ بس ہمیں کیا حق ہے کہ ایسے الفاظ الہام میں بڑھائیں جن سے اصول دین کا ابطال ہوتا ہو صرف یہی نہیں بلکہ حضرت مسیح موعود نے صاف طور پر اس بات کو تسلیم کیا ہے۔ کہ اگر

جبرئیل ایک دفعہ بھی وحی نبوت لے کر نازل ہو جائے تو دین اسلام کا سارا تار و پود بکھر جاتا ہے۔ اور یہ نہ صرف ازالہ اوہام میں لکھا ہے بلکہ تحفہ گولڑویہ میں جو ۱۹۰۲ء کی کتاب ہے پھر اسی بات کو تسلیم کیا ہے۔ اب ظاہر ہے کہ جب صاحب الہام خود کہہ رہا ہے کہ جبرئیل کا آنحضرت صلعم کے بعد وحی لانا ممنوع ہے تو اس کے ساتھ ہی وہ یہ بھی اقرار کر رہا ہے کہ خود اس پر جبرئیل وحی نہیں لاتا اور یہ اقرار ۱۹۰۲ء کی کتاب میں بھی موجود ہے۔ پھر وہ کون سا زمانہ ہے جب جبرئیل نے آپ پر وحی لانا شروع کیا۔ اور کیا یہ تسلیم کیا جائے گا کہ ۱۹۰۲ء کے بعد کسی وقت جبرئیلی وحی آپ پر نازل ہونا شروع ہوئی تھی اور یوں نبوت کے دو زمانے ہوں گے ایک وہ جس میں جبرئیل وحی نہ لاتے تھے اور دوسرا وہ جس میں جبرئیل وحی لاتے تھے۔ غور طلب یہ امر ہے کہ جس صفائی سے آپ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جبرئیل کے وحی لانے کو قطعاً ممنوع قرار دیا ہے۔ کیا پھر اس کے خلاف بھی کہیں یہ اصول قائم کیا ہے کہ آنحضرت صلعم کے بعد جبرئیل کا وحی لانا قرآن وحدیث سے ثابت ہے۔ مطلق نزول جبرئیل سے جو مومنوں کی تائید کے لئے ہوتا ہے اور جس کی طرف جاء نی آئل میں اشارہ ہے کوئی بحث نہیں۔ بحث صرف جبرئیل کے وحی لانے سے ہے جسے حضرت مسیح موعود نے خود ممنوع قرار دیا ہے۔

دیگر امتیازات وحی نبوت و وحی ولایت

دوسرا امتیاز ہم نے یہ قائم کیا تھا کہ نبی اپنی وحی کی پیروی کرتا ہے۔ امتی اپنے نبی متبوع کی۔ سو اس لحاظ سے بھی حضرت مسیح موعود امتی ہی قرار پاتے ہیں۔ جیسا کہ ان کے اقوال کثرت سے نقل کر چکا ہوں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ قرآن کی پیروی کرنے والے ہیں۔ اور قرآن وحدیث کو ہی اصل سرچشمہ ہدایت سمجھتے ہیں اور اپنی وحی کو ان کے ماتحت کرتے ہیں۔

تیسرا امتیاز یہ تھا کہ نبی کی وحی پہلی وحی کی مصدق ہوتی ہے۔ امتی کی خود محتاج تصدیق ہوتی ہے۔ اس بنا پر حضرت مسیح موعود نبی نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ آپ کی وحی قرآن شریف کی تصدیق نہیں کرتی۔ بلکہ قرآن کریم آپ کی وحی کی تصدیق کرتا ہے۔

چوتھا امتیاز یہ ہے کہ نبی مطاع ہوتا ہے امتی مطیع ہوتا ہے سو حضرت مسیح موعود نے ہمیشہ اپنے آپ کو مطیع کے رنگ میں ہی پیش کیا۔ حقیقی مطاع محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں جن کی اطاعت کی طرف آپ خود بھی لوگوں کو بلاتے ہیں۔ باقی رہی یہ بات کہ آپ کی اطاعت بھی ہم لوگ کرتے ہیں سو یہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کے ماتحت

ہے۔ یوں تو والدین کی۔ افسروں کی۔ حاکموں کی اطاعت بھی کی جاتی ہے۔ مگر یہ تمام طاعتیں اس حقیقی مطاع اُمت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کے ماتحت ہیں۔ اصل مطاع جو مسیح موعود کے بھی متاع ہیں محمد رسول اللہ صلعم ہی ہیں ٭

پانچواں امتیاز یہ ہے کہ نبی اپنی وحی کا پیرو ہوتا ہے۔ امتی اجتہاد سے کام لیتا ہے اس کے لئے اس قدر دیکھ لینا کافی ہے کہ سات آٹھ ہزار صفحے حضرت مسیح موعود نے اپنے اجتہاد سے لکھ ڈالے۔ اور جب کبھی کوئی بات آپ سے دریافت کی گئی تو وحی کا انتظار نہیں کیا بلکہ یا خود اجتہاد کر کے مسلہ پر روشنی ڈالی یا اپنے کسی دوست کو حکم دیا کہ وہ مسلہ بتا دے۔ پس اس معیار کی رو سے بھی آپ نبی نہیں ہو سکتے ٭

پھر آپ نے اپنی ساری وحی لوگوں کو پہنچائی بھی نہیں۔ جیسا کہ خود میاں صاحب نے شہادت دی ہے کہ ہزاروں الہامات آپ کے ہیں جو شائع نہیں ہوئے (دیکھو حقیقۃ النبوت صفحہ ۲۹) حالانکہ نبی اگر وحی کا ایک لفظ بھی نہ پہنچائے تو وہ خدا کے حکم کا نافرمان ہے۔ یہ چھٹا امتیاز تھا۔

پھر ساتواں یہ ہے کہ نبی کی وحی سابقہ شریعت یا کتاب میں ترمیم و تنسیخ کر سکتی ہے۔ امتی کی وحی نہیں کر سکتی۔ اب چونکہ قرآن میں تو ایک حرف کی بھی کمی بیشی نہیں ہو سکتی۔ بس اس لحاظ سے بھی آپ کی وحی وحی نبوت نہیں کہلا سکتی ٭

پھر وحی نبوت تکمیل ہدایت کرتی ہے مگر ہدایت چونکہ قرآن میں کامل ہو چکی اس لئے آپ کی وحی وحی نبوت نہیں ٭

پھر وحی نبوت عبادات میں پڑھی جاتی ہے اور حضرت مسیح موعود کی وحی کو عبادات میں پڑھنے کے لئے آج تک میاں صاحب نے بھی اپنے مریدوں کو غالباً اجازت نہیں دی ٭

مسیح موعود پر ایمان نہ لانے سے کوئی شخص کافر نہیں ہوتا

دسواں امتیاز یہ ہے کہ وحی نبوت پر ایمان لانا اصول دین میں داخل ہے۔ اور اس لئے اس کا منکر حقیقی کافر ہے۔ لیکن حضرت مسیح موعود کی کھلی اور واضح تحریر تریاق القلوب میں موجود ہے کہ "میرے دعویٰ کے انکار سے کوئی شخص کافر نہیں ہو سکتا"۔ اور اگر ایک طرف تحریر میں یہ صفائی موجود ہے تو دوسری طرف عملاً وہی سلوک اپنی بیعت نہ کرنے والوں سے کیا ہے جو مسلمان مسلمان سے کرتا ہے چنانچہ یہ ثابت شدہ امر ہے کہ اپنی بیعت نہ کرنے والوں کے خود جنازے پڑھتے رہے۔ اور آپ کا فتویٰ بھی موجود ہے کہ غیر احمدیوں کا جنازہ پڑھ لینا جائز ہے اس کے جواب میں یہ کہنا کہ حضرت صاحب نے اپنے بیٹے فضل احمد کا جنازہ خود نہیں پڑھا کوئی

فائدہ نہیں دے سکتا۔ جنازہ تو ہے ہی فرض کفایہ اگر ایک کا جنازہ نہ پڑھا ہو تو اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ سب کا جنازہ پڑھنا ناجائز سمجھتے تھے۔

علاوہ ازیں وہ ایک خاص ناراضگی کا معاملہ تھا۔ اس کے برخلاف سید عابد علی شاہ صاحب بدوملی والے کی شہادت موجود ہے کہ باوجود اس علم کے کہ وہ غیر احمدی تھیں حضرت مسیح موعود نے ان کی والدہ کا جنازہ پڑھا۔ پھر آپ کا فتوےٰ یہ ہے۔ دیکھو مجموعہ فتاوےٰ حصہ اول صفحہ ۱۱۸:۔

"یہ سوال ہوا کہ جو آدمی اس سلسلہ میں داخل نہیں اُس کا جنازہ جائز ہے یا نہیں حضرت اقدس مسیح موعود نے فرمایا۔ اگر اس سلسلہ کا مخالف تھا اور ہمیں بُرا کہتا تھا اور بُرا سمجھتا تھا تو اس کا جنازہ نہ پڑھو۔ اور اگر خاموش تھا اور درمیانی حالت میں تھا تو اس کا جنازہ پڑھ لینا جائز ہے۔ بشرطیکہ نماز جنازہ کا امام تم میں سے ہو۔ ورنہ کوئی ضرورت نہیں متوفی اگر مکذب اور مکفر نہ ہو تو اس کا جنازہ بے شک پڑھ لیا جائے کوئی ہرج نہیں کیونکہ علام الغیوب خدا ہی کی ذات ہے۔"

یہ فتویٰ ۱۹۰۱ء کے بعد کا ہے اور اسی قسم کا ایک فتویٰ مئی ۱۹۰۷ء کا ہے جو شایع ہو چکا ہے۔ علاوہ ازیں حضرت مسیح موعود نے یہ کہیں نہیں کہا کہ جو شخص میری وحی پر ایمان نہیں لائے گا وہ کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہوگا۔ نہ ہی قرآن وحدیث نے یہ کہا ہے کہ جب مسیح موعود آئے تو جو شخص اس کی وحی پر ایمان نہیں لائے گا وہ کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہوگا۔ بلکہ جب حضرت مسیح موعود سے آپ کی زندگی کے آخری ایام میں بمقام لاہور یہ سوال کیا گیا کہ:۔

"ہم اللہ اور اس کی کتاب قرآن شریف اور اس کے رسول محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو صدق دل سے مانتے ہیں۔ اور نماز روزہ وغیرہ اعمال بھی بجالاتے ہیں پھر ہمیں کیا ضرورت ہے کہ آپ کو بھی مانیں۔"

"فرمایا۔ دیکھو جس طرح جو شخص اللہ اور اس کے رسول اور اس کی کتاب کو ماننے کا دعویٰ کر کے ان کے احکام کی تفصیلات مثلاً نماز روزہ حج زکوٰۃ تقویٰ طہارت کو بجا نہ لاوے اور ان احکام کو جو تزکیہ نفس ترک شر اور حصول خیر کے متعلق نافذ ہوئے ہیں چھوڑ دے وہ مسلمان کہلانے کا مستحق نہیں ہے۔ اور اُس پر ایمان کے زیور سے آراستہ ہونے کا اطلاق صادق نہیں آسکتا۔ اسی طرح سے جو شخص مسیح موعود کو نہیں مانتا یا ماننے کی ضرورت

نہیں سمجھتا وہ بھی حقیقت اسلام اور غایت نبوت اور غرض رسالت سے بے خبر محض ہے۔ اور وہ اس بات کا حق دار نہیں ہے کہ اس کو سچا مسلمان خدا اور اس کے رسول کا سچا تابعدار اور فرمانبردار کہہ سکیں۔ کیونکہ جس طرح سے اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ سے قرآن شریف میں اور احکام دیئے ہیں اسی طرح سے آخری زمانہ میں ایک آخری خلیفہ کے آنے کی پیشگوئی بھی بڑے زور سے بیان فرمائی ہے اور اس کے نہ ماننے والوں اور اس سے انحراف کرنے والوں کا نام فاسق رکھا ہے "

(حجۃ اللہ تقریر لاہور)

اب اس قدر صراحت کے ہوتے ہوئے۔ جس میں اپنے اوپر ایمان نہ لانے والے کو صاف الفاظ میں کافر کہنے سے انکار کیا ہے۔ اور یہ تقریر آپ کے آخری ایام کی ہے۔ جب تک بالمقابل تصریح سے یہ الفاظ نہ دکھائے جائیں کہ جو شخص میری وحی پر ایمان نہیں لاتا وہ کافر اور خارج از اسلام ہے۔ اس وقت تک کسی شخص کو ان الفاظ پر بحث کرنے کا بھی حق نہیں۔ بہرحال اس معیار پر بھی آپ نبی ثابت نہیں ہوتے۔

گیارھواں امتیاز یہ ہے کہ وحی نبوت کتاب کہلاتی ہے۔ سو حضرت مسیح موعود نے کہیں اور کبھی بھی اپنی وحی کو کتاب نہیں لکھا ہے۔ بلکہ بار بار قرآن کریم کو خاتم الکتب کہا ہے پس آپ کی وحی وحی نبوت نہیں۔ ہاں آج بہت سے بیباک پیدا ہو گئے ہیں جن میں سے کوئی تو کہتا ہے کہ آپ کی کتاب خطبہ الہامیہ ہے کوئی کہتا ہے ایک کیا آپ کی اسی کتابیں ہیں۔ یہ دین کے ساتھ ہنسی ہے۔

بارھواں امتیاز یہ ہے کہ وحی ولایت میں سوائے مبشرات کے کچھ نہیں ہوتا سو حضرت مسیح موعود نے بار بار یہی کہا ہے کہ مجھے سوائے مبشرات کے کچھ نہیں دیا گیا۔ پس یہ معیار بھی آپ کی وحی کو وحی ولایت ہی ٹھیراتا ہے۔

اب اصولی رنگ میں مسیح موعود کی نبوت کا فیصلہ تین طرح پر ہو سکتا تھا۔ اول اس طرح پر کہ آیا آنحضرت صلعم کے بعد دروازہ نبوت کھلا ہے یا بند ہے سو اس کا قطعی جواب یہ ہو چکا ہے کہ دروازہ نبوت بند ہے صرف محدثیت یا ولایت کا دروازہ کھلا ہے۔ دوسرے اس طرح پر کہ جو امتیاز وحی نبوت اور وحی ولایت میں پائے جاتے ہیں ان کی رو سے مسیح موعود کی وحی وحی نبوت قرار پاتی ہے یا وحی ولایت۔ سو یہ بھی قطعی طور پر فیصلہ ہو گیا کہ بارہ امتیازوں میں سے

جو وحی نبوت اور وحی ولایت میں موجود ہیں ایک بھی ایسا نہیں جو مسیح موعود کی وحی کو وحی نبوت ٹھیراتا ہو بلکہ سب کے سب صاف طور پر اسے وحی ولایت قرار دیتے ہیں۔ تیسرے اس طرح پرکہ آیا وہ کام جو مسیح موعود نے کیا یا جس کے کرنے کے لئے مسیح موعود نے آنا تھا مجددوں کا کام ہے یا نبیوں کا۔ اگر محض تائید دین ہی اس کا کام ہے۔ جو پہلے مجدد بھی کرتے رہے ہیں تو اب اسی تائید دین کے لئے نبی کی ضرورت کس طرح ہو سکتی ہے۔ کام مجدد کا ہو اس کے کرنے کے لئے نبی آئے یہ بے معنی بات ہے۔ پس نہ باب نبوت کھلا ہے نہ مسیح موعود کی وحی وحی نبوت ہے اور نہ ہی مسیح موعود کا کام مجدد کے کام سے بڑھ کر ہے ہاں جس طرح انبیاء کے کاموں میں آنحضرت صلعم کا کام سب نبیوں سے بڑھ کر ہے اسی طرح اگر مجدد دین کے کاموں میں مسیح موعود کا کام سب مجددوں سے بڑھ کر ہو تو یہ ایک خصوصیت ہے۔ کام کی نوعیت وہی ہے پس اصولی رنگ میں جس قدر معیار ہیں وہ سب قطعی طور پر فیصلہ کن ہیں کہ مسیح موعود نبی نہیں محدث ہیں۔

باب ہفتم (۷)

حضرت مسیح موعود کی کتابوں میں نبوت کا استعمال بمعنی محدثیت یا ولایت ہی ہے

حضرت مسیح موعود نے باوجود انکار نبوت لفظ نبوت کیوں استعمال کیا

جب یہ ثابت ہو چکا کہ نہ صرف قرآن و حدیث کی رو سے آنحضرت صلعم کے بعد نبی نہیں آسکتا بلکہ خود حضرت مسیح موعود کی اپنی تحریریں بھی صاف بتاتی ہیں کہ آپ باب نبوت کو مسدود مانتے تھے اور اپنی وحی کو وحی ولایت قرار دیتے تھے نہ وحی نبوت۔ تو سوال پیدا ہوتا ہے۔ کہ آپ نے انکار نبوت کے باوجود اپنی تحریروں میں لفظ نبی کیوں استعمال کیا اسے کلیۃً چھوڑ ہی دیا ہوتا اور مطلق اس لفظ کا استعمال ہی نہ کیا ہوتا لفظ محدثیت یا ولایت ہی کا استعمال کیا ہوتا۔ کیونکہ اسی کے استعمال سے اتنا بڑا اشتباہ واقع ہوا۔ کہ مخالفین کے ساتھ پیروؤں کا ایک گروہ بھی غلطی کھا گیا۔ سو اس کی دو وجوہات ہیں پہلی وجہ یہ ہے کہ آپ کی آمد ایک پیشگوئی کے ماتحت تھی۔ اور اس پیشگوئی میں آنے والے کا نام کبھی عیسےٰ بن مریم اور کبھی نبی رکھا۔ سو اس میں تو شک نہیں کہ یہ دونوں لفظ بطور مجاز استعمال ہوئے تھے۔ اور پیشگوئیوں میں مجاز ہوا ہی کرتا ہے۔ لیکن جو شخص اس پیشگوئی کا مصداق تھا اس کا اختیار نہ تھا کہ وہ ان الفاظ کا قطعی انکار کر دیتا۔ بلکہ اس کا فرض تھا کہ وہ ان ہر دو الفاظ کی صحیح تاویل کرتا۔ اور بتا دیتا کہ ان سے یہ مراد ہے چنانچہ اس نے یہ بتایا کہ بلاشبہ وہ عیسیٰ ہے لیکن بطور مجاز یہ نام پایا ہے کیونکہ وہ حضرت عیسیٰ کا مثیل ہو کر آیا ہے اور اس میں حضرت عیسٰی کی بعض صفات ہیں اور وہ نبی بھی انہی مجازی معنے سے ہے کیونکہ اس میں نبوت کی بعض صفات ہیں۔ لفظ نبی پیشگوئی میں موجود تھا اور خود آپ کا حضرت عیسیٰ کا مثیل ہونا بھی اس بات کو چاہتا تھا۔ پس آپ مطلق لفظ نبی کا انکار نہ کر سکتے

تھے۔جس طرح عیسیٰ ابن مریم ہونے کا انکار نہ کرسکتے تھے۔ بلکہ ان دونوں لفظوں کا جو پیشگوئی میں موجود تھے۔ اقرار کرکے ان کی صحیح تاویل بتائی جو ختم نبوت کے خلاف نہ ہو۔ چنانچہ سب سے پہلے اس لفظ نبی کا استعمال حضرت مسیح موعود نے اپنی کتاب توضیح مرام میں کیا ہے جو دعویٰ کے بعد پہلی کتاب ہے اور وہ اسی اعتراض کے جواب میں ہے کہ آنے والا مسیح نبی ہونا چاہئے گویا یہ آپ پر اعتراض تھا اور آپ نے اس لفظ نبی کی تاویل یہ کی کہ اس سے مراد محدث ہے۔ الفاظ ذیل قابل غور ہیں:۔

"اگر یہ اعتراض پیش کیا جائے کہ مسیح کا مثیل بھی نبی چاہئے کیونکہ مسیح نبی تھا تو اس کا اول جواب تو یہی ہے کہ آنے والے مسیح کے لئے ہمارے سید و مولےٰ نے نبوت شرط نہیں ٹھیرائی بلکہ صاف طور پر یہی لکھا ہے کہ وہ ایک مسلمان ہوگا اور عام مسلمانوں کے موافق شریعت فرقانی کا پابند ہوگا اور اس سے زیادہ کچھ بھی ظاہر نہیں کرے گا۔ میں مسلمان ہوں اور مسلمانوں کا امام ہوں۔ ماسوا اس کے اس میں کچھ شک نہیں کہ یہ عاجز اس اُمت کے لئے خدا تعالےٰ کی طرف سے محدث ہو کر آیا ہے۔ اور محدث بھی ایک معنے سے نبی ہی ہوتا ہے۔ گو اس کے لئے نبوت تامہ نہیں مگر تاہم جزئی طور پر وہ ایک نبی ہی ہے۔ کیونکہ وہ خدا تعالےٰ سے ہمکلام ہونے کا ایک شرف رکھتا ہے۔ امور غیبیہ اس پر ظاہر کئے جاتے ہیں۔ اور رسولوں اور نبیوں کی وحی کی طرح اس کی وحی کو بھی دخل شیطان سے منزہ کیا جاتا ہے۔ اور مغز شریعت اس پر کھولا جاتا ہے۔ اور بعینہٖ انبیاء کی طرح مامور ہو کر آتا ہے۔ اور انبیاء کی طرح اس پر فرض ہوتا ہے کہ اپنے تئیں باواز بلند ظاہر کرے۔" (توضیح مرام)

یہی بات سب سے آخری کتاب حقیقۃ الوحی میں لکھی ہے:۔

"اب واضح ہو کہ احادیث نبویہ میں یہ پیشگوئی کی گئی ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت میں سے ایک شخص پیدا ہوگا۔ جو عیسےٰ اور ابن مریم کہلائے گا۔ اور نبی کے نام سے موسوم کیا جائے گا۔"

اُمت محمدیہ میں پہلے بزرگوں نے بھی لفظ نبوت بمعنی محدثیت یا ولایت استعمال کیا ہے۔

پس اول وجہ کہ آپ نے لفظ نبی کیوں استعمال کیا۔ حالانکہ دعویٰ نبوت سے بار بار انکار بھی کیا یہ ہے کہ یہ لفظ آپ کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث میں برنگ پیشگوئی موجود تھا۔ اور آپ اس سے انکار نہ کرسکتے تھے۔ بلکہ آپ کا فرض تھا کہ اس کی صحیح تاویل کرتے۔ چنانچہ آپ نے بتا دیا کہ اس سے مراد محدث ہے۔ دوسری وجہ اس کی

یہ تھی کہ خود آپ کے الہامات میں بھی یہ لفظ نبی آگیا تھا۔ اور الہام منجانب اللہ ایک چیز ہے۔ یہ آپ کے اختیار کی بات نہ تھی سو آپ نے اس کی بھی یہی تاویل کی کہ اس سے مراد محدثیت یا ولایت ہے نہ نبوت جو آنحضرت صلعم پر ختم ہو چکی۔ اور یہ بات کہ کسی شخص کے الہامات میں اس کے لئے ایسا لفظ آجائے جس کی حقیقت اس میں نہیں پائی جاتی۔ عام ہے۔ امت محمدیہ میں ایسے اولیاء اللہ گذرے ہیں جن کے الہامات میں نبی کا لفظ آگیا ہے۔ یہی وجہ ہے۔ کہ اُمت محمدیہ میں بہتیرے بزرگ ایسے گذرے ہیں جنہوں نے اپنی تحریرات میں نبوت کا لفظ استعمال کیا ہے مگر اس کے ساتھ ہی بتا دیا ہے کہ اس سے مراد ولایت یا محدثیت ہے۔ اس بارے میں سب سے زیادہ صاف اقوال حضرت محی الدین ابن عربی کے ہیں جو فرماتے ہیں:

اوّل ما بدئ به رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من الوحی الرؤیا فکان لا یری رؤیا الا جاءت مثل فلق الصبح وھی التی ابقی اللہ علی المسلمین وھی من اجزاء النبوۃ فما ارتفعت النبوۃ بالکلیۃ ولھذا قلنا انما ارتفعت نبوۃ التشریع فھذا معنی لا نبی بعدہ۔

وحی جو سب سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر آئی وہ رؤیا تھی پس آپ کوئی رؤیا نہ دیکھتے تھے مگر وہ صبح کی روشنی کی طرح سچی ہوتی تھی اور یہی ہے جسے اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے لئے باقی رکھا ہے اور یہ اجزائے نبوت میں سے ہے اس لئے نبوت کلی نہیں اُٹھائی گئی اور اس لئے ہم نے لکھا ہے کہ نبوت تشریعی اٹھائی گئی اور یہی معنے لا نبی بعدہ کے ہیں

اب غور کیا جائے تو جو کچھ یہاں شیخ اکبر نے لکھا ہے بالکل اسی کے مطابق حضرت مسیح موعود کی تحریر ہے چنانچہ توضیح مرام کے مندرجہ بالا حوالہ کے بعد آپ لکھتے ہیں:۔

وقد قال رسول اللہ صلعم لم یبق من النبوۃ الا المبشرات ای لم یبق من انواع النبوۃ الا نوع واحد وھی المبشرات من اقسام الرؤیا الصادقۃ والمکاشفات الصحیحۃ والوحی الذی ینزل علی خواص الاولیاء والنور الذی یتجلی علی قلوب قوم موجع فانظر ایھا الناقد البصیر الفہیم من ھذا اسد باب النبوۃ علی وجہ کلی بل الحدیث یدل علی ان النبوۃ التامۃ الحاملۃ لوحی الشریعۃ قد انقطعت ولکن

اور رسول اللہ صلعم نے فرمایا ہے کہ نبوت سے کچھ باقی نہیں رہا مگر مبشرات یعنی نبوت کے انواع میں سے صرف ایک نوع باقی رہ گئی ہے۔ اور وہ مبشرات ہیں از قسم رویائے صادقہ و مکاشفات صحیحہ و وحی جو خواص اولیاء پر اترتی ہے اور نور جو ایک دردمند قوم کے دل کو روشن کرتا ہے۔ پس اے فہیم و بصیر تنقید کرنے والے اس سے دیکھ لے کہ کیا باب نبوت کلی طور پر بند کیا گیا ہے۔ بلکہ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ نبوت تامہ جو وحی شریعت کی حامل تھی۔

النبوة التی لیس فیھا الا المبشرات فھی باقیة الی یوم القیامة لا انقطاع لھا ابدا وقد علمت وقرأت فی کتب الحدیث ان الرؤیا الصالحة جزء من ستة واربعین جزء من النبوة ای من النبوة التامة۔	وہ بالکل منقطع ہوچکی لیکن وہ نبوت جس میں سوائے مبشرات کے کچھ نہیں وہ قیامت کے دن تک باقی ہے اور کبھی منقطع نہ ہوگی۔ اور تو جانتا ہے اور کتب حدیث میں پڑھ چکا ہے کہ رویائے صالحہ چھیالیس اجزائے نبوت میں سے ایک جزو ہے یعنی نبوت تامہ کے اجزا میں سے)

بہت لوگ ہیں جن کو علم دین کی واقفیت نہیں اور بلند پایہ اور صاحب علم لوگوں کی باتوں پر اعتراض کرنے بیٹھ جاتے ہیں۔ حضرت مسیح موعود نے اگر لفظ نبوت استعمال کیا اور میں پہلے دکھا چکا ہوں کہ وہ اس کے استعمال کرنے میں مجبور تھے، تو آپ سے پہلے بھی بزرگان اُمت نے یہ لفظ استعمال کیا جس کو خدا نے علم دیا ہے وہ جہلاء کے اعتراض کی پروا نہیں کرے گا۔ بلکہ حقیقت کو ظاہر کردے گا خواہ وہ انہیں بُری لگے۔ شیخ اکبر کے لفظ بھی یہی ہیں کہ "نبوت بکلی نہیں اُٹھائی گئی" اور حضرت مسیح موعود کے بھی یہی لفظ ہیں کہ باب نبوت بکلی مسدود نہیں۔ مگر جو چیز باقی ہے گو اس کا نام نبوت ہے لیکن مراد دونوں کے نزدیک ولایت یا محدثیت ہے حضرت مسیح موعود صاف فرماتے ہیں کہ وہ "وحی ہے جو خواص اولیاء پر اترتی ہے" اور شیخ اکبر نے بھی یہی لکھا ہے:۔

وھذا کلہ موجود فی رجال اللہ من الاولیاء والذی اختص بہ النبی من ھذا دون الولی الوحی بالتشریع ولا یشرع الا النبی ولا یشرع الا الرسول۔	اور یہ سب کچھ (یعنی وحی کا آنا) اللہ کے ان بندوں میں پایا جاتا ہے جو اولیاء میں سے ہیں اور وہ چیز جس سے نبی کو خاص کیا جاتا ہے اور ولی سے ممتاز کیا جاتا ہے وہ وحی تشریعی ہے یعنی سوائے نبی کے کوئی شارع نہیں ہوسکتا اور سوائے رسول کے کوئی شارع نہیں ہوسکتا

پس شیخ اکبر کے نزدیک بھی وحی تشریعی سے اتر کر وحی ولایت ہے اور تشریعی نبوت کے مقابل پر ولایت۔ چنانچہ ایک جگہ یوں فرماتے ہیں وھذا لا یطلق اسم النبوۃ ولا النبی الا علی المشرع خاصۃ یعنی نبوت اور نبی کے نام کا اطلاق سوائے مشرع یعنی تشریعی نبی کے نہیں ہوتا۔ یعنی اصطلاح شریعت میں یہ لوگ یعنی اولیاء باوجود نبوت کے ایک جزو کو رکھنے کے نبی نہیں کہلاتے بلکہ ولی کہلاتے ہیں۔ اور آگے لکھا ہے فقد یکون الولی بشیرا ونذیرا ولکن لا یکون مشرعا ولی بشیر و نذیر ہوتا ہے لیکن مشرع نہیں ہوتا۔

اسی کے مطابق امام شعرانی نے الیواقیت والجواہر میں لکھا ہے فان مطلق النبوۃ لم یرتفع

وانما ارتفع نبوۃ التشریع۔ یعنی مطلق نبوت نہیں اٹھائی گئی اور نبوت تشریعی اٹھائی گئی۔ بظاہر اس سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ امام شعرانی بھی اجرائے نبوت کے قائل ہیں لیکن سیاق وسباق کو دیکھا جائے تو صاف معلوم ہوگا کہ وہ بھی اسی بات کے قائل ہیں جس کے قائل حضرت مسیح موعود ہیں چنانچہ پوری عبارت اس طرح پر ہے :۔

ولذا کان یؤل به رویاہ وھی اھو مما ابقاہ اللہ تعالیٰ علی الامۃ من اجزاء النبوۃ فان مطلق النبوۃ لم یرتفع انما ارتفعت نبوۃ التشریع نقط کما یویدہ حدیث من حفظ القرآن فقد ادرجت النبوۃ بین جنبیہ۔

اور اسی لئے اسکے ساتھ آپکے رویا کی تاویل کیجاتی ہے اور یہ رویا وہ چیز ہے جو اجزائے نبوت میں سے اللہ تعالیٰ نے امت پر باقی رکھی ہے کیونکہ مطلق نبوت نہیں اٹھائی گئی بلکہ نبوت تشریعی اٹھائی گئی ہے جیسا کہ اسکی تائید یہ حدیث کرتی ہے کہ جو شخص قرآن (کے احکام) کی حفاظت کرتا ہے نبوت اس کے دونوں پہلوؤں میں داخل کیجاتی ہے۔

اور امام شعرانی شیخ اکبر کے قول کو نقل کرتے ہیں فانہ لا یصح منا دخول مقام النبوۃ۔ یعنی ایک طرف صاف لکھتے ہیں کہ مطلق نبوت نہیں اٹھائی گئی بلکہ نبوت تشریعی اٹھائی گئی ہے اور دوسری جگہ لکھتے ہیں کہ ہم (یعنی امت محمدیہ) میں سے کسی کا مقام نبوت میں داخل ہونا صحیح نہیں۔ پس یہ بزرگ بلاخوف لومۃ لائم اس بات کے قائل ہیں کہ ایک معنے میں نبوت باقی ہے جس سے مراد مبشرات ہیں مگر یہ اصطلاح شریعت میں نبوت نہیں۔ اسے کبھی وہ جزء نبوت کبھی ولایت کہتے ہیں۔ حضرت مسیح موعود بھی بعینہٖ اس بات کے قائل ہیں اصطلاح شریعت میں نبوت کو ختم مانتے ہیں لیکن لغت کے لحاظ سے جسے یہ بزرگ مطلق نبوت کہتے ہیں اور جس سے مراد مبشرات ہیں جو مومنوں کو ملتی ہیں۔ وہ لفظ نبوت کے استعمال کو جائز سمجھتے ہیں اور غرض یہ ہے کہ تا یہ امر نظروں سے مخفی نہ ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے اب بھی ہمکلام ہوتا ہے اسی ہمکلامی کے اجراء پر زور دینے کے لئے آپنے لفظ نبی اپنے لغوی معنے میں استعمال کیا کیونکہ آپ کو صرف ان لوگوں کی فکر نہ تھی جو لفظ نبی کے استعمال سے ٹھوکر کھا سکتے ہیں بلکہ ان کی بھی فکر تھی جو گذشتہ نبوتوں کو محض قصے سمجھتے ہیں اور اللہ تعالیٰ سے ہمکلامی کو محض ایک کہانی قرار دیتے ہیں۔ اور انہی کی دنیا میں کثرت ہے۔ انہی کی خاطر آپ نے لفظ نبی اپنے وسیع لغوی معنے میں استعمال کرکے یہ بتا دیا کہ جو خدا پہلے نبیوں سے ہمکلام ہوتا تھا وہ اب بھی کلام کرتا ہے ہاں چونکہ نبوت کا کام کمال کو پہنچ گیا تھا۔ اس ملئے اب وہ غیب کی خبریں رضائے الٰہی کے نئے رستے نہیں بتاتیں۔ بلکہ پیشگوئیوں پر مشتمل ہوتی ہیں جو دین کی تجدید کے لئے ظاہر

ہوتی رہتی ہیں۔ اور اول الذکر کو غلطی سے بچانے کے لئے بار بار اس لفظ کی تشریح کردی۔ پس امور ذیل نے آپ کو لفظ نبی کے لغوی استعمال پر مجبور کیا۔ اول آنیوالے مسیح کے متعلق حدیث میں لفظ نبی موجود تھا۔ دوم آپ کے الہامات میں لفظ نبی تھا۔ سوم ضرورت زمانہ کا تقاضا تھا تا کہ لوگ یہ نہ سمجھ بیٹھیں کہ خدا سے ہمکلامی جو نبوت کی اصل ہے اب باقی نہیں رہی اور یہ محض گذشتہ کی کہانی ہے +

لغوی معنے میں نبوت

جیسا کہ میں اُوپر بیان کرچکا ہوں۔ چونکہ حضرت مسیح موعود نے نبوت کا لفظ اپنی کتابوں میں بمعنی محدثیت استعمال کیا۔ اس لئے لوگوں کو ٹھوکر سے بچانے کے لئے بار بار خاص اصطلاحات اور تشریحات کے ذریعہ سے یہ سمجھایا ہے کہ میری نبوت سے کیا مراد ہے۔ چنانچہ ان اصطلاحات میں سب سے پہلی اصطلاح یہی ہے کہ نبی کا لفظ لغوی معنے کی رو سے استعمال کیا گیا ہے۔ یہ یاد رکھنا چاہئے کہ لغت میں الفاظ کا مفہوم بہت وسیع ہوتا ہے شریعت انہیں کسی معنے میں خاص کرلیتی ہے۔ مثلاً صلوٰۃ کا لفظ لغوی معنے کے لحاظ سے ہر ایک عبادت یا دعا پر بولا جاسکتا ہے لیکن اصطلاح اسلام میں صلوٰۃ سے مراد پنجوقتہ نماز ہے جو مسلمان پڑھتے ہیں۔ کفر کا لفظ لغت میں وسیع ہے اور ہر ایک انکار پر بولا جاسکتا ہے۔ خود قرآن شریف نے لفظ صلوٰۃ کو دعا کے معنے میں اور کفر کو محض انکار کے معنے میں استعمال کیا ہے ومن یکفر بالطاغوت۔ لیکن اصطلاح شریعت میں کفر سے مراد انکار اسلام ہے یا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار۔ ایسی مثالیں سینکڑوں دی جاسکتی ہیں کہ لغت کی رو سے ایک لفظ کا مفہوم وسیع ہے۔ شریعت نے اس کا خاص مفہوم لے لیا ہے اور اسے محدود کردیا ہے۔ اس بات کو میں پہلے کھول کر بتا چکا ہوں کہ ہمارے مذہب کی بنیاد قرآن وحدیث پر ہے نہ کہ لغت کی کتابوں پر۔ اگر کسی شخص نے نبوت کی حقیقت کو دیکھنا ہو تو قرآن وحدیث پر تدبر کرنا چاہئے۔ اور دیکھنا چاہئے کہ وہاں نبی کا کیا کام بتایا گیا ہے۔ اور نبی کے لئے کیا امتیازی نشان مقرر کئے گئے ہیں۔ نہ یہ کہ لغت کی کتابوں میں ان باتوں کو تلاش کیا جائے۔ اگر لغت کی ساری کتابیں نہ ہوتیں۔ تو بھی دین اسلام اور اس کے حقایق ویسے کے ویسے ہی ہوتے۔ لغت کی کتابیں عربی الفاظ کے معنے کی تشریح کرتی ہیں۔ نہ یہ کہ ہم اپنے عقائد کو ان کتابوں سے سیکھیں۔ پس حضرت مسیح موعود نے درحقیقت اس امر کے اظہار کے لئے۔ کہ نبی سے وہ مراد نہیں۔ جو قرآن وحدیث نے بیان کیا ہے۔ بلکہ صرف لفظ کے اشتقاق کی رو سے اس کا استعمال دوسری جگہ پر بھی ہوسکتا ہے۔ اس لفظ کے لغوی

معنے پر بار بار زور دیا ہے۔ چونکہ کل حوالجات کے دینے سے مضمون بہت طویل ہو جائے گا۔ اس لئے میں صرف تین حوالجات پر اکتفا کرتا ہوں جن میں سے پہلا حوالہ ابتدائی زمانہ کا۔ اور دوسرا حوالہ خود "ایک غلطی کا ازالہ" سے ہے جسے تبدیلیٔ عقیدہ کا پہلا تحریری ثبوت بتایا جاتا ہے۔ اور تیسرا حوالہ حضرت مسیح موعود کی آخری تحریر سے ہے اور آپ کی آخری تحریر بھی اسی کی موید ہے۔ چنانچہ سب سے پہلے اس اشتہار کو دیکھو جو ۳ فروری ۱۸۹۲ء کو مخالفین کے اس اعتراض پر شائع کیا کہ خاتم النبیین کے بعد آپ اپنے لئے نبی کا لفظ کیوں استعمال کرتے ہیں۔ جواباً آپنے یہ اعلان کیا۔

"تمام مسلمانوں کی خدمت میں گزارش ہے۔ کہ اس عاجز کے رسالہ فتح الاسلام و توضیح مرام و ازالۃ الاوہام میں جس قدر ایسے الفاظ موجود ہیں کہ محدث ایک معنے میں نبی ہوتا ہے یا یہ کہ محدثیت جزئی نبوت ہے یا یہ کہ محدثیت نبوت ناقصہ ہے۔ یہ تمام الفاظ حقیقی معنوں پر محمول نہیں۔ بلکہ صرف سادگی سے ان کے لغوی معنوں کی رو سے بیان کئے گئے ہیں۔۔۔۔ ابتداء سے میری نیت میں جس کو اللہ تعالیٰ جلّ شانہٗ خوب جانتا ہے۔ اس لفظ نبی سے مراد نبوت حقیقی نہیں ہے۔ بلکہ صرف محدث مراد ہے۔ جس کے معنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے مکلّم مراد لئے ہیں۔"

اس سے ظاہر ہے۔ کہ لغوی معنے میں حقیقت نبوت بیان نہیں کی گئی۔ کیونکہ لغوی معنے کو حضرت مسیح موعود نے یہاں حقیقی کے بالمقابل رکھا ہے۔ اور یہ بھی صاف بتا دیا ہے کہ لغوی معنے کے رُو سے یہ لفظ نبوت محدثیت کے قائم مقام ہے۔

اس کے بعد میں "ایک غلطی کا ازالہ" کو لیتا ہوں جس کے متعلق کہا جاتا ہے کہ اس میں تبدیلیٔ عقیدہ کا اعلان ہے۔ اس میں بھی یہی اعتراف موجود ہے کہ لفظ نبی لغوی معنے کی رو سے آپ نے استعمال کیا ہے:-

"اور یہ بھی یاد رہے۔ کہ نبی کے معنے لغت کی رُو سے یہ ہیں کہ خدا کی طرف سے اطلاع پاکر غیب کی خبر دینے والا۔ پس جہاں یہ معنے صادق آئیں گے نبی کا لفظ بھی صادق آئے گا"

کیا یہ عبارت صاف شہادت نہیں دیتی کہ لفظ نبی کا استعمال لغت کے معنے کے لحاظ سے نبی کی اصل حقیقت کو ادا نہیں کرتا۔ کیونکہ یہاں فرماتے ہیں۔ کہ نبی کے معنے لغت کی رُو سے ہیں خدا کی طرف سے اطلاع پاکر غیب کی خبر دینے والا۔ اب خدا کی طرف سے اطلاع پاکر غیب کی خبر دینے والا تو ہر ایک محدث ہوگا۔ کیونکہ زیادہ سے زیادہ اس میں معناً یہ شرط سمجھی جا سکتی ہے کہ وہ

غیب مصفا ہو۔ اور حضرت مسیح موعود نے متعدد موقعوں پر صاف صاف الفاظ میں اس بات کو بیان کیا ہے۔ کہ محدث مصفا غیب کو پاتے ہیں۔ تو پس اگر ہر شخص جو خدا کی طرف سے اطلاع پا کر غیب کی خبر دے وہ فی الواقعہ نبی ہوتا ہے تو پھر ہر ایک محدث نبی ہؤا۔ حالانکہ محدث حقیقتاً نبی نہیں۔ پس معلوم ہؤا کہ یہاں بھی لفظ نبی اپنے حقیقی معنے میں نہیں بلکہ صرف بمعنی محدث استعمال کیا ہے۔ اور محدث کا لفظ اس لئے استعمال نہیں کیا۔ جیسا کہ دوسری جگہ اسی اشتہار میں فرمایا۔ کہ تحدیث کے معنے لغت میں مکالمہ الٰہیہ نہیں ہیں۔ پھر ایک اور شہادت اس بات کی کہ یہاں لفظ نبی اپنے لغوی معنے میں دراصل بمعنی محدث ہی ہے۔ اسی اشتہار کے یہ الفاظ ہیں کہ "نبوت کی تمام کھڑکیاں بند کی گئیں۔ مگر ایک کھڑکی سیرت صدیقی کی کھلی ہے یعنی فنافی الرسول کی" اب صدیقیت کا مرتبہ محدثیت کا مرتبہ ہے۔ جیسا کہ میاں صاحب نے بھی حقیقت النبوۃ میں اس بات کا اعتراف کیا ہے تو معلوم ہؤا کہ وہ نبوت جس کا یہاں ذکر ہے وہ محدثیت کی کھڑکی سے ہی ملتی ہے اور فنافی الرسول کا لفظ بھی اس پر شاہد ہے۔ کیونکہ محدثیت کے مرتبہ کا نام ہی فنافی الرسول ہے۔ جیسا کہ اولیائے اُمت کی تحریریں اس پر شاہد ہیں۔ پس غلطی کے ازالہ میں جو لغوی معنے لفظ نبی کے دیئے ہیں۔ وہ صاف طور پر اسی حقیقت محدثیت کے ظاہر کرنے والے ہیں اسی طرح پھر دوسری جگہ اسی اشتہار میں لفظ نبی کے لغوی معنے کی طرف توجہ دلائی ہے۔ جہاں محدث کے لغوی معنے سے اس کا مقابلہ کیا ہے:۔

"مگر نبوت کے معنے اظہار امر غیب ہے۔ اور نبی ایک لفظ ہے جو عربی اور عبرانی میں مشترک ہے یعنی عبرانی میں اسی لفظ کو نابی کہتے ہیں۔ اور یہ لفظ نابا سے مشتق ہے جس کے یہ معنے ہیں خدا سے خبر پاکر پیش گوئی کرنا"

یہاں بھی صاف طور پر اشتقاق کی طرف توجہ دلا کر لفظ نبی کے معنے کئے ہیں۔ اور یہ ظاہر ہے کہ جو معنے کسی لفظ کے اس کے اشتقاق کی رُو سے لغت نے بتائے ہوں وہ ہر حال میں اس کی پوری حقیقت کو ظاہر نہیں کرتے۔ اور چونکہ نبوت ایک خاص منصب ہے اور یہ ایک خاص اصطلاح ہے اس لئے اس کی حقیقت پر روشنی تو قرآن وحدیث ہی ڈالیں گے۔ ہاں اس کا استعمال اپنے لغوی اشتقاق کی رو سے اس معنے میں جایز ہے جیسا کہ ہم بیسیوں ایسے الفاظ کا استعمال کر لیتے ہیں۔

اب میں حضرت مسیح موعود کے آخری ایام کی تحریر کو لیتا ہوں۔ یہ ایک خط ہے جو حضرت مسیح موعود نے ۲۳ر مئی ۱۹۰۸ء کو اخبار عام کے ایڈیٹر کے نام لکھا اور ۲۶ر مئی کے اخبار عام میں شایع ہؤا۔ اس کے لکھنے کی وجہ یہ ہوئی کہ آپ کی اس تقریر سے جو ۱۷ مئی کو جلسۂ دعوت

میں ہوئی تھی۔ عام طور پر یہ خبر مشہور ہوئی کہ آپ اب نبوت سے قطعاً انکار کرتے ہیں حالانکہ اس تقریر میں آپ نے وہی بات کہی تھی جو شروع دعویٰ سے کہتے رہے ہے۔ کہ میرا نام خدا نے نبی صرف اس لحاظ سے رکھا ہے یعنی پیشگوئی میں اور الہامات میں کہ وہ میرے ساتھ مکالمہ مخاطبہ کرتا ہے یہ نبوت ہے "مگر حقیقی نبوت نہیں" مطلب تو آپ کا صاف تھا۔ کہ اس کے اندر حقیقت نبوت گو نہیں پائی جاتی۔ مگر چونکہ یہ بھی ایک حصہ اسی نبوت کا ہے اس لئے خدا تعالیٰ نے نبی نام رکھا۔ آخر اس بات سے تو آپ انکار نہیں کر سکتے تھے۔ نہ کبھی مدت العمر کیا۔ کہ خدا نے آنحضرت صلعم کی پیشگوئی میں اور الہامات میں مجھے نبی کہا ہے اسی کی تشریح بار بار کی ہے۔ اور جس طرح پہلے کہتے رہے کہ خدا کا نبی کہنا ایک مجاز اور استعارہ ہے۔ لغت کے لحاظ سے ہے۔ اسی طرح اب بھی کہا۔ مگر سطحی نظریں جس طرح اس وقت دھوکا کھاتی تھیں۔ اور اس لئے کھاتی تھیں کہ حضرت مسیح موعود کے ساتھ انہیں حد سے زیادہ بغض پیدا ہو گیا تھا۔ اسی طرح سطحی نظریں اب بھی دھوکا کھاتی ہیں اور اس لئے کھاتی ہیں کہ انہیں حد سے زیادہ محبت آپ کے ساتھ ہے۔ گو اس کا نتیجہ یہ ہے کہ آپ کو بجائے ایک عظیم الشان انسان کے ایک ابن الوقت انسان بنا کر دنیا کے سامنے پیش کرتی ہیں جو ایک اصول کا پابند نہ تھا بلکہ وقت پڑے پر جس طرح کام نکلا نکال لیا۔ جو کچھ اخبار عام میں لکھا ہے اسی قسم کی تشریحات پہلے بھی کرتے رہے ہیں کبھی قطعی انکار نہیں کیا اور جب آپ کا کام ہی یہ تھا۔ کہ اس زمانہ میں جو مکالمہ کا انکار ہو رہا ہے اس کا علاج کریں تو پھر اس لفظ کو پورے طور پر ترک کر کے درحقیقت اپنے کام سے دست بردار ہونا تھا۔ جب حدیث صحیح مکالمہ الٰہیہ کا دروازہ کھولتی ہے۔ جب دوسری حدیث صحیح اس کو ایک جزو نبوت قرار دیتی ہے تو پھر کیا وجہ تھی۔ کہ اہل اسلام اس اصل حقیقت کو نہ سمجھیں جو اسلام نے قایم کی ہے۔ کہ گو اپنی حقیقت کی رو سے نبوت کا دروازہ بند ہے۔ کیونکہ ہدایت کاملاً انبیاء کے آنے کی علت غائی ہے وہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات میں کامل ہو چکا۔ مگر پیشگوئیوں اور مکالمات کا دروازہ جن کی ضرورت تائید دین کے لئے ہے بند نہیں اور نہ قیامت تک بند ہوگا۔ سراج منیر میں جو ۱۸۹۷ء کی کتاب ہے حضرت مسیح موعود نے وہی کچھ لکھا ہے۔ جو اخبار عام میں لکھا ہے۔

"جھوٹے الزام مجھ پر مت لگاؤ۔ کہ حقیقی طور پر نبوت کا دعوے کیا کیا تم نے نہیں پڑھا کہ محدث بھی ایک مرسل ہوتا ہے۔ کیا قرأت ولا محدث کی یاد نہیں رہی۔ پھر کیسی بیہودہ نکتہ چینی ہے۔ کہ مرسل ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔ اے نادانوں بھلا بتلاؤ کہ جو بھیجا گیا ہے اس کو

عربی میں مرسل یا رسول ہی کہیں گے یا اور کچھ کہیں گے۔ مگر یاد رکھو کہ خدا کے الہام میں اس جگہ حقیقی معنے مراد نہیں۔ جو صاحب شریعت سے تعلق رکھتے ہیں۔ بلکہ جو مامور کیا جاتا ہے وہ مرسل ہی ہوتا ہے۔ یہ سچ ہے کہ وہ الہام جو خدا نے اپنے اس بندہ پر نازل فرمایا اس میں اس بندہ کی نسبت نبی اور رسول اور مرسل کے لفظ بکثرت موجود ہیں۔ سو یہ حقیقی معنوں پر محمول نہیں ہیں ولکل ان یصطلح سو خدا کی یہ اصطلاح ہے۔ جو اس نے ایسے الفاظ استعمال کئے"

پس اگر اخبار عام والے خط میں رسول اور نبی کہلانے سے انکار نہیں کیا۔ تو سراج منیر میں بھی تو انکار نہیں کیا۔ اور اور پہلی تحریروں کا یہی حال ہے۔ اب اخبار عام والے خط کو لو۔ کہ کس صفائی کے ساتھ اس میں بیان کیا ہے کہ میں صرف نبی کے لغوی معنے کے لحاظ سے نبی کہلاتا ہوں۔

"سو میں صرف اس وجہ سے نبی کہلاتا ہوں۔ کہ عربی اور عبرانی زبان میں نبی کے معنے ہیں کہ خدا سے الہام پاکر بکثرت پیش گوئی کرنے والا۔ اور بغیر کثرت کے یہ معنے متحقق نہیں ہوسکتے جیسا کہ صرف ایک پیسہ سے کوئی مال دار نہیں کہلا سکتا۔ .... پس اسی بنا پر خدا نے میرا نام نبی رکھا ہے۔ اس زمانہ میں کثرت مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ اور کثرت اطلاع بر علوم غیب صرف مجھے ہی عطا کی گئی ہے"

اب یہاں حصر کر دیا ہے۔ کہ صرف لغت کے معنی کے لحاظ سے نبی کا نام مجھ پر آسکتا ہے۔ یہ نہیں کہا۔ کہ حقیقت نبوت مجھ میں اسی طرح پائی جاتی ہے جس طرح انبیاء علیہم السلام میں پائی جاتی تھی۔ اور پھر ساتھ ہی یہ بتا دیا ہے کہ اس زمانہ میں یہ کثرت امور غیبیہ مجھے دی گئی ہے۔ جس سے صاف مترشح ہوتا ہے کہ پہلے زمانوں میں دوسرے لوگ بھی اسے پاتے تھے۔ اور اسی کی مزید تائید اس سے ہوتی ہے۔ کہ آگے فرماتے ہیں کہ یہ نام محض عام لوگوں سے امتیاز کے لئے خدا نے رکھ دیا ہے۔ کیونکہ قلیل مقدار میں خوابیں اور الہام عام لوگوں کو بھی ہو جاتے ہیں +

"اور جس حالت میں عام طور پر لوگوں کو خوابیں بھی آتی ہیں۔ بعض کو الہام بھی ہوتا ہے ...... اور باوجود کمی کے مشتبہ اور مکدر اور خیالات نفسانی سے آلودہ ہوتی ہیں تو اس صورت میں عقل سلیم خود چاہتی ہے کہ جس کی وحی اور علم غیب اس کدورت اور نقصان سے پاک ہو۔ اس کو دوسرے معمولی انسانوں کے ساتھ نہ ملایا جائے بلکہ اس کو کسی خاص نام کے ساتھ پکارا جائے۔ تاکہ اس میں اور اس کے غیر میں امتیاز ہو۔ اس لئے محض

مجھے امتیازی مرتبہ بخشنے کے لئے خدا نے میرا نام نبی رکھ دیا۔ اور یہ مجھے ایک عزت کا خطاب دیا گیا ہے تاکہ ان میں اور مجھ میں فرق ہو جائے ؛؛

یہاں پھر اسی بات کی تشریح کر رہے ہیں جس کی تشریح بارہا اپنی کتابوں میں کر چکے تھے کہ خدا تعالیٰ نے میرا نام نبی کیوں رکھا یعنی آنحضرت صلعم کی پیشگوئی میں یا الہامات میں نبی کا لفظ کیوں آگیا۔ اگر آپ نبی تھے تو یہ تشریح بے معنی تھی۔ صاف کہہ دیتے کہ چونکہ میں نبی ہوں خدا نے مجھے نبی کر کے پکارا ہے بجائے اس کے فرماتے ہیں کہ معمولی انسانوں سے امتیاز کے لئے نبی کا لفظ اختیار فرمایا ہے۔ جن کی خوابیں اور الہام باوجود کمی کے مشتبہ اور مکدر اور نفسانی خیالات سے آلودہ ہوں۔ کیا کوئی مسلمان کہلا کر یہ کہنے کی جرأت کر سکتا ہے کہ مجددین اور محدثین کی خوابیں اور الہام بھی کمی کے ساتھ مشتبہ اور مکدر اور نفسانی خیالات سے آلودہ ہوتی ہے۔ پس ہرگز مجددین کے ساتھ امتیاز قائم نہیں کرتے۔ بلکہ عام لوگوں کے ساتھ۔ مجددین کے لئے جو کثرت آپنے بار بار تسلیم کی ہے سن ۱۹۰۱ء سے پہلے بھی اور بعد بھی وہ صاف بتاتی ہے کہ آپ اسی گروہ میں اپنے آپ کو شامل کرتے ہیں۔ اور محدث کی بجائے نبی کا لفظ ایک خاص غرض کے لئے استعمال کیا ہے ورنہ مفہوم وہی ہے۔ اب یہ لغوی معنے میں لفظ نبی کا استعمال اور صرف لغوی معنے میں استعمال تینوں زمانوں کی تحریروں سے ظاہر ہے ابتدائی زمانہ۔ درمیانی زمانہ اور آخری زمانہ اور یہ وہ لفظ ہے جو شروع سے آخر تک استعمال کیا۔ اور یہ کبھی نہیں کہا کہ پہلے میں لغوی معنے کے لحاظ سے جو اپنے آپ پر نبی کے لفظ کا اطلاق جائز سمجھتا تھا۔ اس کا کچھ اور مطلب تھا اب جو لغوی معنے کے لحاظ سے لفظ نبی کا اطلاق جائز سمجھتا ہوں تو اس کا مطلب کچھ اور ہے۔ کس قدر ظلم ہے۔ کہ جو کچھ ابتدائے دعویٰ میں کہتے ہیں جو کچھ درمیانی زمانہ میں کہتے ہیں۔ وہی آخری زمانہ میں کہتے ہیں۔ مگر محض بطور تحکم یہ کہا جاتا ہے کہ پہلے کچھ اور تھے پھر کچھ اور ہو گئے۔ اگر عقیدہ بدلتا تو پھر اس لفظ کو جو شروع سے اختیار کیا ہوا تھا۔ کہ مَیں محض لغوی معنے کی رو سے نبی کہلاتا ہوں ترک کر دیتے۔ اور یہ فرما دیتے کہ اب نبوت کی پوری حقیقت میرے اندر آگئی ہے۔ لغوی معنی کا کوئی تعلق نہیں ؛

دوسری اصطلاح جو حضرت مسیح موعود نے اختیار فرمائی ہے وہ اُمتی نبی ہے۔ اور یہ اصطلاح بھی لغوی معنی والی اصطلاح کی طرح شروع دعویٰ سے لیکر آخر تک استعمال کی ہے۔ اور نہ کبھی اس اصطلاح کو تبدیل کیا۔ نہ اس اصطلاح کے مفہوم کو تبدیل کیا۔ یہ ایک بہت ہی

سیدھی بات ہے جس سے انکار کرنا راستی کو چھوڑنا ہے کہ جب انسان اپنی تحریر میں ایک اصطلاح اختیار کرتا ہے اور صاف کھول کر بتا دیتا ہے کہ یہ اصطلاح میں فلاں معنے میں استعمال کرتا ہوں۔ تو جب تک پھر وہ کھول کر یہ نہ کہے کہ اس اصطلاح کا استعمال میں نے اس معنے میں ترک کر دیا ہے جب اور جہاں وہ اس اصطلاح کو برتے گا وہی مفہوم لیا جائے گا۔ اب سب سے پہلے یہ بات یاد رکھنی چاہئیے کہ اُمتی اور نبی کے مفہوم کو حضرت مسیح موعود نے خود ہی متبائن قرار دیا ہے "اور پھر وہ باوجود اُمتی ہونے کے کسی طرح رسول نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ رسول اور اُمتی کا مفہوم متبائن ہے" (ازالہ اوہام صفحہ ۵۷۵) اور سچ یہی ہے کہ اُمتی میں تو متبع ہونا شرط ہے اور نبی میں متبوع ہونا شرط ہے۔ یعنی یہ ضروری ہے کہ امتی متبع ہو مستقل متبوع نہ ہو اور یہ ضروری ہے کہ نبی متبع نہ ہو مستقل متبوع ہو تو اس لئے جب مفہوم متبائن ہؤا تو بظاہر یہ مشکل معلوم ہوتا ہے کہ اُمتی اور نبی دونوں لفظ ایک جگہ جمع ہوں اسی لئے حضرت مسیح موعود ازالہ اوہام میں فرماتے ہیں:-

"صاحب نبوّت تامہ ہرگز امتی نہیں ہو سکتا۔ اور جو شخص کامل طور پر رسول اللہ کہلاتا ہے۔ اس کا کامل طور پر دوسرے نبی کا مطیع اور امتی ہو جانا نصوص قرآنیہ اور حدیثیہ کی رو سے بکُلّی ممتنع ہے۔ اللہ جل شانہٗ فرماتا ہے۔ وما ارسلنا من رسولٍ الا لیطاع باذن اللہ۔ یعنی ہر ایک رسول مطاع اور امام بنانے کے لئے بھیجا جاتا ہے۔ اس غرض سے نہیں بھیجا جاتا کہ کسی دوسرے کا مطیع اور تابع ہو۔ ہاں محدث جو مرسلین میں سے ہے اُمتی بھی ہوتا ہے اور ناقص طور پر نبی بھی ہے۔ اُمتی وہ اس وجہ سے کہ وہ بکُلّی تابع شریعت رسول اللہ اور مشکوٰۃ رسالت سے فیض پانے والا ہوتا ہے۔ اور نبی اس وجہ سے کہ خدا تعالیٰ نبیوں کا سا اس سے معاملہ کرتا ہے اور محدث کا وجود انبیاء اور امم میں بطور برزخ کے اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے وہ اگرچہ کامل طور پر اُمتی ہے مگر ایک وجہ سے نبی بھی ہوتا ہے" صفحہ ۵۶۹۔

اب اس جگہ درحقیقت اُمتی نبی کی اصطلاح کا ایک قطعی فیصلہ کر دیا ہے۔ کامل نبی اور کامل اُمتی ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ کامل نبی وہی ہے جو خود متبوع ہو۔ اور کامل اُمتی وہ ہے جو ایک لمحہ کے لئے بھی اتباع کو نہیں چھوڑ سکتا۔ پس اول تو یہ سمجھ لینا ضروری ہے کہ اُمتی نبی میں دو صورتیں جمع ہو سکتی ہیں یعنی یہ کہ کامل اُمتی اور ناقص نبی ہو یا یہ کہ ناقص اُمتی اور کامل نبی ہو۔ مفہوم متبائن ہونے کی وجہ سے جیسا کہ حضرت مسیح موعود نے تحریر فرمایا ہے کہ دونوں کامل مفہوم ایک شخص میں جمع نہیں ہو سکتے۔ پھر یہ بھی ظاہر ہے کہ ناقص اُمتی تو کامل مومن ہی نہیں ہو سکتا۔

اس نے کامل نبی کیا بننا ہے پس اُمتی نبی کے معنے صرف یہ ہوئے کہ وہ کامل امتی اور ناقص نبی ہے پس یہ اصطلاح مسیح موعود کی نبوت کے لئے فیصلہ کن ہے دوسری بات جو یہاں معلوم ہوئی وہ یہ ہے کہ محدث ہی درحقیقت اُمتی نبی ہوتا ہے۔ کیونکہ اس مقام برزخ پر وہی کھڑا ہے کہ امتی بھی ہو اور ایک وجہ سے نبی بھی۔ پس جہاں اُمتی نبی کی اصطلاح بولی جائے گی وہاں مراد محدث ہوگا۔ نہ کچھ اَور۔ کیونکہ سوائے محدث کے جسے برزخ کہا ہے یہ دونوں لفظ ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتے۔

اب اگر بعد کی تحریروں کو دیکھا جائے تو اس مفہوم سے ایک ذرہ بھر آپ ادھر اُدھر نہیں ہوئے مثلاً ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم کے صفحہ ۱۸۱ پر آپ ایک سوال کو درج کر کے اس کا جواب دیتے ہیں۔ یہ سوال وجواب میں پہلے نقل کر چکا ہوں۔ سوال یہ ہے کہ آیا قرآن وحدیث سے ثابت ہو سکتا ہے کہ محدث کو بھی نبی کہا گیا ہے۔ جواب یہ ہے کہ عربی اور عبرانی زبان میں نبی کے معنے صرف پیشگوئی کرنے والے کے ہیں۔ اور پھر فرماتے ہیں:-

"اور اگر آپ پُورے طور پر حدیثوں پر غور کرتے تو یہ اعتراض آپ کے دل میں ہرگز پیدا نہ ہوتا...... اگر آنے والے عیسیٰ کی نسبت حدیثوں میں صرف نبی کا لفظ استعمال پاتا اور اُمتی اس کا نام نہ رکھا جاتا تو دھوکا لگ سکتا تھا۔ مگر اب تو صحیح بخاری میں آنے والے عیسیٰ کی نسبت صاف کہا ہے۔ کہ امامکم منکم۔ یعنی اے اُمتیو آنے والا عیسیٰ بھی صرف ایک اُمتی ہے نہ اور کچھ"

پس محدث کے لئے نبی کا لفظ بولا جانے پر جب سوال ہُوا تو یہ جواب نہیں دیا کہ میں محدث نہیں بلکہ نبی ہی ہوں اس لئے یہ سوال بے معنی ہے بلکہ یوں فرمایا کہ آنے والے عیسیٰ کو صرف نبی نہیں کہا گیا بلکہ اُمتی بھی کہا گیا ہے۔ جس سے یہ صاف نتیجہ نکلتا ہے کہ چونکہ وہ اُمتی ہے اور نبی بھی اس لئے وہ محدث ہی ہے نہ اور کچھ۔ اسی طرح اس سلسلہ جواب میں آگے چل کر لکھتے ہیں

"جس حالت میں یہ ثابت ہو گیا کہ آنے والا مسیح اسی اُمت میں سے ہوگا۔ پھر اگر خدا تعالیٰ نے اس کا نام نبی رکھ دیا تو کیا حرج ہُوا۔ ایسے لوگ یہ نہیں دیکھتے کہ اسی کا نام اُمتی بھی تو رکھا گیا ہے اور امتیوں کے تمام صفات اس میں رکھے گئے ہیں"

اب یہاں صاف طور پر مانا ہے کہ اُمتیوں کے تمام صفات اس میں رکھے گئے ہیں۔ اس لئے وہ کامل اُمتی ہُوا اور جیسا کہ ازالہ اوہام سے ثابت ہے جو کامل اُمتی ہو وہ کامل نبی نہیں ہو سکتا پس یہ محدث ہی ہُوا نہ اور کچھ۔ یہ بات بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ جس طرح یہاں اُمتیوں کے

تمام صفات کا اپنے اندر رکھا جانا مانا ہے۔ یہ کہیں اور کبھی بھی نہیں کہا۔ کہ نبیوں کے تمام صفات میرے اندر رکھے گئے ہیں۔ بلکہ لفظ نبی کا اطلاق ہمیشہ اور بار بار ایک وجہ سے ایک معنی سے ہی کیا ہے اور تمام صفات نبوت کے اپنے اندر پائے جانے کا کبھی دعویٰ نہیں کیا۔

حضرت مسیح موعود مدعی نبوت نہیں

اس جگہ یہ بھی سمجھ لینا چاہئے کہ حضرت مسیح موعود نے صرف نبی ہونے سے کھلا کھلا صریح انکار کیا ہے۔ کیونکہ جو صرف نبی ہوگا وہ کامل نبی ہوگا۔ بلکہ جب اپنے آپ کو نبی کہا ہے۔ تو اسی لحاظ سے کہ آپ اُمتی بھی ہیں اور نبی بھی گویا محدثیت والی نبوت سے آگے قدم نہیں رکھا چنانچہ حقیقۃ الوحی میں فرماتے ہیں "میں صرف نبی نہیں کہلا سکتا۔ بلکہ ایک پہلو سے نبی اور ایک پہلو سے اُمتی"۔ اور یہاں تک فرمایا کہ جو صرف نبی ہو اس کو اُمتی قرار دینا کفر ہے۔ تو پس جو لوگ یہ کہہ دیتے ہیں۔ کہ حضرت مسیح موعود مدعی نبوت ہیں وہ آپ کی طرف خلاف واقعہ بات منسوب کرتے ہیں۔ ہاں آپ اس نبوت کے مدعی ہیں۔ جس کے ساتھ اُمتیت لازم طور پر لگی ہوئی ہے۔ جب ہم کسی شخص کو مدعی نبوت کہیں گے تو اس سے مراد یہ ہوگی کہ وہ واقعی نبوت کا مدعی ہے۔ یا بالفاظ دیگر کامل نبوت کا مدعی ہے حالانکہ حضرت مسیح موعود بار بار فرماتے ہیں۔ کہ میں صرف نبی نہیں ہوں نہ صرف نبی کہلا سکتا ہوں بلکہ نبی اور اُمتی ہوں اور یہ بھی فرمایا "یہ مرکب نام ایک الگ نام ہے"۔ گویا یہ وہی چیز نہیں جو نبی ہوتا ہے بلکہ اس کی حقیقت میں اور صرف نبی ہونے کی حقیقت میں کوئی فرق ہے اور

(۱)

پھر فرمایا "کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی پر نبی کے لفظ کا اطلاق بھی جائز نہیں جب تک اس کو اُمتی بھی نہ کہا جائے۔ جس کے یہ معنے ہیں کہ ہر ایک انعام اس نے آنحضرت کی پیروی سے پایا ہے نہ براہ راست"۔ پس جب نبی کے اکیلے لفظ کا اطلاق بھی جائز نہیں تو نبوت کا مدعی وہ اپنے آپ کو کس طرح کہہ سکتے ہیں۔ (ازالہ اوہام)

حقیقی اور مجازی نبی

یہ تیسری اصطلاح ہے جو حضرت مسیح موعود نے ابتدائے دعویٰ سے لے کر آخر تک اپنے کلام میں استعمال کی ہے۔ اور گو یہ اس قدر صاف اور سیدھی بات تھی۔ مگر اس کو بھی ایک عقدۂ لاینحل بنا دیا گیا ہے۔ آپ کی تحریروں میں شروع سے لے کر آخر تک یہ کھلا کھلا اقرار ہے کہ میرے لئے جو نبی کا لفظ پیشگوئیوں یا میرے الہامات میں آ گیا ہے تو اس سے مراد حقیقی نبوت نہیں بلکہ یہ لفظ بطور مجاز اور استعارہ استعمال ہوا ہے۔ اگر صرف حقیقی سے انکار ہوتا اور مجازی نبی ہونے کا اقرار نہ ہوتا تو شاید کسی کی جولانی طبع کے لئے یہ گنجایش ہوتی کہ وہ حقیقی نبوت سے خاص صاحب شریعت نبی ہونا مراد لیں مگر مجازی نبوت کے بار بار کے

اعلان کی وجہ سے یہ خیال بہت ہی قابل افسوس ہے۔ یہ حقیقی اور مجازی کی اصطلاح بھی ایسی ہے۔ کہ حضرت صاحب نے اس کو استعمال کرنے سے پہلے اس کے معنے بتادیئے ہیں اور جو شخص آپ کی تشریح کو قبول نہیں کرتا اس کا اختیار ہے جو چاہے کرے۔ مگر مسیح موعود کی پیروی کا دعویٰ کر کے مسیح موعود کے پیش کردہ معنوں کو قبول کرنے سے انکار کرنا پیروی کے دعویٰ کو باطل کرتا ہے حقیقی نبی ہونے سے انکار کے صاف معنے یہ ہیں کہ آپ میں وہ حقیقت نہیں پائی جاتی جو لفظ نبی کا اصل مفہوم شریعت کے نزدیک ہے۔ وہ حقیقت کیا ہے۔ میں شروع کتاب میں مفصل بیان کر چکا ہوں۔ اگر یہ درست نہیں تو میاں صاحب کا فرض ہے کہ حضرت مسیح موعود کی کسی کتاب سے یہ نکال کر دکھا دیں۔ کہ حقیقت نبوت مجھ میں کامل طور پر پائی جاتی ہے۔ ورنہ جب حضرت مسیح موعود حقیقی ہونے سے انکار کرتے ہیں۔ تو یہ ماننا پڑے گا کہ حقیقت نبوت کی اپنے اندر کامل طور پر پائے جانے سے انکار کرتے ہیں۔ سوائے اس کے اس لفظ کے کچھ اور معنے ہو ہی نہیں سکتے۔ اور حضرت صاحب نے خود اس کو واضح کر دیا ہے جہاں ۳ فروری ۱۸۹۲ء کے اشتہار میں جس کی عبارت پہلے نقل ہو چکی ہے صاف طور پر لکھا ہے:۔

"اس لفظ نبی سے مراد نبوت حقیقی نہیں ہے بلکہ صرف محدث مراد ہے"

اب اس کے بعد کسی شخص کے دل میں جو طلب حق کی نیت سے اصل بات تک پہنچنے کا خواہشمند ہے شبہ نہیں رہ سکتا۔ حقیقی نبوت نہ ہونے سے مراد یہ ہے کہ یہ نبوت وہی ہے جسے محدثیت یا ولایت بھی کہا جا سکتا ہے۔ اور یہ فیصلہ کن تشریح اس لفظ کی ہے۔

اسی پر بس نہیں بلکہ جس طرح حقیقی نبوت سے انکار کی تشریح صاف فرمادی کہ اس سے مراد محدثیت ہے۔ اسی طرح مجازی نبوت کی تشریح بھی فرمادی ہے چنانچہ ازالہ اوہام میں بعض کوتہ اندیش دشمنوں کے (جن کے نقش قدم پر آج کوتہ اندیش دوست چل رہے ہیں) اس اعتراض کا جواب دیا ہے کہ نبوت کا دعوے کرتے ہیں اور لکھا ہے (صفحہ ۴۲۱ و ۴۲۲):۔

"نبوت کا دعویٰ نہیں بلکہ محدثیت کا دعوے ہے جو خدا تعالیٰ کے حکم سے کیا گیا ہے اور اس میں کیا شک ہے کہ محدثیت بھی ایک شعبہ قویہ نبوت کا اپنے اندر رکھتی ہے جس حالت میں رویا صالحہ نبوت کے چھیالیس حصوں میں سے ایک حصہ ہے تو محدثیت جو قرآن شریف میں نبوت کے ساتھ ساتھ رسالت کے ہم پہلو بیان کی گئی ہے۔ جس کے لئے صحیح بخاری میں حدیث بھی موجود ہے۔ اس کو اگر ایک مجازی نبوت قرار دیا جائے یا ایک شعبہ قویہ

نبوت کا ٹھیرایا جائے۔ تو کیا اس سے نبوت کا دعوےٰ لازم آگیا؟"

اب یہاں یہ بھی بتا دیا کہ مجازی نبوت سے مراد محدثیت ہے نہ کچھ اَور حقیقی نبوت کے انکار سے مراد محدثیت ہے۔ مجازی نبوت کے اقرار سے مراد محدثیت ہے۔

اس کے بالمقابل یہ کہا جاتا ہے کہ آپ نے براہین احمدیہ حصہ پنجم میں حقیقی نبوت کے معنے کچھ اور کئے ہیں۔ وہ عبارت یہ ہے:۔

"اس کا جواب یہ ہے کہ تمام بدقسمتی دھوکہ سے پیدا ہوئی ہے کہ نبی کے حقیقی معنوں پر غور نہیں کی گئی۔ نبی کے معنے صرف یہ ہیں۔ کہ خدا سے بذریعہ وحی خبر پانے والا ہو۔ اور شرف مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ سے مشرف ہو۔ شریعت کا لانا اس کے لئے ضروری نہیں۔ اور نہ یہ ضروری ہے کہ صاحب شریعت نبی کا متبع نہ ہو"

جو عقلمند یہ حوالہ پیش کرتے ہیں وہ اتنا بھی نہیں سوچتے کہ اگر یہ حقیقی نبی کی تشریح ہے تو پھر تو ہر ایک شخص جو خدا سے بذریعہ وحی خبر پائے اور شرف مکالمہ سے مشرف ہو نبی بن گیا اور نبی بھی حقیقی نبی۔ پھر محدثوں کے متعلق جب تم کو یہ اقرار ہے کہ وہ خدا سے بذریعہ وحی خبر پاتے ہیں۔ تو ان سب کو حقیقی نبی کہو۔ افسوس ہے کہ لکھے پڑھے لوگوں کی یہ حالت ہو رہی ہے کہ جو کچھ ہاتھ میں آتا ہے وہ اپنے مخالف پر اُٹھا پھینکتے ہیں اور اتنا نہیں سوچتے کہ دعوےٰ کیا ہے اور اس کی دلیل کیا۔ اگر یہ حقیقی نبی ہے تو پھر تو اسلام میں ہزاروں حقیقی نبی گذر چکے اور جناب میاں صاحب کے اقرار کے موجب بھی گذر چکے جو اس بات کے معترف ہیں کہ اس اُمت میں ہزاروں لوگ شرف مکالمہ مخاطبہ سے مشرف ہو چکے ہیں۔ حضرت مسیح موعود نے یہاں کب کہا کہ حقیقی نبی وہ ہے جو ایسا ہو۔ وہ تو فرماتے ہیں۔ کہ نبی کے حقیقی معنوں پر غور نہیں کی گئی۔ اور حقیقی سے مراد آپ کے وہ معنے ہیں جو اصل اشتقاق لفظ کی رُو سے اُسے دیئے جا سکتے ہیں۔ چنانچہ وہی معنے یہاں بیان کئے ہیں۔ جن کو دوسری جگہ لغوی معنے کہا ہے یا اشتقاق لفظ کی رُو سے معنے قرار دیا ہے۔ اتنا بھی نہیں سوچتے کہ نبوت کی حقیقت کو قرآن و حدیث بتا سکتے ہیں لغت نہیں بتا سکتی۔ اگر لغت کی کوئی کتاب دنیا میں نہ بھی ہوتی تو ہم حقیقت نبوت سے ایسے ہی واقف ہوتے جیسے آج ہیں۔ لیکن اگر قرآن نہ آیا ہوتا تو کروڑ لغت کی کتاب نبوت کی حقیقت ہم کو نہ سمجھا سکتی۔

میاں صاحب کے حقیقت و مجاز کی تشریح

اب یہ حقیقی نبی ہونے کا انکار اور مجازی نبی ہونے کا اقرار مسلسل ساری تحریروں میں چلتا ہے

ابتدائی زمانہ - درمیانی زمانہ اور آخری زمانہ - اگر میں سب کتابوں کے حوالے پیش کروں تو یہ مضمون بہت طویل ہو جاتا ہے - ضمیمہ میں ناظرین خود پڑھ سکتے ہیں - میاں صاحب کی ساری کوشش کا نتیجہ اور حقیقت و مجاز کی کتابوں پر عبور کا نتیجہ موٹے الفاظ میں کیا ہے - اول یہ کہ حضرت مسیح موعود حقیقی نبی - سے مراد صاحب شریعت نبی لیتے تھے - دوسرے یہ کہ مجازی طور پر نبی ہونے سے مراد آپ کا یہ منشاء تھا کہ عوام الناس کی مقرر کردہ اصطلاح کی رو سے میں مجازی نبی ہوں - اب ہم باقی باتوں کو چھوڑ کر اسی کو حضرت مسیح موعود کی کتابوں پر پیش کرتے ہیں - میاں صاحب کے الفاظ حسب ذیل ہیں :-

" عوام اپنی نادانی سے نبی کی جو حقیقت بتاتے ہیں - اس کے لحاظ سے حضرت مسیح موعود پر نبی کا لفظ مجازاً استعمال ہوتا ہے - مگر اس کے معنے صرف یہ ہوں گے کہ آپ عوام کی اصطلاح کے رُو سے نبی نہ تھے یعنی شریعت جدیدہ نہ لائے تھے - اور یہ معنے نہ ہوں گے کہ آپ شریعت کے معنوں سے بھی مجازی نبی تھے " حقیقت النبوت صفحہ ۱۶۷ -

میاں صاحب نے لکھنے کو تو لکھ دیا کہ " عوام اپنی نادانی سے نبی کی جو حقیقت بتاتے ہیں " مگر یہ غور نہ کیا کہ بیچارے عوام تو کبھی میاں صاحب کو یہ بتانے نہ آئے تھے کہ نبی کی یہ حقیقت ہے - بلکہ یہ بات تو وہ ہے جو خود حضرت مسیح موعود نے لکھی ہے - پس یہ حملہ خود حضرت مسیح موعود پر ہؤا - اور آپ ہی اس فقرے کے مصداق ہوئے ورنہ میاں صاحب بتائیں کہ وہ کون سے عوام تھے جو انہیں یہ بتانے آئے تھے - البتہ حضرت مسیح موعود کا ایسا کہنا انہوں نے خود نقل کیا ہے چنانچہ اپنی کتاب کے پہلے صفحہ پر ہی تحریر فرماتے ہیں :-

" اور جب کہ حضرت مسیح موعود نے حقیقی نبوت کے معنے ہی یہ کئے ہیں کہ جس کا پانے والا نئی شریعت لائے "

پس جو عوام اپنی نادانی سے " معنے کرتے تھے وہ مسیح موعود کی کتابوں سے تو میاں صاحب نے خود ثابت کر دیئے تو کیا اب کوئی ذریعہ ہے جو عوام کی نادانی کے اس وسیع دائرہ سے مسیح موعود کو کسی طرح باہر نکال لیں - مگر اس کو بھی چھوڑتے ہیں مسیح موعود سے بھی غلطی ہو گئی جس کو میاں صاحب نے درست کر دیا - مگر مشکل یہ ہے کہ بات تو خود خدا تک پہنچتی ہے - دیکھو سراج منیر صفحہ ۳ :-

" بار بار کہتا ہوں کہ یہ الفاظ رسول اور مرسل اور نبی کے میرے الہام میں میری نسبت

خدا تعالیٰ کی طرف سے بے شک ہیں لیکن اپنے حقیقی معنوں پر محمول نہیں ہیں اور جیسے یہ محمول نہیں ایسے ہی وہ نبی کر کے پکارنا جو حدیثوں میں مسیح موعود کے لئے آیا ہے۔ وہ بھی اپنے حقیقی معنوں پر اطلاق نہیں پاتا۔ یہ وہ علم ہے جو خدا نے مجھے دیا ہے۔ جس نے سمجھنا ہو سمجھ لے"

کس قدر جرأت ہے کہ جس مفہوم نبوت کو حضرت مسیح موعود خدا کے دیئے ہوئے علم پر مبنی قرار دیتے ہیں۔ اس کے متعلق کس صفائی سے میاں صاحب حضرت مسیح موعود کے پیرو اور فرزند ہو کر یہ کہہ گئے کہ یہ وہ معنے ہیں جو عوام اپنی نادانی سے کرتے ہیں مگر گیا ان کا منشا یہ تھا نہیں بلکہ جب ایک غلط رستے پر قدم اٹھایا تو اس کا لازمی نتیجہ تھا کہ جب جوش میں اپنے مخالفوں کو کوسنا چاہا تو حضرت مسیح موعود کو بھی سب کچھ کہہ گئے اور اس کو منسوخ قرار دیا لیکن اسے کیا کہیں گے۔ جو حقیقت الوحی میں الاستفتاء کے صفحہ ۶۵ پر فرماتے ہیں۔ "سمیت نبیاً من اللہ علی طریق المجاز لا علی وجہ الحقیقۃ۔ اور میرا نام نبی اللہ کی طرف سے مجاز کے طور پر رکھا گیا نہ حقیقت کے طور پر۔ اب میاں صاحب لکھتے ہیں کہ آپ نادان عوام کی اصطلاح کی رو سے مجازی نبی تھے حضرت صاحب فرماتے ہیں خدا نے میرا نام مجازی طور پر نبی رکھا ہے پس حقیقت الوحی کو بھی منسوخ کرنا پڑے گا ورنہ بات نہیں بنتی۔ تو سرے سے مسیح موعود کو ہی منسوخ کر دو۔ پھر یہ کس قدر خلاف واقعات ہے کہ حضرت مسیح موعود حقیقی نبی سے مراد صاحب شریعت نبی لیتے تھے۔ اگر یہ سچ ہے تو پھر حضرت مسیح کو سراج منیر میں کس طرح حقیقی نبی لکھ دیا۔ ہاں اس کے دوبارہ آنے کے متعلق لکھتے ہیں "پس جب قرآن کے بعد بھی ایک حقیقی نبی آ گیا" (صفحہ ۴۴) اس سے صاف ظاہر ہے کہ آپ حقیقی نبی سے مراد صاحب شریعت نہ لیتے تھے۔ بلکہ جو اس کے معنے ہو سکتے ہیں وہی لیتے تھے یعنی ایسا نبی جس میں وہ حقیقت نبوت پائی جائے۔ جسے شریعت نے حقیقت نبوت قرار دیا ہے۔ پھر بار بار حضرت مسیح موعود نے یہ بھی تو لکھا ہے کہ میرا نام نبی رکھنا مجاز اور استعارہ ہے۔ مجاز کی تشریح کر کے تو میاں صاحب نے حضرت مسیح موعود پر نادانی کا حکم لگا دیا۔ استعارہ پر بھی کچھ روشنی ڈالی ہوتی۔ اور یہ لفظ نہ صرف اربعین میں ہے جو میاں صاحب کی منسوخ شدہ فہرست میں داخل ہے۔ بلکہ نزول المسیح حاشیہ صفحہ ۵ پر یہی لفظ ہیں۔ کہ "وہ مستعار طور پر رسول اور نبی کہا گیا" افسوس ہے کہ ایک اتنی کھلی بات کا انکار میاں صاحب نے کر کے ناحق قوم کو غلطی میں ڈالا ہے*

کامل اور جزوی نبی

گو کہا جاتا ہے۔ کہ یہ اصطلاح سنہ ۱۹۰۱ء کے بعد متروک ہوگئی مگر اس میں بھی غور سے کام نہیں لیا۔ گیا۔ توضیح مرام میں حضرت مسیح موعود نے مبشرات کو ایک جزو نبوت قرار دیکر (جیسا کہ حدیث صحیح سے ثابت ہے) مبشرات پانے والوں کو جو محدثین ہیں جزوی نبی کہا ہے اور ان کے بالمقابل انبیاء حقیقی کی نبوت کو نبوت کاملہ تامہ کے نام سے پکارا ہے۔ تو یہ درحقیقت اپنے مطلب کو بیان کرنے کے لئے ایک لفظ اختیار کیا ہے۔ اگر اسی مطلب کو دوسرے پیرایہ میں بیان کر دیا جائے تو یہ نہیں کہا جائے گا کہ ایک اصطلاح کو ترک کر دیا ہے۔ لفظ جزئی نبی تو توضیح مرام کے بعد کہیں بھی نہیں لکھا۔ سنہ ۱۹۰۱ء پر کیا انحصار ہے۔ لیکن اس کا مفہوم پہلے اور پیچھے یکساں پایا جاتا ہے۔ خود ازالہ اوہام میں محدثیت کو ایک شعبہ نبوت قویہ کا قرار دیا ہے مگر جزئی نبی کا لفظ استعمال نہیں کیا۔ اس سے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ جزئی نبی کی اصطلاح کو غلط قرار دیا ہے۔ بلکہ صرف اس کو اور پیرایہ میں بیان کر دیا ہے اور جب اس کے مقابل کی اصطلاح یعنی نبوت کاملہ تامہ کی اصطلاح آخر تک موجود پائی جاتی ہے تو دوسری اصطلاح کا مفہوم خود موجود ہوا اس کو متروک نہیں کہا جا سکتا۔ مثلاً الوصیت میں ہے "مگر اس کا کامل پیرو صرف نبی نہیں کہلا سکتا۔ کیونکہ نبوت کاملہ تامہ محمدیہ کی اس میں ہتک ہے" (صفحہ ۱۲) اب غور کرو کہ اگر صرف نبی کہلانے سے نبوت کاملہ تامہ محمدیہ کی ہتک ہے۔ تو اس کا مطلب سوائے اس کے کچھ نہیں ہو سکتا۔ کہ کامل پیرو کی نبوت کاملہ تامہ نہیں بلکہ جزئی ہے۔ کیونکہ اگر کاملہ تامہ نہیں تو جزئی ہی ہوگی۔ اور یہی اشارہ لفظ صرف میں ہے۔ کیونکہ جو شخص صرف نبی کہلائے گا اس کی نبوت نبوت کاملہ ہوگی۔ بہرحال یہ صاف اور صریح انکار اس بات کا موجود ہے کہ کسی امتی کی نبوت کامل ہو اور اگر کامل نہیں تو ناقص یا جزوی ہی ہوگی +

حیرت یہ ہے کہ حضرت مسیح موعود کے اس انکار کے ہوتے ہوئے جو سنہ ۱۹۰۱ء کے بعد کا ہے کہ آپ کی نبوت کو تامہ کاملہ کہنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی ہتک ہے میاں صاحب نے اپنے متبعین کو یہ جرأت دلائی ہے کہ وہ علانیہ حضرت مسیح موعود کی نبوت کو نبوت کاملہ کہتے ہیں۔ اور خود میاں صاحب نے گو حقیقۃ النبوت میں کامل نبی کا لفظ استعمال نہ کیا ہو مگر جب وہ صریحاً جزئی نبوت کا بار بار انکار کرتے ہیں تو اس کا مطلب سوائے اس کے کیا ہے کہ وہ حضرت مسیح موعود کی نبوت کو نبوت کاملہ قرار دیتے ہیں۔ اور انہی کے نقش قدم پر چل کر چھوٹے میاں بشیر احمد صاحب نے صاف صاف لکھا ہے کہ حضرت مسیح موعود کامل نبی

تھے۔کس قدر جرأت ہے۔کہ مسیح موعود صرف نبی کہنے کو بھی نبوت کاملہ تامہ محمدیہ کی ہتک فرماتے ہیں۔حالانکہ اس میں "صرف" کے لفظ میں کامل کی طرف محض اشارہ ہے۔مگر انہوں نے مسیح موعود کی وصیت کو پس پشت پھینک کر کھلا کھلا اعلان کر دیا کہ حضرت مسیح موعود کی نبوت کاملہ ہے۔اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتک کی کوئی پرواہ نہ کی۔کاش اتنا ہی غور کرتے کہ حضرت مسیح موعود نے ساری عمر میں ایک دفعہ بھی اپنے آپ کو کامل نبی نہیں کہا اگر ایک دفعہ بھی یہ لفظ استعمال کیا ہوتا تو کسی کو حق ہو سکتا تھا۔مگر جب وہ اس لفظ کو آنحضرت صلعم کی ہتک بتاتے ہیں اور خود اس لفظ کے استعمال کرنے سے ساری عمر پرہیز کرتے ہیں اور صرف نبی کہلانے سے بھی انکار کرتے ہیں تو جو لوگ اب علانیہ آپ کو کامل نبی کہتے یا آپ کی جزئی نبوت کا انکار کرتے ہیں یا آپ کے لئے صرف نبی کا لفظ استعمال کرتے ہیں وہ سمجھ لیں کہ ان کا قدم مسیح موعود کے قدم پر نہیں +

پھر تعجب ہے کہ یہ کہا جاتا ہے کہ جزوی نبی کا لفظ متروک ہو گیا تھا۔حالانکہ سلسلہ کی تحریروں میں برابر یہ لفظ لکھا جاتا رہا۔مولانا مولوی سید محمد احسن صاحب نے سنہ ضرور یہ متعلق مباحثہ رام پور جو ۱۹۰۹ء میں ہوا لکھی۔اور اس میں حضرت مسیح موعود کی نبوت کو اس عنوان کے نیچے رکھ کر ثابت کیا "بحث نبوت جزوی تابع نبوت کلی" اور اس کتاب کے صفحہ ۳۶ پر لکھا ہے۔کہ "بذریعہ اتباع آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے تائید دین اسلام کے عند الضرورت نبی جزوی تابع نبوت کلیہ کے طفیل آ سکتا ہے"۔اور صفحہ ۴۱ پر ہے "ایسا معار بجز ایسے شخص کے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے مبعوث اور مامور ہو کر آیا ہو اور اس کو حربہائے آسمانی دیئے گئے ہوں جس کو دوسرے لفظوں میں نبی جزوی ہم کہتے ہیں یعنی جس کو کثرت سے الہامات اور مکالمات ہوتے ہوں اور کوئی نہیں ہو سکتا" اس میں صاف طور پر اعتراف ہے کہ کثرت الہامات اور مکالمات کا نام نبوت جزوی ہے نہ نبوت کاملہ اسی طرح خود رسالہ تشحیذ الاذہان میں جس کے ایڈیٹر میاں محمود احمد صاحب تھے ماہ اکتوبر ۱۹۱۳ء میں مولوی صاحب موصوف کا ایک مضمون شایع ہوا ہے جس میں لکھا ہے کہ مبشرات والی نبوت جزوی نبوت ہے اور حضرت مسیح موعود کا دعویٰ جزوی نبوت کا ہی تھا +

"پس مبشرات کی پیشگوئیاں واسطے تائید اسلام کے نبوت کے ہی ذریعہ سے دی جائینگی

اور یہی نبوت غیر تشریعی ہے یا نبوت جزوی دوسرے لفظوں میں کہو قرآن مجید کی متعدد آیات اس نبوت جزوی مبشرات کو قطعی طور پر ثابت کر رہی ہیں،، اور اس کے حاشیہ میں لکھا ہے ،، ان تینوں حدیثوں سے حضرت اقدس کا دعویٰ نبوت جزوی ثابت ہوتا ہے"۔

اور مولوی سرور شاہ صاحب نے اخبار بدر میں ۱۶ فروری ۱۹۱۱ء کے پرچہ میں" الفاظ نبی و مجدد کا استعمال" کے عنوان سے اپنے مضمون میں یہ لفظ لکھے ہیں جس شخص کو اللہ تعالیٰ بکثرت شرف مکالمہ سے ممتاز کرے اور غیب کی خبروں سے مطلع کرے وہ نبی ہے اس رنگ میں میرے نزدیک تمام مجددین سابق مختلف مدارج کے انبیاء گزرے ہیں"

اب کیا یہ نبوت جس کو تمام مجددین نے پایا کسی کے وہم و گمان میں نبوت کاملہ تھی؟

اسی طرح پر اخبار بدر کے فایل کو اٹھا کر دیکھا جائے تو کہیں لکھا ہوا پاتے ہیں ۔"بس جب مبشرات جزو نبوت تامہ ہوئے تو صاحب مبشرات صاحب نبوت جزوی ٹھیرا!" (جلد ۷ نمبر ۷) کہیں ہے " نہ کوئی ایسا نبی آسکتا ہے جو صاحب شریعت جدیدہ یا صاحب نبوت تامہ ہو" کہیں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبی اور رسول آسکتے ہیں مگر وہ شریعت محمدیہ کے تابع اور امت محمدیہ میں داخل یعنی جزوی نبی ہوں گے"۔

ظلی اور بروزی نبوت

یہ وہ اصطلاحات ہیں جن کے متشابہات میں سے ہونے کی وجہ سے میاں صاحب نے بہت فائدہ اٹھایا ہے۔ یوں بھی کہہ دیا جاتا ہے کہ ہم مرزا صاحب کی نبوت کو ظلی اور بروزی مانتے ہیں۔ اور پھر یہ بھی کہہ دیا جاتا ہے کہ وہ نبوت بلحاظ نفس نبوت بعینہٖ ایسی ہے جیسی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت گویا ظل اور اصل ایک ہو گئے۔ ظلی یا بروزی نبوت کیا ہے پہلے سیدھے سادے الفاظ میں اس کو سمجھ لینا چاہیئے۔ ظلی یا بروزی نبوت سے مراد ولایت ہے نہ نبوت کیونکہ نبوت کو ظلی نبوت نہیں کہا جا سکتا اور نہ ظل اور اصل ایک ہوں گے ولایت پر ہی فنافی الرسول کا لفظ بولا جاتا ہے اسی کو ظلی اور بروزی نبوت کہا جاتا ہے۔ اور درحقیقت حضرت مسیح موعود نے ازالہ اوہام میں اس بات کو واضح کر دیا ہے یہ ظلی نبوت یہ بروزی نبوت یہ فنافی الرسول والی نبوت درحقیقت جزوی نبوت ہے۔

"اور نیز خاتم النبیین ہونا ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا کسی دوسرے نبی کے آنے سے مانع ہے ہاں ایسا نبی جو مشکوٰۃ نبوت محمدیہ سے نور حاصل کرتا ہے اور نبوت تامہ نہیں رکھتا۔ جس کو دوسرے لفظوں میں محدث بھی کہتے ہیں۔ وہ اس تحدید سے باہر ہے۔ کیونکہ وہ باعث

اتباع اور فنافی الرسول ہونے کے جناب ختم المرسلین کے وجود میں ہی داخل ہے جیسے جزو کل میں داخل ہوتی ہے" (صفحہ ۷۹ ۵) ازالہ

گویا فنافی الرسول کا مقام درحقیقت یہی ہے کہ متبع ایک جزو ہوتا ہے اور متبوع کل اور وہ جزو اس کل میں داخل ہو جاتا ہے۔ جزو کل میں داخل ہو سکتا ہے۔ مگر کل کل میں داخل نہیں ہو سکتا اس لئے جو نبوت بذریعہ اتباع اور فنافی الرسول حاصل ہوگی وہ بھی ایک جزوی نبوت ہوگی نہ کہ کامل اسی کی تائید میں وہ ہے جو مواہب الرحمٰن میں لکھا ہے:۔

"وہر کہ دعوے نبوت کند و این اعتقاد ندارد کہ او از اُمت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم است وہرچہ یافت از فیضان او یافت و او یک ثمرہ ایست از باغ او و یک قطرۂ از بارش او و سایہ تنک از روشنی اوپس او لعنتی است و لعنت خدا بر او و بر انصار او و بر اتباع او و بر اعوان او و برائے ما بجز حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیچ پیغمبرے زیر آسمان نیست

ترجمہ

اور جو شخص دعوئے نبوت کرتا ہے اور یہ اعتقاد نہیں رکھتا کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت سے ہے اور جو کچھ پایا اسی کے فیضان سے پایا۔ اور وہ ایک پھل ہے اس کے باغ سے اور ایک قطرہ ہے اس کی بارش سے اور ہلکا سایہ اس کی روشنی سے سو وہ لعنتی ہے اور خدا کی لعنت اس پر اور اس کے انصار پر اور اس کے پیرووں پر اور اس کے مددگاروں پر ہمارے لئے بجز محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کوئی پیغمبر آسمان کے نیچے نہیں" صفحہ ۶۹

اب یہاں جس نبوت کو ایک قطرہ بارش کا اور ایک پھل باغ کا کہا ہے وہ وہی نبوت فنافی الرسول کی ہے۔ جیسا کہ اس سے پہلے صفحہ ۶۷ پر صاف لکھا ہے "بلکہ او احمد است کہ در آئینہ دیگر تجلی کردہ" بلکہ وہ احمد ہے جو دوسرے آئینہ میں ظاہر ہوا ہے۔ پس ایک طرف اس کو وہی احمد اور وہی نبی بھی کہا ہے۔ دوسری طرف اس کو ایک جزو بھی قرار دیا ہے۔ ایک مجاز ہے اور دوسرا حقیقت اور اس قسم کا مجاز اولیاء کے کلام میں کثرت سے پایا جاتا ہے۔ جو شخص دیکھنا چاہے مکتوبات مجدد الف ثانی یا فتوح الغیب کو دیکھے۔ مثال کے طور پر دو مقام دیتا ہوں۔ مجدد الف ثانی کے مکتوبات کے صفحہ ۲۶۶ پر ہے:۔

"بحیثیت کمال متابعت وفرط محبت بلکہ بمحض عنایت وموہبت جمیع کمالات انبیاء متبوعہ خود راجذب مے نماید وبکلیت برنگ ایشان منصبغ مے گردند حتے کہ فرق نمی ماند درمیان

متبوعان وتابعان"

اور فتوح الغیب مقالہ ۴۸ میں ہے :-

"فتکون کبریتا احمر..... فرد الفرد وتر الوتر غیب الغیب سر السر فحینئذ تکون وارث کل رسول ونبی وصدیق بک تختم الولایۃ والیک تصدر الابدال وبک تنکشف الکرب....."

اگر ان الفاظ میں مجاز کا رنگ نہ سمجھا جائے تو حضرت مسیح موعود نے تو ایک غلطی کا ازالہ میں یہ بھی لکھ دیا ہے کہ میں وہی محمدؐ و احمدؐ ہوں اور وہی خاتم الانبیاء ہوں حالانکہ نہ تناسخ کے طور پر آپ محمدؐ و احمدؐ تھے نہ درحقیقت کوئی احمدی آپ کو خاتم الانبیاء مانتا ہے اب میں چند حوالجات سے الفاظ ظلی و بروزی کی تشریح کرتا ہوں۔ اس کے معنے سمجھانے کے لئے پہلے میں چند ایسے حوالجات پیش کرتا ہوں جن پر کسی کو انکار کی گنجائش نہیں ہو سکتی۔ حقیقۃ الوحی صفحہ ۴۲ پر ہے :-

"مگر تاہم وہ لوگ جو اپنی نفسانی حیات سے مر کر خدا تعالیٰ کی ذات کا مظہر اتم ہو جاتے ہیں اور ظلی طور پر خدا تعالیٰ ان کے اندر داخل ہو جاتا ہے۔ ان کی حالت سب سے الگ ہے جیسا کہ تم دیکھتے ہو۔ کہ اگرچہ سورج آسمان پر ہے لیکن تاہم جب وہ ایک نہایت شفاف پانی یا مصفا آئینہ کے مقابل پر پڑتا ہے تو یوں دکھائی دیتا ہے کہ وہ اس پانی یا آئینہ کے اندر ہے لیکن دراصل وہ اس پانی یا آئینہ کے اندر نہیں ہے۔ بلکہ پانی یا آئینہ اپنی کمال صفائی اور آب و تاب کی وجہ سے لوگوں کو یہ دکھلا دیتا ہے کہ گویا وہ پانی یا آئینہ کے اندر ہے"

پھر اسی صفحہ پر آگے چل کر ہے :-

"جب وہ آفتاب روحانی مصفے چیزوں پر اپنا نور ڈالتا ہے تو اپنا کل نور ان میں ظاہر کر دیتا ہے۔ یہاں تک کہ اپنے چہرہ کی تصویر ان میں کھینچ دیتا ہے۔ جیسا کہ تم دیکھتے ہو کہ ایک مصفا پانی یا مصفا آئینہ کے مقابل پر جب سورج آتا ہے تو اپنی تمام صورت اس میں ظاہر کر دیتا ہے۔ یہاں تک کہ جیسا کہ آسمان پر سورج نظر آتا ہے ویسا ہی بغیر کسی فرق کے اس مصفا پانی یا آئینہ میں نظر آتا ہے۔ پس روحانی طور پر انسان کے لئے اس سے بڑھ کر کوئی کمال نہیں کہ وہ اس قدر صفائی حاصل کرے کہ خدا تعالیٰ کی تصویر اس میں کھینچی جائے۔ اسی کی طرف اشارہ ہے جو اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے انی جاعل فی الارض خلیفۃ یعنی میں اب زمین پر اپنا خلیفہ بنانے والا ہوں۔ یہ ظاہر ہے کہ تصویر ایک چیز کی اصل صورت کی خلیفہ ہوتی ہے۔ یعنی جانشین"

ان حوالجات سے ظاہر ہے کہ مومن کامل اللہ تعالیٰ کا ظل بھی ہوجاتا ہے اور الٰہی صفات کو آئینہ کی طرح اپنے اندر لے لیتا ہے۔ مگر یوں نہیں کہیں گے کہ وہ واقعی خدا بن جاتا ہے یہی حال اس ظل اور بروز کا ہے جو انبیاء کا ہوتا ہے۔ انبیاء کی صفات اور کمالات کو بے شک ایک ان کا متبع اپنے اندر لے لیتا ہے۔ مگر ظلی بروزی ہونے سے یہ مراد نہیں ہوتی کہ وہ نبی ہو جاتا ہے۔ ایسا ہی آخری حوالہ سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ ظل بمعنے خلیفہ یا جانشین بھی ہوتا ہے۔ چنانچہ حق یہی ہے کہ انبیاء کے ظل انکے روحانی خلفاء ہوتے ہیں۔ اور پھر صفحہ ۲۶۳ پر لکھا ہے:-

"اور ایک شخص کا عکس جو آئینہ میں ظاہر ہوتا ہے۔ استعارہ کے رنگ میں گویا وہ اسکا بیٹا ہوتا ہے۔ کیونکہ جیسا کہ بیٹا باپ سے پیدا ہوتا ہے ایسا ہی عکس اپنے اصل سے پیدا ہوتا ہے"

یہاں سے بھی اسی بات کی تائید ہوتی ہے جو اوپر لکھی گئی وہاں ظل کو بطور جانشین فرمایا ہے اور یہاں ظل یا عکس کو بیٹا قرار دیا ہے۔ سو اس میں کیا شک ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کامل متبعین کو آنجناب سے فرزندی کی نسبت ہے اور اسی لئے وہ آپ کے خلفاء بھی ہیں۔ ایسا ہی ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم صفحہ ۱۸۰ پر ہے:-

"اور جیسا کہ ہم کہہ سکتے ہیں کہ وہ آئینہ جو ایک سامنے کھڑے ہونے والے منہ کے تمام نقوش اپنے اندر لے کر اس منہ کا خلیفہ ہوجاتا ہے۔ اسی طرح ایک مومن بھی ظلی طور پر اخلاق اور صفات الٰہیہ کو اپنے اندر لے کر خلافت کا درجہ اپنے اندر حاصل کرتا ہے۔ اور ظلی طور پر اسی صورت کا مظہر ہوجاتا ہے۔ اور جیسا کہ خدا غیب الغیب ہے۔ اپنی ذات میں وراء الوراء ہے۔ ایسا ہی یہ مومن کامل اپنی ذات میں غیب الغیب اور وراء الوراء ہوتا ہے"

اب کیا ان الفاظ کو حقیقت پر محمول کر کے ایک مومن کامل کو سچ مچ غیب الغیب اور وراء الوراء خدا کہہ سکتے ہیں۔ اگر نہیں تو جو معنے ظل اور عکس کے یہاں لیتے ہو وہی نبی کے ظل اور احمد کے بروز کی صورت میں لو۔ اور ناحق مجازی کلمات کو حقیقت کا جامہ پہنا کر ایک ضال قوم کے قدم پر قدم نہ رکھو۔ حدیث میں تو سلطان عادل کے لئے ظل اللہ کا لفظ بھی آگیا ہے اور یہاں حضرت مسیح موعود نے اولیاء اللہ کو ظل اللہ ہی نہیں غیب در غیب اور وراء الوراء بھی کہہ دیا ہے تو اب مقام غور ہے کہ کیا سلطان عادل اور اولیاء خدا ہیں؟ ظل کا لفظ ساتھ لگایا ہی وہاں جاتا ہے جہاں یہ ظاہر کرنا مقصود ہے کہ وہ چیز اصل کی غیر ہے مگر اس اصل کی بعض صفات کو اس نے اپنے اندر لیا ہے۔ پس ظلی نبی بھی غیر نبی ہوا جس نے نبی کی بعض

صفات کو اپنے اندر لے لیا ہے۔ اس سے آگے جو شخص قدم رکھتا ہے اس کا قدم نصاریٰ کے قدم پر ہے۔

اب دیکھو کہ ظلی نبوت کے معنے حضرت مسیح موعود نے خود کیا کئے ہیں۔ حقیقۃ الوحی صفحہ ۲۸ پر ہے

"ظلی نبوت جس کے معنے ہیں کہ محض فیض محمدیؐ سے وحی پانا وہ قیامت تک باقی رہے گی تاکہ انسانوں کی تکمیل کا دروازہ بند نہ ہو اور تا یہ نشان دنیا سے نہ مٹ جائے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہمت نے قیامت تک یہی چاہا ہے کہ مکالمات اور مخاطبات الٰہیہ کے دروازے کھلے رہیں اور معرفت الٰہیہ جو مدار نجات ہے مفقود نہ ہو جائے"۔

یہاں ظلی نبوت کے معنے کیسی صفائی سے بیان کر دیئے ہیں۔ فیض محمدی سے وحی پانا یہی ظلی نبوت ہے۔ اور یہ دروازہ اُمت محمدیہؐ میں کھلا رہا ہے۔ اور آئندہ کھلا رہے گا۔ کیونکہ اس کے بغیر تکمیل نفس نہیں۔ گویا محدثیت ہی ظلی نبوت ہے۔ پھر بروز کے لئے حقیقی نبی ہونا ضروری نہیں جیسا کہ خود حضرت مسیح موعود ایام الصلح میں صفحہ ۱۶۳ پر فرماتے ہیں:۔

"تمام اُمت کا اس پر اتفاق ہے کہ غیر نبی بروز کے طور پر قایم مقام نبی کا ہو جاتا ہے یہی معنے اس حدیث کے ہیں علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل۔ . . . . اور ایک حدیث میں ہے کہ علماء انبیاء کے وارث ہیں"۔

پس ظلی نبوت یا بروزی نبوت محدثیت یا ولایت ہی ہیں اس سے بڑھ کر کچھ نہیں۔

باب ہشتم

خصوصیتِ مسیح موعودؑ

مسیح موعود کی خصوصیات

مسیح موعود جیسا کہ ہم دکھا چکے ہیں مجددوں میں سے ایک مجدد اور محدثیت والی نبوت کے پانے والے ہیں۔ لیکن صرف اسی قدر سے آپ کا پورا مرتبہ معلوم نہیں ہوتا۔ بے شک اس امت میں مجددین کے آنے کا وعدہ ہے۔ اور قرآن کریم میں یہ وعدہ بدین الفاظ ہے کہ اس امت کے اندر خلفاء پیدا ہوتے رہیں گے جس طرح سلسلہ بنی اسرائیل میں خلفاء پیدا ہوتے رہے۔ اب مسیح موعود کو پہلی خصوصیت تو یہ حاصل ہے کہ جس طرح سلسلہ موسوی کے آخر پر ایک عظیم الشان خلیفہ آیا جو اس سلسلہ کا خاتم الانبیاء تھا۔ اس لحاظ سے کہ اس کے بعد کوئی نبی اس سلسلہ میں پیدا نہ ہونا تھا۔ اسی طرح یہاں بھی قریباً اسی عرصہ کے بعد ایک عظیم الشان خلیفہ کے پیدا ہونے کی ضرورت تھی جو خاتم الخلفاء ہو۔ اور اس طرح سلسلہ اسلامی کی سلسلہ موسویہ سے مشابہت تکمیل کو پہنچے۔ مگر چونکہ اسلامی سلسلہ کو خدا تعالیٰ نے قیامت تک زندہ رکھنا ہے اور اس کی زندگی کے سامانوں میں سے ایک یہ بھی مقدر فرمایا کہ مجددین پیدا ہوتے رہیں گے۔ اس لئے سلسلہ محمدیہ کا خاتم الخلفاء ان معنوں سے نہیں ہو سکتا۔ کہ اس کے بعد کوئی خلیفہ نہ آئے۔ بلکہ ضروری ہوا کہ وہ بلحاظ اپنی عظمت کے خاتم الخلفاء کہلائے۔ اگر سلسلہ محمدیہ بھی سلسلہ موسویہ کی طرح مسیح کے ساتھ ختم ہونے والا ہوتا تو اس سلسلہ کے مسیح کو وہ عظمت حاصل نہ ہوتی۔ وہ محض ان کا آخری خلیفہ ہوتا۔ مگر جس صورت میں خلفائے محمدی کا سلسلہ ہمیشہ کے لئے چلنے والا ہے۔ اس لئے اس سلسلہ کا خاتم الخلفاء بھی ایک خاص معنے میں خاتم الخلفاء ہوا۔

پھر دوسری خصوصیت یہ ہے۔ کہ مسیح موعود کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کھلی کھلی پیشگوئیاں بیان فرمائیں۔ اور وہ پیشگوئیاں معمولی کتابوں میں نہیں۔ بلکہ حدیث کی صحیح

کتابوں میں پائی جاتی ہیں۔ اور بخاری میں بھی اس مسیح کے آنے کی پیشگوئی ہے اور بعض پیشگوئیوں میں اسے عیسیٰ بن مریم کہا گیا ہے۔ جو موسوی سلسلہ کے آخری خلیفہ کا نام تھا۔ اور صحیح مسلم میں ایک حدیث ایسی بھی ہے جس میں اس عیسیٰ بن مریم کو نبی اللہ کے نام سے پکارا گیا ہے۔ ان پیشگوئیوں نے آپ کے دعویٰ کو دوسرے مجددین کے دعویٰ سے ایک ممتاز رنگ دے دیا ہے کیونکہ یہ پیشگوئی صرف اسی قدر نہیں۔ بلکہ اس کے ساتھ پھر ان نشانات کا بھی ذکر ہے جو اس کے ظہور کے لئے بطور دلیل ہوں گے۔ حالانکہ اور کسی مجدد کے لئے اس قسم کے کوئی نشانات نہیں بتائے گئے۔ پھر اس کے ساتھ تیسری بات یہ ہے کہ مسیح موعود کے کام کو بھی ایک ممتاز رنگ دیا گیا ہے۔ کیونکہ اس کے آنے کے وقت اسلام پر بیرونی اور اندرونی انتہائی مصائب کا وقت ہے اس لئے اس کے کام کو بھی خاص عظمت کا رنگ دیا گیا ہے۔ غرض احادیث نے آپ کی آمد آپ کے نشانات آپ کے کام کا خصوصیت سے ذکر کیا ہے۔ اور یہ تمام امور حضرت مسیح موعودؑ کی خصوصیات میں سے ہیں۔

یہی خصوصیت ہے جس نے بعض لوگوں کو یہاں تک غلطی میں ڈالا۔ کہ انہوں نے حضرت مسیح موعود کو مجددین کے زمرہ سے نکال کر انبیاء میں داخل کرنے کی کوشش کی ہے۔ اور اس بارہ میں بالخصوص حقیقت الوحی کا صفحہ ۳۹۰ و ۳۹۱ پیش کیا جاتا ہے۔ جس کی عبارت میں پہلے نقل کرتا ہوں:-

صفحہ ۳۹۱ حقیقت الوحی میں حضرت مسیح موعود نے اپنی خصوصیت کا ذکر کیا ہے

"اب واضح ہو کہ احادیث نبویہ میں یہ پیشگوئی کی گئی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت میں سے ایک شخص پیدا ہوگا۔ جو عیسیٰ اور ابن مریم کہلائے گا۔ اور نبی کے نام سے موسوم کیا جائے گا یعنی اس کثرت سے مکالمہ مخاطبہ کا شرف اس کو حاصل ہوگا اور اس کثرت سے امور غیبیہ اس پر ظاہر ہوں گے کہ بجز نبی کے کسی پر ظاہر نہیں ہو سکتے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے فلا یظہر علی غیبہ احداً الا من ارتضی من رسول۔ یعنی خدا اپنے غیب پر کسی کو پوری قدرت اور غلبہ نہیں بخشتا۔ جو کثرت اور صفائی سے حاصل ہو سکتا ہے۔ بجز اس شخص کے جو اس کا برگزیدہ رسول ہو۔ اور یہ بات ایک ثابت شدہ امر ہے کہ جس قدر خدا تعالیٰ نے مجھ سے مکالمہ مخاطبہ کیا ہے۔ اور جس قدر امور غیبیہ مجھ پر ظاہر فرمائے ہیں تیرہ سو برس ہجری میں کسی شخص کو آج تک بجز میرے یہ نعمت عطا نہیں کی گئی۔ اگر کوئی منکر ہو تو بار ثبوت اس کی گردن پر ہے"۔

"غرض اس حصہ کثیر وحی الٰہی اور امور غیبیہ میں اس اُمت میں سے میں ہی ایک فرد مخصوص ہوں۔ اور جس قدر مجھ سے پہلے اولیاء اور ابدال اور اقطاب اس اُمت میں سے گذر چکے ہیں اُن کو یہ حصہ کثیر اس نعمت کا نہیں دیا گیا۔ پس اس وجہ سے نبی کا نام پانے کے لئے میں ہی مخصوص کیا گیا۔ اور دوسرے تمام لوگ اس نام کے مستحق نہیں کیونکہ کثرت وحی اور کثرت امور غیبیہ اس میں شرط ہے۔ اور وہ شرط ان میں پائی نہیں جاتی۔ اور ضرور تھا کہ ایسا ہوتا تا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی صفائی سے پوری ہوجاتی کیونکہ اگر دوسرے صلحا جو مجھ سے پہلے گذر چکے ہیں وہ بھی اسی قدر مکالمہ و مخاطبہ الٰہیہ اور امور غیبیہ سے حصہ پالیتے تو وہ نبی کہلانے کے مستحق ہوجاتے۔ تو اس صورت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی میں ایک رخنہ واقع ہوجاتا۔ اس لئے اللہ تعالیٰ کی مصلحت نے ان بزرگوں کو اس نعمت کو پورے طور پر پانے سے روک دیا۔ تا جیسا کہ احادیث صحیحہ میں آیا ہے کہ ایسا شخص ایک ہی ہوگا وہ پیش گوئی پوری ہوجائے"

کسی عبارت کے معنے اصول قائم کردہ کے خلاف نہیں کئے جاسکتے

اب سب سے پہلے یہ سمجھ لینا چاہئے کہ کسی عبارت کے معنے کرنے میں ایک اصول قائم کرنا چاہئے۔ یہ تو ظاہر ہے کہ کوئی اصول خود اس عبارت میں قائم نہیں کیا گیا۔ بلکہ ایک امر کا صرف اپنی ذات کے متعلق ذکر کیا ہے۔ اور قاعدہ یہ ہے کہ ایک امر کے ذکر کو اگر کسی قانون کے وہ مخالف ہو تو اس قانون کے ماتحت کرکے اس کی تاویل کی جائے گی۔ یہ نہیں ہوگا کہ ایک قانون کو جو محکمات میں داخل ہے ایک امر کی خاطر توڑا جائے۔ مثلاً قرآن کریم نے ایک قانون باندھا ہے۔ کہ سوائے خدا کے کوئی خلق نہیں کرسکتا۔ لیکن قرآن میں ہی حضرت مسیح کے متعلق دو دفعہ ذکر ہے انی اخلق لکم من الطین کھیئۃ الطیر فانفخ فیہ فیکون طیرا باذن اللہ میں خلق کرتا ہوں۔ تمہارے لئے مٹی سے پرندے کی صورت کے مثل۔ پھر اس میں نفخ کرتا ہوں۔ پس وہ اللہ کے اذن سے طیر ہوجاتا ہے۔ اب اگر ظاہر الفاظ پر جاویں تو ماننا پڑے گا۔ کہ حضرت مسیح پرندوں کو پیدا کیا کرتے تھے۔ اور یہ امر خلاف اس قانون کے ہوگیا جو قرآن کریم نے بیان کیا ہے کہ خدا کے سوا کوئی خلق نہیں کرسکتا۔ اس لئے چونکہ قانون تو توڑا نہیں جاسکتا اس لئے ہم مجبور ہوں گے۔ کہ مسیح کی خصوصیت جو پرند بنانے کے متعلق ہے۔ اور قانون کے خلاف پڑتی ہے۔ اس کی تاویل کرکے صرف عن الظاہر کریں۔ اسی طرح قرآن کریم نے ایک قانون بیان فرمایا۔ کہ مردے واپس نہیں آیا کرتے۔ مگر مسیح کے متعلق یہ ذکر

کیا کہ وہ مردوں کو زندہ کیا کرتے تھے۔ یا ایک شخص کا قصہ لکھا۔ کہ سو سال مر کر وہ زندہ ہو گیا۔ تو اب کیا کریں گے۔ آیا ان واقعات کی خاطر قانون کو توڑ دیں یا قانون کی خاطر واقعات کی تاویل کریں۔ پھر مثلاً ایک قانون مسلمہ ہے کہ خدا خالق ہے اور انسان مخلوق۔ نہ خدا انسان بن سکتا ہے۔ نہ انسان خدا۔ لیکن کسی نبی کی پیشگوئی میں ذکر آ گیا۔ کہ خدا خود ظاہر ہو گا۔ تو کیا پیشگوئی کی تاویل کر کے قانون کے ماتحت کریں گے یا قانون کو توڑیں گے۔ میں امید کرتا ہوں کہ وہ قوم جس نے نئے علم کلام کے ماتحت پرورش پائی ہے۔ اور جس کو طرز تحقیق کی راہ پر چلنے کی ہدایت کی گئی ہے۔ ان تینوں صورتوں میں قانون کو توڑنا پسند نہیں کرے گی۔ بلکہ ان امور یا مخصوصات کی تاویل کرے گی۔ بس یہی راہ حق ہے۔

اب منقولہ بالا عبارت میں ایک شخص کے نبی ہونے کا ذکر ہے۔ سوال تو سیدھا ہے۔ کیا محمد رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سلسلہ نبوت جاری ہے یا نہیں۔ دو ہی صورتیں ہیں۔ تیسری کوئی صورت نہیں۔ اگر سلسلہ جاری ہے تو معلوم ہوا کہ اور بھی نبی اس قسم کے اس اُمت میں ہوں گے۔ لیکن اگر اور نبی ہو گئے تو پھر یہ کلام غلط ہو جاتا ہے۔ کہ "نبی کا نام پانے کے لئے میں ہی مخصوص کیا گیا"۔ یا یہ کہ اگر کوئی اور بھی نبی کا نام پا لے تو "آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی میں ایک رخنہ واقع ہو جاتا"۔ اس لئے اور کسی کو نبی بنانے سے تو خود وہ عبارت غلط ٹھیرتی ہے۔ جس کے معنے کرتے ہیں۔ پس دوسری صورت یہ ہے کہ آنحضرت کے بعد اس قسم کی نبوت کا سلسلہ جاری نہیں۔ پس اگر جاری نہیں تو ایک بھی نبی نہیں ہو سکتا۔ خوب غور کر لو اور سوچ لو اس سے چارہ نہیں۔ اگر سلسلہ نبوت کو آنحضرت کے بعد جاری کرتے ہو تو عبارت یوں غلط ہوئی۔ کہ خصوصیت جاتی رہی۔ اگر سلسلہ نبوت جاری نہیں کرتے تو پھر ایک بھی نہیں ہو سکتا۔ اور اس ایک کے متعلق جو کچھ لکھا ہے اس کی تاویل کرنی پڑے گی۔ بلکہ اگر ضرورت ہو تو صرف عن الظاہر کرنا پڑے گا۔ جس طرح اوپر کی تین مثالوں میں کیا گیا۔ یہ پہلا جواب ہے۔ میاں صاحب نے اس کا جواب ایسے الفاظ میں دیا ہے کہ اصل حقیقت پر پردہ ڈالے رکھنے کی کوشش کی ہے وہ کہتے ہیں پہلے تو کوئی نبی نہیں ہوا۔ آئندہ شاید کوئی نبی ہو جائے۔ اس کے متعلق ہم کچھ نہیں کہہ سکتے۔ مگر یہ گول مول جواب محض ٹالنے کے لئے ہے۔ حضرت مسیح موعود تو اس عبارت میں صاف لکھتے ہیں۔ اور "احادیث صحیحہ میں آیا ہے کہ ایسا شخص ایک ہی ہو گا"۔ اب اگر آپ کے بعد کوئی نبی ہو جائے تو بات تو وہی ہوئی جیسا پہلا نبی آنے سے۔ یعنی ایسا شخص ایک نہ رہا

اور جب ایک نہ رہا تو اس عبارت کی ساری غرض مفقود ہوگئی۔ بس اگر دوسرا نبی لاؤ تو حضرت صاحب کی عبارت غلط ٹھیرتی ہے۔ اور اگر کوئی نبی اور نہیں آسکتا۔ اور اصولاً دروازہ نبوت مسدود ہے تو پھر ایک کے قدم رکھنے کے لئے بھی جگہ نہیں۔ بعض لوگ جو اپنے آپ کو دوسروں سے بڑھ کر مومن بتاتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ ہمیں کیا قرآن نے کہہ دیا کوئی نبی آنحضرت کے بعد نہیں آئے گا۔ ہم نے مان لیا۔ نبی کریمؐ نے کہہ دیا ایک نبی آئے گا۔ ہم نے مان لیا۔ یہ احمقانہ جواب ایک تثلیث کے قائل کے منہ سے سجتا ہے۔ مگر مسلمان کو خدا نے عقل سے کام لینے کا حکم دیا ہے۔ اس کو چاہیے دونوں باتوں میں تطبیق کرے ✦

آپ نے خود اس نبوت کو مجاز قرار دیا ہے

دوسرا جواب یہ ہے کہ حضرت مسیح موعود کے کم از کم ان الفاظ سے تو انکار نہیں ہوسکتا کہ آپ نے اسی حقیقت الوحی میں اس تحریر کے بعد یہ لکھا ہے سمیت نبیا من اللہ علی طریق المجاز لا علی وجہ الحقیقۃ۔ میرا نام اللہ کی طرف سے مجازی طور پر نبی رکھا گیا نہ حقیقی طور پر (الاستفتاء، صفحہ ۶۵) پس جب باوجود نبی نام رکھنے کے اس نام کا رکھا جانا مجازی قرار دیا۔ تو بہر حال یہ ماننا پڑا کہ خصوصیت خواہ کچھ بھی ہو بہر حال آپ کا نام نبی مجازی طور پر رکھا گیا ہے۔ اور مجاز کا مفہوم ایسی چیز نہیں جس کے متعلق بہت بحث کی ضرورت ہو۔ اگر مجاز کو مجاز نہیں مانتے اور اس کو تاویلات رکیکہ سے حقیقت بنانا چاہتے ہو تو پھر اور بھی بہت سی مجاز ہیں۔ ان کو بھی حقیقت ماننا پڑے گا۔ مثلاً مسیح نے اپنے آپ کو ابن اللہ کہا۔ یہودیوں نے اس پر اعتراض کیا کہ ہم تجھے اس کلمہ کفر کی وجہ سے سنگسار کریں گے۔ جواب میں مسیح نے یہ کہا کہ تمہارے بڑے تو خدا بھی کہلائے۔ پھر اگر میں نے اپنے آپ کو بیٹا کہا تو کیا ہوگیا۔ ظاہر ہے کہ ان کی مراد یہ تھی کہ جس طرح وہ مجازی معنے میں خدا تھے میں مجازی طور پر ابن اللہ ہوں۔ مگر مسیح کے بعد ایک قوم اٹھی جنہوں نے مسیح کو حقیقی معنے میں ابن اللہ ٹھیرایا اور اس کی اپنی تاویل کی بھی کوئی پروا نہ کی۔ خیر وہاں تو مجاز معناً نکلتا تھا۔ مگر یہاں دوسرے مسیح نے صراحت سے اپنا نام نبی رکھا جانے کو مجاز کہا۔ مگر ایک قوم اٹھتی ہے۔ اور وہ مجاز کو حقیقت بنا کر آپ کو واقعی نبی ٹھیراتی ہے اب وہ غور کریں کہ آیا وہ اسی غلطی کے مرتکب ہو رہے ہیں یا نہیں جس کے مرتکب ابن اللہ حقیقی طور پر بنانے والے ہوئے۔ اگر حضرت مسیح موعود اپنے آپ کو کھلے طور پر مجازی معنے میں نبی کہنے کے باوجود واقعی نبی بن سکتے ہیں۔ تو کوئی وجہ نہیں کہ پہلے مسیح کو واقعی وہ لوگ ابن اللہ نہ مان لیں۔ بات تو ایک ہی ہے۔ بلکہ حضرت مسیح نے تو ایسی صراحت سے مجازی

طور پر ابن اللہ ہونا قبول نہیں کیا جس صراحت سے مسیح موعود نے اپنا مجازی نبی ہونا قبول کیا ہے۔ پس جس خصوصیت کا ذکر عبارت منقولہ بالا میں ہے۔ وہ بہرحال اس بعد کے بیان کو غلط نہیں ٹھیرا سکتی کہ میرا نام مجازی طور پر نبی رکھا گیا۔ اگر فسخ ہی ہوگی تو پہلی عبارت پچھلی سے فسوخ ہوگی +

خصوصیت یہ ہوکہ نبی نام پایا۔ نہ یہ کہ نبی بن گئے

تیسرا جواب یہ ہے کہ اس عبارت میں ذکر صرف اس قدر ہے کہ آپ کو جملہ اولیا و اقطاب میں نبی کا نام پانے کے لئے مخصوص کیا گیا ہے۔ نہ نبی بننے کے لئے" پس اس وجہ سے نبی کا نام پانے کے لئے میں ہی مخصوص کیا گیا" یہ نہیں کہا کہ میں نبی بننے کے لئے مخصوص کیا گیا" اگر دوسرے صلحاجو مجھ سے پہلے گذر چکے ہیں وہ بھی اسی قدر مکالمہ و مخاطبہ الٰہیہ اور امور غیبیہ سے حصہ پالیتے تو وہ نبی کہلانے کے مستحق ہوجاتے" یہ نہیں کہا کہ وہ بھی نبی بن جاتے۔ نبی کا نام پانے یا نبی کہلانے اور نبی بن جانے میں بڑا فرق ہے۔ غیر نبی بھی نبی کا نام پالیتا ہے۔ بلکہ بعض وقت انسان خدا کا نام پالیتا ہے جیسا آگے چل کر دکھایا جائے گا۔ اور پھر بالخصوص پیشگوئیوں میں۔ اب حوالہ منقولہ بالا کے ابتدائی الفاظ کو دیکھو وہ یوں ہیں" اب واضح ہو کہ احادیث نبویہ میں یہ پیشگوئی کیگئی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت میں سے ایک شخص پیدا ہوگا جو عیسٰی اور ابن مریم کہلائیگا۔ اور نبی کے نام سے موسوم کیا جائیگا" تو کیا جو عیسٰی ابن مریم کہلاتا ہے وہ سچ مچ عیسٰی ابن مریم ہے۔ یا عیسٰی ابن مریم کے بعض صفات اس میں ہونے کی وجہ سے عیسٰی ابن مریم کہلاتا ہے۔ اس سے غور کرلو کہ نبی نام پانے والا بھی سچ مچ نبی نہیں بلکہ نبی کے بعض صفات اس میں ہونے کی وجہ سے وہ نبی کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ اور یہ تشریح میں ہی نہیں کرتا بلکہ خود حضرت مسیح موعود نے اسی کتاب میں آگے چل کر اپنے ان الفاظ کی بھی تشریح کی ہے۔ جہاں فرماتے ہیں۔ سمیت نبیا من اللہ علی طریق المجاز لا علے وجہ الحقیقۃ۔ میرا نام جو خدا نے نبی رکھا تو وہ مجاز کے طور پر ہے۔ نہ حقیقت کے طور پر یعنی میں سچ مچ نبی نہیں بنایا گیا ہوں +

چوتھا جواب یہ ہے کہ خود اس ذکر خصوصیت سے پہلے یوں فرماتے ہیں:۔

"اور پھر ایک اور نادانی یہ ہے۔ کہ جاہل لوگوں کو بھڑکانے کے لئے کہتے ہیں کہ اس شخص نے نبوت کا دعوٰی کیا ہے حالانکہ یہ ان کا سراسر افترا ہے۔ بلکہ جس نبوت کا دعوٰی کرنا قرآن شریف کی رو سے منع معلوم ہوتا ہے ایسا کوئی دعوٰی نہیں کیا گیا۔ صرف یہ دعوٰی ہے کہ ایک پہلو سے میں اُمتی ہوں اور ایک پہلو سے میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے فیض نبوت کی وجہ سے نبی ہوں اور نبی سے مراد صرف اس قدر ہے کہ خدا تعالیٰ سے بکثرت شرف مکالمہ مخاطبہ پاتا ہوں"

تو اب دعویٰ نبوت کو اپنے اوپر ایک افترا قرار دیتے ہیں جو دشمنوں نے جاہلوں کو بھڑکانے کے لئے آپ کی طرف منسوب کیا ہے۔ اگر واقعی آپ نبی تھے تو دعویٰ نبوت کو افترا کہنے کے کیا معنے اور اپنے دعویٰ کو صاف طور پر یوں بیان کیا کہ ایک پہلو سے اُمتی ہوں اور ایک پہلو سے نبی اور یہ وہی اُمتی نبی ہے جس کی بحث پہلے گذر چکی جسے صاف طور پر محدث قرار دے چکے ہیں۔ محدث کا لفظ استعمال نہ کیا اُمتی نبی کا لفظ استعمال کیا۔ بات تو ایک ہے۔

اور اس کے بعد فرماتے ہیں:۔

آپکا اپنی تحریر میں نبی سے مراد محدث لینا

"بات یہ ہے کہ جیسا کہ مجدد صاحب سرہندی نے اپنے مکتوبات میں لکھا ہے کہ اگرچہ اس اُمت کے بعض افراد مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ سے مخصوص ہیں اور قیامت تک مخصوص رہیں گے۔ لیکن جس شخص کو بکثرت اس مکالمہ و مخاطبہ سے مشرف کیا جائے اور بکثرت امور غیبیہ اس پر ظاہر کئے جائیں وہ نبی کہلاتا ہے"۔

جب ہم مجدد صاحب سرہندی کے مکتوبات کو دیکھتے ہیں تو وہاں یہ نہیں پاتے کہ کثرت مکالمہ مخاطبہ پانے والا نبی کہلاتا ہے بلکہ وہاں لفظ محدث ہے اور یہ بھی نہیں ہو سکتا کہ حضرت مسیح موعود کو غلطی لگ گئی ہو۔ کیونکہ اس سے پیشتر دو دفعہ وہ خود اس حوالہ کو اپنے اصل الفاظ میں نقل کر چکے ہیں ایک ازالہ اوہام صفحہ ۴۹۱ پر دوسرے تحفہ بغداد حاشیہ صفحہ ۲۰ و ۲۱ پر۔ اصل بات یہ ہے کہ جب اوپر آپ نے دعویٰ نبوت کو اپنے اوپر افترا قرار دیا اور صاف طور پر کہہ دیا کہ میرا دعویٰ صرف اس قدر ہے کہ ایک پہلو سے نبی ہوں اور ایک پہلو سے اُمتی۔ اور اس قسم کی نبوت کو ازالہ اوہام میں صاف طور پر محدثیت قرار دے چکے ہیں تو اب پڑھنے والے کو کوئی شبہ نہیں رہ سکتا کہ اس قدر صاف کر دینے کے بعد آپ اپنے آپ کو نبی نہیں کہہ سکتے بلکہ اگر لفظ نبی استعمال بھی کریں تو اس سے مراد اُمتی نبی ہوگا جسے صفائی سے محدث قرار دے چکے ہیں (ازالہ اوہام) اس لئے اسی سلسلہ عبارت میں مجدد صاحب سرہندی کی عبارت میں محدث کی جگہ نبی کا لفظ لکھ کر اپنے منشاء کو واضح کر دیا ہے کہ جہاں وہ لفظ نبی لکھتے ہیں فی الحقیقت اس سے مراد محدث ہوتی ہے۔ اگر اس توجیہ کو قبول نہ کیا جائے تو حضرت مسیح موعود پر یہ الزام عائد ہوگا کہ آپ نے نعوذ باللہ اپنی مطلب براری کے لئے مجدد صاحب کی عبارت میں تحریف کی ہے۔ کاش نبوت پر زور دینے والے ان امور پر غور کرتے اور حضرت مسیح موعود کو ناپاک الزامات کا مورد ہونے سے بچاتے

حقیقت الوحی صفحہ ۳۹۰ پڑھ لینے کے بعد جو شخص آپ کو نبی بناتا ہے وہ ایسا نبی بناتا ہے جو اپنی مطلب براری کے لئے تحریف کرنیوالا ہے ٭

نبی کہلانے کی خصوصیت حدیث کی پیشگوئی کی وجہ سے ہے

اس عبارت میں ایک دفعہ نہیں دو دفعہ نہیں تین دفعہ نہیں بلکہ چار دفعہ اس امر کا ذکر کیا ہے جو اصل غرض ہے۔ اول تو عبارت ہی اسی طرح پر شروع ہوتی ہے "احادیث نبویہ میں یہ پیشگوئی کی گئی ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت میں سے ایک شخص پیدا ہوگا جو عیسٰی اور ابن مریم کہلائے گا اور نبی کے نام سے موسوم کیا جائے گا" پھر دوبارہ اپنی خصوصیت کا ذکر کر کے لکھا۔ "اور ضرور تھا کہ ایسا ہوتا تا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی صفائی سے پوری ہو جاتی" پھر تیسری مرتبہ فرمایا۔ کہ اگر دوسروں کو بھی یہ نام مل جاتا "تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی میں ایک رخنہ واقع ہو جاتا" اور بالآخر چوتھی مرتبہ پھر اسی بات کا ذکر کر کے فرمایا "تا جیسا کہ احادیث صحیحہ میں آیا ہے کہ ایسا شخص ایک ہی ہوگا۔ وہ پیش گوئی پوری ہو جائے" اب اپنے اصلی مطلب کو حضرت مسیح موعود نے چار دفعہ ظاہر کر دیا ہے۔ اور یہ بات وہی ہے جس کو میں شروع میں بیان کر چکا ہوں کہ مسیح موعود کے آنے کا خصوصیت سے ذکر ہے اور ایک حدیث میں اس کو نبی اللہ کر کے بھی پکارا ہے۔ پس بات صرف یہ ہے کہ یہ خصوصیت آپ کو حاصل ہے کہ اور کسی مجدد کا نام حدیث میں نبی اللہ نہیں آیا۔ آپ کا آیا ہے۔ مگر اس کے یہ معنے نہیں کہ آپ واقعی نبی اللہ بھی ہیں۔ کیونکہ پیش گوئی میں ایک لفظ کے آجانے سے یہ مطلب لازماً نہیں ہوتا۔ کہ اس کی تاویل کوئی نہیں کی جائے گی۔ اس طرح پر تو ساری پیشگوئیوں پر پانی پھر جائے گا مثلاً حضرت مسیح موعود نے ہی لکھا ہے کہ نبیوں کی پیشگوئیوں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کو خدا کی آمد اور آپ کے ظہور کو خدا کا ظہور قرار دیا ہے اور ایسی پیشگوئی اور کسی نبی کے متعلق نہیں تو یوں تو ہم کہہ سکتے ہیں کہ آپ کی یہ خصوصیت ہے مگر اس کے یہ معنے نہیں کہ آپ سچ مچ خدا ہیں۔ ہاں یہ بھی ضرور ہے کہ آخر آپ کو خدا جو پیشگوئیوں میں کہا گیا۔ تو اس کی کوئی وجہ ہوگی۔ اور وہ وجہ یہ ہے کہ انبیاء کے مقابلہ میں آپ کی شوکت آپ کا جلال۔ آپ کے کارنامے آپ کی کامیابیاں اس قدر بڑھ کر تھیں۔ کہ گویا ان دوسرے نبیوں کی نسبت سے آپ کا مرتبہ خدائی کے رنگ میں نظر آتا تھا۔ انبیاء کو کشفی نظر میں سارے انبیاء کے مقابلہ میں آپ کی ایسی عظمت دکھائی گئی کہ نبیوں کے کاموں کو اس سے کوئی نسبت ہی نہ تھی۔ حالانکہ کام تو وہی نبیوں والا تھا۔ مگر محض اس کام کی شوکت اور عظمت نے پیشگوئیوں میں آپ کے لئے خدا کا لفظ رکھوا دیا۔ گو آپ خدا نہ تھے۔ بلکہ نبی

ہی تھے۔ بعینہ یہی صورت مسیح موعود کی پیش گوئی کی ہے۔ مجددوں کے لئے ایک ہی عام پیش گوئی تھی۔ مگر آپ کے لئے خصوصیت سے پیش گوئیاں تھیں۔ آپ کی آمد کے نشان بھی دیئے گئے۔ آپ کے کام کی عظمت بھی بتائی گئی۔ تو چونکہ دوسرے مجددوں کے مقابل میں آپ کے نشان اور پیشگوئیاں بہت زیادہ دکھائی گئیں۔ جن کی ضرورت اس زمانہ میں انکار مکالمہ الٰہیہ کی بیماری کے علاج کے لئے بھی فی الواقعہ تھی۔ اس لئے آپ کی ان خاص پیش گوئیوں میں آپکا نام نبی اللہ بھی رکھدیا گیا حالانکہ کام آپ کا سارا مجددوں والا تھا۔ مگر محض آپ کے کام کی عظمت اور آپ کی پیشگوئیوں کی شوکت کے اظہار کے لئے آپ کو پیش گوئی میں ایک خاص نام دے دیا گیا جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک خاص نام دے دیا گیا۔ اس نام دینے کے ماتحت ایک حقیقت بھی مضمر تھی۔ گو حقیقی طور پر نہ آنحضرت صلعم خدا تھے نہ مسیح موعود نبی۔ مگر وہاں نبیوں کے کام کے مقابل میں خدا کی شان جلوہ نما ہوئی۔ یہاں مجددوں کے کام کے مقابل میں نبوت کی شان جلوہ نما ہوئی حقیقت تو صرف اس قدر تھی۔ جس کو کوتہ فہمی سے کچھ کا کچھ بنالیا گیا اور حضرت مسیح موعود کے چار دفعہ اس پیشگوئی کا ذکر کرنیسے صرف اس پیشگوئی والی خصوصیت کی طرف ہی توجہ دلانا مقصود ہے نہ کچھ اور آپ کے یہ لفظ "تا جیسا کہ احادیث صحیحہ میں آیا ہے کہ ایسا شخص ایک ہی ہوگا۔ وہ پیش گوئی پوری ہو جائے" ہرگز صحیح نہیں ٹھیرتے جب تک کہ وہ تاویل الفاظ کی اختیار نہ کی جائے۔ جس کا ذکر میں نے کیا ہے۔ اور اس تاویل کی رو سے حضرت مسیح موعود کے وہ الفاظ بھی درست رہتے ہیں۔ جو آپ نے فرمایا کہ "جس قدر مجھ سے پہلے اولیاء اور ابدال اور اقطاب اس اُمت میں سے گذر چکے ہیں۔ ان کو یہ حصہ کثیر اس نعمت کا نہیں دیا گیا۔ پس اس وجہ سے نبی کا نام پانے کے لئے میں ہی مخصوص کیا گیا" اس کا یہ مطلب نہیں کہ ان کو کثرت سے مکالمہ مخاطبہ نہ ہوتا تھا یا کثرت سے ان کے نشانات ظاہر نہیں ہوئے کیونکہ یہ تو وہ امور ہیں جن کا بیسیوں دفعہ اس کتاب حقیقۃ الوحی میں اعتراف ہے۔ پھر اس کا انکار کیونکر کرسکتے تھے۔ مطلب صرف یہ ہے کہ ان کے مقابل میں آپ کو یہ حصہ اس قدر کثیر ملا۔ کہ گویا آپ کی پیشگوئیوں میں نبوّت کی شان جلوہ گر ہوئی اور اس لئے حدیث میں یعنی پیشگوئی میں نبی کا نام پانے کے لئے آپ ہی مخصوص کئے گئے۔ ورنہ اگر اس کے یہ معنے لئے جائیں کہ اور کسی کے الہام میں اس کا نام نبی نہیں رکھا گیا۔ تو اوّل تو جب آج کل بھی ہم دیکھتے ہیں۔ کہ بیسیوں آدمیوں کے الہامات میں ان کا نام نبی رکھا جاتا ہے۔ گو وہ مامور بھی نہیں ہوتے تو پھر مجددین کے متعلق ہم کیوں ایسا قیاس کریں اور اگر یہ خصوصیت بھی ہوتی۔ تو اس کو حدیث

میں نبی کا نام پانے سے کیا تعلق۔ اور بار بار حدیث کی خصوصیت کا کیوں ذکر کیا۔ اصل بات یہی ہے۔ کہ خصوصیت صرف یہی ہے کہ حدیث میں آپ کا نام نبی اللہ رکھا گیا۔ نہ یہ کہ فی الواقع آپ کو کوئی الگ قسم کی نبوت دی گئی۔ جس سے نہ صرف آپ کی اپنی ساری تحریریں ہی غلط ٹھیرتی ہیں اور سارے قایم کردہ اصول پاش پاش ہوتے ہیں اور ساری تحریریں بے اعتبار ٹھیرتی ہیں۔ بلکہ خود اسلام کا تار و پود سب بگڑ جاتا ہے۔ بلکہ ایسا عقیدہ دین اسلام کی بیخ پر ایک تبر ہے جس سے توبہ کرنی چاہئے۔ اول تو ان الفاظ کے کوئی دوسرے معنے ہو ہی نہیں سکتے۔ لیکن اگر ہو بھی سکیں تو معنے وہ اختیار کرنے چاہئیں جن سے مقرر کردہ اصول قایم رہیں۔

مسیح موعود کے کام کی نوعیت وہی ہے جو دوسرے مجددوں کی تھی۔

اب اس سوال کے ایک اور پہلو پر بھی غور کرو۔ کہ اگر مجددین سے کوئی الگ قسم کی نبوت حضرت مسیح موعود کو ملی تو آیا اس کا کوئی ظاہری نشان بھی نظر آتا ہے۔ یعنی اس سے آپ کے منصب میں کوئی نئی بات پیدا ہو گئی۔ یا آپ کو کوئی ایسے حقوق پیدا ہو گئے جو مجددین کو حاصل نہیں تھے۔ مثلاً مجددین دین میں کمی بیشی نہ کرتے تھے۔ محض تائید اور تجدید کرتے تھے۔ کیا مسیح موعود نے کوئی دین میں کمی بیشی کی۔ مجددین کو صرف لطائف قرآن بتائے جاتے تھے کیا مسیح موعود کو اس سے بڑھ کر کچھ اور دیا گیا۔ مجددین کی وحی مبشرات پر مشتمل ہوتی تھی۔ کیا مسیح موعود کی وحی میں کچھ اور امور ایسے آ گئے جو مجددین کی وحی میں آنے جائز نہ تھے۔ مجددین کے لئے ضروری تھا کہ اپنی اپنی وحی کو قرآن پر عرض کرتے کیا مسیح موعود کو ضروری نہ تھا کہ اپنی وحی کو قرآن پر عرض کرتے۔ غرض ظاہری علامت اس بات کی کہ مسیح موعود مجدد نہ تھے۔ نبی تھے۔ کیا ہے۔ مجددوں کی طرح وہ ایک ایک لفظ میں قرآن کریم کے تابع تھے۔ قرآن کریم کے ایک حرف کو تبدیل نہ کر سکتے تھے۔ جو کچھ پایا مجددوں کی طرح کمال اتباع اور فنافی الرسول سے پایا۔ اگر آپ کے لئے بجائے مجددیت کے نبوت تجویز کی جاتی ہے تو کام میں بھی کوئی فرق دکھانا چاہئے۔ کم از کم اتنا ہی ہو کہ کسی مجدد کی وحی نماز میں نہیں پڑھی گئی۔ آپ کی وحی نماز میں پڑھی جائے۔ یا یوں ہی ہو کہ جس طرح بنی اسرائیل کے سلسلہ میں نبیوں کی کتابیں حضرت موسیٰ کی کتابوں کے ساتھ جمع ہوتی گئیں۔ مگر مجددوں کی وحی کو یہ پایہ حاصل نہیں کہ وہ بھی قرآن کریم کے ساتھ لگا دی جائے تو مسیح موعود کو جو نبی بنایا جاتا ہے۔ کیا آپ کی وحی کو قرآن کے ساتھ شامل ہونے کا پایہ مل سکتا ہے۔ غرض یا تو کوئی کسی قسم کا ظاہری فرق دکھایا جائے۔ ورنہ جب کام وہی باتیں وہی تو خواہ مخواہ ایک فرضی طور پر دل خوش کرنے کے لئے ختم نبوت کو توڑنے کا کیا فائدہ ہے۔ جس سے اسلام میں فتنہ پڑتا ہے۔ ہاں

ایک بات باقی رہ جاتی ہے۔ کہ مسلمان اس کے بغیر کافر نہیں بنتے۔ سو یہ خوف کا مقام ہے۔ کہ اہل قبلہ کلمہ گوؤں کی تکفیر میں اس قدر جوش دکھایا جاتا ہے۔ کہ اسلام کا کچھ رہے نہ رہے مسیح موعود کو کچھ فائدہ ہو نہ ہو۔ مسلمان کسی طرح کافر بن جائیں۔

ہزاروں اولیاء اور ایک اُمتی اور نبی

ایک اور بات جو پیش کی جاتی ہے وہ یہ ہے کہ حضرت مسیح موعود نے لکھا ہے۔ کہ اس اُمت میں ہزاروں اولیاء ہوئے اور ایک وہ بھی ہُوا جو اُمتی بھی ہے اور نبی بھی۔ سو اُمتی اور نبی تو میں بتا چکا ہوں کہ محدثیت کے مفہوم کو ہی ادا کرتا ہے اس سے بڑھ کر کچھ نہیں۔ اور خود جہاں یہ نوٹ ہے وہاں اوپر کی عبارت کا سلسلہ صاف بتاتا ہے کہ ظلّی نبوت کی ایک ہی قسم ہے جو اس اُمت میں ملتی ہے۔ پس وہی اولیاء کو ملی اور وہی مسیح موعودؑ کو اس میں بھی اشارہ حدیث کی پیشگوئی کی طرف ہے۔ کیونکہ ہزاروں اولیاء میں ایک کا خصوصیت سے ذکر احادیث میں ہے۔ پس حضرت مسیح موعود نے بھی خصوصیت سے اس کا ذکر کر دیا ہے۔ یہ نہیں کہا کہ اس ایک کی نبوت کوئی الگ قسم ہے نبوت تو سب کی وہی ظلّی نبوت ہے جس کا دروازہ قیامت تک کھلا ہے۔ خصوصیت وہی ہے جو شروع میں بیان کر چکا ہوں۔

باب نہم

میاں محمود احمد صاحب اور نبوّت مسیح موعود

خدا کی اصطلاح

میاں صاحب نے حقیقۃ النبوّت میں چند اصطلاحات قائم کی ہیں جن کی رُو سے مسیح موعود کو نبی بنایا جاتا ہے۔ ان میں سے پہلی اصطلاح کو وہ خدا کی اصطلاح لکھتے ہیں اور اس کے لئے یہ حوالہ دیتے ہیں:۔

"خدا کی یہ اصطلاح ہے جو کثرت مکالمات و مخاطبات کا نام اس نے نبوت رکھا ہے" چشمہ معرفت صفحہ ۳۲۵

میاں صاحب نے کسی ناواقف نوجوان سے یہ بات سن لی اور اس پر ایک عمارت بنا دی۔ خدا کی اصطلاح سے کیا مقصود ہے کیا خدا تعالیٰ کے کلام میں مجاز نہیں ہُوا کرتا۔ کیا خدا کے کلام میں ایک لفظ کو اس کے وسیع لغوی معنے میں استعمال نہیں کیا جاتا۔ اگر یہ دونوں باتیں صحیح ہیں اور قرآن کریم ان مثالوں سے بھرا پڑا ہے۔ صلوٰۃ جیسا لفظ جو شرعی اصطلاح میں خاص معنے رکھتا ہے قرآن کریم میں اپنے وسیع لغوی مفہوم دعا میں استعمال ہُوا ہے کافر کا لفظ بمعنی کسان استعمال ہُوا عرش کا لفظ تخت کے معنے میں استعمال ہُوا ہے۔ اور مجاز اور استعارہ خدا کے کلام میں کثرت سے پایا جاتا ہے تو کیا یہ "خدا کی اصطلاح" کا لفظ صرف جہلاء پر رعب ڈالنے کے لئے نہیں۔ اور اگر یہاں حضرت مسیح موعود کی تحریر میں خدا کی اصطلاح کا لفظ میاں صاحب کو نظر آگیا تو دوسری جگہ یہی لفظ کیوں نظر نہ آیا جہاں خدا کی اصطلاح اسے قرار دیا ہے کہ محدث کو رسول کہا جاسکتا ہے:۔

"جھوٹے الزام مجھ پر مت لگاؤ کہ حقیقی طور پر نبوت کا دعوے کیا۔ کیا تم نے نہیں پڑھا کہ محدث بھی ایک مرسل ہوتا ہے..... اے نادانوں بھلا بتلاؤ کہ جو بھیجا گیا ہے اس کو عربی میں مرسل یا رسول ہی کہیں گے یا کچھ اور کہیں گے ... یہ سچ ہے کہ وہ الہام جو خدا نے اپنے اس بندہ پر نازل فرمایا اس میں اس بندہ کی نسبت نبی اور رسول اور مرسل کے لفظ بکثرت موجود ہیں۔ سو یہ حقیقی معنوں پر محمول نہیں ہیں ولکل ان یصطلح سو خدا کی یہ اصطلاح ہے جو اس

نے ایسے لفظ استعمال کئے"۔

اب دونوں خدا کی اصطلاحوں کو تطبیق دیجئے۔ کثرت مکالمات و مخاطبات کا نام اس نے نبوت رکھا۔ محدث کا نام مرسل رکھا۔ تو وہ نبوت بھی محدثیت ہوئی نہ کچھ اور۔

نبیوں کی تعریف نبوت

دوسری اصطلاح انبیاء کے نزدیک نبیوں کی تعریف ہے۔ اس کی سند الوصیت ہے۔ صفحہ ۱۲ "اور جب کہ وہ مکالمہ مخاطبہ اپنی کیفیت و کمیت کی رو سے کمال درجہ تک پہنچ جائے۔ اور اس میں کوئی کثافت اور کمی باقی نہ ہو اور کھلے طور پر امور غیبیہ پر مشتمل ہو تو وہی دوسرے لفظوں میں نبوت کے نام سے موسوم ہوتا ہے جس پر تمام نبیوں کا اتفاق ہے"۔

اس کے معنے میاں صاحب یہ لیتے ہیں کہ یہ نبیوں کے نزدیک نبی کی تعریف ہے۔ اگر یہی نبوت کی حقیقت ہے تو پھر اسی الوصیت میں ایک ایسے نبی کو جو یہ سب کچھ پاتا ہے۔ صرف نبی کہنے سے نبوت کاملہ تامہ محمدیہ کی ہتک کیوں ہوئی۔ اور پھر جیسا کہ کثرت مکالمہ کے حوالوں میں میں دکھا چکا ہوں یہ کثرت تو ہر ایک محدث کو حاصل ہے۔ اور نہیں تو باب سوم حقیقۃ الوحی صفحہ ۷۸ ہی دیکھ لیں۔ جہاں اس اُمت کے سارے کاملین کے لئے ان کی زبان پر لذیذ و فصیح کلام کا جاری ہونا غیب گوئی کی کامل طاقت اپنے اندر رکھنا زبردست پیش گوئیوں پر اس کا مشتمل ہونا۔ ان پیشگوئیوں کا دائرہ نہایت وسیع ہونا۔ حتیٰ کہ وہ پیشگوئیاں کیا باعتبار کمیت اور کیا باعتبار کیفیت بےنظیر ہوتی ہیں" اور خدا کا کلام اس پر اسی طرح نازل ہوتا ہے جس طرح خدا کے پاک نبیوں اور رسولوں پر نازل ہوتا ہے" پھر نبیوں کی تعریف کی رو سے یہ سب ہی نبی ہوئے۔ ایک مسیح موعود کی کیا خصوصیت ہے۔ اور اگر خدا تعالیٰ ایک لفظ کو لغوی یا مجازی معنے میں استعمال کر سکتا ہے تو نبی کیوں نہیں کر سکتا۔

اسلام کی اصطلاح

تیسری اصطلاح اسلام کی آپ نے دی ہے مگر جو حوالہ دیا ہے اس میں صاف محدث کا ذکر ہے جو میاں صاحب کی عمارت کو بیخ و بنیاد سے اکھاڑتا ہے "ایسے لوگوں کو اصطلاح اسلام میں نبی اور رسول اور محدث کہتے ہیں"۔

اس کی تاویل یہ کی گئی ہے کہ محدث کے معنے یہاں نبی ہیں۔ سوال یہ ہے کہ یہ معنے کسی لغت کی کتاب میں لکھے ہیں یا یہ میاں صاحب کی اپنی اختراع ہے۔ اگر کسی لغت کی کتاب میں یہ معنے دیئے ہیں تو وہ حوالہ بتایا جائے ورنہ ان الفاظ کو واپس لیا جائے مگر یہ دونوں باتیں نہ ہوں گی اور مریدوں کے لئے میاں صاحب کا لکھ دینا کافی سند ہے۔ دلیل یہ دی ہے

کہ ہر نبی محدث ہوتا ہے۔ یوں تو ہر نبی مومن بھی ہوتا ہے۔ ہر نبی انسان بھی ہوتا ہے۔ پھر کیا یہ بھی جائز ہے کہ کہہ دیں کہ اصطلاح اسلام میں ان لوگوں کو نبی اور رسول اور مومن یا نبی اور رسول اور انسان کہتے ہیں +

میاں صاحب کے دلائل پر مختصر ریویو۔

میاں محمود احمد صاحب نے اپنی کتاب حقیقۃ النبوت کے حجم کو حوالجات کی فہرست سے بہت بڑھایا ہے مگر یہ غور نہیں کیا کہ یہ دلائل ان کے دعویٰ کو بھی ثابت کرتی ہیں یا نہیں۔ ایک لمبی فہرست ان الہامات کی بنائی گئی ہے جن میں لفظ نبی یا رسول آیا ہے۔ پھر پیشگوئیوں کا ذکر کیا گیا ہے۔ زرتشت اور دانیال کی شہادت لائی گئی ہے نواس بن سمعان کی حدیث ہے ان تمام امور کا جواب ایک ہی ہے کہ حضرت صاحب خود فرماتے ہیں سمیت نبیا من اللہ علی طریق المجاز لا علی وجہ الحقیقۃ۔ خواہ پہلے نبیوں کی پیشگوئیاں ہوں خواہ حضرت صاحب کے اپنے الہامات۔ جہاں جہاں بھی خدا تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود کو نبی کہا ہے وہاں مجاز ہے نہ حقیقت یہ حضرت مسیح موعود کی اپنی شہادت ہے۔ اور جو شخص اس کو رد کرتا ہے اس کا اختیار ہے وہ مسیح موعود کو نہیں مانتا میاں صاحب کو مانتا ہے۔ یوں تو حضرت صاحب نے ابتدا میں بھی اس لفظ نبی کی بہت تشریح کی ہے مگر آخری کتاب حقیقۃ الوحی میں یہ جملہ سمیت نبیا من اللہ علی طریق المجاز آپ کی تمام تحریروں کی چابی ہے۔ جہاں جہاں لفظ نبی آیا ہے وہ سب مجاز ہے حقیقت نہیں۔ ساری حقیقۃ النبوت کی مایہ ناز دلائل کا یہی ایک کافی جواب ہے۔ رہی آیت مبشرا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد اس پر چونکہ میں الگ رسالہ لکھ چکا ہوں اس لئے یہاں اس بحث کو چھوڑتا ہوں۔ میاں صاحب نے آیت فلا یظہر علی غیبہ احدا بھی پیش کی ہے اور اسے نبوت کی تعریف قرآن کریم میں قرار دیا ہے۔ حالانکہ اس میں نبی کا لفظ بھی موجود نہیں۔ اس پر میں مفصل بحث مبشرات والے باب ۵ میں کر چکا ہوں +

میاں صاحب کا دعویٰ کہ حضرت مسیح موعودؑ نبی اور محدث میں فرق نہ جانتے تھے

میاں محمود احمد صاحب کا یہ دعویٰ ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ جو انکار نبوت کرتے رہے اور یہ کہتے رہے کہ میں محدث ہوں تو اس کی وجہ یہ تھی کہ آپ کو لفظ نبی اور محدث میں فرق معلوم نہ تھا۔ گویا نہ یہ جانتے تھے کہ نبی کس کو کہتے ہیں۔ اور نہ یہ کہ محدث کس کو کہتے ہیں چنانچہ اپنی کتاب حقیقۃ النبوت میں صفحہ ۱۲۴ پر لکھا ہے:۔

"خلاصہ کلام یہ کہ حضرت مسیح موعودؑ چونکہ ابتداً نبی کی تعریف یہ خیال کرتے تھے کہ نبی وہ ہے جو نئی شریعت لائے۔ یا بعض حکم منسوخ کرے۔ یا بلا واسطہ نبی ہو۔ اس لئے باوجود اس کے کہ

وہ سب شرائط جو نبی کے لئے واقع میں ضروری ہیں۔ آپ میں پائی جاتی تھیں۔ آپ نبی کا نام اختیار کرنے سے انکار کرتے رہے۔ اور گو اُن ساری باتوں کا دعویٰ کرتے رہے۔ جن کے پائے جانے سے کوئی شخص نبی ہو جاتا ہے۔ لیکن چونکہ آپ ان شرائط کو نبی کی شرائط نہیں خیال کرتے تھے۔ بلکہ محدث کی شرائط سمجھتے تھے۔ اس لئے اپنے آپ کو محدث کہتے رہے۔ اور نہیں جانتے تھے کہ میں دعویٰ کی کیفیت تو وہ بیان کرتا ہوں جو نبیوں کے سوائے اور کسی میں پائی نہیں جاتی۔ اور نبی ہونے سے انکار کرتا ہوں"!

یہ تو میں اوپر دکھا چکا ہوں کہ انکار نبوت جس طرح آپ کی پہلی تحریروں میں پایا جاتا ہے پچھلی میں بھی پایا جاتا ہے بسنہ ۱۹۰۳ء کی کتاب مواہب الرحمٰن میں بعینہٖ وہی انکار نبوت موجود ہے جو سنہ ۱۸۹۱ء کی کتاب ازالہ اوہام میں ہے۔ لیکن اگر بفرض محال یہ بھی مان لیں کہ سنہ ۱۹۰۱ء تک بھی آپ انکار نبوت کرتے تھے تو اب ماننا پڑے گا کہ سنہ ۱۸۹۰ء سے لے کر سنہ ۱۹۰۱ء کے آخر تک یعنی بارہ سال تک آپ نبوت کا انکار اور محدثیت کا اقرار کرتے رہے اس لئے کہ آپ کو یہ علم نہ تھا کہ نبی کسے کہتے ہیں اور محدث کسے کہتے ہیں۔ ایک طرف مسیح موعود۔ مجدد۔ حکم۔ عدل ماننا اور دوسری طرف اس قدر آپ کی تذلیل کرنا کہ آپ کو نبی اور محدث میں فرق معلوم نہ تھا بہت بڑی جرأت ہے لیکن تعجب یہ ہے کہ یہ جو کچھ میاں محمود احمد صاحب نے کہا یہ بعینہٖ وہی بات ہے جو مکفرین نے سنہ ۱۸۹۱ء میں کہی تھی۔

یہی بات مکفرین نے سنہ ۱۸۹۱ء میں کہی۔

حضرت مسیح موعود کے فرزند اور مرید کے مقابل پر فتویٰ کفر میں سے ایک مکفر کی عبارت ذیل کو پڑھو۔

"اس الزام کے جواب میں شاید قادیانی یا اس کے حواری یہ دو عذر پیش کریں۔ اول یہ کہ ہر چند قادیانی نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے۔ مگر اس کے ساتھ یہ بھی کہہ دیا ہے کہ اس نبوت کا دوسرا نام محدثیت ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ اس کے نبوت کے دعویٰ سے محدثیت کا دعویٰ مراد ہے۔ نہ حقیقتاً اور معناً نبی ہونے کا دعویٰ ... جواب یہ ہے۔ کہ اگرچہ قادیانی نے یہ بات کہہ دی ہے۔ کہ جس نبوت کا اس کو دعویٰ ہے اور اس کا دروازہ قیامت تک کھلا رہے گا۔ اس کا دوسرا نام محدثیت ہے۔ اور اسی محدثیت کے معنے سے نبوت کا وہ مدعی ہے۔ مگر ساتھ اس کے اس نے محدثیت کے معنے ایسے بیان کئے ہیں۔ اور اس کی حقیقت کی ایسی تشریح کر دی ہے۔ کہ اس سے بجز نبوت اور کچھ مراد نہیں ہو سکتا"

(فتویٰ کفر صفحہ ۷۶ و ۷۷)

یہ تو مجھے یقین ہے کہ جناب میاں محمود احمد صاحب نے جو کچھ لکھا ہے وہ فتویٰ کفر میں سے نقل نہیں کیا۔ بلکہ میرا گمان ہے کہ اگر ان کو یہ علم ہوتا کہ جو کچھ وہ لکھ رہے ہیں یہی خیالات پہلے حضرت مسیح موعود کے مکفرین بھی ظاہر کر چکے ہیں۔ تو وہ ہرگز یہ نہ لکھتے۔ مگر یہ تو ار دلچسپ عجیب ہے۔ جن خیالات کا اظہار ایک مکفر ۱۸۹۱ء میں کرتا ہے۔ بعینہٖ انہی خیالات کا اظہار حضرت مسیح موعود کا اپنا فرزند محبت میں حد سے نکل کر آج کر رہا ہے۔ دشمن اور غلو کرنے والا دوست دونوں ایک ہو جاتے ہیں۔ دونوں کہتے ہیں کہ مرزا صاحب اپنے آپ کو محدث کہتے ہیں۔ مگر محدث کا نام لے کر باتیں وہ کہتے ہیں۔ جو نبی میں پائی جاتی ہیں۔ بغض اور محبت حد سے نکل کر دونوں ایک ہی مقام پر لے جا کر کھڑا کرتے ہیں۔ ہاں دشمن عمداً ایک غلط پہلو اختیار کرتا ہے دوست نادانستہ غلو کی حالت میں وہ بات کہہ جاتا ہے ایک یہودی بھی کہتا ہے کہ مسیح ابن اللہ ہونے کا دعویٰ کرتا ہے اور عیسائی بھی یہی کہتا ہے۔ گو دونوں کی نیت میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ مگر ہمیں نیت سے بحث نہیں۔ واقعات سے بحث ہے۔ ہاں ممکن ہے کسی دل میں یہ خیال پیدا ہو۔ کہ جب دشمن اور دوست بعض الفاظ سے ایک ہی نتیجہ پر پہنچتے ہیں تو کیوں اسی نتیجہ کو صحیح نہ سمجھا جائے؟ اس کا جواب خود حضرت مسیح موعود کی تحریریں میں موجود ہے آپ نے خود اس بات کو اس قدر شد و مد سے اور بار بار صاف کیا ہے کہ تسلیم کرنا پڑتا ہے۔ کہ مکفر دشمن اور غالی دوست دونوں نے غلطی کھائی ہے۔ اور فرط عداوت یا فرط محبت میں آنکھیں بند کر کے غلطی کھائی ہے۔ جب مخالفوں نے یہ کہا۔ کہ یہ شخص محدث کا لفظ کہہ کر باتیں وہ بیان کرتا ہے جو انبیاء میں پائی جاتی ہیں۔ تو اس کا جواب حضرت مسیح موعود نے یوں دیا۔

مسیح موعود کا اپنے مخالفین کو جواب میاں صاحب کا جواب ہے۔

وانی کتبت فی بعض کتبی ان مقام التحدیث اشد تشبہا بمقام النبوۃ ولا فرق الا فی القوۃ والفعل وما فھموا قولی وقالوا ان ھذا الرجل یدعی النبوۃ واللّٰہ یعلم ان قولھم ھذا کذب بحت لا یمازجہ شیٔ من الصدق ولا اصل لہ اصلا وانما نحتوہ الا لیغوا الناس علی التکفیر والسب واللعن والطعن ویھضوھم للعناد... و

اور میں نے اپنی بعض کتابوں میں لکھا ہو کہ تحدیث کا مقام مقام نبوت سے شدید شابہت رکھتا ہے اور سوائے قوت اور فعل کے ان میں کوئی فرق نہیں۔ لیکن ان لوگوں نے میرے قول کو نہیں سمجھا۔ بلکہ یہی کہا کہ یہ شخص نبوت کا مدعی ہے اور اللہ جانتا ہو کہ ان کا یہ قول صریح کذب ہو اور اس میں ذرہ بھی سچائی کی چاشنی نہیں۔ اور نہ اس کا کوئی اصل ہو الا اس کو انہوں نے صرف اس لئے تراشا ہے کہ لوگوں کو تکفیر اور گالی اور لعن طعن پر اکسائیں۔ اور انہیں فساد اور عناد

يفرقوا بين المؤمنين - وانی واللہ اؤمن باللہ ورسولہ واؤمن بانہ خاتم النبيين نعم قلت ان اجزاء النبوة توجد فی التحديث کلها ولکن بالقوة لا بالفعل فالمحدث نبی بالقوة ولو لم يکن سد باب النبوة لکان نبياً بالفعل وکمالات النبوة جميعها مخفية مضمرة فی التحديث وما حبس ظهورها وخروجها الی الفعل الا سد باب النبوة والی ذلک اشار النبی صلی اللہ عليہ وسلم فی قولہ لو کان بعدی نبی لکان عمر - وما قال هذا الا انباء علی ان عمر کان محدثا فاشار الی ان مادة النبوة وبذرها يکون موجوداً فی التحديث - حمامۃ البشریٰ صفحہ ۸۱ و ۸۲

کے لئے اٹھائیں اور مومنوں میں تفریق کریں - اور بخدا میں اللہ اور اس کے رسول پر ایمان رکھتا ہوں اور اس پر بھی میرا ایمان ہے کہ رسول اللہ خاتم النبیین ہیں - ہاں سچ ہے کہ میں نے یہ کہا ہے کہ محدث میں تمام اجزائے نبوت پائے جاتے ہیں - لیکن بالقوۃ نہ بالفعل - پس محدث بالقوہ نبی ہے - اور اگر نبوت کا دروازہ بند نہ ہوتا - تو وہ بھی بالفعل نبی ہوتا ..... اور کمالات نبوت سب کے سب تحدیث میں مخفی اور مضمر ہوتے ہیں - اور ان کا ظہور اور خروج فعل تک صرف اس لئے رُک جاتا ہے کہ باب نبوت مسدود ہے - اور اسی کی طرف نبیؐ نے اپنے قول میں اشارہ کیا ہے کہ اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمرؓ ہوتا اور یہ صرف اسی لئے کہا کہ حضرت عمرؓ محدث تھے پس یہ اشارہ کیا کہ نبوت کا مادہ اور اس کا تخم محدثیت میں موجود ہوتا ہے -

اس حوالہ سے ظاہر ہے کہ مکفرین نے جو یہ کہا تھا کہ مرزا صاحب نے لفظ محدث استعمال کیا ہے مگر باتیں ایسی بیان کی ہیں جو نبی میں پائی جاتی ہیں اس کی تردید حضرت مسیح موعود نے خود کی اور ان کے اس قول کو کذب صریح قرار دیا - بلکہ یہ بھی کہا کہ یہ بات انہوں نے محض لوگوں کو میرے خلاف اکسانے کے لئے کہی ہے تو اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ آیا حضرت صاحب نبی اور محدث کے صحیح مفہوم کو جاننے کے بغیر ہی یوں مخالفوں کے اعتراضات کو کذب اور بہتان قرار دے دیا کرتے تھے - اور دوسرا سوال یہ ہے کہ اس قول کو کہ محدث کا لفظ استعمال کرکے آپ باتیں وہ بیان کر رہے ہیں جو نبیوں میں پائی جاتی ہیں جب حضرت صاحب اپنی قلم سے کذب صریح قرار دے گئے ہیں تو کیا میاں محمود احمد صاحب کا فرض نہ تھا کہ اس بات کے معلوم ہوتے ہی اپنی ان تمام تحریروں کو جلا دیتے جو بات انہوں نے کہی وہی بعینہ بغیر ایک حرف کی کمی بیشی کے مخالفین نے کہی تھی اور حضرت مسیح موعود نے اسے صریح جھوٹ قرار دیا - یہ ایک ہی تحریر میاں محمود احمد صاحب کے عقیدہ کو مردود ٹھیرانے کے لئے کافی ہے - مگر افسوس یہ ہے کہ نہ میاں صاحب کو حضرت مسیح موعودؑ کی

تحریرات کی پروا ہے نہ ان کے مریدین کو اور منہ سے نبی بھی بناتے ہیں مگر اس قدر صاف اور واضح بات کو بھی ماننے کے لئے تیار نہیں۔

کیا حضرت مسیح موعود نے عقیدہ نبوت میں تبدیلی کی

میاں صاحب کا یہ دعویٰ ہے کہ حضرت صاحب پہلے اپنے آپ کو مجدّد و محدث ہی کہتے تھے اور انکار نبوت کرتے تھے مگر پھر کسی وقت آپ نے دعویٰ میں تبدیلی کی اور نبوت کا دعویٰ کیا۔ اس بحث میں سب سے پہلے اس حوالہ حقیقۃ الوحی کو لیتے ہیں جس پر تبدیلئ عقیدہ کی ہوائی عمارت کی بنیاد ہے۔ یہ عبارت حقیقۃ الوحی کے صفحہ ۱۴۸ سے ۱۵۰ تک ہے۔ اس ساری کو نقل کرنے کی ضرورت نہیں۔ میں اس خاص حصہ کو نقل کرتا ہوں۔ یہاں ایک سوال ہے۔ کہ تریاق القلوب میں آپ نے اپنے آپ کو مسیح پر جزئی فضیلت دی ہے۔ مگر بعد میں دافع البلاء میں (کیونکہ ریویو کا مضمون دافع البلاء سے ہی نقل کیا ہے) آپ نے لکھا ہے کہ میں "اس پہلے مسیح سے اپنی تمام شان میں بہت بڑھ کر ہوں"۔ ان دونوں باتوں میں تناقض ہے۔ اس کا جواب حضرت مسیح موعود نے دیا ہے:-

"یاد رہے کہ اس بات کو اللہ تعالےٰ خوب جانتا ہے کہ مجھے ان باتوں سے نہ کوئی خوشی ہے نہ کچھ غرض کہ میں مسیح موعود کہلاؤں یا مسیح ابن مریم سے اپنے تئیں بہتر ٹھیراؤں ...... یہ اسی قسم کا تناقض ہے کہ جیسے براہین احمدیہ میں مَیں نے یہ لکھا تھا کہ مسیح ابن مریم آسمان سے نازل ہوگا۔ مگر بعد میں یہ لکھا کہ آنے والا مسیح میں ہی ہوں ...... اسی طرح اوائل میں میرا یہی عقیدہ تھا۔ کہ مجھ کو مسیح ابن مریم سے کیا نسبت ہے۔ وہ نبی ہے اور خدا کے بزرگ مقربین میں سے ہے۔ اور اگر کوئی امر میری فضیلت کی نسبت ظاہر ہوتا تو میں اس کو جزئی فضیلت قرار دیتا تھا۔ مگر بعد میں جو خدا تعالیٰ کی وحی بارش کی طرح میرے پر نازل ہوئی اس نے مجھے اس عقیدہ پر قایم نہ رہنے دیا اور صریح طور پر نبی کا خطاب مجھے دیا گیا۔ مگر اس طرح سے کہ ایک پہلو سے نبی اور ایک پہلو سے اُمتی اور جیسا کہ میں نے نمونہ کے طور پر بعض عبارتیں خدا تعالیٰ کی وحی کی اس رسالہ میں بھی لکھی ہیں۔ ان سے بھی ظاہر ہوتا ہے کہ مسیح ابن مریم کے مقابل پر خدا تعالےٰ میری نسبت کیا فرماتا ہے۔ میں خدا تعالیٰ کی تیئیس برس کی متواتر وحی کو کیونکر رد کر سکتا ہوں"

اختصار اور سہولت کے لئے میں اس بحث کو چند سوالوں پر تقسیم کرتا ہوں:-

اوّل۔ کیا اس سوال و جواب میں عقیدہ نبوت کی تبدیلی کا کوئی ذکر ہے؟

دوم - جس تبدیلی کا اس میں ذکر ہے - اس کے دو زمانے کون سے ہیں؟

سوم - کیا حضرت مسیح موعود نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر کلی فضیلت کا دعویٰ کیا ہو اور کب؟

سوال اول کا جواب یہ ہے کہ سائل کا سوال محض فضیلت کے متعلق ہے - نہ نبوت کے متعلق اس نے یہ دریافت نہیں کیا - کہ آپ پہلے اپنی نبوت سے انکار کرتے تھے - اب اس کا اقرار کرتے ہیں نہ صرف اس سائل کے سوال میں ہی یہ امر نہیں بلکہ حضرت مسیح موعود پر جس قدر اعتراض ہوئے ہیں عجیب بات ہے - کہ ان میں یہ اعتراض ایک دفعہ بھی نہیں ہوا - کہ آپ پہلے اپنی نبوت کا انکار کرتے تھے اب اقرار کرتے ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے - کہ یہ خیال جو آج میاں صاحب کے دل میں پیدا ہوا ہے وہ نہ کبھی مسیح موعود کے پیرووں کے دل میں پیدا ہوا نہ مخالفوں کے دل میں نہ کبھی کسی دوست نے یہ سمجھا - کہ حضرت مسیح موعود نے اپنا عقیدہ دربارہ نبوت تبدیل کر لیا ہے نہ کبھی کسی دشمن کو یہ اعتراض سوجھا کہ مرزا صاحب نے عقیدہ نبوت میں تبدیلی کر لی ہے بسوائے اس کے کہ ایک حافظ محمد یوسف امرتسری نے ایک غلطی کا ازالہ نکلنے پر یہ اعتراض کیا تھا - کہ اس میں آپ نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے کیونکہ یہ شخص پہلے حسن ظن رکھنے والوں میں تھا مگر اس کو اسی وقت مولوی سید محمد احسن صاحب نے جواب دے کر الحکم میں شائع بھی کر دیا - جس میں یہ قطعی طور پر ثابت کیا گیا ہے - کہ غلطی کے ازالہ میں کوئی نیا دعویٰ نہیں - بلکہ اٹھارہ یا بیس جگہ نبوت کا انکار دکھایا گیا ہے - اور جزئی نبوت کا وہی پہلا دعویٰ موجود ہونا دکھایا گیا ہے - مگر جو مخالف تھے وہ شروع سے ہی حضرت مسیح موعود کا دعویٰ نبوت کا سمجھتے تھے جیسے کہ آپ کی کثیر التعداد تحریروں سے ظاہر ہے جس میں بار بار یہ فرمایا ہے - کہ میری طرف دعویٰ نبوت منسوب کرنا مجھ پر افترا ہے - غرض اول تو یہ اعتراض ہی کبھی نہیں ہوا - اور اگر کسی ایک آدھ آدمی نے کیا بھی ہو تو حضرت مسیح موعود نے اس کو اس قدر وقعت بھی نہیں دی - کہ اس کا جواب اپنی کسی کتاب میں دیا ہو پس تبدیلی عقیدہ نبوت کا ذکر نہ یہاں ہے نہ کہیں اور حضرت صاحب کی تحریروں میں ہے اگر یہ کہا جائے کہ اس جواب میں یہ لفظ بھی تو ہیں کہ صریح طور پر نبی کا خطاب مجھے دیا گیا - تو اس سے یہ کہاں نتیجہ نکلتا ہے - کہ عقیدہ نبوت میں آپ نے تبدیلی بھی کی - ان الفاظ سے کوئی عقلمند یہ نتیجہ نہیں نکال سکتا کہ پہلے میرا عقیدہ دربارہ نبوت کچھ اور تھا بعد میں کچھ اور ہو گیا - اور خطاب دیا جانے کو تو خود مجاز قرار دے چکے ہیں سمیت نبیاً من اللہ علیٰ

طریق المجاز لا علیٰ وجہ الحقیقۃ۔ تو یہ کس قدر ظلم ہے۔ کہ نہ تبدیلی عقیدۂ نبوت کا سوال نہ جواب میں ایک حرف تک تصریح کے ساتھ لکھا ہے۔ کہ میں نے عقیدہ نبوت میں کبھی تبدیلی کرلی تھی۔ نہ اور کہیں آپ کی کتابوں میں تبدیلئے عقیدۂ نبوت کا ذکر نہ کوئی اعلان کبھی تبدیلئے عقیدہ نبوت کا آپ کی طرف سے شائع ہوا۔ نہ آپ کی ڈائری میں تبدیلئے عقیدہ نبوت کا کوئی ذکر پایا جاتا ہے۔ نہ جماعت میں سے کوئی قسم کھاکر کہہ سکتا ہے۔ کہ فلاں وقت حضرت صاحب نے میرے سامنے یہ ذکر کیا تھا۔ کہ میں نے عقیدۂ نبوت میں تبدیلی کرلی ہے۔ تبدیلی عقیدہ کو ثابت کرنے کے لئے امور ذیل میں سے کسی ایک امر کو ثابت کردو۔

۱۔ حضرت مسیح موعود نے کوئی اعلان کیا ہو۔ کہ میں اپنا عقیدۂ نبوت تبدیل کرتا ہوں۔ اور پہلی کتابوں کو منسوخ کرتا ہوں۔

۲۔ آپ نے کسی اپنی تحریر میں یہ لکھا ہو کہ میں نے اپنا عقیدہ دربارہ نبوت تبدیل کرلیا تھا۔

۳۔ آپ کی کسی ڈائری میں یہ مذکور ہو کہ آپ نے فرمایا۔ میں نے عقیدہ نبوت تبدیل کرلیا ہے

۴۔ کوئی دوست یا دشمن قسم کھاکر کہہ دے کہ مرزا صاحب نے فلاں وقت میرے سامنے یہ لفظ کہے کہ میں نے اپنا عقیدہ دربارۂ نبوت تبدیل کرلیا ہے۔ اور اپنی پہلی کتابوں کو منسوخ کردیا ہے۔

۵۔ کسی دوست کو یا دشمن کو کوئی خط لکھا ہو کہ جس میں یہ ذکر ہو کہ میں نے اپنا عقیدۂ نبوت تبدیل کرلیا ہے۔

اصل سوال تو یہیں طے ہو جاتا ہے۔ مگر باقی دو سوالوں پر بھی تھوڑی سی روشنی ڈالنا مفید ہوگا۔ جس تبدیلی کا یہاں ذکر ہے اس کے دو زمانے کون سے ہیں۔ سائل کا سوال تو خود غلط ہے۔ تریاق القلوب اس کے پاس اکتوبر ۱۹۰۲ء میں پہنچتی ہے۔ ریویو جون ۱۹۰۲ء میں۔ تریاق القلوب کے اوپر جو تاریخ لکھی ہے۔ وہ ۲۸۔ اکتوبر ۱۹۰۲ء ہے۔ پس انکا یہ کہنا کہ پہلے تریاق القلوب میں یوں لکھا۔ پھر ریویو میں یوں لکھا۔ واقعات سے جھوٹا ثابت ہوتا ہے۔ مگر مسیح موعود کا یہ کام نہ تھا۔ کہ ان چھوٹی چھوٹی باتوں پر صفحات کے صفحات سیاہ کرنے بیٹھتے۔ میاں صاحب نے تو بیانات مریدین سے حقیقۃ النبوت کے بہت ورق سیاہ کردیئے۔ مگر حضرت صاحب نے اس بات کی پروا بھی نہیں کی۔ اور یہ کہنا کہ اس معترض کو یہ

علم ہو گا کہ تریاق القلوب پہلے لکھ کر رکھی ہوئی تھی۔ اور بھی جہالت ہے۔ خود میاں صاحب کو تو علم نہ ہوا اور القول الفصل میں صاف لکھ دیا کہ تریاق القلوب ۱۹۰۲ء کی کتاب ہے اور پہلے تبدیلی عقیدہ کی حد فاصل بھی ۱۹۰۲ء کو قرار دیا۔ غرض چونکہ زمانہ کی تقسیم کے لحاظ سے سائل کا سوال ہی غلط تھا۔ اس لئے حضرت مسیح موعود نے زمانہ کی تقسیم کا جو ذکر سوال میں تھا۔ اس کو بالکل ترک کر دیا اور عام پیرایہ میں جواب دیا۔ اس لئے ہم صرف جواب کو دیکھیں گے کہ اس جواب میں زمانہ کی تقسیم کس لحاظ سے ہے۔ اس میں شروع جواب میں ہی دو فقرے قابل غور ہیں۔ اول یہ کہ اوائل میں میرا یہی عقیدہ تھا۔ اور وہ عقیدہ کیا تھا مجھ کو مسیح ابن مریم سے کیا نسبت ہے۔

اب اوائل کے لفظ کو لو۔ ایک شخص ۱۹۰۶ء میں ایک کتاب لکھنے بیٹھتا ہے۔ کیا وہ اس زمانہ کو جس پر ابھی چار برس گذرے ہیں اوائل کا زمانہ کہہ سکتا ہے۔ کوئی عقلمند اس تاویل کو قبول نہیں کر سکتا۔ اوائل کے زمانہ سے مراد کوئی بہت پہلا زمانہ اس شخص کا لیا جا سکتا ہے۔ پھر آگے لکھا ہے۔ بعد میں جو خدا کی وحی بارش کی طرح نازل ہوئی۔ اب لازماً یہ بعد کی وحی سے مراد اوائل سے بعد کی ہے۔ اس لئے اگر میاں صاحب کے معنے اوائل والے قبول کئے جائیں تو ۱۹۰۱ء کے بعد کی وحی لینی پڑے گی۔ جس کو ۱۹۰۶ء تک پانچ سال ہوتے ہیں۔ مگر اور آگے چل کر آپ خود ہی اس وحی کی میعاد تیئیس سال بتاتے ہیں تو پس معلوم ہوا کہ نہ صرف اوائل کا لفظ ہی لمبے زمانہ کو چاہتا ہے بلکہ حضرت صاحب کی کھلی تصریح اس بات کا قطعی فیصلہ کرتی ہے کہ اس سے مراد دعویٰ مسیحیت سے پہلے کا زمانہ ہے۔

دوسرا امر جو اس زمانہ کا فیصلہ کرتا ہے وہ حضرت صاحب کے یہ لفظ ہیں کہ اس وقت یعنی اوائل کے زمانہ میں میرا یہ عقیدہ تھا۔ کہ مجھ کو مسیح ابن مریم سے کیا نسبت۔ وہ کون سا زمانہ تھا۔ جب آپ اپنے آپ کو مسیح ابن مریم سے کوئی نسبت نہ دیتے تھے۔ کیا یہ زمانہ دعویٰ سے پہلے کا تھا یا دعویٰ مسیحیت سے بعد کا۔ کیا جب مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کیا تو اس وقت اپنی مسیح ابن مریم سے کوئی نسبت نہ سمجھتے تھے۔ میں حضرت مسیح موعود کے اس الہامی قصیدہ کی طرف توجہ دلاتا ہوں جس کو غالباً منسوخ نہ کہا جائے گا۔ ایک جگہ فرماتے ہیں۔

اینک منم کہ حسب بشارات آمدم ۔۔۔ عیسیٰ کجاست تا بنہد پا بہ منبرم

دوسری جگہ فرماتے ہیں

چوں کافراز ستم بہ پرستند مسیح را ✦ غیورئیے خدا بسرش کرد ہمسرم

جب کافر ظلم کی رُو سے مسیح کی پرستش کرتے ہیں تو خدا کی غیوری نے مجھے اس کا ہمسر کر دیا

کیا یہ الفاظ بتاتے ہیں کہ اب تک آپ اپنی مسیح ابن مریم سے کوئی نسبت ہی نہ سمجھتے تھے۔ اور جو مضمون اس شعر میں ادا کیا ہے وہی دوسرے الفاظ میں حقیقت الوحی کے صفحہ ۱۵۰ پر فضیلت کی وجہ میں بیان کیا ہے:۔

"آسمان پر خدا تعالیٰ کی غیرت عیسائیوں کے مقابل پر بڑا جوش مار رہی ہے ...... پس خدا دکھلاتا ہے۔ کہ اس رسول کے ادنےٰ خادم اسرائیلی مسیح ابن مریم سے بڑھ کر ہیں"✦

پس معاملہ تو صاف ہے۔ پھر اور آگے چلو۔ سراج منیر میں صاف لکھا ہے:

"اور یہ سچ ہے کہ میں خدا کا فضل اپنے پر مسیح سے کم نہیں دیکھتا"۔ صفحہ ۴۔

کیا یہ بعینہٖ وہی لفظ نہیں جو حقیقۃ الوحی کے صفحہ ۱۵۰ پر لکھے ہیں:۔

"اس لئے خدا نے چاہا کہ مجھے اس سے کم نہ رکھے"✦

پھر اسی سراج منیر میں یہ بھی موجود ہے۔ صفحہ ۴

"اس کو کیا کہو گے جو کہہ گیا۔ ھو افضل من بعض الانبیاء"✦

یہاں سنہ ۱۹۰۱ء سے پہلے انبیاء پر فضیلت کے مدعی ہیں ✦

اب میں چند الفاظ میں تیسرے سوال کو ختم کرتا ہوں۔ یاد رکھو اور خوب یاد رکھو کہ حضرت مسیح موعود نے فضیلت کا دعویٰ تو ضرور کیا ہے۔ مگر فضیلت کُلّی کا دعویٰ ہرگز نہیں کیا۔ کسی تحریر میں کسی تقریر میں فضیلت کلی کا لفظ نہیں دکھایا جا سکتا۔ اور کرتے بھی کس طرح کیا مسیح ابن مریم صاحب کتاب رسول تھے۔ کیا یہ فضیلت نہ تھی۔ کیا نبیوں کو اللہ تعالیٰ کا اپنے ہاتھ سے بغیر اتباع کسی انسان کے پاک کرنا یہ کوئی فضیلت نہیں۔ ہاں تمام شان میں بڑھ کر ہونے کے معنے یہ نہیں کہ فضیلت کلی ہے کیونکہ اگر یہ معنے ہوتے تو اپریل سنہ ۱۹۰۲ء میں تو دافع البلاء میں یہ لکھیں کہ مسیح کو مجھ پر فضیلت کُلّی ہے اور مئی سنہ ۱۹۰۲ء میں اپنی قلم سے ریویو میں یہ لکھیں کہ:۔

"ایسا ہی مثیل عیسیٰ بھی بہت سی باتوں میں عیسیٰ سے بڑھ کر ہے۔ اور یہ جزئی فضیلت ہے جس کو خدا چاہتا ہے دیتا ہے"۔ (ریویو مئی سنہ ۱۹۰۲ء)

اب اگر تمام شان سے مراد فضیلت کلی تھی تو اگلے مہینہ پھر کس طرح جزئی فضیلت ہو گئی۔ اسی طرح سنہ ۱۹۰۷ء کی ڈائریوں میں جزئی فضیلت کا اعتراف پایا جاتا ہے۔ تمام شان

سے آپ کا مطلب وہی تھا جس کی تشریح حقیقۃ الوحی کرتی ہے۔ صفحہ ۱۵۴

"وہ آنے والا مسیح جو آخری زمانہ میں آئے گا۔ اپنے جلال اور قوی نشانوں کے لحاظ سے پہلے مسیح یا پہلی آمد سے افضل ہے ۔ ۔ ۔ ۔ آخری زمانہ کے مسیح کو اس کے کارناموں کی وجہ سے افضل قرار دیا ہے"۔

میاں صاحب کا پہلا دعویٰ کہ تبدیلی ۱۹۰۱ء میں ہوئی

یہ تو میں دکھا چکا ۔ کہ حضرت صاحب نے اپنے عقیدہ دربارہ نبوت میں کوئی تبدیلی نہیں کی۔ اب میاں صاحب کی دلائل کو دیکھتے ہیں۔ تبدیلی کا سنہ ۱۹۰۱ء میں ہونا خود میاں صاحب کے ذہن میں آہستہ آہستہ آیا۔ چنانچہ انہوں نے جب اس مسئلہ نبوت پر زور دینا شروع کیا تو سب سے پہلے اپنی کتاب القول الفصل میں صفحہ ۲۴ پر یوں لکھا:-

"غرضیکہ مذکورہ بالا حوالہ سے صاف ثابت ہے کہ تریاق القلوب کی اشاعت تک (جو کہ اگست سنہ ۱۸۹۹ء سے شروع ہوئی۔ اور ۲۵ر اکتوبر سنہ ۱۹۰۲ء میں ختم ہوئی) آپ کا عقیدہ یہی تھا کہ آپ کو حضرت مسیح پر جزوی فضیلت ہے۔ اور آپ کو جو نبی کہا جاتا ہے تو یہ ایک قسم کی جزوی نبوت ہے۔ اور ناقص نبوت ہے۔ لیکن بعد میں جیسا کہ نقل کردہ عبارت کے فقرہ دو اور تین سے ثابت ہے۔ آپ کو خدا تعالےٰ کی طرف سے معلوم ہوا۔ کہ آپ ہر ایک شان میں مسیح سے افضل ہیں۔ اور کسی جزوی نبوت کے پانے والے نہیں۔ بلکہ نبی ہیں۔ ہاں ایسے نبی جن کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فیض سے نبوت ملی۔ پس سنہ ۱۹۰۲ء سے پہلے کی کسی تحریر سے حجت پکڑنا بالکل جائز نہیں ہو سکتا"۔

دوسرا دعویٰ کہ تبدیلی سنہ ۱۹۰۲ء میں ہوئی۔

مگر چونکہ یہ کتاب جلدی میں لکھی گئی تھی۔ دگو اس جلدی کو غلطی سے اعجاز کے طور پر ظاہر کیا گیا) اس لئے میاں صاحب اور کاپیاں پروف پڑھنے والوں کو یہ خیال نہ رہا۔ کہ جس کتاب میں یہ اصول باندھا جاتا ہے۔ کہ حضرت صاحب نے سنہ ۱۹۰۲ء میں اپنا عقیدہ تبدیل کر لیا۔ اور اس تاریخ یعنی اکتوبر سنہ ۱۹۰۲ء سے پہلے کی کسی تحریر سے حجت پکڑنا بالکل جائز نہیں۔ اسی کتاب میں ۵ر نومبر سنہ ۱۹۰۱ء کے ایک ٹریکٹ کے حوالہ جات چار جگہ پر موجود ہیں صفحہ ۴-۵-۶-۷۔ اور چار جگہ خود سنہ ۱۹۰۱ء کی تحریر سے حوالجات نقل کر کے یہ اصول بھی باندھا ہوا ہے کہ سنہ ۱۹۰۲ء سے پہلے کی کسی تحریر سے حجت پکڑنا بالکل جائز نہیں ہو سکتا۔ اور تعجب یہ ہے کہ میاں صاحب کے مریدین میں سے بھی کسی شخص نے یہ سوال نہ اٹھایا۔ کہ جو امر بالکل ناجائز ہے اس کا ارتکاب انہوں نے خود کیوں اسی کتاب میں چار دفعہ کیا۔ مجھ سے

اس وقت یہ غلطی ہوئی کہ میں نے اس کتاب کو پڑھ کر یہ اعتراض کر دیا۔ ورنہ آج میاں صاحب کا اور ان کے مریدین کا یہی عقیدہ ہوتا کہ حضرت صاحب نے ۱۹۰۲ء میں اپنے دعویٰ میں تبدیلی کی تھی اور ۱۹۰۲ء میں آپ کو لفظ نبی اور محدث کے معنے سمجھ میں آئے اور اس بات کی کچھ پرواہ ہوتی کہ خود ۱۹۰۱ء کے حوالے بھی دے رہے ہیں کیونکہ میاں صاحب کے مریدین میں ایک حیرت انگیز بات جو میں نے دیکھی ہے وہ یہ ہے کہ ان کو کبھی بھی اس بات کی پرواہ نہیں ہوتی کہ ہم کوئی متناقض باتیں کہہ رہے ہیں۔ یا ایسی باتیں کہہ رہے ہیں جو واقعات کے خلاف ہیں۔ بلکہ انہیں صرف اس قدر پتہ ہونا چاہئے کہ یہ بات میاں صاحب نے لکھ دی ہے۔ پھر اس کے حسن و قبح سے اس کے موافق یا خلاف قرآن و حدیث ہونے سے اس کے مطابق یا خلاف واقعات و عقل ہونے سے کوئی بحث نہیں ہوتی۔ وہ اسے اسی طرح مانتے چلے جاتے ہیں جس طرح میاں صاحب فرمائیں۔ اور میں اس بات کا اعتراف کرتا ہوں کہ ۱۹۰۲ء سے ۱۹۰۱ء تاریخ کی تبدیلی کی ذمہ داری صرف مجھ پر عائد ہوتی ہے جب میں نے یہ اعتراض کیا تو میاں صاحب نے اپنی دوسری کتاب حقیقۃ النبوت میں فوراً تاریخ بدل دی اور مجھے اس سے بھی انکار نہیں۔ کہ میاں صاحب کو تاریخ بدلنے کا یہ حق حاصل تھا۔ کیونکہ اپنی بنائی ہوئی چیز پر انسان کو پورا اختیار حاصل ہوتا ہے۔ حضرت صاحب کے دعویٰ میں تبدیلی کی تاریخ ۱۹۰۲ء تو خود انہوں نے بنائی تھی۔ اس لئے انہیں حق تھا کہ خود اسے بدل کر ۱۹۰۱ء بنا دیں۔ سارے احمدی لٹریچر میں کتابیں ہوں۔ یا اشتہارات یا اخباروں میں کوئی شخص ایک فقرہ بھی نہیں دکھا سکتا۔ کہ میاں صاحب کی اس ایجاد کے متعلق تبدیلی عقیدہ سے پیشتر کبھی کسی نے یہ لکھا ہو کہ حضرت صاحب نے ۱۹۰۲ء یا ۱۹۰۱ء میں اپنا دعویٰ تبدیل کر لیا تھا۔ پہلے آپ غلطی سے اپنے آپ کو نبی کی بجائے محدث کہہ دیا کرتے تھے اور ایک زمانہ آپ پر ایسا گزرا تھا کہ آپ لفظ نبی یا محدث کے معنے نہ جانتے تھے لیکن یہ عجیب معاملہ ہے کہ باوجودیکہ ساری جماعت میں سے ایک احمدی کے سر میں بھی یہ بات نہیں آئی کہ ان کے مرشد نے ۱۹۰۲ء یا ۱۹۰۱ء میں اپنا دعویٰ تبدیل کر لیا تھا۔ اور انکار نبوت کے پہلے حوالے منسوخ ہو گئے تھے۔ پھر بھی جب میاں صاحب نے یہ کہا کہ حضرت صاحب کی ۱۹۰۲ء سے پہلے کی تحریروں سے حجت پکڑنا بالکل جائز نہیں تو ان کے سارے مریدین کا ایمان اسی پر تھا کہ ۱۹۰۲ء سے پہلے کی کسی تحریر سے حجت پکڑنا جائز نہیں۔ گو اسی کتاب میں خود میاں صاحب نے ۱۹۰۲ء سے پہلے کی تحریر سے حجت بھی پکڑ لی تھی۔ اور جب اس پر اعتراض ہوا۔ تو میاں صاحب نے دو ماہ بعد لکھ دیا۔ کہ ۱۹۰۱ء سے پہلے کی کسی تحریر سے حجت پکڑنا جائز نہیں۔ اور ساری جماعت کا ایمان اس پر ہو گیا کہ ۱۹۰۱ء سے پہلے کی کسی تحریر سے حجت پکڑنا جائز نہیں۔ حقیقۃ النبوت صفحہ ۱۲۱ پر ہے:۔

"اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ۱۹۰۱ء میں آپ نے اپنے عقیدہ میں تبدیلی کی ہے اور ۱۹۰۰ء ایک درمیانی عرصہ ہے جو دونوں خیالات کے درمیان برزخ کے طور پر حد فاصل ہے۔ پس ..... یہ بات ثابت ہے کہ ۱۹۰۱ء سے پہلے کے وہ حوالے

جن میں آپ نے نبی ہونے سے انکار کیا ہے۔ اب منسوخ ہیں[1] اور ان سے حجت پکڑنی غلط ہے"۔

میاں صاحب کی اس تحریر کی تاریخ سے ۱۹۰۲ء سے پہلے کی تحریریں منسوخ نہ رہیں۔ بلکہ ۱۹۰۱ء سے پہلے کی تحریریں منسوخ ہو گئیں۔

پرانے مریدین کی حلفی شہادت کہ ۱۹۰۱ء میں کوئی تبدیلی حضرت صاحب نے اپنے دعویٰ میں نہیں کی

لیکن اس تبدیلی عقیدہ کی بحث میں سب سے زبردست شہادت یہ ہے کہ کیا جو آج میاں صاحب یقین دلانا چاہتے ہیں کہ ۱۹۰۱ء میں کتابیں منسوخ ہو گئیں جب ان کی عمر صرف بارہ تیرہ سال کی تھی۔ خود ۱۹۰۱ء میں بھی کسی احمدی کے خیال میں یہ بات آئی تھی یا آج صرف اس لئے مانی جاتی ہے کہ پیر نے ایسا کہہ دیا ہے؟ کیا حضرت صاحب کے کسی مرید نے ۱۹۰۱ء میں "ایک غلطی کا ازالہ" نکلنے پر یہ سمجھا تھا کہ آج حضرت صاحب نبی بن گئے ہیں؟ کیا یہ سچ نہیں کہ اس اشتہار میں حضرت مرزا صاحب نے اپنی کسی غلطی کا ازالہ نہیں کیا بلکہ دوسرے شخص کی غلطی کا ازالہ کیا ہے جس کو اپنی پہلی کتابوں سے ناواقف اور صحبت سے دور رہنے والا قرار دیا ہے۔ کیا غلطی کے ازالہ میں پہلی کتابوں کے بیانات کی تصدیق کی ہے یا انہیں منسوخ قرار دیا ہے کیا اس میں یہ لکھا ہے کہ پہلے مجھے لفظ نبی اور محدث کے معنے سمجھ میں نہ آتے تھے اب آگئے ہیں۔ اب دیکھو کہ واقعات کی شہادت کیا ہے۔ ذیل میں ستر اصحاب حضرت مسیح موعود کی حلفی شہادت پیش کرتا ہوں جنہوں نے ۱۹۰۱ء میں یا اس سے پہلے بیعت کی۔ کہ ۱۹۰۱ء میں انہوں نے کوئی تبدیلی حضرت مسیح موعودؑ کے دعویٰ میں محسوس نہیں کی۔ نہ آپ کی سابقہ تحریروں کو جن میں انکار نبوت تھا کبھی منسوخ سمجھا۔ اسکے علاوہ اور بھی شہادتیں پیش کر سکتا ہوں۔ مگر سردست یہ کافی ہیں۔ اور وہ شہادت حسب ذیل ہے:۔

ہم دستخط کنندگان ذیل حلفی شہادت ادا کرتے ہیں کہ بانی سلسلہ احمدیہ حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے جب ۱۸۹۱ء میں یہ اعلان کیا۔ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا وفات پا جانا قرآن کریم سے ثابت ہے۔ اور حدیثوں میں جس ابن مریم کے اُمت محمدیہ میں آنے کا ذکر ہے وہ میں ہوں۔ تو اس وقت آپ نے نبوت کا دعویٰ نہیں کیا۔ ہاں بعض علماء نے لوگوں کو غلط فہمی میں ڈالا اور ان کو مدعی نبوت قرار دیکر آپ پر کفر کا فتویٰ لگایا۔ جس کے بعد حضرت موصوف نے صاف طور پر کئی مرتبہ یہ اعلان کیا۔ جیسا کہ آپ کی تحریروں سے ظاہر ہے کہ آپ کی طرف دعویٰ نبوت منسوب کرنا محض افترا ہے اور آپ نبوت کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم سمجھتے ہیں۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مدعی نبوت کو کاذب اور کافر یقین کرتے ہیں۔ اور آپ کے بعض الہامات میں جو مرسل یا رسول یا نبی آیا ہے۔ یا حدیث میں آنیوالے

---

[1] یہ بات مان کر کہ ایک زمانہ میں حضرت مسیح موعود اپنی نبوت کا انکار کرتے تھے حالانکہ نبی تھے۔ میاں محمود احمد حضرت صاحب کو ایک خطرناک فتویٰ کے ماتحت لاتے ہیں جس کی طرف ان کی توجہ شاید اب تک نہیں ہوئی اور وہ یہ کہ نبی کی نبوت سے انکار کفر ہے۔ پس اگر حضرت صاحب کو خدا نبی کہتا تھا اور آپ فی الواقع نبی تھے مگر با ایں زور سے نبوت کا انکار کرتے بلکہ مدعی نبوت پر لعنت بھیجتے تھے تو کیا آپ کفر کے فتویٰ کے ماتحت نہیں آتے۔ یقیناً اگر نبی اپنی نبوت کا انکار کرے تو وہ سب سے بڑھ کر کافر ہے کیونکہ دوسروں کو کہنے والا تو انسان ہے مگر اسے خود خدا کہتا ہے۔

مسیح کی نسبت جو لفظ نبی کا آیا ہے تو اس سے مراد فی الحقیقت نبی نہیں۔ بلکہ مجازی۔ جزوی۔ ظلی نبی ہے جسے محدث کہا جاتا ہے اور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آسکتا۔ نہ نیا نہ پرانا +

ہم یہ بھی حلفی شہادت ادا کرتے ہیں کہ ہم نے نومبر ۱۹۰۱ء سے پہلے حضرت مسیح موعود کی بیعت کی اور میاں محمود احمد صاحب سرگروہ احمدی فریق قادیان نے جو یہ لکھا ہے کہ حضرت مرزا صاحب کا دعویٰ ابتدا میں نبوت کا نہ تھا مگر نومبر ۱۹۰۱ء میں آپ نے اپنا دعویٰ تبدیل کیا۔ اور نبوت کے مدعی بن گئے۔ اور انکار نبوت کی دس گیارہ سال کی لگاتار تحریریں منسوخ ہیں۔ یہ محض غلط اور سراسر خلاف واقعات ہے۔ ہم اللہ جل شانہ کی قسم کھا کر کہتے ہیں کہ کبھی ہمارے وہم و گمان میں یہ بات نہیں آئی کہ ۱۹۰۱ء میں حضرت مسیح موعود نے اپنے دعویٰ میں تبدیلی کی یا آپ کی سابقہ تحریریں جو انکار دعویٰ نبوت سے بھری پڑی ہیں منسوخ ہو گئیں نہ ہم نے اپنے علم میں کبھی ایسے لفظ کسی ایک شخص کے بھی منہ سے سنے۔ جب تک کہ میاں محمود احمد صاحب نے ان کا اعلان نہیں کیا واللہ علیٰ ما نقول شہید

دستخط (۱) (مولوی) سید محمد احسن امروہی (۲) (مولوی) محمد عبد اللہ خاں پٹیالوی (۳) (مولوی) محمد مبارک علی (سیالکوٹی) (۴) (مولوی) غلام حسن سب رجسٹرار پشاور (۵) (مولوی حکیم) مرزا خدا بخش (مصنف عسل مصفّیٰ) (۶) محمد علی (لاہور) (۷) (مولوی) محمد یحییٰ (دیگراں) (۸) (مولوی) محمد یعقوب (دیگراں) (۹) شیخ رحمت اللہ (تاجر لاہور) (۱۰) ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ (لاہور) (۱۱) شیخ ضیاء اللہ (سابق ہیڈ ماسٹر مدرسہ تعلیم الاسلام قادیان) (۱۲) (مولوی) محمد حسن قریشی (آبطعہ دار) (۱۳) بابا ہدایت اللہ (شاعر پنجابی لاہور) (۱۴) (میاں) نبی بخش (گورنمنٹ پنشنر لاہور) (۱۵) (ڈاکٹر) سید طفیل حسین (لاہور) (۱۶) مرزا جمال الدین خوشنویس (لاہور) (۱۷) شیخ دین محمد (لاہور) (۱۸) (ماسٹر) فقیر اللہ (لاہور) (۱۹) ڈاکٹر نبی بخش (بھاٹی دروازہ لاہور) (۲۰) حافظ فضل احمد (حال بدوملہی) (۲۱) حافظ غلام رسول (سوداگر وزیر آباد) (۲۲) چودھری غلام حسن (سابق سٹیشن ماسٹر ساکن لوری والا) (۲۳) شیخ غلام حسین صدیقی احمدی (سیالکوٹ) (۲۴) شیخ محمد جان (تاجر وزیر آباد) (۲۵) شیخ عبد الرحمٰن (وزیر آباد) (۲۶) (مولوی) عزیز بخش بی۔ اے (ڈیرہ غازیخان) (۲۷) (ماسٹر) غلام محمد بی۔ اے (ہیڈ ماسٹر راولپنڈی) (۲۸) (حکیم) سردار خاں برادر حکیم شاہنواز مرحوم (راولپنڈی) (۳۰) (سیٹھ) احمد الدین (سابق میونسپل کمشنر جہلم) (۳۱) شیخ قمر الدین سوداگر چشمہ جہلم (۳۲) (مستری) عبد الستار (جہلم) (۳۳) شیخ غلام محی الدین (اپیل نویس جہلم) (۳۴) (مولوی) محمد ابراہیم (امام مسجد جہلم) (۳۵) ڈاکٹر حیات محمد (دندان ساز راولپنڈی) (۳۶) (بابو) اللہ بخش (آفیسر رخشی جہلم) (۳۷) (بابو) عبد الحی (کلرک دفتر نہر جہلم) (۳۸) (مستری) عبد الستار (جہلم) (۳۹) مستری یعقوب علی (جموں) (۴۰) ماسٹر محمد رمضان (جموں) (۴۱) ملک شیر محمد خاں بی۔ اے پرسنل اسسٹنٹ (جموں) (۴۲) شیخ فضل احمد (جموں) (۴۳) مستری شہاب الدین (جموں) (۴۴) محمد شاہ (جموں) (۴۵) نواب خاں (اہلمد جموں) (۴۶) سید مسعود شاہ مدرس (جموں) (۴۷) مستری نظام الدین (جموں) (۴۸) سید امیر علی شاہ (پنشنر سب انسپکٹر) (۴۹) شیخ ہدایت اللہ (پشاور) (۵۰) رمضان علی (پشاور) (۵۱) میاں محمد بکی (پشاور) (۵۲) سید لال شاہ برق (پشاور) (۵۳) شیخ فضل کریم (پشاور) (۵۴) (منشی)

نواب خاں (سب انسپکٹر پولیس گوجرانوالہ) (۵۵) شیخ مولا بخش (سیالکوٹ) (۵۶) حکیم شمس الدین (سیالکوٹ) (۵۷) میاں بوڑا (سیالکوٹ) (۵۸) اللہ دین (سیالکوٹ) (۵۹) شیخ محمد جان سوداگر (سیالکوٹ چھاؤنی) (۶۰) بابو عطا محمد (اوورسیر سیالکوٹ) (۶۱) مرزا اعظم بیگ (سیالکوٹ) (۶۲) مستری محمد اکبر (ٹھیکیدار سیالکوٹ) (۶۳) مستری عبداللہ (سیالکوٹ) (۶۴) محمد الدین (سیالکوٹ) (۶۵) حاجی فضل الدین (سیالکوٹ) (۶۶) سید امجد علی (کورٹ انسپکٹر) (۶۷) ڈاکٹر حسن علی (۶۸) محمد سرفراز خاں نمبردار (بدوملہی) (۶۹) (شیخ) محمد نصیب (سابق ہیڈ کلرک قادیان) (۷۰) عبدالحق (راولپنڈی)۔

اب میاں صاحب جماعت مسیح موعودؑ میں سے ۹۸ یا ۹۹ فیصدی اپنے ساتھ بتاتے ہیں تو اس حساب سے انہیں چاہئے کہ سات ہزار اصحاب مسیح موعود کی حلفی شہادت اسکے بالمقابل پیش کریں۔ جو اسی پایہ کے لوگ ہوں جو حلف اٹھا کر یہ شہادت ادا کریں کہ انہوں نے نومبر سنہ ۱۹۰۱ء میں غلطی کا ازالہ نکلنے پر یہ سمجھ لیا تھا کہ آج حضرت مسیح موعود دعوئ نبوت کرتے ہیں اور آپ کی پہلی تحریریں انکار نبوت پر منسوخ ہوگئیں۔ سات ہزار نہ سہی سات سو۔ اس قدر بھی نہ سہی ستر ہی آدمیوں کی شہادت حلفی پیش کریں۔ مگر حلف صفائی سے اس معاملہ پر ہو کہ سنہ ۱۹۰۱ء میں ایک غلطی کا ازالہ نکلنے پر انہوں نے سمجھ لیا تھا کہ حضرت صاحب نے اپنا دعوئ تبدیل کر لیا ہے اور نبوت کے مدعی ہوگئے ہیں اور سابقہ تحریریں انکار نبوت پر منسوخ ہوگئی ہیں۔

حضرت مسیح موعود کا اپنا اقرار کہ سنہ ۱۹۰۱ء سے پہلے کی کتابیں منسوخ نہیں

کتاب تریاق القلوب حضرت مسیح موعود کی ان کتابوں میں سے ہے جس میں آپ نے نہایت صفائی سے نہ صرف انکار نبوت کیا ہے بلکہ اس میں یہ بھی صفائی سے بتایا ہے کہ آپ کے دعوئ کے انکار کی وجہ سے کوئی شخص کافر نہیں ہوتا۔ چنانچہ اس کتاب کے صفحہ ۱۳۰ پر آپ لکھتے ہیں کہ "ابتدا سے میرا یہی مذہب ہے کہ میرے دعوئ کے انکار کی وجہ سے کوئی شخص کافر یا دجال نہیں ہو سکتا۔" اور اس کی مزید تشریح حاشیہ میں ایک نوٹ دیکر یوں کرتے ہیں ؎

"یہ نکتہ یاد رکھنے کے لائق ہے کہ اپنے دعوئ کے انکار کرنیوالے کو کافر کہنا یہ صرف اُن نبیوں کی شان ہے جو خدا تعالیٰ کی طرف سے شریعت اور احکام جدیدہ لاتے ہیں۔ لیکن صاحب الشریعت کے ماسوا جس قدر ملہم اور محدث ہیں۔ گو وہ کیسی ہی جناب الٰہی میں اعلیٰ شان رکھتے ہوں۔ اور خلعت مکالمہ الٰہیہ سے سرفراز ہوں انکے انکار سے کوئی کافر نہیں بن جاتا۔"

اب یہ وہ کتاب ہے جس کے خاتمہ پر ۲۵ر اکتوبر سنہ ۱۹۰۲ء حضرت مسیح موعود کے اپنے ہاتھ کی لکھی ہوئی تاریخ ہے اور جس کے سرورق پر ۲۸ر اکتوبر سنہ ۱۹۰۲ء کی تاریخ لکھی ہوئی موجود ہے۔ اور گو میاں صاحب نے حضرت صاحب کے دعوئ کی تبدیلی کی تاریخ نومبر سنہ ۱۹۰۱ء لکھی تھی۔ مگر اس سے ایک سال بعد کی چھپی ہوئی کتاب کو بھی منسوخ قرار دیا۔ اور عذر یہ پیش کیا۔ کہ حضرت صاحب نے یہ عبارتیں کبھی پہلے لکھی تھیں۔ حالانکہ تمام دنیا جانتی ہے کہ سوائے اس کے کہ مصنف کے مرنے کے بعد کوئی تحریر شائع ہو وہ اس کی صحت کا ذمہ دار تاریخ اشاعت پر ہوتا ہے۔ نہ مسودہ لکھنے کی تاریخ پر اور جب اتنا بڑا اہم معاملہ تھا۔ کہ آپ غیر نبی سے نبی بن گئے تھے۔ اور اپنے دعوئ کا انکار کرنیوالوں کو ہی نہیں بلکہ ساری

مسلمان دنیا کو کافر قرار دینے لگ گئے تھے۔ جیسا کہ میاں صاحب کا خیال ہے تو ایک ایسی کتاب کی اشاعت اگر کرتے بھی تو اس کے ساتھ کوئی اعلان کر دیتے کہ اس اثنا میں مجھے سمجھ آگئی ہے۔ کہ میں نبی ہوں۔ اور میرے منکر کافر ہیں۔ اسلئے اس کتاب سے لوگ غلطی نہ کھائیں کس قدر ظلم ہے کہ جس کتاب کو مصنف خود منسوخ قرار نہیں دیتا اُسے منسوخ قرار دیکر آنحضرت صلعم کے بعد دروازہ نبوت کھولا جائے۔ مگر میاں صاحب نے یہ جرأت کی۔ ہاں نہ انہیں یہ علم تھا اور نہ کسی اور کو کہ اس دعویٰ باطل کا سر کچلنے کے لئے جس کی رو سے وہ اسلام میں ایک نئی نبوت قایم کر کے اور کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کو منسوخ قرار دیکر ایک عظیم الشان فتنہ پیدا کر رہے ہیں۔ حضرت مسیح موعود کا ایسا صاف اعلان بھی نکل آئے گا کہ کتاب تریاق القلوب جس میں حضرت صاحب نے اپنے آپ کو غیر نبی اور اپنے دعویٰ کا انکار کرنے والوں کو مسلمان قرار دیا ہے منسوخ نہیں اور یہ آپکا اقرار ایک حلفی بیان کی صورت میں ہے۔ جو عدالت میں ۱۹۰۳ء میں بعض مقدمات کے اثنا میں ہوا۔ اور جس کو آپنے خود اپنی کتاب حقیقت الوحی میں بالفاظ ذیل ۱۹۰۷ء میں شائع کیا۔

"۱۸۰ نشان۔ ایک دفعہ میں گورداسپور میں ایک فوجداری مقدمہ کی وجہ سے جو کرم الدین جہلمی نے میرے اوپر دائر کیا تھا موجود تھا۔ الہام ہوا۔ یسئلونک عن شانک قل اللہ ثم ذرھم فی خوضھم یلعبون یعنی تیری شان کے بارہ میں پوچھیں گے کہ تیری کیا شان اور کیا مرتبہ ہے۔ کہہ وہ خدا ہے۔ جس نے مجھے یہ مرتبہ بخشا ہے پھر انکو اپنے لہو ولعب میں چھوڑ دے۔ سو میں نے یہ الہام اپنی اس جماعت کو جو گورداسپور میں میرے ہمراہ تھی۔ جو چالیس آدمی سے کم نہیں ہونگے سنا دیا۔ جن میں مولوی محمد علی صاحب ایم۔ اے۔ اور خواجہ کمال الدین صاحب بی۔ اے پلیڈر بھی تھے۔ پھر بعد اس کے جب ہم کچہری میں گئے۔ تو فریق ثانی کے وکیل نے مجھ سے یہی سوال کیا کہ آپ کی شان اور آپکا مرتبہ ایسا ہے جیسا کہ تریاق القلوب کتاب میں لکھا ہے؟ میں نے جواب دیا کہ ہاں خدا کے فضل سے یہی مرتبہ ہے۔"

یہ ہے وہ کتاب۔ جسے جہاں تک حضرت مسیح موعود کی شان اور مرتبہ کا سوال ہے۔ جناب میاں صاحب نے ایک شوشہ قلم سے منسوخ قرار دیا۔ اور حضرت مسیح موعود نے نہ صرف عدالت میں حلفی بیان دیتے ہیں کہ آپ کی شان اور آپ کا مرتبہ وہی ہے جو کتاب تریاق القلوب میں لکھا ہے بلکہ خود ہی اس حلفی بیان کو دنیا میں شائع بھی کرتے ہیں اور سب سے بڑھکر یہ کہ الہام الٰہی بھی اس شان اور مرتبہ کو صحیح قرار دیتا ہے جو کتاب تریاق القلوب میں لکھا ہے اور وہ کیا ہے؟ یہ کہ

۱۔ آپ ملہم اور محدث ہونیکی حیثیت میں گو کتنی ہی جناب الٰہی میں اعلیٰ شان رکھتے ہوں۔ مگر آپ غیر نبی ہیں۔

۲۔ یہ کہ آپ کے دعویٰ کے انکار سے کوئی شخص کافر نہیں ہوتا۔

پس ان دونوں باتوں سے انکار خود مسیح موعود کا انکار ہے۔

میاں صاحب کے مرید کی شہادت کہ حضرت مسیح موعود کا دعویٰ نبوت کا نہیں محدثیت کا ہے۔

جو لوگ آج میاں صاحب کی مریدی کی وجہ سے انکی ہاں میں ہاں ملا کر حضرت مسیح موعود کی نبوت کو محدثیت یا لغوی یا مجازی نبوت سے بالاتر قرار دیتے ہیں۔ وہ میاں صاحب کی کتاب حقیقت النبوت کے شائع ہونے سے پہلے کیا لکھتے

رہے ہیں۔ اتمام حجت کیلئے صرف سن ۱۹۰۱ء کے بعد کی تحریروں کا حوالہ دیا جائے گا +

(۱) سب سے پہلے مولوی سرور شاہ صاحب کو لو جنہوں نے قرآن شریف کی تفسیر بھی سات آٹھ پاروں کی لکھی ہے اور جو تھیولاجیکل کالج (مدرسہ احمدیہ) کے پرنسپل ہیں۔ اور میاں صاحب کے استاد ہیں اور میاں صاحب کی عدم موجودگی میں امامت نماز کراتے ہیں۔ سن ۱۹۱۱ء میں یعنی حضرت مسیح موعود کی وفات سے تین سال بعد تک ان کا مذہب کیا تھا۔ جب کسی مخالف نے لفظ نبی کے استعمال پر اعتراض کیا تو اس وقت مولوی سرور شاہ صاحب نے ذیل کا جواب دیا جس کو اخبار بدر نے لفظ نبی یا مجدد کا استعمال کا عنوان قائم کر کے شائع کیا:۔

"لفظ نبی کے معنے اپنے مصدروں کے لحاظ سے دو ہیں۔ اول۔ اپنے خدا سے اخبار غیب پانیوالا۔ دوم۔ عالی رتبہ شخص جس شخص کو اللہ تعالیٰ بکثرت شرف مکالمہ سے ممتاز کرے۔ اور غیب کی خبروں پر مطلع کرے۔ وہ نبی ہے۔ اس رنگ میں میرے نزدیک تمام مجددین سابق مختلف مدارج کے انبیا رگذرے ہیں" بدر مؤرخہ ۱۶ فروری سن ۱۹۱۱ء

یہاں اول تو عنوان نے ہی فیصلہ کر دیا۔ لفظ نبی یا مجدد کا استعمال کہ اس وقت جماعت کا مذہب یہ تھا۔ اور یہی اخبار نویسوں کا مذہب تھا کہ لفظ نبی کا استعمال ہم بمعنی مجدد کر رہے ہیں۔ پھر مولوی سرور شاہ صاحب نے تمام مجددین سابق کو مختلف مدارج کے انبیاء قرار دیکر یہ واضح کر دیا کہ جس نبوت کو وہ حضرت مسیح موعود میں مانتے ہیں۔ وہ وہی ہے جو محدثین امت میں جاری وساری رہی ہے پس اگر انہوں نے کبھی لفظ نبی کا استعمال کیا۔ تو صرف اسی معنے میں یعنی بمعنی محدثیت۔ اور ایسا ہی اگر دوسرے کسی نے بھی لفظ نبی استعمال کیا۔ تو وہ بھی بمعنے مجدد ہی تھا +

۲۔ دوسرے نمبر پر مفتی محمد صادق صاحب ہیں جو اخبار بدر کے ایڈیٹر تھے۔ اور جو میاں صاحب کی جماعت میں رہنمائے تبلیغ ہیں۔ مفتی صاحب اپنی قلم سے مولوی شبلی مرحوم سے اپنی ملاقات کا قصہ ان الفاظ میں لکھتے ہیں:۔

"شبلی نے دریافت کیا۔ کہ ہم لوگ مرزا صاحب کو نبی مانتے ہیں۔ میں نے عرض کیا کہ ہمارا عقیدہ اس معاملہ میں دیگر مسلمانوں کی طرح ہے۔ کہ آنحضرت صلعم خاتم النبیین ہیں آپ کے بعد کوئی دوسرا نبی آنیوالا نہیں۔ نہ نیا اور نہ پرانا۔ ہاں مکالمات الٰہیہ کا سلسلہ برابر جاری ہے وہ بھی آنحضرت صلعم کے طفیل آپ سے فیض حاصل کر کے اس امت میں ایسے آدمی ہوتے رہے جن کو الہام الٰہی سے مشرف کیا گیا۔ اور آئندہ بھی ہوتے رہیں گے۔ چونکہ حضرت مرزا صاحب بھی الہام الٰہی سے مشرف ہوتے رہے اور الہام الٰہی کے سلسلہ میں آپ کو خدا تعالیٰ نے بہت سی آئندہ کی خبریں بطور پیشگوئی کے بتلائی تھیں جو پوری ہوتی رہیں اس واسطے مرزا صاحب ایک پیشگوئی کرنیوالے تھے۔ اور اس کو عربی لغت میں نبی کہتے ہیں۔" بدر جلد ۹ نمبر ۵ و ۵۲

معلوم ہوا۔ اس وقت تک خاتم النبیین کے یہ معنے کہ آئندہ نبی آپ کی مہر سے بنا کریں گے۔ تراشے نہ گئے تھے بلکہ اس کے یہ معنے کئے جاتے تھے کہ نبوت آپ پر ختم ہو گئی۔ وہ صرف اصطلاح لغوی میں حضرت صاحب پر نبی کا لفظ استعمال کرتے تھے یعنی اس معنے سے کہ آپ پیشگوئی کرنے والے ہیں۔ جس معنے میں دوسرے محدثین پر بھی اس لفظ کا استعمال

جائز ہے۔ کیونکہ پیشگوئیاں وہ بھی کرتے تھے +

۳۔ میر محمد سعید صاحب حیدر آبادی جو جماعت حیدر آباد دکن کے پیشرو ہیں۔ ان کو جب مولوی انوار اللہ صاحب حیدر آبادی کے جواب میں کتاب لکھنی پڑی اور اس میں حضرت صاحب کے دعویٰ نبوت پر بحث کرنے کی ضرورت پیش آئی تو ذیل کا جواب دیا:۔

"اگر نکتہ چین صاحب کی مراد یہاں دعویٰ نبوت و رسالت تشریعی ہے تو یہ محض افترا ہے کیونکہ حضرت مرزا صاحب نے توضیح مرام میں لکھا ہے واما النبوۃ التی تامۃ کاملۃ جامعۃ لکمالات الوحی فقد آمنا بانقطاعها من یوم نزل فیہ ماکان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین ہاں حضرت مرزا صاحب نے محدث ہونے کا دعویٰ کیا ہے اور محدث کی تعریف جو احادیث صحیح بخاری وغیرہ سے ثابت ہوتی ہے وہ ایک قسم کی جزوی نبوت اور ظلی اور طفیلی رنگ کی ہوتی ہے جو ہر ایک محدث امتی کو عطا ہوتی ہے" انوار اللہ صفحہ ۲۶۳

"غرض حضرت مرزا صاحب نے صرف محدث ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔ نہ نبی حقیقی ہونے کا۔ جو خاتم النبیین کے منافی اور لانبی بعدی کے خلاف ہے جس میں استغراق بسبب واقع ہونے نکرہ تحت لائے نفی جنس کے ایسا کامل ہے"...+ انوار اللہ صفحہ ۲۶۹

سنہ ۱۹۱۰ء میں وہ توضیح مرام کا حوالہ دے رہے ہیں۔ جو سنہ ۱۸۹۱ء کی تصنیف ہے۔ مگر اب میاں صاحب کے ہمنوا ہو کر یوں کہیں گے "سنہ ۱۹۰۱ء سے پہلے کے حوالے جن میں آپ نے نبی ہونے سے انکار کیا ہے۔ اب منسوخ ہیں۔ اور ان سے حجت پکڑنی غلط ہے" (حقیقت النبوت صفحہ ۱۲۱) اور سنہ ۱۹۱۰ء میں لکھتے ہیں "حضرت مرزا صاحب نے صرف محدث ہونے کا دعویٰ کیا ہے"! اور اب میاں صاحب کی مریدی کا حق ادا کریں گے کہ حضرت مرزا صاحب نے سنہ ۱۹۰۱ء میں اعلان کیا۔ کہ میں محدث نہیں بلکہ نبی ہوں" (صفحہ ۱۲۰)

۴۔ مولوی عمر الدین صاحب شملوی سنہ ۱۹۱۲ء میں کتاب "ختم نبوت کی حقیقت" لکھتے ہیں جس کی اشاعت میاں صاحب کی مریدی اختیار کرنے کے بعد ہوتی ہے۔ اس میں ایک لمبی بحث کا خلاصہ ان الفاظ میں آتا ہے:۔

"نبی بالفعل اور نبی بالقوۃ میں صرف منصب کا فرق ہے ورنہ دونوں میں کمالات کے لحاظ سے کوئی فرق نہیں ہوتا۔ اور محدث کو جب نبی کہیں گے تو بلحاظ کمالات کے ہی کہیں گے۔ اور حضرت مرزا صاحب نے بھی انہی معنوں میں نبوت کا دعویٰ کیا ہے۔ مگر سد باب نبوت نہ ہوتا تو محدث ویسے ہی نبی ہو جاتے۔ جیسے پہلے تشریعی نبی تھے [۲] اس لئے سد باب نبوت کہہ کر دعویٰ نبوت سے انکار کرنا یہی معنے رکھتا ہے کہ میں تشریعی نبوت کا مدعی نہیں ہوں جو ختم نبوت

---

[۱] آج میاں صاحب اور ان کے مرید ادنیٰ فکر سے کام لیں تو معلوم ہو کہ خاتم النبیین کے یہی معنے سب احمدی کرتے تھے۔ کہ نبوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہے اور نبوت میں سے جو کچھ باقی ہے وہ صرف محدثیت ہے +

[۲] اس تحریر میں سد باب نبوت کے الفاظ بھی قابل غور ہیں جن کو آج یہی لوگ لعنت اور عذاب قرار دے رہے ہیں +

کے خلاف ہے ہاں محدث ہوں۔ جو بالقوۃ نبی ہوتا ہے۔" (ختم نبوت کی حقیقت صفحہ ۲۱۰)

اور ایک اور رسالہ میں جو وہ بھی ۱۹۱۴ء کا ہے یوں لکھا ہے:۔

"یہ تاریخ ہے کہ اُمت مرحومہ کا اس بات پر اتفاق رہا ہے کہ آنحضرت کے بعد کوئی نبی تشریعی نہ ہوگا۔ مگر یہ کو کسی زمانہ میں بھی اجماع نہیں ہوا۔ کہ بروزی نبوت کلیۃً دروازہ بند ہوگیا۔ بلکہ اس کے برخلاف ہر زمانہ میں ایسے لوگ موجود رہے جو بروزی نبوت کے خود مظہر تھے۔" (تکمیل النجم صفحہ ۹)

۱۹۱۴ء تک اس مولوی صاحب کا ایمان بھی دوسرے لوگوں کی طرح یہی تھا۔ کہ حضرت صاحب کی نبوت سے مراد محدثیت ہے۔ مگر اب وہ ایمان باقی نہیں رہا۔ انہوں نے خود بھی ۱۹۱۴ء میں بیعت کے بعد اس خطرہ کو محسوس کیا تھا۔ اور یوں لکھا تھا:۔

"جب ہم کھول کھول کر دکھا رہے ہیں کہ حضرت میاں صاحب توصاف قرآن اور حدیث کے خلاف اعتقاد رکھتے ہیں کہ تمام اہل قبلہ جنہوں نے حضرت مسیح موعود کی بیعت نہیں کی وہ کافر ہیں اور اب تو احمدیوں کو بھی فاسق کا خطاب مل رہا ہے۔ گو یہ تو ہمیں نہیں کہا جاتا کہ تم یہ بات مانو۔ مگر اس میں کیا شک ہے کہ خود میاں صاحب کا عقیدہ یہی ہے۔ جو آپ کو امام جانیں گے لازمی امر ہے کہ وہ ایسے عقیدے کی طرف جھک پڑیں۔ چنانچہ یہ بھی ایک امر واقعہ ہے کہ جن لوگوں نے بیعت کر لی ہے۔ ان میں سے بہت سے لوگ اس طرف رجحان رکھتے ہیں۔" (پیغام صلح ۲۲ مارچ ۱۹۱۴ء)

مگر آخر خود بھی اوروں کے ساتھ اسی پیر پرستی کا شکار ہوئے اور ان تمام اہل قبلہ مسلمانوں کو جنہوں نے حضرت مسیح موعود کی بیعت نہیں کی کافر سمجھنے لگ گئے۔

۵۔ میر قاسم علی صاحب جو بہت سی اخباروں کے ایڈیٹر اور کتابوں کے مصنف ہیں۔ ۱۹۱۱ء میں ایک کتاب دین الحق نام سے لکھتے ہیں۔ جس میں حضرت صاحب کی اپنی تحریریں نقل کر کے پبلک کو یہ یقین دلایا ہے۔ کہ حضرت مسیح موعود کا دعویٰ نبوت کا ہرگز نہ تھا چنانچہ ذیل کے الفاظ اس کتاب میں نقل کئے گئے ہیں۔

"سیدنا و مولانا حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ختم المرسلین کے بعد کسی دوسرے مدعی نبوت و رسالت کو کاذب اور کافر جانتا ہوں۔ میرا یقین ہے کہ وحی رسالت حضرت آدم صفی اللہ سے شروع ہوئی اور جناب رسول اللہ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہوگئی۔" (صفحہ ۲۸)

"میں جناب خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت کا قائل ہوں اور جو شخص ختم نبوت کا منکر ہو اس کو بے دین اور دائرہ اسلام سے خارج سمجھتا ہوں۔" (صفحہ ۲۹)

"اور اس بات پر محکم ایمان رکھتا ہوں کہ ہمارے نبی صلعم خاتم الانبیاء ہیں۔ اور آنجناب کے بعد اس امت کیلئے کوئی نبی نہیں آئے گا۔ نیا ہو یا پرانا۔۔۔۔۔ ہاں محدث آئیں گے۔ جو اللہ جل شانہ سے ہمکلام ہوتے ہیں اور نبوت

نامہ کی بعض صفات ظلی طور پر اپنے اندر رکھتے ہیں۔ اور بلحاظ بعض وجوہ شان نبوت کے رنگ سے رنگین کئے جاتے ہیں اور ان میں سے ایک میں ہوں"۔ (صفحہ ۱۳۱)

(۶) یہ لوگ تو ہندوستان میں یہ تشریحات پیش کرتے تھے۔ مگر مولوی غلام نبی صاحب نے سنہ ۱۹۱۰ء کے بعد اہل مصر کو بھی یہی یقین دلایا کہ حضرت صاحب کی طرف دعوئ نبوت منسوب کرنا محض دشمنوں کا افترا ہے چنانچہ انکی کتاب ہدیۃ السعدیہ میں ذیل کی عبارتیں موجود ہیں:۔

ولکن لاصلاح السلسلۃ الموسویۃ فی الدین کانوا انبیاء وفی السلسلۃ المحمدیۃ اولیاء وعلماء (ھفقرم) قال الوھابی امامکم یدعی النبوۃ لانہ یقول اوحی الی قال الاحمدی فذلک ظن فاسد لان القرآن جاء بلفظ الایحاء فی مواضع کثیرۃ منھا اذ اوحینا الی امک ما یوحی واوحی ربک الی النحل فخرج الی قومہ فاوحی الیھم ان سبحوا بکرۃ وعشیا وغیرذالک من المواضع فان الایحاء لا یختص بالنبوۃ ....قولھم انہ یدعی المسیحیۃ والمسیح کان نبیاً قیاس فاسد لانک قد سمعت دلائل موتہ ونبینا محمد علیہ الصلوۃ والسلام خاتم الانبیاء لا یاتی بعدہ نبی لا من العرب ولا من الیھود ولا من العجم لا جدید ولا قدیم والادیان الباقیۃ حق (صفحہ ۱۵)

اصلاح سلسلہ موسویہ کے لئے انبیاء آتے تھے۔ اور سلسلہ محمدیہ میں اولیاء اور علماء ہیں۔ وہابی کہتا ہے کہ تمہارا امام نبوت کا دعویٰ کرتا ہے۔ کیونکہ وہ کہتا ہے کہ میری طرف وحی ہوئی۔ احمدی کہتا ہے کہ یہ ظن فاسد ہے کیونکہ قرآن شریف نے بہت جگہ لفظ وحی استعمال کیا ہے۔ جیسے اذ اوحینا الی امک ما یوحی اور اوحی ربک الی النحل اور فاوحی الیھم ان سبحوا وغیرہ پس وحی انبیاء سے مخصوص نہیں ہے ..... اور ان کا یہ کہنا کہ وہ مسیحیت کا دعویٰ کرتا ہے۔ اور مسیح نبی تھا۔ قیاس فاسد ہے۔ کیونکہ تو نے اس کی اس کی موت کی دلیلیں سن لی ہیں۔ اور ہمارے نبی کریم محمد صلعم خاتم الانبیاء ہیں۔ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا۔ نہ عرب سے۔ نہ یہود سے۔ نہ عجم سے۔ نہ نیا نہ پرانا اور نہ باقیوں کا مذہب سچا قرار پائے گا۔

یہ صرف میں نے ان چھ مصنفین کے حوالجات دیئے ہیں جو میاں صاحب کے حلقہ مریدی میں اب تک شامل ہیں۔ جو نکل چکے ہیں ان کی تحریروں کے حوالجات میں نے ضروری نہیں سمجھے۔

ختم نبوت پر میاں محمود احمد صاحب کے اپنے پہلے خیالات

میاں محمود احمد صاحب نے اپنی کتاب آئینہ صداقت میں یہ دعویٰ کیا ہے کہ انہوں نے اپنے عقیدہ میں کبھی تبدیلی نہیں کی۔ چنانچہ اس کتاب کے صفحہ ۳۵ پر میاں صاحب لکھتے ہیں کہ میں نے تبدیلی عقیدہ کا غلط الزام اپنے پر دیا ہے "یہ تبدیلی عقیدہ مولوی صاحب تین امور کے متعلق بیان کرتے ہیں۔ اوّل یہ کہ میں نے حضرت مسیح موعود کے متعلق یہ خیال پھیلایا ہے کہ آپ فی الواقع نبی ہیں۔ دوم یہ کہ آپ ہی آیت اسمہ احمد کی پیشگوئی مذکورہ قرآن مجید (سورہ صف آیت ۶) کے مصداق ہیں۔ سوم یہ کہ کُل مسلمان جو حضرت مسیح موعود کی بیعت میں شامل نہیں ہوئے۔ خواہ انہوں نے حضرت مسیح

موعود کا نام بھی نہیں سنا وہ کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہیں[۱] میں تسلیم کرتا ہوں کہ میرے یہ عقائد ہیں لیکن اس بات کو تسلیم نہیں کرتا کہ ۱۹۱۴ء یا اس سے تین چار سال پہلے سے میں نے یہ عقاید اختیار کئے ہیں"

اس کی تائید میں میاں صاحب نے اپنے رسالہ تشحیذ الاذہان کے کئی ایک حوالجات پیش کئے ہیں جن میں لفظ نبی یا رسول کا استعمال حضرت مسیح موعود کے لئے انہوں نے اپنی تحریروں اور تقریروں میں ۱۹۰۶ء سے دکھایا ہو لیکن جیسا کہ میں بارہا کہہ چکا ہوں محض لفظ نبی یا رسول کا استعمال اپنے لغوی معنوں میں یہ نہیں بتاتا کہ فی الواقع احمدی خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبیوں کے آنیکے قائل تھے۔ اور حقیقت میں حضرت مسیح موعود کو نبی مانتے تھے۔ چنانچہ میاں صاحب کی اپنی تحریر ۱۴ مارچ ۱۹۱۱ء کے "الحکم" میں عنوان "خاتم النبیین" کے ماتحت چھپی ہے۔ جس میں ایک لفظ بھی ایسا نہیں جس پر آج زور دیا جاتا ہے کہ اس سے مراد آنحضرت صلعم کی مہر سے نبیوں کا آنا ہے۔ بلکہ اسکے برخلاف وہی معنے خاتم النبیین کے کئے ہیں جو ہم کرتے ہیں۔ الفاظ ذیل قابل غور ہیں "اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو خاتم النبیین کے مرتبہ پر قایم کر کے آپ پر ہر قسم کی نبوتوں کا خاتمہ کر دیا" جس سے صاف معلوم ہوا کہ میاں صاحب کے نزدیک بھی ۱۹۱۱ء کے شروع تک خاتم النبیین کے وہی معنے تھے جو آج ہم کرتے ہیں اور دوسرے معنی ابھی تیار نہ ہوئے تھے ورنہ لفظ خاتم النبیین کی تشریح میں میاں صاحب "ہر قسم کی نبوتوں" کے خاتمہ کا ذکر کرنے کی بجائے آنحضرت کی مہر سے اجرائے نبوت کا ذکر کرتے۔ اور یہ بھی سمجھ میں نہیں آتا کہ جب نبوت کی دو ہی قسمیں ہیں ایک تشریعی اور ایک غیر تشریعی تو ہر قسم کی نبوتوں کے خاتمہ کے بعد غیر تشریعی نبوت کس طرح باقی رہ گئی۔ ہاں جس بات کے سب لوگ اس وقت تک قائل تھے۔ وہ وہی تھی جس کی تشریح میاں صاحب نے اپنے اس مضمون میں خود کر دی ہے "ہمارا ایمان ہے کہ آپ کے کمالات اعلیٰ سے اعلیٰ ترقیات کی ان منازل تک پہنچ گئے کہ آپ کی اتباع کی برکت سے ایسے ایسے لوگ پیدا ہو چکے ہیں۔ جو بڑے بڑے انبیاء کا مرتبہ رکھتے تھے۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل"

اس سے بھی واضح تحریر اسی لفظ خاتم النبیین کی تشریح میں میاں صاحب نے اپنے رسالہ تشحیذ الاذہان بابت اپریل ۱۹۱۰ء میں اپنے مضمون نجات میں لکھی ہے جہاں لکھا ہے:۔

پھر چوتھی آیت جس میں آنحضرت کے عہدہ کی میعاد بیان کی گئی ہے کہ کب تک آپ کا مذہب قائم رہے گا یہ ہے:

ما کان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین وکان اللہ بکل شیء علیما (سورہ احزاب رکوع ۵)	یعنی نہیں ہیں آنحضرت صلعم تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ لیکن آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اور رسول بھی کیسے کہ "خاتم النبیین" ہیں اور اللہ تعالیٰ ہر ایک چیز کے جاننے والا ہے اور کوئی ذرہ بھی اس کے علم سے باہر نہیں۔

[۱] یہ صریح الفاظ میاں صاحب کے ان مریدین کیلئے قابل غور ہیں جو یہ کہہ دیا کرتے ہیں کہ میاں صاحب دوسرے مسلمانوں کو دائرہ اسلام سے خارج قرار نہیں دیتے۔ ان کے مقابل پر حضرت مسیح موعود کے الفاظ حقیقۃ الوحی میں پڑھو جہاں اپنے نام سے بخبر لوگوں کو کافر قرار دینا عبد الحکیم خاں کا افترا قرار دیا ہے (صفحہ ۱۶۸)

اس آیت میں خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ آنحضرت صلعم خاتم النبیین ہیں اور آپ کے بعد کوئی شخص نہیں آئے گا کہ جس کو نبوت کے مقام پر کھڑا کیا جائے اور وہ آپ کی تعلیم کو منسوخ کر دے اور نئی شریعت جاری کرے بلکہ جس قدر اولیاء اللہ ہوں گے اور متقی اور پرہیزگار لوگ ہوں گے سب کو آپ کی غلامی میں ہی ملے گا جو کچھ ملے گا اس طرح خدا تعالیٰ نے بتا دیا کہ آپ کی نبوت نہ صرف اس زمانہ کے لئے ہے بلکہ آیندہ بھی کوئی نبی اور نہیں آئیگا۔ بلکہ اب ہمیشہ کے لئے آپ کی ہی تعلیم جاری رہے گی اور یہی لوگوں کی ہدایت کا موجب ہوگی۔ جو اس سے باہر نکلے گا وہ درگاہ الٰہی میں نہیں پہنچ سکے گا۔

اس جگہ اور نکتہ یاد رکھنا چاہئے کہ اس آیت میں خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ کان اللہ بکل شیءٍ علیما اگر بظاہر اس جگہ اس کا جوڑ کوئی معلوم نہیں ہوتا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے جس قدر باتیں بیان فرمائی ہیں وہ ظاہر ہیں ان کے لئے یہ بتانا کہ اللہ تعالیٰ ہر ایک چیز کا جاننے والا ہے۔ کچھ ضروری نہ تھا۔ اصل بات یہ ہے کہ یہاں آپ کے خاتم النبیین ہونے کے متعلق ایک پیشگوئی ہے اور وہ یہ ہے کہ آنحضرت صلعم سے پہلے دنیا میں سینکڑوں نبی گزرے ہیں جن کو ہم جانتے ہیں اور جنہوں نے بڑی بڑی کامیابیاں دکھیں بلکہ کوئی صدی نہیں معلوم ہوتی کہ جس میں ایک نہ ایک جگہ مدعی نبوت نظر نہ آتا ہو۔ چنانچہ کرشن۔ رام چندر۔ بدھ کنفیوشش زردشت۔ موسیٰ عیسیٰ تو ایسے ہیں کہ جن کے پیرو اب تک دنیا میں موجود ہیں اور بڑے زور سے اپنا کام کر رہے ہیں اور ہر ایک اپنی سچائی کا دعویٰ پیش کرتا ہے مگر آنحضرت صلعم کے دعویٰ کے بعد تیرہ سو برس گزر گئے ہیں کہ کسی نے آج تک نبوت کا دعویٰ کر کے کامیابی حاصل نہیں کی آخر آپ سے پہلے بھی تو لوگ نبوت کا دعویٰ کرتے تھے۔ اور ان میں سے بہت سے کامیاب ہوئے (جن کو ہم تو سچا ہی سمجھتے ہیں) مگر آپ کی بعثت کے بعد یہ سلسلہ کیوں بند ہو گیا اب کیوں کوئی کامیاب نہیں ہوتا۔ صاف معلوم ہوتا ہے کہ وہی پیشگوئی ہے کہ آپ خاتم النبیین ہیں۔ اب ہم اسلام کے مخالفین سے پوچھتے ہیں کہ اس سے بڑھ کر کیا نشان ہو سکتا ہے کہ آپ کے دعویٰ کے بعد کوئی شخص جو مدعی نبوت ہوا ہو کامیاب نہیں ہوا۔ پس اس طرف اشارہ تھا کہ کان اللہ بکل شیءٍ علیما یعنی ہم نے آپ کو خاتم النبیین بنایا ہے اور ہم جانتے ہیں کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا۔ اور کوئی جھوٹا آدمی بھی ایسا دعوے نہ کرے گا کہ ہم اس کو ہلاک نہ کر دیں چنانچہ یہ ایک تاریخی پیشگوئی ہے کہ اس کا رد کسی سے ممکن نہیں۔ اگر ہے تو ہمارے سامنے پیش کرو۔ مگر اس طرح نہیں کہ کسی نے دعویٰ کیا ہو اور لاکھ دو لاکھ آدمی اس کے پیرو ہو گئے ہوں بلکہ ایسا آدمی کہ جس نے آنحضرت یا اس سے پہلے نبیوں کی طرح کامیابی حاصل کی ہو۔ مگر کوئی نہیں جو ایسی نظیر پیش کر سکے"۔

اب اس تحریر میں دو باتیں صاف ہیں اول یہ کہ جہاں یہ لکھا کہ آپ کے بعد کوئی شخص نہیں آئے گا "جس کو نبوت کے مقام پر کھڑا کیا جاوے" ساتھ ہی بڑھایا ہے۔ "بلکہ جس قدر اولیاء اللہ ہوں گے" تو معلوم ہوا کہ حقیقتاً اس وقت میاں صاحب حضرت مسیح موعود کو بھی اولیاء میں سے ہی مانتے تھے۔ نہ انبیاء میں سے۔ اور اگر انہوں نے کبھی لفظ نبی یا رسول بھی آپ کے متعلق استعمال کیا تو وہ صرف انہی معنوں میں تھا جن معنوں میں انہوں نے دوسرے بزرگوں کا بڑے بڑے انبیاء کے مرتبہ پر پہنچ جانا مانا ہے یعنی مجاز اور استعارہ کے طور پر جس کی دلیل انہوں نے علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل میں دی ہے

گویا حقیقتاً آنحضرت صلعم کے بعد صرف اولیا ہیں نہ انبیا۔ اور یہ بالکل صحیح اور بعینہ اس کے مطابق ہے جو حضرت مسیح موعود نے تریاق القلوب صفحہ ۱۳۰ کے حاشیہ میں لکھا ہے کہ "صاحب الشریعت کے ماسوا جس قدر ملہم اور محدث ہیں" اور دوسری بات یہ ہے کہ اس وقت تک میاں صاحب حضرت مسیح موعود کو مدعی نبوت نہ سمجھتے تھے۔ کیونکہ وہ صاف لکھتے ہیں کہ آنحضرت صلعم کے بعد تیرہ سو سال میں کوئی مدعی نبوت نہیں ہوا جو ناکام نہ ہوا ہو۔ اور آئندہ کے لئے بھی یہی فیصلہ ہے کہ "آپ کے بعد اب کوئی نبی نہیں آئے گا اور کوئی جھوٹا آدمی بھی ایسا دعویٰ نہ کرے گا کہ ہم اس کو ہلاک نہ کر دیں"۔ جس میں صاف مان لیا ہے کہ اب نہ کوئی سچا نبی ہو سکتا ہے اور نہ جھوٹا دعویٰ کر کے کوئی شخص کامیاب ہو سکتا ہے۔ اور للکار کر دعویٰ کیا ہے کہ اس کا رد کسی سے ممکن نہیں اگر ہے تو ہمارے سامنے پیش کرو۔ امید ہے میاں صاحب اب اپنی اس دلیل کو اپنے ساکت کرنے کے لئے خود ہی کافی سمجھ لیں گے۔ اور اس صراحت کے مقابل پر اس بات پر نہ جائیں گے۔ کہ انہوں نے کبھی لفظ نبی استعمال بھی کیا۔ کیونکہ وہ لفظ اس وقت حضرت صاحب کی اصطلاح کے مطابق صرف ان اولیاء اللہ پر استعمال ہوا جن کو اللہ تعالیٰ نے اصلاح کے لئے مامور بھی کیا ہو۔ یعنی مجددین کے لئے۔

بات تو بہت صاف ہے اگر میاں صاحب اسے سمجھنے کی کوشش کریں اور اس غلطی سے رجوع کر کے تکفیر مسلمین کے خطرناک عقیدہ کو بھی ترک کر دیں۔ لفظ رسول یا نبی بطور استعارہ یا مجاز اور اپنے لغوی معنے میں مامور محدث یا مامور ولی پر استعمال کیا گیا اور جب تشریح کرنے کی نوبت آئی تو سب لوگوں نے حتیٰ کہ میاں صاحب نے بھی یہی اعتراف کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبی نہیں بلکہ اولیاء ہیں اور نبوت ختم ہو گئی جیسا کہ امت کا عقیدہ تیرہ سو سال سے چلا آتا ہے اور حضرت صاحب کی اپنی صاف تحریریں حقیقۃ الوحی تک اس پر شاہد ہیں۔ جیسا کہ آپ نے فرمایا سمیت نبیا من اللہ علی طریق المجاز لا علی وجہ الحقیقۃ۔ اور گو مجاز اور استعارہ کے رنگ میں یا لغوی وسعت میں اس لفظ کو استعمال کرنے کا حق ہے لیکن حضرت مسیح موعود نے جو احتیاط اس لفظ کے بارہ میں برتی کہ جب اسے استعمال کیا ساتھ ہی یہ بھی تشریح کر دی کہ یہ محض لغوی معنی ہیں۔ اور مجاز اور استعارہ کے طور پر ہے۔ وہ احتیاط دوسروں سے نہ ہو سکی جس کا نتیجہ موجودہ فاسد عقیدہ ہے کہ خاتم النبیین کے بعد نبی بھی آئیں گے۔ اسی بے احتیاطی کے علاج کے لئے ہی حضرت مسیح موعود نے یہ ہدایت فرمائی تھی کہ صرف لفظ نبی ان کے لئے استعمال نہ کیا جائے "کیونکہ نبوت تامہ کاملہ محمدیہ کی اس میں ہتک ہے"۔ اور عام بول چال میں اس لفظ کا استعمال ہرگز نہ کیا جائے۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّی عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

ضمیمہ النبوّت فی الاسلام

حوالجات کتب حضرت مسیح موعودؑ

متعلّق مسئلہ نبوّت

براہین احمدیہ حاشیہ نمبر
صفحہ ۲۵۴

اوراس جگہ یاد رہے کہ اگرچہ کبھی کبھی ایسے لوگ بھی کہ جو مذہب اسلام سے خارج ہیں۔ کوئی کوئی سچی خواب دیکھ لیتے ہیں۔ مگر ان میں اور مسلمانوں کے خوابوں میں کہ جو خدا کے رسول مقبول کا کامل اتباع اختیار کرتے ہیں کئی طور سے صریح فرق ہے۔ منجملہ ان فرقوں کے ایک یہ ہے کہ مسلمانوں کو سچی خوابیں کثرت سے آتی ہیں جیسا ان کی نسبت خدائے تعالیٰ نے آپ وعدہ دے رکھا ہے اور فرمایا ہے لھم البشریٰ فی الحیٰوۃ الدنیا لیکن کفار اور منکرین اسلام کو اس کثرت سے سچی خوابیں ہرگز نصیب نہیں ہوتیں بلکہ ان کا ہزارم حصہ بھی نصیب نہیں ہوتا۔ چنانچہ اس کا ثبوت ہماری ان ہزارہا سچی خوابوں کے ثبوت سے ہو سکتا ہے جن کو ہم نے قبل از وقوع صدہا مسلمانوں اور ہندوؤں کو تبلا دیا ہے۔ اور جن کے مقابلہ سے غیر قوموں کا عاجز ہونا ہم ابتدا سے دعویٰ کر رہے ہیں۔

اور ایک یہ فرق ہے کہ مسلمان کی خواب اکثر اوقات نہایت عالیشان اور مہمات عظیمہ کی بشارت اور خوشخبری پر مشتمل ہوتی ہے اور کافر کی خواب اکثر اوقات امور خسیسہ میں اور ہیچ اور بے قدر ہوتی ہے۔

براہین احمدیہ حاشیہ نمبر ۱۱
صفحہ ۵۴۱

سو اب منصفان حق پسند خود سوچ سکتے ہیں کہ جس حالت میں حضرت خاتم الانبیاء کے ادنے خادموں اور کمترین چاکروں سے ہزارہا پیشگوئیاں ظہور میں آتی ہیں اور خوارق عجیبہ ظاہر ہوتے ہیں تو پھر کس قدر بے حیائی اور بے شرمی ہے کہ کوئی کور باطن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئیوں سے انکار کرے۔

براہین احمدیہ حاشیہ نمبر ۴ صفحہ ۵۴۵

اس کی تصدیق کے لئے شیخ عبدالقادر جیلانی اور مجدد الف ثانی کے مکتوبات اور دوسرے اولیاء اللہ کی کتابیں دیکھنی چاہئے کہ کس کثرت سے ان کے الہامات پائے جاتے ہیں۔ بلکہ امام ربانی صاحب اپنے مکتوبات کی جلد ثانی میں جو مکتوب پنجاہ و یکم ہے اس میں صاف لکھتے ہیں کہ غیر نبی بھی مکالمات و مخاطبات حضرت احدیت سے مشرف ہوجاتا ہے اور ایسا شخص محدث کے نام سے موسوم ہے اور انبیا کے مرتبہ سے اس کا مرتبہ قریب واقعہ ہوتا ہے۔۔۔۔۔ اور اُمت محمدیہ میں محدثیت کا منصب اس قدر بکثرت ثابت ہوتا ہے جس سے انکار کرنا بڑے غافل اور بے خبر کا کام ہے۔ اس اُمت میں آجتک ہزارہا اولیاء اللہ صاحب کمال گذرے ہیں جن کی خوارق اور کرامات بنی اسرائیل کے نبیوں کی طرح ثابت اور متحقق ہوچکی ہیں۔۔۔۔۔ اور نیز ہم یہ بھی کہتے ہیں کہ یہ الزام کہ صحابہ کرام سے ایسے الہامات ثابت نہیں ہوئے بالکل بیجا اور غلط ہے۔ کیونکہ احادیث صحیحہ کی رو سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے الہامات اور خوارق بکثرت ثابت ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ساریہ کے لشکر کی خطرناک حالت سے باعلام الٰہی مطلع ہوجانا جس کو بیہقی نے ابن عمرؓ سے روایت کیا ہے اگر الہام نہیں تھا تو اور کیا تھا۔ اور پھر ان کی یہ آواز کہ یا ساریۃ الجبل الجبل مدینہ میں بیٹھے ہوئے منہ سے نکلنا اور وہی آواز قدرت غیبی سے ساریہ اور اس کے لشکر کو دور دراز مسافت سے سنائی دینا اگر خارق عادت نہیں تھی تو اور کیا چیز تھی۔ اسی طرح جناب علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کے بعض الہامات و کشوف مشہور و معروف ہیں۔۔۔۔۔ کیا آپ صاحبوں کو خبر نہیں کہ صحیحین سے ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس اُمت کے لئے بشارت دے چکے ہیں کہ اس امت میں بھی پہلی امتوں کی طرح محدث پیدا ہونگے اور محدث بفتح دال وہ لوگ ہیں جن سے مکالمات و مخاطبات الٰہیہ ہوتے ہیں۔

سرمہ چشم آریہ۔ حاشیہ صفحہ ۱۷۴ و ۱۷۵

یہ نقطہ محمدیہ ظلی طور پر مستجمع جمیع مراتب الوہیت ہے۔ اسی وجہ سے تمثیلی بیان میں حضرت مسیح کو ابن سے تشبیہ دی گئی ہے۔ بباعث اسی نقصان کے جو ان میں باقی رہ گیا ہے کیونکہ حقیقت عیسویہ مظہر اتم صفات الوہیت نہیں ہے۔ بلکہ اس کی شاخوں میں سے ایک شاخ ہے برخلاف حقیقت محمدیہ کے کہ وہ جمیع صفات الٰہیہ کا اتم و اکمل مظہر ہے۔ جس کا ثبوت عقلی و نقلی طور پر کمال درجہ پر پہنچ گیا ہے سو اسی وجہ سے تمثیلی بیان میں ظلی طور پر خدائے قادر ذوالجلال سے آنحضرت کو آسمانی کتابوں میں تشبیہ دی گئی ہے جو ابن کے لئے بجائے اَبْ ہے۔

فتح اسلام۔ حاشیہ صفحہ نمبر ۷

جو لوگ خدائے تعالیٰ کی طرف سے مجددیت کی قوت پاتے ہیں وہ نرے استخوان فروش نہیں ہوتے۔ بلکہ وہ واقعی طور پر نائب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ اور روحانی طور پر آنجناب کے خلیفہ ہوتے ہیں۔ خدائے تعالیٰ انہیں ان تمام نعمتوں کا وارث بناتا ہے جو نبیوں اور رسولوں کو دی جاتی ہیں۔

〃 〃 صفحہ ۹

خدائے تعالیٰ ہمیشہ استعاروں سے کام لیتا ہے۔ اور طبع خاصیت اور استعداد کے لحاظ سے ایک کا نام دوسرے پر وارد کردیتا ہے۔ جو ابراہیم کے دل کے موافق دل رکھتا ہے۔ وہ خدائے تعالیٰ کے نزدیک ابراہیم ہے اور جو عمر فاروق کا دل رکھتا ہے وہ خدا تعالیٰ کے نزدیک عمر فاروق ہے۔

توضیح مرام طبع بار دوم صفحہ نمبر ۷

مجازی کلمات کو حقیقت پر اُتارنا گویا ایک خوبصورت معشوق کا ایک دیو کی شکل میں خاکہ کھینچنا ہے۔ بلاغت کا

تمام مدار استعارات لطیفہ پر ہوتا ہے۔ اسی وجہ سے خدا تعالیٰ کے کلام نے بھی جو ابلغ الکلم ہے جس قدر استعاروں کو استعمال کیا ہے۔ اور کسی کے کلام میں یہ طرز لطیفہ نہیں ہے +

جناب ختم المرسلین نے مسیح اول اور مسیح ثانی میں ما بہ الامتیاز قایم کرنے کے لئے صرف یہی نہیں فرمایا کہ مسیح ثانی ایک مرد مسلمان ہوگا۔ اور شریعت قرآنی کے موافق عمل کریگا اور مسلمانوں کی طرح صوم و صلوٰۃ وغیرہ احکام فرقانی کا پابند ہوگا۔ اور مسلمانوں میں پیدا ہوگا۔ اور ان کا امام ہوگا۔ اور کوئی جداگانہ دین نہ لائے گا۔ اور کسی جداگانہ نبوت کا دعویٰ نہیں کرے گا +

اگر یہ اعتراض پیش کیا جائے کہ مسیح کا مثل بھی نبی چاہئے۔ کیونکہ مسیح نبی تھا۔ تو اس کا اول جواب تو یہی ہے کہ آنے والے مسیح کے لئے ہمارے سید و مولیٰ نے نبوت شرط نہیں ٹھہرائی بلکہ صاف طور پر یہی لکھا ہے کہ وہ ایک مسلمان ہوگا اور عام مسلمانوں کے موافق شریعت فرقانی کا پابند ہوگا اور اس سے زیادہ کچھ بھی ظاہر نہیں کرے گا۔ میں مسلمان ہوں اور مسلمانوں کا امام ہوں۔ ماسوا اس کے اس میں کچھ شک نہیں کہ یہ عاجز خدا تعالیٰ کی طرف سے اس امت کیلئے محدث ہو کر آیا ہے اور محدث بھی ایک معنے سے نبی ہی ہوتا ہے۔ گو اس کے لئے نبوت تامہ نہیں۔ مگر تاہم جزئی طور پر وہ ایک نبی ہی ہے۔ کیونکہ وہ خدا تعالیٰ سے ہم کلام ہونے کا ایک شرف رکھتا ہے۔ امور غیبیہ اس پر ظاہر کیئے جاتے ہیں۔ اور رسولوں اور نبیوں کی وحی کی طرح اس کی وحی کو بھی دخل شیطان سے منزہ کیا جاتا ہے۔ اور مغز شریعت اس پر کھولا جاتا ہے اور بعینہٖ انبیاء کی طرح مامور ہو کر آتا ہے۔ اور انبیاء کی طرح اس پر فرض ہوتا ہے کہ اپنے تئیں بآواز بلند ظاہر کرے اور اس سے انکار کرنے والا ایک حد تک مستوجب سزا ٹھیرتا ہے اور نبوت کے معنے بجز اس کے اور کچھ نہیں کہ امور متذکرہ بالا اس میں پائے جائیں +

اور اگر یہ عذر پیش ہو کہ باب نبوت مسدود ہے اور وحی جو انبیاء پر نازل ہوتی ہے اس پر مہر لگ چکی ہے تو میں کہتا ہوں کہ نہ من کل الوجوہ باب نبوت مسدود ہوا ہے اور نہ ہر ایک طور سے وحی پر مہر لگائی گئی ہے۔ بلکہ جزئی طور پر وحی اور نبوت کا اس امت مرحومہ کیلئے ہمیشہ دروازہ کھلا ہے۔ مگر اس بات کو بحضور دل یاد رکھنا چاہئے کہ یہ نبوت جس کا ہمیشہ کیلئے سلسلہ جاری رہے گا نبوت تامہ نہیں۔ بلکہ جیسا کہ میں ابھی بیان کر چکا ہوں وہ صرف ایک جزئی نبوت ہے جو دوسرے لفظوں میں محدثیت کے اسم سے موسوم ہے جو انسان کامل کی اقتدا سے ملتی ہے۔ جو مستجمع جمیع کمالات نبوت تامہ ہے یعنی ذات ستودہ صفات حضرت سیدنا و مولانا محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم

فاعلم ارشدك الله تعالیٰ ان النبی محدث والمحدث نبی باعتبار حصول نوع من انواع النبوة وقد قال رسول الله صلی الله علیه وسلم لم یبق من النبوة الا المبشرات ای لم یبق من انواع النبوة الا نوع واحد وهی المبشرات من اقسام الرویا الصادقة

ترجمہ۔ سو جان کہ اللہ تعالیٰ تجھے ہدایت دے کہ نبی محدث ہے اور محدث نبی ہے اس اعتبار سے کہ انواع نبوت میں سے ایک نوع اسے حاصل ہے۔ اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ نہیں باقی رہی نبوت سے مگر مبشرات یعنی نبوت کے انواع میں سے صرف ایک نوع باقی رہ گئی ہے اور وہ مبشرات ہیں از قسم

والمکاشفات الصحیحۃ والوحی الذی ینزل علی خواص الاولیاء والنور الذی تجلی علٰے قلوب قوم موجع فانظر ایھا الناقد البصیر الفہیم من ھذا انسد باب النبوۃ علٰے وجہ کلی بل الحدیث یدل علٰے ان النبوۃ التامۃ الحاملۃ لوحی الشریعۃ قد انقطعت ولکن النبوۃ التی لیس فیہا الا المبشرات فہی باقیۃ الی یوم القیامۃ لا انقطاع لہا ابداً وقد علمت و قرأت فی کتب الحدیث ان الرویا الصالحۃ جزءٌ من ستۃ واربعین جزءً من النبوۃ ای من النبوۃ التامۃ فلما کان للرویا نصیبٌ من ھذہ المرتبۃ فکیف الکلام الذی یوحی من اللہ تعالٰی الی قلوب المحدثین فاعلم ایدک اللہ ان حاصل کلامنا ان ابواب النبوۃ الجزئیۃ مفتوحۃ ابداً ولیس فی ھذا النوع الا المبشرات والمنذرات من الامور المغیبۃ او اللطائف القرآنیۃ والعلوم اللدنیۃ واما النبوۃ التی تامۃ کاملۃ جامعۃ لجمیع کمالات الوحی فقد امنا بانقطاعہا من یوم نزل فیہ وما کان محمدٌ ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین۔

رویاء صادقہ اور صحیح مکاشفات اور وحی جو خواص اولیاء پر اُترتی ہے اور نور جو ایک دردمند قوم کے دل پر اترتا ہے۔ پس دیکھ لے اس سے اے تنقید کرنے والے بصیرت سے کام لینے والے فہیم کہ کیا باب نبوت کلی وجہ پر بند کیا گیا ہے۔ بلکہ حدیث دلالت کرتی ہے اس بات پر کہ نبوت تامہ جو وحی شریعت کی حامل ہوتی تھی وہ منقطع ہو چکی ہے لیکن وہ نبوت جس میں سوائے مبشرات کے کچھ نہیں۔ وہ قیامت کے دن تک باقی ہے وہ کبھی بھی منقطع نہیں ہوگی اور تو نے جانا ہے اور حدیث کی کتابوں میں پڑھا ہے کہ رویائے صالحہ ایک جزو ہے نبوت کے چھیالیس اجزاء میں سے یعنی نبوت تامہ کے اجزاء میں سے پس جب رویا کو بھی اس مرتبہ سے کچھ حظ حاصل ہے پس کس طرح ہوگا وہ کلام جو وحی کیا جاتا ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے محدثوں کے دل پر سو جان لے اللہ تعالیٰ تجھے مدد دے کہ ہماری کلام کا خاصہ یہ ہے کہ نبوت جزوی کے دروازے ہمیشہ کیلئے کھلے ہیں اور اس نوع میں کچھ نہیں سوائے مبشرات کے اور منذرات کے جو غیبی امور میں سے ہوں یا قرآنی لطائف کے اور لدنی علوم کے اور وہ نبوت جو تامہ کاملہ ہے جو اپنے اندر رکھتی ہے سارے کمالات وحی کو سو ہم اس کے منقطع ہونے پر ایمان لا چکے۔ اس دن سے جب یہ اترا اور نہیں ہیں محمد باپ تمہارے مردوں میں سے کسی کے لیکن وہ اللہ کے رسول اور نبیوں کے ختم کرنیوالے ہیں۔

توضیح مرام صفحہ ۱۲ و ۱۳

حکمت الٰہی کے ہاتھ نے ادنٰے سی خلقت سے اور اسفل سے اسفل مخلوق سے سلسلہ پیدائش کا شروع کر کے اس اعلیٰ درجہ کے نقطہ تک پہنچا دیا ہے جس کا نام دوسرے لفظوں میں محمدؐ ہے صلی اللہ علیہ وسلم جس کے معنے یہ ہیں کہ نہایت تعریف کیا گیا ہے یعنی کمالات تامہ کا مظہر سو جیسا کہ فطرت کی رو سے اس نبی کا اعلیٰ اور ارفع مقام تھا ایسا ہی خارجی طور پر بھی اعلیٰ و ارفع مرتبہ وحی کا اس کو عطا ہوا اور اعلیٰ و ارفع مقام محبت کا ملا یہ وہ مقام عالی ہے کہ میں اور مسیح دونوں اس مقام تک نہیں پہنچ سکتے۔

حاشیہ صفحہ ۱۳ و ۱۴

ہمارے سید مولیٰ جناب مقدس خاتم الانبیاء کی نسبت صرف حضرت مسیح نے ہی بیان نہیں کیا کہ آنجناب کا دنیا میں تشریف لانا درحقیقت خدا تعالیٰ کا ظہور فرمانا ہے۔ بلکہ اس طرز کا کلام دوسرے نبیوں نے بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں اپنی اپنی پیشگوئیوں میں بیان کیا ہے اور استعارہ کے طور پر آنجناب کے ظہور کو خدا تعالےٰ کا ظہور قرار دیا ہے۔ بلکہ بوجہ خدائی کے مظہر اتم ہونے کے

حاشیہ توضیح مرام صفحہ ۱۷

آنجناب کو خدا کر کے پکارا ہے۔ چنانچہ حضرت داؤد کے زبور میں لکھا ہے۔ تو حسن میں بنی آدم سے کہیں زیادہ ہے تیرے لبوں میں نعمت بنائی گئی۔ اس لئے خدا نے تجھ کو ابد تک مبارک کیا (یعنی تو خاتم الانبیا ٹھیرا) اے پہلوان تو جاہ وجلال سے اپنی تلوار حمایل کر کے اپنی ران پر لٹکا امانت اور حلم اور عدالت پر اپنی بزرگواری اور اقبال مندی سے سوار ہو کہ تیرا دہنا ہاتھ تجھے ہیبت ناک کام دکھائے گا۔ بادشاہ کے دشمنوں کے دلوں میں تیرے تیر تیزی کرتے ہیں۔ لوگ تیرے سامنے گر جاتے ہیں۔ اے خدا تیرا تخت ابد الاباد ہے تیری سلطنت کا عصا راستی کا عصا ہے۔ تو نے صدق سے دوستی اور شر سے دشمنی کی ہے اسی لئے خدا نے جو تیرا خدا ہے خوشی کے روغن سے تیرے مصاحبوں سے زیادہ تجھے معطر کیا ہے۔ دیکھو زبور ۴۵ ..... پھر یسعیاہ نبی کی کتاب میں ایسا ہی لکھا ہے۔ دیکھو یسعیاہ نبی کی کتاب باب ۴۲ ..... تیسرا مرتبہ کہ جو بزرگ ترین مراتب ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے ثابت کیا ہے یہ میری طرف سے ایک اجتہادی خیال نہیں بلکہ الہامی طور پر خدا تعالیٰ نے مجھ پر کھول دیا ہے +

ازالہ اوہام صفحہ ۱۳۸

کوئی مرتبہ شرف کمال کا اور کوئی مقام عزت اور قرب کا بجز سچے اور کامل متابعت اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم ہرگز حاصل کر ہی نہیں سکتے۔ ہمیں جو کچھ ملتا ہے ظلی اور طفیلی طور پر ملتا ہے۔ اور ہم اس بات پر بھی ایمان رکھتے ہیں کہ جو راستباز اور کامل لوگ شرف صحبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مشرف ہو کر تکمیل منازل سلوک کر چکے ہیں انکے کمالات کی نسبت بھی ہمارے کمالات اگر ہمیں حاصل ہوں بطور ظل کے واقع ہیں۔ اور ان میں بعض ایسے جزئی فضائل ہیں جو اب ہمیں کسی طرح سے حاصل نہیں ہو سکتے +

〃 〃 ۱۹۹

ممکن ہے کہ آئندہ زمانوں میں میرے جیسے اور دس ہزار بھی مثیل مسیح آجائیں۔ ہاں اس زمانہ کے لئے میں مثیل مسیح ہوں اور دوسرے کی انتظار بے سود ہے +

〃 〃 ۲۲۷

اب حاصل کلام یہ ہے کہ وہ دمشقی حدیث جو امام مسلم نے پیش کی ہے خود مسلم کی دوسری حدیث سے ساقط الاعتبار ٹھیرتی ہے اور صریح ثابت ہوتا ہے کہ نواس راوی نے اس حدیث کے بیان کرنے میں دھوکا کھایا ہے +

〃 〃 ۲۵۲

بار بار یا احمد کے خطاب سے مخاطب کر کے ظلی طور پر مثیل سید الانبیاء اور امام الاصفیا حضرت مقدس محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم قرار دیا +

〃 〃 ۲۵۵

جو شخص نفسانی تمنا سے کسی امر غیب کا منکشف ہونا چاہتا ہے تو شیطان اس کی تمنا میں ضرور دخل دیتا ہے۔ بجز انبیاء اور محدثین کے کہ ان کی وحی شیطان کے دخل سے منزہ کی جاتی ہے +

〃 〃 ۲۵۹

اور حضرت بایزید بسطامی قدس سرہ کے کلمات طیبہ مندرجہ ذیل جو تذکرۃ الاولیاء میں حضرت فرید الدین عطار صاحب نے بھی لکھے ہیں اور دوسری معتبر کتابوں میں بھی پائے جاتے ہیں۔ اسی بنا پر ہیں جیسا کہ وہ فرماتے ہیں کہ میں ہی آدم ہوں۔ میں ہی شیث ہوں۔ میں ہی نوح ہوں۔ میں ہی ابراہیم ہوں۔ میں ہی موسیٰ ہوں۔ میں ہی عیسیٰ ہوں میں ہی محمد ہوں۔ صلے اللہ علیہ وسلم وعلے اخوانہ اجمعین +

(ازالہ اوہام صفحہ ۲۶۰) ایسا ہی سید عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ اپنی کتاب فتوح الغیب میں اس بات کی طرف اشارہ فرماتے ہیں کہ انسان بحالت ترک نفس و اطلاق و فنافی اللہ تمام انبیاء کا مثیل بلکہ انہیں کی صورت کا ہو جاتا ہے *

(" " ۳۱۶ سے ۳۱۸) اب اس حالت میں ایسی کتاب جو خاتم الکتب ہونے کا دعویٰ کرتی ہے۔ اگر زمانہ کے ہر ایک رنگ کے ساتھ مناسب حال اس کا تدارک نہ کرے تو وہ ہرگز خاتم الکتب نہیں ٹھیر سکتی۔ اور اگر اس کتاب میں مخفی طور پر وہ سب سامان موجود ہے۔ جو ہر یک حالت زمانہ کے لئے درکار ہے تو اس صورت میں ہمیں ماننا پڑے گا کہ قرآن شریف بلا ریب غیر محدود معارف پر مشتمل ہے۔ اور ہر ایک زمانہ کی ضروریات لاحقہ کا کامل طور پر متکفل ہے *

اب یہ بھی یاد رہے کہ عادت اللہ ہر ایک کامل ملہم کے ساتھ یہی رہی ہے کہ عجائبات مخفیہ قرآن اس پر ظاہر ہوتے رہے ہیں بلکہ بسا اوقات ایک ملہم کے دل پر قرآن شریف کی آیت الہام کے طور پر القا ہوتی ہے اور اصل معنی سے پھیر کر کوئی اور مقصود اس سے ہوتا ہے *

(" " ۳۴۹) اور مسیح گذشتہ کی نسبت قطعی طور پر کہا ہے کہ وہ نبی تھا۔ لیکن آنیوالے مسیح کو اُمتی کر کے پکارا ہے جیسا کہ حدیث امامکم منکم سے ظاہر ہے۔ اور حدیث علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل میں اشارتاً مثیل مسیح کے آنے کی خبر دی ہے۔ چنانچہ اس کے مطابق آنے والا مسیح محدث ہونے کی وجہ سے مجازاً نبی بھی ہے *

(" " ۴۲۱ و ۴۲۲) (۱۱) سوال۔ رسالہ فتح اسلام میں نبوت کا دعویٰ کیا ہے۔

اما الجواب۔ نبوت کا دعویٰ نہیں بلکہ محدثیت کا دعویٰ ہے جو خدا تعالیٰ کے حکم سے کیا گیا ہے۔ اور اس میں کیا شک ہے کہ محدثیت بھی ایک شعبہ قویہ نبوت کا اپنے اندر رکھتی ہے۔ جس حالت میں رؤیا صالحہ نبوت کے چھیالیس حصوں میں سے ایک حصہ ہے تو محدثیت جو قرآن شریف میں نبوت کے ساتھ اور رسالت کے ہم پہلو بیان کی گئی ہے۔ جس کے لئے صحیح بخاری میں حدیث بھی موجود ہے۔ اس کو اگر ایک مجازی نبوت قرار دیا جائے یا ایک شعبہ قویہ نبوت کا ٹھیرا جائے۔ تو کیا اس سے نبوت کا دعویٰ لازم آگیا ..... وحی الٰہی پر صرف نبوت کاملہ کی حد تک کہاں مہر لگ گئی ہے ..... اے غافلو اس امت مرحومہ میں وحی کی نالیاں قیامت تک جاری ہیں مگر حسب مراتب *

(" " ۵۲۲) مسیح کیونکر آسکتا وہ رسول تھا۔ اور خاتم النبیین کی دیوار روئیں اس کو آنے سے روکتی ہے۔ سو اس کا ہم رنگ آیا وہ رسول نہیں مگر رسولوں کے مشابہ ہے اور امثل ہے *

(" " ۵۲۲ و ۵۲۳) ہاں یہ بھی سچ ہے کہ آنیوالے مسیح کو نبی کر کے بھی بیان کیا گیا ہے مگر اس کو اُمتی کر کے بھی تو بیان کیا گیا ہے۔ بلکہ خبر دی گئی کہ اے اُمتی لوگو وہ تم میں سے ہی ہو گا۔ اور تمہارا امام ہو گا اور نہ صرف قولی طور پر اس کا امتی ہونا ظاہر کیا۔ بلکہ فعلی طور پر بھی دکھلا دیا کہ وہ اُمتی لوگوں کے موافق صرف قال اللہ و قال الرسول کا پیرو ہو گا اور حل مغلقات و معضلات دین نبوت سے نہیں بلکہ اجتہاد سے کریگا اور نماز دوسروں کے پیچھے پڑھے گا۔ اب ان تمام اشارات سے صاف ظاہر ہے کہ وہ واقعی اور حقیقی طور پر نبوت تامہ کی صفت سے متصف نہیں ہو گا۔ ہاں نبوت ناقصہ اس میں پائی جائے گی۔ جو دوسرے لفظوں میں محدثیت کہلاتی ہے۔ اور نبوت

(ازالہ اوہام صفحہ ۵۳۲ و ۵۳۳)

تامہ کی شانوں میں سے ایک شان اپنے اندر رکھتی ہے۔ سو یہ بات کہ اس کو اُمتی بھی کہا اور نبی بھی اس بات کی طرف اشارہ ہے۔ کہ دونوں شانیں امتیت اور نبوت کی اس میں پائی جائیں گی جیسا کہ محدث میں ان دونوں شانوں کا پایا جانا ضروری ہے لیکن صاحب نبوت تامہ تو صرف ایک شان نبوت ہی رکھتا ہے۔ غرض محدثیت دونوں رنگوں سے رنگین ہوتی ہے اسی لئے خدا تعالیٰ نے براہین احمدیہ میں بھی اس عاجز کا نام امتی بھی رکھا اور نبی بھی۔

(" " ۵۳۴)

کیونکر ممکن تھا کہ خاتم النبیین کے بعد کوئی اور نبی اسی مفہوم تام اور کامل کے ساتھ جو نبوت تامہ کی شرائط میں سے ہے آسکتا کیا یہ ضروری نہیں کہ ایسے نبی کی نبوت تامہ کے لوازم جو وحی اور نزول جبرئیل ہے۔ اس کے وجود کے ساتھ لازم ہونی چاہئے۔ کیونکہ حسب تصریح قرآن کریم رسول اسی کو کہتے ہیں جس نے احکام و عقاید دین جبرائیل کے ذریعہ سے حاصل کئے ہوں۔ لیکن وحی نبوت پر تو تیرہ سو برس سے مہر لگ گئی ہے۔ کیا یہ مہر اس وقت ٹوٹ جائے گی ....

(" " ۵۳۹)

قرآن شریف اپنے زبردست ثبوتوں کے ساتھ ہمارے دعویٰ کا مصدق اور ہمارے مخالفین کے اوہام باطلہ کی بیخ کنی کر رہا ہے۔ اور وہ گذشتہ نبیوں کے دوبارہ دنیا میں آنے کا دروازہ بند کرتا ہے۔ اور بنی اسرائیل کے مثیلوں کے آنے کا دروازہ کھولتا ہے اس نے یہ دعا تعلیم فرمائی ہے اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم۔ اس دعا کا ماحصل کیا ہے۔ یہی تو ہے کہ ہمیں اے ہمارے خدا نبیوں اور رسولوں کا مثیل بنا۔

(" " ۵۴۴)

اور یہ بات ہم کئی مرتبہ لکھ چکے ہیں کہ خاتم النبیین کے بعد مسیح ابن مریم رسول کا آنا فساد عظیم کا موجب ہے۔ اس سے یا تو یہ ماننا پڑے گا کہ وحی نبوت کا سلسلہ پھر جاری ہو جائیگا اور یا یہ قبول کرنا پڑے گا کہ خدا تعالیٰ مسیح ابن مریم کو لوازم نبوت سے الگ کر کے اور محض ایک اُمتی بنا کر بھیجے گا۔ اور یہ دونوں صورتیں ممتنع ہیں۔

(" " ۵۶۹)

صاحب نبوت تامہ ہرگز اُمتی نہیں ہو سکتا اور جو شخص کامل طور پر رسول اللہ کہلاتا ہے اس کا کامل طور پر دوسرے نبی کا مطیع اور اُمتی ہو جانا نصوص قرآنیہ اور حدیثیہ کی رو سے بکلی ممتنع ہے۔ اللہ جل شانہ فرماتا ہے وما ارسلنا من رسول الا لیطاع باذن اللہ یعنی ہر ایک رسول مطاع اور امام بنانے کیلئے بھیجا جاتا ہے۔ اس غرض سے نہیں بھیجا جاتا کہ کسی دوسرے کا مطیع اور تابع ہو۔ ہاں محدث جو مرسلین میں سے ہے اُمتی بھی ہوتا ہے اور ناقص طور پر نبی بھی۔ امتی وہ اس وجہ سے کہ وہ بکلی تابع شریعت رسول اللہ اور مشکوٰۃ رسالت سے فیض پانے والا ہوتا ہے۔ اور نبی اس وجہ سے کہ خدا تعالیٰ نبیوں کا سا معاملہ اس سے کرتا ہے اور محدث کا وجود انبیاء اور اُمم میں بطور برزخ کے اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے۔ وہ اگرچہ کامل طور پر اُمتی ہے۔ مگر ایک وجہ سے نبی بھی ہوتا ہے۔ اور محدث کیلئے ضرور ہے کہ وہ کسی نبی کا مثیل ہو۔ اور خدا تعالیٰ کے نزدیک وہی نام پاوے جو اس نبی کا نام ہے۔

(" " ۵۷۵ تا ۵۷۹)

اس جگہ بڑے بڑے شبہات پیش آتے ہیں کہ جس حالت میں ابن مریم اپنے نزول کے وقت کامل طور پر امتی ہوگا تو پھر وہ باوجود امتی ہونے کے کسی طرح رسول نہیں ہو سکتا کیونکہ رسول اور اُمتی کا مفہوم متباین ہے۔ اور نیز خاتم النبیین ہونا ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا کسی دوسرے نبی کے آنے سے مانع ہے۔ ہاں ایسا نبی جو مشکوٰۃ نبوت محمدیہ سے نور حاصل کرتا ہے۔ اور نبوت تامہ نہیں رکھتا جس

ازالہ اوہام صفحہ ۵۷۵ تا ۵۷۹

کو دوسرے لفظوں میں محدث بھی کہتے ہیں وہ اس تحدید سے باہر ہے کیونکہ وہ بباعث اتباع اور فنافی الرسول ہونے کے جناب ختم المرسلین کے وجود میں داخل ہے جیسے جز کل میں داخل ہوتی ہے۔ لیکن مسیح ابن مریم جس پر انجیل نازل ہوئی جس کے ساتھ جبرئیل کا بھی نازل ہونا ایک لازمی امر سمجھا گیا ہے کسی طرح امتی نہیں بن سکتا۔ کیونکہ اس پر اس وحی کا اتباع فرض ہوگا جو وقتاً فوقتاً اس پر نازل ہوگی۔

〃 〃 ۵۷۷

اگر یہ کہو کہ مسیح کو وحی کے ذریعہ سے صرف اتنا کہا جائیگا کہ تو قرآن پر عمل کر اور پھر وحی مدت العمر تک منقطع ہو جائے گی اور کبھی حضرت جبرائیل ان پر نازل نہیں ہوں گے۔ بلکہ وہ بکلی مسلوب النبوت ہو کر امتیوں کی طرح بن جائیں گے تو یہ طفلانہ خیال ہنسی کے لائق ہے۔ ظاہر ہے کہ اگرچہ ایک ہی دفعہ وحی کا نزول فرض کیا جائے اور صرف ایک ہی فقرہ حضرت جبرئیل لاویں اور پھر چپ ہو جاویں یہ امر بھی ختم نبوت کا منافی ہے کیونکہ جب ختمیت کی مہر ہی ٹوٹ گئی اور وحی رسالت پھر نازل ہونی شروع ہو گئی تو پھر تھوڑا یا بہت نازل ہونا برابر ہے۔ ہر ایک دانا سمجھ سکتا ہے کہ اگر خدا تعالیٰ صادق الوعد ہے۔ اور جو آیت خاتم النبیین میں وعدہ دیا گیا ہے۔ اور جو حدیثوں میں بتصریح بیان کیا گیا ہے کہ اب جبرئیل بعد وفات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ کے لئے وحی نبوت لانے سے منع کیا گیا ہے۔ یہ تمام باتیں سچ اور صحیح ہیں۔ تو پھر کوئی شخص بحیثیت رسالت ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ہرگز نہیں آسکتا۔ اگر ہم فرض کے طور پر مان بھی لیں کہ مسیح ابن مریم زندہ ہو کر پھر دنیا میں آئے گا تو ہمیں کسی طرح اس سے انکار نہیں ہو سکتا کہ وہ رسول ہے۔ اور بحیثیت رسالت آئیگا۔ اور جبرئیل کے نزول اور کلام الٰہی کے اترنے کا پھر سلسلہ شروع ہو جائے گا جس طرح یہ ممکن نہیں کہ آفتاب نکلے اور اس کے ساتھ روشنی نہ ہو اسی طرح ممکن نہیں کہ دنیا میں ایک رسول اصلاح خلق اللہ کے لئے آوے۔ اور اس کے ساتھ وحی الٰہی اور جبرئیل نہ ہو۔

〃 〃 ۵۸۳

اور ظاہر ہے کہ یہ بات مستلزم محال ہے کہ خاتم النبیین کے بعد پھر جبرئیل کی وحی رسالت کے ساتھ زمین پر آمد و رفت شروع ہو جائے۔ ایک نئی کتاب اللہ گو مضمون میں قرآن شریف سے توارد رکھتی ہو پیدا ہو جائے اور جو امر مستلزم محال ہو وہ محال ہوتا ہے فتدبر

〃 〃 ۵۸۶

وہ وعدہ کر چکا ہے کہ بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کوئی رسول نہیں بھیجا جائیگا۔ اور حدیثوں کے پڑھنے والوں نے یقیناً یہ بڑی بھاری غلطی کھائی ہے کہ صرف عیسیٰ یا ابن مریم کے لفظ کو دیکھ کر اس بات کو یقین کر لیا ہے کہ سچ مچ وہی ابن مریم آسمان سے نازل ہو جائے گا جو رسول اللہ تھا۔ اور اس طرف خیال نہیں کیا کہ اس کا آنا گویا دین اسلام کا دنیا سے رخصت ہونا ہے۔ یہ تو اجماعی عقیدہ ہو چکا اور مسلم میں اس بارہ میں حدیث بھی ہے کہ مسیح نبی اللہ ہونے کی حالت میں آئیگا۔ اب اگر مثالی طور پر مسیح یا ابن مریم کے لفظ سے کوئی امتی شخص مراد ہو جو محدثیت کا مرتبہ رکھتا ہو تو کوئی بھی خرابی لازم نہیں آتی کیونکہ محدث من وجہ نبی بھی ہوتا ہے۔ مگر وہ ایسا نبی ہے جو نبوت محمدیہ کے چراغ سے روشنی حاصل کرتا ہے اور اپنی طرف سے براہ راست نہیں بلکہ اپنے نبی کے طفیل سے علم پاتا ہے جیسا کہ براہین احمدیہ کے صفحہ ۲۳۹ میں ایک الہام اس عاجز کا درج ہے۔

〃 〃 ۶۱۴

اکیسویں آیت یہ ہے کہ ما کان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم تم میں سے کسی مرد کا باپ نہیں ہے مگر وہ رسول اللہ ہے اور ختم کرنے والا نبیوں کا۔ یہ آیت بھی صاف دلالت کر رہی ہے کہ

ازالہ اوہام صفحہ ۷۶۱

بعد ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے کوئی رسول دنیا میں نہیں آئے گا۔ پس اس سے بھی بکمال وضاحت ثابت ہے کہ مسیح ابن مریم رسول اللہ دنیا میں آنہیں سکتا۔ کیونکہ مسیح ابن مریم رسول ہے۔ اور رسول کی حقیقت اور ماہیت میں یہ امر داخل ہے کہ دینی علوم کو بذریعہ جبرئیل حاصل کرے۔ اور ابھی ثابت ہو چکا ہے کہ اب وحی رسالت تا بقیامت منقطع ہے +

〃 〃 ۶۴۷

اگر یہ کہا جائے کہ مثیل موسیٰ یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تو موسیٰ سے افضل ہیں تو پھر مثیل مسیح کیوں ایک اُمتی آیا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ مثیل موسیٰ کی شان نبوت ثابت کرنے کے لئے اور خاتم الانبیا کی عظمت دکھانے کے لئے اگر کوئی نبی آتا تو پھر خاتم الانبیاء کی شان عظیم میں رخنہ پڑتا۔ اور یہ تو ثابت ہے کہ اس مسیح کو اسرائیلی مسیح پر ایک جزئی فضیلت حاصل ہے۔ کیونکہ اس کی دعوت عام ہے اور اس کی خاص تھی +

〃 〃 ۷۶۱

قرآن کریم بعد خاتم النبیین کے کسی رسول کا آنا جائز نہیں رکھتا۔ خواہ وہ نیا رسول ہو یا پرانا ہو کیونکہ رسول کو علم دین توسط جبرائیل ملتا ہے اور باب نزول جبرائیل بہ پیرایہ وحی رسالت مسدود ہے۔ اور یہ بات خود ممتنع ہے کہ دنیا میں رسول تو آوے مگر سلسلہ وحی رسالت نہ ہو +

〃 〃 ۹۱۴

ایسا ہی جمیع مشاہیر اولیاء کرام اپنے ذاتی تجارب سے اس بات کی گواہی دیتے آئے ہیں کہ خدا تعالیٰ کے گو اپنے اولیاء سے مکالمات و مخاطبات واقع ہوتے ہیں۔ اور کلام لذیذ رب عزیز کی بوقت دعا اور دوسرے اوقات میں بھی اکثر وہ سنتے ہیں۔ دیکھنا چاہئے کہ فتوح الغیب میں سید عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ کس قدر جابجا اس بات کی شہادت دیتے ہیں۔ کہ کلام الٰہی اس کے مقرب اولیاء پر ضرور نازل ہوتا ہے۔ اور وہ کلام ہوتا ہے نہ فقط الہام اور حضرت مجدد الف ثانی صاحب اپنے مکتوبات کی جلد ثانی صفحہ ۹۹ میں ایک مکتوب بنام محمد صدیق لکھتے ہیں جس کی عبارت یہ ہے اعلم ایہا الصدیق ان کلامہ سبحانہ مع البشر قد یکون شفاھا وذالک الافراد من الانبیاء وقد یکون ذالک لبعض الکمل من متابعیہم واذا کثر ھذا القسم من الکلام مع واحد منھم یُسمّٰی محدثا وھذا غیر الالہام وغیر الالقاء فی الروع وغیر الکلام الذی مع الملک انما یخاطب بھذا الکلام الانسان الکامل واللہ یختص برحمتہ من یشاء یعنی اے دوست تمہیں معلوم ہو کہ اللہ جل شانہ کا بشر کے ساتھ کلام کرنا کبھی روبرو اور ہم کلامی کے رنگ میں ہوتا ہے۔ اور ایسے افراد جو خدا تعالیٰ کے ہم کلام ہوتے ہیں وہ خواص انبیاء میں سے ہیں۔ کبھی یہ ہم کلامی کا مرتبہ بعض ایسے مکمل لوگوں کو ملتا ہے کہ نبی تو نہیں مگر نبیوں کے متبع ہیں اور جو شخص کثرت سے شرف ہم کلامی کا پاتا ہے اس کو محدث بولتے ہیں۔ اور یہ مکالمہ الٰہی از قسم الہام نہیں۔ بلکہ غیر الہام ہے۔ اور یہ القا فی الروع بھی نہیں ہے اور نہ اس قسم کا کلام ہے جو فرشتہ کے ساتھ ہوتا ہے اس کلام سے وہ شخص مخاطب کیا جاتا ہے جو انسان کامل ہو۔ اور خدا تعالیٰ جس کو چاہتا ہے اپنی رحمت کے ساتھ خاص کر لیتا ہے +

نشان آسمانی صفحہ ۲۸

نہ مجھے دعویٰ نبوت و خروج از اُمت اور نہ میں منکر معجزات اور ملائک اور نہ لیلۃ القدر سے انکاری ہوں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے کا قایل اور یقین کامل سے جانتا ہوں اور اس بات پر محکم ایمان رکھتا ہوں کہ ہمارے نبی صلعم خاتم الانبیاء ہیں۔ اور آنجناب کے بعد اس اُمت کے لئے کوئی نبی نہیں آئے گا۔ نیا ہو یا پرانا ہو۔ اور قرآن کریم کا ایک

نشان آسمانی صفحہ ۲۸

شعشہ یا نقطہ منسوخ نہیں ہوگا۔ ہاں محدث آئیں گے جو اللہ جل شانہ سے ہم کلام ہوتے ہیں اور نبوت تامہ کی بعض صفات ظلی طور پر اپنے اندر رکھتے ہیں +

" " ۳۴

اس عاجز کے دعویٰ مجدد اور مثیل مسیح ہونے اور دعویٰ ہمکلام الٰہی ہونے پر اب بفضلہ تعالیٰ گیارھواں برس جاتا ہے +

الحق صفحہ ۷۹

یہ بھی میرا اعتقاد ہے کہ قرآن کریم سے تمام مسائل دینیہ کا استخراج واستنباط کرنا اور اس کی مجملات کی تفاصیل صحیحہ پر حسب منشار الٰہی قادر ہونا ہر ایک مجتہد اور مولوی کا کام نہیں۔ بلکہ یہ خاص طور پر ان کا کام ہے جو وحی الٰہی سے بطور نبوت یا بطور ولایت عظمےٰ مدد دیئے گئے ہوں..... اور جو لوگ وحی ولایت عظمےٰ کی روشنی سے منور ہیں اور لا المطہرون کے گروہ میں داخل ہیں ان سے

۵

بلاشبہ عادت اللہ یہی ہے کہ وہ وقتاً فوقتاً دقایق مخفیہ قرآن کے ان پر کھولتا رہتا ہے +

الحق لدھیانہ صفحہ ۹۱

جو چیز قرآن سے باہر یا اس کے مخالف ہے وہ مردود ہے اور احادیث صحیحہ قرآن سے باہر نہیں۔ کیونکہ وحی غیر متلو کی مدد سے وہ تمام مسائل قرآن سے مستخرج اور مستنبط کئے گئے ہیں۔ ہاں یہ سچ ہے کہ وہ استخراج اور استنباط بجز رسول اللہ یا اسی شخص کے جو ظلی طور پر ان کمالات پر پہنچ گیا ہو ہر یک کا کام نہیں +

تحفہ بغداد صفحہ ۷

وقد ختم اللہ برسولنا النبیین۔ وقد انقطع وحی النبوۃ فکیف یجیئ المسیح ولا نبی بعد رسولنا ایجیئ معطلاً من النبوۃ کالمعزولین۔

اور اللہ تعالیٰ نے نبیوں کو ہمارے رسول کے ساتھ ختم کر دیا اور وحی نبوت منقطع ہوگئی پھر مسیح کس طرح آسکتا ہے اور ہمارے رسول کے بعد تو کوئی نبی ہی نہیں کیا وہ نبوت سے معزول شدوں کی طرح نبوت سے علیحدہ ہو کر آئیگا +

" " ۱۲

یا اخی انت تعلم ان کتب القوم مملوۃ من ذکر مکالمات اللہ باولیاءہ ومخاطبات حضرۃ الحق بعبادہ المقربین وھو الکریم الذی یلقے الروح علی من یشاء من عبادہ ویزید من یشاء فی الایمان والیقین اما قرأت فی فتوح الغیب الذی لسیدی الشیخ عبد القادر جیلانی رض کیف ذکر حقیقت المکالمات وقال ان اللہ تعالےٰ یکلم اولیائہ بکلام بلیغ لذیذ وینبئھم من اسرار ویخبرھم من اخبار ویعطیھم علم الانبیاء ونور الانبیاء وبصیرۃ الانبیاء ومعجزات الانبیاء ولکن وراثۃ لا اصالۃ ویجعلھم متصرفین فی الارض والسموات وفی جمیع ملکوت اللہ۔

اے بھائی تو جانتا ہے کہ اس قوم کی کتابیں اس ذکر سے بھری ہوئی ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے اولیاء کے ساتھ مکالمات کرتا ہے اور حضرت حق کے لئے اپنے مقرب بندوں کیساتھ مخاطبات ہیں اور وہ کریم ہے جو اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے کلام نازل فرماتا ہے اور جس کو چاہتا ہے ایمان اور یقین میں بڑھاتا ہے کیا تو نے فتوح الغیب میں نہیں پڑھا جو سیدی شیخ عبد القادر جیلانی کی تصنیف ہے کس طرح انہوں نے مکالمات کی حقیقت کا ذکر فرمایا ہے اور کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے اولیاء کے ساتھ لذیذ اور بلیغ کلام کیساتھ کلام کرتا ہے اور بعض اسرار پر انہیں اطلاع دیتا ہے اور بعض خبروں سے انہیں واقف کرتا ہے اور ان کو نبیوں کا علم اور نبیوں کا نور اور نبیوں کی بصیرت اور نبیوں کے معجزات عطا فرماتا ہے۔ مگر وراثت کے طور پر نہ اصلی رنگ میں اور ان کو زمین اور آسمان میں اور ساری ملکوت اللہ میں متصرف کرتا ہے +

" " حاشیہ

اخبر فی کتابہ انہ کلم ام موسٰی وقال لا تخافی ولا

اپنی کتاب میں خبر دی ہے کہ اس نے موسیٰ کی ماں سے کلام کیا اور فرمایا نہ

تحفہ بغداد صفحہ ۷ حاشیہ

تحزنی انارادوه الیك وجاعلوه من المرسلین و کذ الك اوحی الی الحواریین وکلم ذاالقرنین واخبرنا به فی کتابه ثم بشرلنا وقال ثلة من الاولین وثلة من الاٰخرین وفی هذه الاٰیات اشار الی ان هذه الامة یکلم کما کلمت الامم من قبل۔

خوف کر اور نہ حزن کر۔ ہم اسے تیری طرف لوٹا دیں گے اور اسے مرسلوں میں سے بنائیں گے اور اسی طرح پر حواریوں کی طرف وحی کی۔ اور ذوالقرنین سے کلام کیا اور اس کی خبر ہمیں اپنی کتاب میں دی پھر ہم کو بشارت دی اور فرمایا ایک گروہ پہلوں میں سے اور ایک گروہ آخرین میں سے اور ان آیتوں میں اشارہ کیا کہ اس اُمت سے کلام کیا جائیگی جس طرح پہلی اُمتوں سے کلام کیا گیا ہے۔

" ۳۵ و ۲۱

وقد ظهر من کلام الامام الموصوف ان الوحی کما ینزل علی الانبیاء کذ الك ینزل علی الاولیاء لا فرق فی نزول الوحی بین ان یکون نبی او ولی..... ولکل حظ من مکالمات الله تعالیٰ ومخاطباته علی حسب المدارج نعم لوحی الانبیاء شان اتم واکمل واقوی اقسام الوحی وحی رسولنا خاتم النبیین۔

اور امام موصوف کے کلام سے یہ ظاہر ہو کہ وحی جس طرح نبیوں پر اترتی ہو اسی طرح ولیوں پر اترتی ہو اور وحی کے اُترنے میں ولی کی طرف ہو یا نبی کی طرف کوئی فرق نہیں..... اور ہر ایک کو اللہ تعالیٰ کے مکالمات اور مخاطبات سے حسب مدارج حصہ ملتا ہے ہاں انبیاء کی وحی کی شان اتم اور اکمل ہوتی ہو۔ اور وحی کی سب قسموں سے قوی تر وحی ہمارے رسول خاتم النبیین کی وحی ہے۔

وقال المجدد الامام السرهندی الشیخ احمد رضی الله عنه فی مکتوب یکتب فیه بعض الوصایا الی مریده محمد صدیق اعلم ایها الصدیق ان کلامه سبحانه مع البشر قد یکون شفاهاً وذالك الافراد من الانبیاء وقد یکون ذالك لبعض المکمل من متابعیهم واذا کثر هذا القسم من الکلام مع واحد منهم سمی محدثاً وهذا غیر الالهام وغیر الالقاء فی الروع و غیر الکلام الذی مع الملك انما یخاطب بهذ الکلام الانسان الکامل والله یختص برحمته من یشاء۔

اور امام مجدد سرہندی شیخ احمد رضی اللہ عنہ نے اپنے ایک مکتوب میں جس میں بعض نصیحتیں اپنے مرید محمد صدیق کی طرف لکھی ہیں فرمایا جان لے اے صدیق کہ اللہ تعالےٰ کا کلام بشر کے ساتھ کبھی بہت قریب ہوتا ہے۔ اور یہ افراد انبیاء میں سے ہوتے ہیں اور بعض وقت ان کے پیرووں میں سے کملوں کے ساتھ ہوتا ہے۔ اور جب اس قسم کا کلام ان میں سے ایک کے ساتھ کثرت سے ہو تو اس کا نام محدث رکھا جاتا ہے اور یہ سوائے الہام کے اور سوائے دل میں القاء کے اور سوائے اس کلام کے ہوتی ہے جو فرشتے کے ساتھ ہو اور اس کلام سے انسان کامل مخاطب کیا جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہو اپنی رحمت کیساتھ خاص کر لیتا ہے۔

تحفہ بغداد صفحہ ۲۸

ومع ذالك اذا کان نبینا صلی الله علیه وسلم خاتم الانبیاء فلا شك انه من امن بنزول المسیح الذی هو نبی من بنی اسرائیل فقد کفر بخاتم النبیین فیا حسرة علی قوم یقولون ان المسیح ابن مریم نازل بعد وفات..... فمن این یظهر نبی بعده الا تتفکرون یا معشر المسلمین

اور ساتھ ہی یہ بھی سمجھ لینا چاہیے کہ جب ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں تو کوئی شک نہیں کہ جو شخص اس مسیح کے نزول پر ایمان لاتا ہو جو بنی اسرائیل کا ایک نبی ہو وہ خاتم النبیین کا کافر ہے۔ پس افسوس اس قوم پر جو کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد مسیح ابن مریم اترنے والا ہے..... پھر کس طرح اس کے بعد نبی ظاہر ہو سکتا ہو۔ اے

تحفہ بغداد صفحہ ۲۸

وتتبعون الادھام ؛

مسلمانوں کے گروہ کیا تم فکر نہیں کرتے اور وہم کی پیروی کرتے ہو ؛

آئینہ کمالات اسلام صفحہ ۲۱

وھا انا اشھد بالرب العظیم و احلف باللہ الکریم علی اننی مومن مسلم موحدٌ متبع لاحکام اللہ و سنن رسولہ ..... وآمنت بان نبینا محمد صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء وان کتابنا القرآن کریم وسیلۃ الاھتداء لانبی لنا نقتدی بہ الا المصطفٰی ولاکتاب لنا نتبعہ الا الفرقان المھیمن علی الصحف الاولیٰ وآمنت بان رسولنا سید ولد آدم وسید المرسلین بان اللہ ختم بہ النبیین وبان القرآن المجید بعد رسول اللہ محفوظ من تحریف المحرفین وخطاء المخطیین ولاینسخ ولا یزید ولاینقص بعد رسول اللہ ولا یخالفہ الھام الملھمین الصادقین وکل ما فھمت من عویصات القرآن او الھمت من اللہ الرحمٰن فقبلتہ علی شریطۃ الصحۃ والصواب فی السمت وقد کشف علیّ انہ صحیح خالص یوافق الشریعۃ لاریب فیہ ولا لبس ولاشک ولاشبھۃ وان کان الامر خلاف ذالک علیٰ فرض المحال فنبذناکلہ من ایدینا کالمتاع الردی ومادۃ السعال ؛

نسہ

دیکھو میں رب عظیم کو شاہد ٹھیراتا ہوں اور اللہ کریم کی حلف اٹھاتا ہوں کہ میں مومن مسلم موحد ہوں۔ پیروی کرنیوالا اللہ کے احکام اور اسکے رسول کی سنتوں کی...... اور میں ایمان لاتا ہوں اس بات پر کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نبیوں کے خاتم ہیں اور ہماری کتاب قرآن کریم ہدایت کا ذریعہ ہے سوائے مصطفٰے کے ہمارا کوئی نبی نہیں جس کی ہم اقتدا کریں اور کوئی کتاب نہیں سوائے فرقان کے جو محافظ ہے پہلے صحیفوں کا اور میں ایمان لاتا ہوں اس بات پر کہ ہمارے رسول آدم کی اولاد کے سردار ہیں۔ اور رسولوں کے سردار ہیں اور کہ اللہ تعالیٰ نے آپکے ساتھ نبیوں کو ختم کر دیا۔ اور کہ قرآن مجید بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تحریف کرنیوالوں کی تحریف سے اور مخطیوں کے خطا سے محفوظ ہے اور نہ منسوخ کیا جائیگا اور نہ زیادہ ہوگا اور نہ کم ہوگا۔ رسول اللہ کے بعد اور سچے ملہموں کا الہام اسکے خلاف نہیں ہو سکتا اور جو کچھ مجھے قرآن کے مشکلات کا فہم دیا گیا یا اللہ رحمان سے الہام کیا گیا میں نے اس کو صحت اور صواب کی شرط پر قبول کیا ہے اور یہ مجھپر کھولا گیا ہے کہ وہ صحیح خالص ہے شریعت کے موافق ہے اس میں کچھ شک نہیں اور نہ کوئی ملاوٹ ہے اور نہ شک و شبہ ہے اور اگر فرض محال کے طور پر معاملہ اسکے خلاف ہو تو ہم اس سب کو یعنی ایسے الہامات کو اپنے ہاتھوں سے ردی چیز کی طرح اور کھانسی کے مادہ کیطرح پھینک دینگے

، ، ۴۲

مسیح کی گواہی قرآن کریم میں اس طرح پر لکھی ہے کہ مبشرا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد۔ یعنی میں ایک رسول کی بشارت دیتا ہوں جو میرے بعد یعنی میرے مرنے کے بعد آئیگا اور نام اس کا احمد ہوگا۔ پس اگر مسیح اب تک اس عالم جسمانی سے گذر نہیں گیا تو اس سے لازم آتا ہے کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی اب تک اس عالم میں تشریف فرما نہیں ہوئے۔ کیونکہ نص اپنے کھلے کھلے الفاظ سے تبلا رہی ہے کہ جب مسیح اس عالم جسمانی سے رخصت ہو جائے گا۔ تب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس عالم جسمانی میں تشریف لائیں گے۔ وجہ یہ کہ آیت میں آنکے مقابل پر جانا بیان کیا گیا ہے ؛

، ، ۶۶

حال کے برہمو اور فلسفی اور نیچری اگر ان معجزات سے انکار کریں تو وہ معذور ہیں۔ کیونکہ وہ اس مرتبہ کو شناخت نہیں کر سکتے۔ جس میں ظلی طور پر الٰہی طاقت انسان کو ملتی ہے ؛

، ، ۱۰۴

اب ان احادیث سے ثابت ہوا کہ حضرت جبرائیل حسان کے ساتھ رہتے تھے۔ اور ہردم ان کے رفیق تھے۔ اور ایسا ہی یہ آیت

آئینہ کمالات اسلام صفحہ ۱۰۴ — کریمہ بھی کہ ایدھم بروح منہ صاف اور کھلے کھلے طور پر بتلا رہی ہے کہ روح القدس مومنوں کے ساتھ رہتا تھا۔

〃 〃 ۱۰۶ — بخاری نے اپنی صحیح میں اور ایسا ہی ابوداؤد اور ترمذی اور ابن ماجہ نے اور ایسا ہی مسلم نے بھی اس پر اتفاق کیا ہے کہ نزول جبرئیل کا وحی کے ساتھ انبیاء پر وقتاً فوقتاً آسمان سے ہوتا ہے (یعنی وہ تجلی جس کی ہم تصریح کر آئے ہیں)۔

〃 〃 ۲۲۴ — تمام جادوانی چشمے محض حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی طفیل دنیا میں آئے ہیں۔ یہی امت ہے کہ اگرچہ نبی تو نہیں مگر نبیوں کی مانند خدا تعالیٰ سے ہم کلام ہو جاتی ہے۔ اور اگرچہ رسول نہیں مگر رسولوں کی مانند خدا تعالیٰ کے روشن نشان اس کے ہاتھ پر ظاہر ہوتے ہیں۔ اور روحانی زندگی کے دریا اس میں بہتے ہیں۔ اور کوئی نہیں کہ اس کا مقابلہ کر سکے۔

〃 〃 ۲۲۷ — اگر وہ باون حوادث میں پیسا بھی جائے اور غبار سا کیا جائے۔ تب بھی بغیر انی مع اللہ کے اور کوئی آواز اس کے اندر نہیں آتی جب کسی کی حالت اس نوبت تک پہنچ جائے تو اس کا معاملہ اس عالم سے وراء الورا ہو جاتا ہے۔ اور ان تمام ہدایتوں اور مقامات عالیہ کو ظلی طور پر لیتا ہے جو اس سے پہلے نبیوں اور رسولوں کو ملے تھے اور انبیاء اور رسل کا وارث اور نایب ہو جاتا ہے وہ حقیقت جو انبیاء میں معجزہ کے نام سے موسوم ہوتی ہے وہ اس میں کرامت کے نام سے ظاہر ہو جاتی ہے۔ اور وہی حقیقت جو انبیاء میں عصمت کے نام سے نامزد کی جاتی ہے اس میں محفوظیت کے نام سے پکاری جاتی ہے اور وہی حقیقت جو انبیاء میں نبوت کے نام سے بولی جاتی ہے اس میں محدثیت کے پیرایہ میں ظہور پکڑتی ہے۔

〃 〃 ۲۳۸ — اگر باب نبوت مسدود نہ ہوتا تو ہر ایک محدث اپنے وجود میں قوت اور استعداد نبی ہو جانے کی رکھتا تھا۔ اور اسی قوت اور استعداد کے لحاظ سے محدث کا حمل نبی پر جایز ہے یعنی کہہ سکتے ہیں کہ المحدث نبی۔

〃 〃 ۲۴۷ — ہر ایک صدی کے سر پر اور خاص کر ایسی صدی کے سر پر جو ایمان اور دیانت سے دور پڑ گئی ہے اور بہت سی تاریکیاں اپنے اندر رکھتی ہے۔ ایک قایم مقام نبی کا پیدا کر دیتا ہے جس کے آئینہ فطرت میں نبی کی شکل ظاہر ہوتی ہے۔ اور وہ قایم مقام نبی متبوع کے کمالات کو اپنے وجود کے توسط سے لوگوں کو دکھلاتا ہے۔

〃 〃 ۳۲۲ — اللہ جل شانہ خود مدعی صادق کے لئے یہ علامت قرار دے کر فرماتا ہے وان یک صادقاً یصبکم بعض الذی یعدکم اور فرماتا ہے ولا یظھر علٰی غیبہ احداً الا من ارتضٰی من رسول رسول کا لفظ عام ہے جس میں رسول اور نبی اور محدث داخل ہیں۔

..... میں خلیفۃ اللہ اور مامور من اللہ اور مجدد وقت اور مسیح موعود ہوں۔

〃 〃 ۳۲۳ — کبھی دنیا میں یہ ہوا ہے کہ کاذب کی خدا تعالیٰ نے ایسی مدد کی ہو کہ وہ ۱۱ برس سے خدا تعالےٰ پر یہ افترا کر رہا ہو کہ اس کی وحی ولایت اور وحی محدثیت میرے پر نازل ہوتی ہے اور خدا تعالیٰ اس کی رگ جان نہ کاٹے۔

〃 〃 ۳۳۹ — ماسوا اس کے جو شخص ایک نبی متبوع علیہ السلام کا متبع ہے۔ اور اس کے فرمودہ پر اور کتاب اللہ پر ایمان لاتا ہے اس کی آزمایش انبیاء کی طرح آزمایش کرنا ایک قسم کی ناسمجھی ہے کیونکہ انبیاء اس لئے آتے ہیں کہ تا ایک دین سے دوسرے دین میں داخل کریں اور ایک قبلہ سے دوسرا قبلہ مقرر کرا دیں۔ اور بعض احکام کو منسوخ کریں اور بعض نئے احکام لا دیں۔ لیکن اس جگہ تو ایسے انقلاب

آئینہ کمالات اسلام صفحہ ۳۳۹

کا دعویٰ نہیں ہے وہی اسلام ہے جو پہلے تھا۔ وہی نمازیں ہیں جو پہلے تھیں۔ وہی رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم ہے جو پہلے تھا۔ اور وہی کتاب کریم ہے جو پہلے تھی۔ اصل دین میں سے کوئی ایسی بات چھوڑنی نہیں پڑی جس سے اس قدر حیرانی ہو۔ مسیح موعود کا دعویٰ اس حالت میں گراں اور قابل احتیاط ہوتا کہ جب کہ اس دعویٰ کے ساتھ نعوذ باللہ کچھ دین کے احکام کی کمی بیشی ہوتی اور ہماری عملی حالت دوسرے مسلمانوں سے کچھ فرق رکھتی اب جب کہ ان باتوں میں سے کوئی بھی نہیں۔ صرف مابہ النزاع حیات مسیح اور وفات مسیح ہے اور مسیح موعود کا دعویٰ اس مسئلہ کی درحقیقت ایک فرع ہے اور اس دعویٰ سے مراد کوئی عملی انقلاب نہیں۔ اور نہ اسلامی اعتقادات پر اس کا کچھ مخالفانہ اثر ہے تو کیا اس دعویٰ کے تسلیم کرنے کے لئے کسی بڑے معجزہ یا کرامت کی حاجت ہے جس کا مانگنا رسالت کے دعویٰ میں عوام کا قدیم شیوہ ہے *

〃 〃 ۳۴۰ و ۳۴۱

اور یہ یاد رکھنا چاہئے کہ مسیح موعود ہونے کا دعویٰ ملہم من اللہ اور مجدد من اللہ کے دعویٰ سے کچھ بڑا نہیں ہے۔ صاف ظاہر ہے کہ جس کو یہ رتبہ حاصل ہو کہ وہ خدا تعالیٰ کا ہم کلام ہو اس کا نام منجانب اللہ خواہ مثیل مسیح اور خواہ مثیل موسیٰ ہو یہ تمام نام اس کے حق میں جائز ہیں۔ مثیل مسیح ہونے میں کوئی اصلی فضیلت نہیں۔ اصلی اور حقیقی فضیلت ملہم من اللہ اور کلیم اللہ ہونے میں ہے پھر جس شخص کو مکالمہ الٰہیہ کی فضیلت حاصل ہو گئی اور کسی خدمت دین کے لئے مامور من اللہ ہو گیا تو اللہ جل شانہ وقت کے مناسب حال اس کا کوئی نام رکھ سکتا ہے۔ یہ نام رکھنا تو کوئی بڑی بات نہیں۔ اسلام میں موسیٰ عیسیٰ۔ داؤد۔ سلیمان۔ یعقوب وغیرہ بہت سے نام نبیوں کے نام پر لوگ رکھ لیتے ہیں اس تفاؤل کی نیت سے کہ ان کے اخلاق انہیں حاصل ہو جائیں۔ پھر اگر خدا تعالیٰ کسی کو اپنے مکالمہ کا شرف دیکر کسی موجودہ مصلحت کے موافق اس کا کوئی نام بھی رکھ دے تو اس میں کیا استبعاد ہے *

〃 〃 ۳۴۲

حضرت مسیح علیہ السلام کو دو مرتبہ یہ موقع پیش آیا کہ ان کی روحانیت نے قائم مقام طلب کیا۔ اول جب کہ ان کے فوت ہونے پر چھ سو برس گذر گئے۔ اور یہودیوں نے اس بات پر حد سے زیادہ اصرار کیا کہ وہ نعوذ باللہ مکار اور کاذب تھا اور اس کا ناجائز طور پر تولد تھا۔ ۔ ۔ ۔ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے جن کی بعثت کی اغراض کثیرہ میں سے ایک یہ بھی غرض تھی کہ ان تمام بیجا الزاموں سے مسیح کا دامن پاک کریں۔ اور اس کے حق میں صداقت کی گواہی دیں۔ یہی وجہ ہے کہ خود مسیح نے یوحنا کی انجیل ۱۶ باب میں کہا ہے کہ میں تمہیں سچ کہتا ہوں کہ تمہارے لئے میرا جانا ہی فائدہ مند ہے۔ کیونکہ اگر میں نہ جاؤں تو تسلی دینے والا (یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم) تم پاس نہ آئے گا پھر اگر میں جاؤں تو اسے تم پاس بھیج دوں گا۔ اور وہ آکر دنیا کو گناہ سے اور راستی سے اور عدالت سے تقصیر وار ٹھیرائے گا *

〃 〃 ۳۴۳

پھر دوسری مرتبہ مسیح کی روحانیت اس وقت جوش میں آئی کہ جب نصاریٰ میں دجالیت کی صفت اتم و اکمل طور پر آگئی اور جیسا کہ لکھا ہے کہ دجال نبوت کا دعویٰ بھی کریگا۔ اور خدائی کا بھی۔ ایسا ہی انہوں نے کیا۔ نبوت کا دعویٰ اس طرح پر کیا کہ کلام الٰہی میں اپنی طرف سے وہ دخل دیئے وہ قواعد مرتب کئے اور وہ تنسیخ ترمیم کی جو ایک نبی کا کام تھا جس حکم کو چاہا قائم کر دیا اور اپنی طرف سے عقاید نئے اور عبادت کے طریقے گھڑ لئے *

آئینہ کمالات اسلام صفحہ ۳۴۴

جو شخص نبوت کا دعویٰ کرے گا اس دعویٰ میں ضرور ہے کہ وہ خدا تعالیٰ کی ہستی کا اقرار کرے اور نیز یہ بھی کہے کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے میرے پر وحی نازل ہوتی ہے اور نیز خلق اللہ کو وہ کلام سنا دے جو اس پر خدا تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوا ہے اور ایک امت بنا دے جو اس کو نبی سمجھے اور اس کی کتاب کو کتاب اللہ جانتی رہے ✦

" " ۳۴۶

اس جگہ یہ نکتہ بھی یاد رہنے کے لائق ہے کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی روحانیت بھی اسلام کے اندرونی مفاسد کے غلبہ کے وقت ہمیشہ ظہور فرماتی رہتی ہے اور حقیقت محمدیہ کا حلول ہمیشہ کسی کامل متبع میں ہو کر جلوہ گر ہوتا ہے۔ اور جو احادیث میں آیا ہے کہ مہدی پیدا ہوگا اور اس کا نام میرا ہی نام ہوگا اور اس کا خلق میرا ہی خلق ہوگا اگر یہ حدیثیں صحیح ہیں تو یہ اسی نزول روحانیت کی طرف اشارہ ہے۔ لیکن وہ نزول کسی خاص فرقہ میں محدود نہیں۔ صدہا ایسے لوگ گذرے ہیں کہ جن میں حقیقت محمدیہ متحقق تھی۔ اور عند اللہ ظلی طور پر ان کا نام محمد یا احمد تھا ✦

یا اخوان انی ارسلت محدثاً من اللہ الیکم والی کل من فی الارض ..... وارسلنی علیٰ راس ھٰذہ المائۃ۔	اے بھائیو میں اللہ کی طرف سے محدث بنا کر تمہاری طرف بھیجا گیا ہوں اور ان سب لوگوں کی طرف جو زمین میں ہیں ..... اور اس نے مجھے اس صدی کے سر پر بھیجا ہے	" " ۳۶۷
ھذا ما الھمنی ربی فی وقتی ھذا ومن قبل ینعم علیٰ من یشاء وھو خیر المنعمین وان لہ عباداً من الاولیاء یسمون فی السماء تسمیۃ الانبیاء بما کانوا اشباھھم فی جوھرھم وطبعھم وبما کانوا یاخذون نوراً من نورھم وکانوا علیٰ خلقھم مخلوقین فیجعلھم اللہ وارثیھم ویدعوھم باسماء مورثیھم وکذالک یفعل وھو خیر الفاعلین..... ان یرسل بعض الاولیاء علیٰ قدم بعض الانبیاء فمن بعث علیٰ قدم نبیٍ یسمی فی الملاء الاعلیٰ باسم ذالک النبی الامین۔	یہ وہ بات ہے جس کا الہام اس وقت اور اس سے پہلے بھی میرے رب نے میری طرف کیا۔ وہ جس پر چاہتا ہے انعام کرتا ہے اور وہ بہتر انجام دینے والوں کا ہے اور کہ اولیاء میں سے اس کے بندے ہیں جن کے آسمان پر نبیوں کے نام رکھے جاتے ہیں کیونکہ وہ جوہر اور طبیعت میں ان سے مشابہ ہوتے ہیں اور اس لئے کہ ان کے نور سے نور لیتے ہیں اور ان کے خلق پر مخلوق ہوتے ہیں سو اللہ تعالیٰ ان کو انکے وارث بناتا ہے اور انکے مورثوں کے نام سے انکو پکارتا ہے اور اسی طرح کرتا ہے اور وہ بہتر کرنیوالوں کا ہے ...... کہ وہ بعض اولیاء کو بعض انبیاء کے قدم پر بھیجتا ہے پس جو شخص کسی نبی کے قدم پر بھیجا جاتا ہے۔ ملاء اعلیٰ میں اسی نبی امین کا نام اسے دیا جاتا ہے ✦	" " ۳۷۵
ان اللہ وتر یحب الوتر ولاجل ذالک قد استمرت سنتہ انہ یرسل بعض الاولیاء علیٰ قدم بعض الانبیاء فمن بعث علیٰ قدم نبی یسمّٰی فی الملاء الاعلیٰ باسم ذالک النبی۔	اللہ وتر ہے اور وتر سے پیار کرتا ہے اور اسی لئے اس کی یہ سنت جاری ہے کہ وہ بعض اولیاء کو بعض انبیاء کے قدم پر بھیجتا ہے۔ پس جو شخص کسی نبی کے قدم پر مبعوث ہوتا ہے وہ ملاء اعلیٰ میں اسی نبی کے نام سے پکارا جاتا ہے ✦	" " ۳۷۶
ما کان اللہ ان یرسل نبیاً بعد نبینا خاتم النبیین وما کان ان یحدث سلسلۃ النبوۃ ثانیاً بعد انقطاعھا	اللہ کو یہ شایاں نہیں کہ خاتم النبیین کے بعد نبی بھیجے اور نہیں شایاں اس کو کہ سلسلہ نبوت کو دوبارہ از سر نو شروع کرے بعد اس کے کہ اسے	" " ۳۷۷

حوالہ	عربی عبارت	اردو ترجمہ
آئینہ کمالات اسلام صفحہ ۳۷۷	وینسخ بعض احکام القرآن ویزید علیہا۔	قطع کر چکا ہو اور بعض احکام قرآن کے منسوخ کردے اور ان پر بڑھادے۔
" " ۳۸۳	لست بنبی ولکن محدث اللہ وکلیم اللہ لاجدد دین المصطفٰے وقد بعثنی علی راس المائۃ۔	میں نبی نہیں ہوں بلکہ اللہ کی طرف سے محدث اور اللہ کا کلیم ہوں تاکہ دین مصطفٰے کی تجدید کروں اور اس نے مجھے صدی کے سر پر بھیجا۔
" " ۴۴۴	ومن اقسام نزول ارواح الانبیاء والرسل نزولًا انعکاسیا علی کل من یناسب فطرتہم ویشابہ جوہرہم و خلقتہم فی الخلق والصدق والصفاء۔	اور نبیوں اور رسولوں کی روحوں کے نزول کی قسموں میں سے ایک نزول ہے جو عکس کے رنگ میں ان لوگوں پر ہوتا ہے جو ان کی فطرت سے مناسبت رکھتے ہیں اور انکے جوہر سے اور خلق اور صدق اور صفا میں ان کی خلقت سے مشابہ ہیں۔
" " ۵۴۰	الحمد للہ الذی جعل العلماء الروحانیین المحدثین ورثۃ النبیین وادبہم فاحسن تادیبہم وازال کدوراتہم کلہا وجعلہم کالماء المعین۔	سب تعریف اس اللہ کیلئے ہے جس نے علمائے روحانی یعنی محدثین کو نبیوں کے وارث بنایا اور ان کی تادیب کی سو بہت اچھی تادیب کی اور ان کی سب کدورتوں کو دور کیا اور ان کو صاف پانی کی طرح بنایا۔
" " ۵۶۷	اذا اصطفانی ربی لتجدید دینہ واظہار عظمۃ نبیہ و نشر ریا یاسمینہ صلی اللہ علیہ وسلم امرنی لدعوۃ الخلق الی دین الاسلام وملت خیر الانام ورزقنی من الالہامات والمکالمات والمخاطبات والمکاشفات رزقًا حسنا وجعلنی من المحدثین۔	جب چن لیا میرے رب نے مجھے اپنے دین کی تجدید کیلئے اور اپنے نبی کی عظمت کے اظہار کے لئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی یاسمین کی خوشبو کے پھیلانے کے لئے اور مجھ کو حکم دیا دین اور ملت خیر الانام کی طرف لوگوں کو بلانے کا اور مجھ کو حصہ دیا الہامات سے اور مکالمات اور مکاشفات سے اچھا حصہ اور مجھے محدثوں میں سے بنایا۔
حمامۃ البشریٰ صفحہ ۸	ولعزۃ اللہ وجلالہ انی مومن مسلم وامن باللہ و کتبہ ورسلہ وملائکتہ والبعث بعد الموت وبان رسولنا محمدن المصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم افضل الرسل وخاتم النبیین وان ھٰؤلاء قد افتروا علی وقالوا ان ھذا الرجل یدعی انہ نبی ویقول فی شان عیسٰی ابن مریم کلمات الاستخفاف۔	اور اللہ تعالیٰ کی عزت وجلال کی قسم ہے کہ میں مومن اور مسلمان ہوں اور میں اللہ پر اس کی کتابوں اور رسولوں اور ملائکہ اور بعث بعد الموت پر ایمان رکھتا ہوں اور یہ بھی مانتا ہوں کہ ہمارے رسول محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم افضل الرسل خاتم النبیین ہیں اور ان لوگوں نے مجھ پر افترا کیا ہے جو یہ کہتے ہیں کہ یہ شخص نبی ہونے کا دعوی کرتا ہے اور عیسٰی بن مریم کے حق میں کلمات حقارت اور استخفاف کہتا ہے۔
" " ۹	ویقولون ان ھذا الرجل لا یومن بالملائکۃ و نزولہم وصعودہم ویحسب الشمس والقمر والنجوم اجسام الملائکۃ ولا یعتقد بان محمدا صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ومنتہی المرسلین لا نبی بعدہ وھو خاتم النبیین۔ فھذا کلہا مفتریات وتحریفات سبحٰ	اور کہتے ہیں کہ یہ شخص ملائکہ اور ان کے نزول وصعود کو نہیں مانتا۔ اور شمس اور قمر اور ستاروں کو فرشتوں کے اجسام مانتا ہے۔ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم الانبیاء اور ختم المرسلین نہیں مانتا۔ حالانکہ ان کے بعد کوئی نبی نہیں آسکتا۔ اور وہی خاتم الانبیاء ہیں یہ سب باتیں مفتریات اور تحریفات ہیں۔ پاک ذات ہے۔

عربی	اردو	حوالہ
ربی ما تکلمت مثل هذا ان هو الا کذب والله یعلم انهم من الدجالین۔	میرے رب میں نے ایسی کوئی بات نہیں کہی۔ اور یہ سراسر جھوٹ اور کذب ہے اور اللہ جانتا ہے کہ یہ لوگ دجال ہیں ؁	حمامۃ البشریٰ صفحہ ۹
لانه یخالف قول الله عز وجل ما کان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول الله وخاتم النبیین الا تعلم ان الرب الرحیم۔ المتفضل سمی نبینا صلی الله علیه وسلم خاتم الانبیاء بغیر استثناء وفسره نبینا فی قوله لا نبی بعدی ببیان واضح للطالبین ولو جوزنا ظهور نبی بعد نبینا صلی الله علیه وسلم لجوزنا انفتاح باب وحی النبوة بعد تغلیقها وهذا خلف کما لا یخفی علی المسلمین وکیف یجیئ نبی بعد رسولنا صلعم وقد انقطع الوحی بعد وفاته وختم الله به النبیین۔	کیونکہ یہ بات اللہ عز وجل کے اس قول کے مخالف ہے جو آیت ذیل میں ہے محمد صلی اللہ علیہ وسلم تم میں سے کسی ایک شخص کے باپ تو نہیں مگر اللہ کے رسول اور خاتم النبیین ہیں۔ کیا نہیں جانتے کہ خدا رحیم و کریم نے ہماری نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بغیر کسی استثناء کے خاتم الانبیاء قرار دیا ہے اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بطور تفسیر آیہ مذکور فرمایا ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں اور طالبین حق کیلئے یہ بات واضح ہے اور اگر ہم اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی نبی کے آنیکا جواز قبول کریں تو گویا ہم نے وحی نبوت کا دروازہ کھول دیا حالانکہ وہ بند ہو چکا تھا اور یہ امر خلاف مفروض ہے کہ مسلمانوں سے یہ بات مخفی نہیں۔ اور ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کس طرح کوئی نبی آ (حاشیہ: ہم اس ... آنحضرت ... کے بعد ... وفات ... [illegible])	〃 〃 ۲۰
والعجب ان هؤلاء العلماء آمنوا بان الله تعالی یوحی الی المسیح الی اربعین سنة وکانوا یعتقدون من قبل بان وحی النبوة قد انقطع فیا حسرة علیهم انهم یعلمون مضار عقائدهم ثم لا یترکونها۔	اور تعجب کہ یہ علماء ایمان رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ مسیح پر چالیس سال تک وحی کرے گا حالانکہ پیشتر ازیں ان کا یہ اعتقاد تھا کہ وحی نبوت منقطع ہو چکی ہے۔ پس ہائے افسوس ان لوگوں پر کہ اپنے عقاید کے ضرر کو جانتے ہیں اور چھوڑتے نہیں ؁	〃 〃 ۲۳
والی هذا اشارة فی قوله تعالی ولکن رسول الله وخاتم النبیین فلو لم یکن لرسولنا صلی الله علیه وسلم وکتاب الله القرآن مناسبة لجمیع الازمنة الآتیة واهلها علاجا ومداواة لما ارسل ذالك النبی العظیم الکریم لاصلاحهم ومداواتهم للدوام الی یوم القیامة فلا حاجة لنا الی نبی بعد محمد صلی الله علیه وسلم۔	اور اللہ تعالیٰ کے اس قول ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین میں بھی اشارہ ہے پس اگر ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور اللہ کی کتاب قرآن کریم کو تمام آنے والے زمانوں اور ان زمانوں کے لوگوں کے علاج اور دوا کی رو سے مناسبت نہ ہوتی تو اس عظیم الشان نبی کریم کو ان کے علاج کے واسطے قیامت تک ہمیشہ کے لئے ہرگز نہ بھیجتا۔ اور ہمیں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی نبی کی حاجت نہیں ؁	〃 〃 ۷۹
ولا شك انا نحن خیر امة اخرجت للناس فکم من کمال یوجد فی الانبیاء بالاصالة ویحصل لنا افضل منه واولی منه بالطریق الظلی۔	اور بلا شک ہم اعلیٰ درجہ کی اُمت ہیں جو لوگوں کی بھلائی کے لئے کھڑے کئے گئے ہیں اور کتنے کمال ہیں جو نبیوں میں اصالتاً پائے جاتے ہیں اور ہمیں ان سے بہتر اور افضل ظلی طریق سے مل جاتے ہیں ؁	〃 〃 ۷۷
الا تری الی قول رسول الله صلی الله علیه وسلم اذ	کیا تو نہیں دیکھتا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول کی طرف کہ	〃 〃 ۷۷و۷۸

حمامة البشریٰ صفحہ ۷۷

قال ان فی الجنة مكانا لاینا له الا رجل واحد وارجوا ان اكون انا هو فبكى رجل من سماع هذا الكلام وقال يارسول الله صلى الله عليه وسلم لا اصبر على فراقك ولا استطيع ان تكون فی مكان وانا فی مكان بعيد عنك محجوبا عن روية وجهك فقال له رسول الله صلى الله عليه وسلم انت تكون معی وفی مكانی فانظر كيف فضله على الانبياء الذين لا يجدون ذالك المكان۔

فرمایا جنت میں ایک مکان ہے اس کو صرف ایک ہی آدمی پائیگا۔ اور میں امید کرتا ہوں اس کا پانیوالا میں ہی ہونگا۔ ایک شخص اس بات کو سن کر رونے لگا اور کہنے لگا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں تیرے فراق کی طاقت نہیں رکھتا اور نہ مجھ سے یہ برداشت ہوسکتی ہے کہ آپ ایک مکان میں ہوں اور میں آپ سے اتنے دور مکان میں محجوب ہوں اور آپکے دیدار سے مشرف نہ ہوسکوں اسکو رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ تو میرے ساتھ اور میرے ہی مکان میں ہوگا پس دیکھو اس شخص کو ان انبیاء پر فضیلت ہے جنکو وہ مکان میسر نہیں آسکتا

،، ،، ۷۸

ولما كانت كمالات الانبياء كاجزاء متفرقة وامرنا ان نطلبها كلها ونجمع مجموعة تلك الاجزاء فی انفسنا فلزم ان يحصل لنا شیئ بالظلية ومتابعت رسول الله صلى الله عليه وسلم مالم يحصل لفرد فرد من الانبياء وقد اتفق علماء الاسلام انه قد يوجد فضيلة جزئية فی غير نبی لا توجد فی نبی۔

اور جبکہ انبیاء کے کمالات اجزائے متفرقہ کی طرح ہیں اور ہمیں حکم ہے کہ ہم سب کے سب طلب کریں اور ان تمام اجزاء کے مجموعہ کو اپنے نفوس میں جمع کریں پس لازم ہوا کہ وہ شے ہمیں ظلی طور سے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ کی متابعت سے حاصل ہو جبکہ ہم تمام انبیاء سے فرداً فرداً حاصل نہیں کرسکتے اور علماء اسلام نے اس امر پر اتفاق کیا ہے کہ بعض جزوی فضیلت غیر نبی میں پائی جاتی ہے جو نبی میں نہیں پائی جاتی۔

،، ،، ۷۹

ومن اعتراضات المكفرين انهم قالوا ان هذا الرجل ادعى النبوة وقال انی من النبيين۔ اما الجواب فاعلم يا اخی انی ما ادعيت النبوة وما قلت لهم انی نبی ولكن تعجلوا واخطاؤا فی فهم قولی۔

اور مکفرین کے اعتراضوں میں سے ایک اعتراض یہ ہے کہ یہ شخص نبوت کا مدعی ہے اور کہتا ہے کہ میں نبی ہوں سو اس کا جواب یہ ہے کہ اے بھائی معلوم رہے میں نے نبوت کا دعویٰ نہیں کیا اور نہ میں نے انہیں کہا ہے کہ میں نبی ہوں لیکن ان لوگوں نے جلدی کی اور میرے قول کے سمجھنے میں غلطی کی۔

،، ،، ،،

وما قلت للناس الا ما كتبت فی كتبی من انی محدث ويكلمنی الله كما يكلم المحدثين والله يعلم انه اعطانی هذه المرتبة فكيف ارد ما اعطانی الله وروزقنی من رزق اعرض عن فيض رب العالمين وما كان لی ان ادعی النبوة واخرج من الاسلام والحق بقوم كافرين وها انی لا اصدق الهاما من الهامانی الا بعد ان اعرضه على كتاب الله واعلم انه كلما يخالف القرآن فهو كذب والحاد وزندقة فكيف ادعی النبوة وانا من

میں نے لوگوں سے سوائے اس کے جو میں نے اپنی کتابوں میں لکھا اور کچھ نہیں کہا کہ میں محدث ہوں اور اللہ تعالیٰ مجھ سے اسی طرح کلام کرتا ہے جس طرح محدثین سے اور اللہ جانتا ہے کہ اس نے مجھے یہ مرتبہ عطا فرمایا ہے اور میں اس بات کو جو اللہ نے مجھے عطا کی اور مرحمت فرمائی کس طرح رد کردوں کیا میں رب العالمین کے فیض سے اعراض کروں اور یہ مجھے کہاں حق پہنچتا ہے کہ میں ادعا نبوت کروں اور اسلام سے خارج ہو جاؤں اور قوم کافرین سے جا کر مل جاؤں اور میں تو اپنے الہام کو جبتک کتاب اللہ پر عرض نہیں کرلیتا میں انکو سچا نہیں سمجھتا اور میں جانتا ہوں کہ جب کبھی الہام قرآن کریم کو مخالف

المسلمین۔ و احمد اللہ علیٰ انی ما وجدت الہاما من الہاماتی یخالف کتاب اللہ بل وجدت کلہا موافقا بکتاب رب العلمین۔

ہو تو وہ جھوٹ اور الحاد اور زندقہ ہے اور یہ کیونکر ممکن ہے کہ مسلمان ہو کر نبوت کا ادعا کروں اور میں خدا تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہوں کہ میں نے اپنے الہاموں سے کوئی الہام ایسا نہیں پایا جو کتاب اللہ کے مخالف ہے بلکہ میں نے الہاموں کو کل کا کل موافق کتاب اللہ پایا۔

حمامۃ البشریٰ صفحہ ۷۹

فانظر کیف من اللہ علینا و امرنا فی ام الکتاب لنطلب فیہ ھدایات الانبیاء کلہا لیکشف علینا کلما کشف علیہم ولکن بالاتباع والظلیۃ وعلے قدر ظروف الاستعدادات والھمم۔

پس نگاہ کرو کہ کس طرح اللہ تعالیٰ نے ہم پر احسان کیا اور ہمیں ام الکتاب میں حکم دیا کہ کل ہدایات انبیاء طلب کریں تاکہ ہم پر کھل جائیں جیسے ان پر کھلیں بذریعہ اتباع اور ظلی طور پر اور حسب مقدار ظروف استعداد اور ہمت کے۔

" " ۸۰ و ۸۱

واما ما ثبت من سنت رسول اللہ و آثارہ فی ھذا الباب فاعلم انہ قال صلے اللہ علیہ وسلم لقد کان فی من کان قبلکم من بنی اسرائیل رجال یکلمون من غیر ان یکونوا انبیاء فان یک فی امتی منھم احد فعمر۔ وقال قد کان فیما مضیٰ قبلکم من الامم محدثون ان کان فی اُمتی ھذہ منھم فانہ عمر بن الخطاب۔ وجاء فی البخاری فی آیۃ وما ارسلنا من قبلک من رسول ولا نبی الا اذا تمنی الآیۃ۔

اور وہ جو اس بارہ میں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اور آثار سے ثابت ہے وہ یہ ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے تم سے پہلے بنی اسرائیل میں ایسے لوگ ہوتے تھے جو خدا تعالیٰ سے ہمکلامی کا شرف رکھتے تھے حالانکہ وہ نبی نہیں ہوتے تھے اور اگر میری اُمت میں کوئی اس قسم کا ہے تو منجملہ ان کے ایک عمر بھی ہے اور فرمایا کہ ان امتوں میں جو تم سے پہلے گذر چکی ہیں محدث ہوتے تھے اور اگر میری اس امت میں کوئی محدث ہے تو منجملہ انکے ایک عمر بن خطاب ہے اور بخاری میں اس آیت میں وما ارسلنا من قبلک من رسول ولا نبی الا اذا تمنی الآیۃ یوں آیا ہے۔

" " ۸۱

عن ابن عباس انہ کان یزید فیہ ولا محدث یعنی یقرء وما ارسلنا من قبلک من رسول ولا نبی ولا محدث

ابن عباس سے روایت ہے کہ آیت مذکور میں ولا محدث زیادہ کرتا تھا یعنی وہ یوں پڑھتا تھا وما ارسلنا من قبلک من رسول ولا نبی ولا محدث۔

وانی کتبت فی بعض کتبی ان مقام التحدیث اشد تشبہا بمقام النبوۃ ولا فرق الا فرق القوۃ والفعل وما فہموا قولی وقالوا ان ھذا الرجل یدعی النبوۃ واللہ یعلم ان قولھم ھذا کذب بحت لا یمازجہ شیئ من الصدق ولا اصل لہ اصلا۔

اور میں نے اپنی بعض کتابوں میں لکھا ہے کہ تحدیث کا مقام مقام نبوت سے شدید مشابہت رکھتا ہے اور سوائے قوت اور فعل کے ان میں کوئی فرق نہیں لیکن ان لوگوں نے میرے قول کو نہیں سمجھا بلکہ یہی کہا کہ یہ شخص نبوت کا مدعی ہے اور اللہ جانتا ہے کہ ان کا یہ قول صریح کذب ہے اور اس میں ذرہ بھی سچائی کی چاشنی نہیں اور نہ اس کا کوئی اصل ہے۔

" " "

وانی واللہ اومن باللہ ورسولہ واومن بانہ خاتم النبیین نعم قلت ان اجزاء النبوۃ توجد فی المحدثیت کلہا ولکن بالقوۃ لا بالفعل فالمحدث نبی بالقوۃ ولو لم یکن

اور بخدا کہ لایزال میں اللہ اور اس کے رسول پر ایمان رکھتا ہوں اور اس امر پر بھی میرا ایمان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں ہاں یہ سچ ہے کہ میں نے یہ کہا ہے کہ محدث میں تمام اجزاء نبوت

" " "

حمامة البشری صفحہ ۱۸

سد باب النبوة لکان نبیًا بالفعل وجاز علی هذا ان
نقول النبی محدث علی وجه الکمال لانه جامع لجمیع
الکمالات علی الوجه الاتم الابلغ بالفعل وکذالک جاز
ان نقول ان المحدث نبی بناء علی استعداده الباطنی
اعنی ان المحدث نبی بالقوة وکمالات النبوة جمیعها
مخفیة مضمرة فی التحدیث وما حبس ظهورها وخروجها
الی الفعل الا سد باب النبوة والی ذالک اشار النبی
صلی اللہ علیه وسلم فی قوله لو کان بعدی نبی لکان
عمر وما قال هذا الا بناء علی ان عمر کان محدثا فاشار
الی ان مادة النبوة وبذرها یکون موجودا فی التحدیث ٭

پائے جاتے ہیں لیکن بالقوة نہ بالفعل پس محدث بالقوہ نبی ہے اور اگر نبوت
کا دروازہ بند نہ ہوتا تو وہ بھی بالفعل نبی ہوتا اور بنا برعلیہ اس بات کا کہنا
جائز ہے کہ نبی کمال کی وجہ سے محدث ہے کیونکہ وہ علی وجہ الاتم تمام کمالات
کا بالفعل جامع ہوتا ہے اور اسی طرح جائز ہے کہ ہم کہیں کہ محدث استعداد
باطنی کی وجہ سے نبی ہوتا ہے کیونکہ محدث بالقوہ نبی ہوتا ہے اور کمالات
نبوت سب کے سب تحدیث میں مخفی اور مضمر ہوتے ہیں۔ اور باب نبوت کے بند
ہونیکی وجہ سے اسکا ظہور اور خروج فعل تک ہی محبوس ہے اور نبی صلی اللہ علیہ
وسلم نے اسی کی طرف اپنے قول میں کہ اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمر ہوتا
اشارہ کیا ہے اور یہ بات صرف اس بنا پر کہی ہے کہ عمر محدث تھا پس یہ اشارہ
پایا گیا کہ مادہ نبوت وتخم نبوت محدث میں موجود ہوتا ہے ٭

۸۲ ״ ״

محدث

ولاشک ان التحدیث موهبة مجردة لا تنال بکسب
البتة کما هو شان النبوة ویکلم اللہ المحدثین کما یکلم
النبیین ویرسل المحدثین کما یرسل الرسل ویشرب
المحدث من عین یشرب فیها النبی فلاشک انه نبی
لولا سد الباب وهذا هو السر فی ان رسول اللہ صلی
اللہ علیه وسلم اذا سمی الفاروق محدثا نفقفا علی اثره
قوله لو کان بعدی نبی لکان عمر وما کان هذا الا اشارة
الی ان المحدث یجمع کمالات النبوة فی نفسه ولا فرق
الا فرق الظاهر والباطن والقوة والفعل۔ فالنبوة
شجرة موجودة فی الخارج مثمرة بالغة الی حدها
والتحدیث کمثل بذر فیه یوجد فی القوة کلما یوجد
فی الشجر بالفعل وفی الخارج وهذا امثال واضح
للذین یطلبون معارف الدین والی هذا اشار
رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم فی حدیث علماء امتی
کانبیاء بنی اسرائیل والمراد من العلماء المحدثون

اور اس میں کوئی شک نہیں کہ تحدیث محض ایک موہبت ہے جو کسب سے ہرگز نہیں
ملتی جیسے کہ شان نبوت ہے اور محدث اسی طرح اللہ سے ہم کلام ہوتے ہیں
جس طرح نبی ہم کلام ہوتے ہیں اور محدث اسی طرح بھیجے جاتے ہیں جس طرح
رسول بھیجے جاتے ہیں اور محدث اسی چشمہ سے پیتے ہیں جس سے نبی پیتے ہیں
اور کچھ شک نہیں کہ اگر نبوت کا دروازہ بند نہ ہوتا تو وہ نبی ہوتا اور اس میں یہ سر
ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فاروق کو محدث سے موسوم کیا اور
اس کے بعد یہ فرمایا کہ اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمر ہوتا - اور یہاں
سوائے اس کے اور کوئی اشارہ نہیں کہ محدث کے نفس میں کمالات نبوت جمع ہوتے
ہیں اور سوائے فرق ظاہر وباطن اور قوت اور فعل کے اور کوئی فرق نہیں۔ پس نبوت
ایک درخت ہے جو خارج میں موجود ہے اور ثمردار ہے اور اپنی حد کو پہنچنے والا ہے
اور تحدیث مثل تخم کے ہے جس میں وہ سب باتیں بالقوہ پائی جاتی ہیں جو
شجر میں بالفعل پائی جاتی ہیں اور بالخارج اور یہ مثال ان لوگوں کیلئے واضح
ہے جو دین کے معارف کے طلبگار ہیں اور اس بات کی طرف رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے اس حدیث میں اشارہ فرمایا ہے کہ میری امت کے علماء بنی اسرائیل
کے انبیاء کی طرح ہیں۔ اور علماء سے مراد وہ محدث ہیں جن کو اپنے

الذین یوتون العلم من لدن ربھم ویکونون من المکلمین فانظر این ھذا واین ادعاء النبوۃ فلا تظن یا اخی انی قلت کلمۃ فیہ رائحۃ ادعاء النبوۃ کما فھم المتھورون فی ایمانی وعرضی بل کلما قلت انما قلتھا تبیینًا لمعارف القرآن ودقائقہ وانما الاعمال بالنیات ومعاذ اللہ ان ادعی النبوۃ بعد ما جعل اللہ نبینا وسیدنا محمدن المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین۔

رب کی جانب سے علم دیا جاتا ہے اور مکلمین میں سے ہو جاتے ہیں۔ پس دیکھو کہاں یہ اور کہاں ادعاء نبوت۔ اور اے برادر مت گمان کرو کہ میں نے جو بات کہی ہے اس میں ادعائے نبوت کی کچھ بو پائی جاتی ہے جیسے کہ متہوروں نے میرے ایمان اور آبرو کی نسبت سمجھ لیا۔ جب میں نے اس بارہ میں کچھ کہا ہے تو محض قرآن کے معارف اور دقائق کے بیان کرنیکے لئے کہا اور اعمال کا نتیجہ نیتوں پر ہے اور خدا کی پناہ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ جبکہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے نبی اور سردار جہان محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین بنا دیا میں نبوت کا مدعی ہوں۔

حمامۃ البشریٰ صفحہ ۸۰

بالآخر پھر میں عامہ ناس پر ظاہر کرتا ہوں کہ مجھے اللہ جل شانہ کی قسم ہے کہ میں کافر نہیں لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ میرا عقیدہ ہے اور لکن رسول اللہ وخاتم النبیین پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت میرا ایمان ہے۔ میں اپنے اس بیان کی صحت پر اس قدر قسمیں کھاتا ہوں جس قدر خدا تعالیٰ کے پاک نام ہیں۔ اور جس قدر قرآن کریم کے حرف ہیں اور جس قدر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خدا تعالیٰ کے نزدیک کمالات ہیں۔ کوئی عقیدہ میرا اللہ اور رسول کے فرمودہ کے خلاف نہیں۔

کرامات الصادقین صفحہ ۲۵

ثم یاخذ یدہ ویرقیہ الی اعلیٰ مراتب الارتقاء والعرفان ویدخلہ فی الذین خلوا من قبلہ من الصلحاء والاولیاء والرسل والنبیین فیعطی کمالا کمثل کمالھم وجمالا کمثل جمالھم وجلالا کمثل جلالھم وقد یقتضی الزمان والمصلحۃ ان یرسل ھذا الرجل علی قدم نبی خاص فیعطی لہ علما کعلمہ وعقلا کعقلہ ونورا کنورہ واسما کاسمہ ویجعل اللہ ارواحھما کمرایا متقابلۃ فیکون النبی کالاصل والولی کالظل۔

پھر اس کا ہاتھ پکڑتا ہے اور اسے ارتقاء اور معرفت کے اعلیٰ مراتب کی طرف ترقی دیتا ہے اور اسے ان لوگوں میں داخل کرتا ہے جو گذر چکے اس سے پہلے صلحا سے اور اولیا سے اور رسولوں سے اور نبیوں سے پس اسے انکے کمال جیسا کمال عطا کرتا ہے اور انکے جمال جیسا جمال اور انکے جلال جیسا جلال اور زمانہ اور مصلحت اس بات کا اقتضاء کرتے ہیں کہ اس آدمی کو ایک خاص نبی کے قدم پر بھیجا جائے سو اسے دیا جاتا ہے اس کے علم جیسا علم اور اسکی عقل جیسی عقل اور اس کے نور جیسا نور اور اس کے نام جیسا نام اور اللہ تعالیٰ ان دونوں کے ارواح

ان کمالات النبیین لیست ککمالات رب العلمین وان اللہ احد صمد وحدہ لا شریک لہ فی ذاتہ ولا فی صفاتہ واما الانبیاء فلیسوا کذالک بل جعل اللہ لھم وارثین من المتبعین الصادقین فامتھم ورثاءھم یجدون ما وجد انبیاءھم ان کانوا لھم متبعین

نبیوں کے کمالات رب العالمین کے کمالات کی طرح نہیں اور اللہ ایک صمد لا شریک ہے۔ اپنی ذات میں اور صفات میں مگر نبی ایسے نہیں ہوتے بلکہ اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے سچے پیروؤں میں ان کے وارث بنائے ہیں پس ان کی امت ان کی وارث ہوتی ہے وہ پاتے ہیں وہی جو ان کے نبیوں نے پایا اگر وہ ان کے پیرو ہوں۔

وتدل آیۃ اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم ان تراث السابقین من المرسلین والصدیقین

اور آیت اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ پہلوں کی وراثت جو مرسلین اور صدیقوں میں سے ہو گذرے

کرامات الصادقین صفحہ ۵۵

کرامات الصادقین صفحہ ۸۹

حق واجب غیر مجذوذٍ ومفروضٌ للاحقین من المومنین الصالحین الی یوم الدین وھم یرثون الانبیاء ویجدون ما وجدوا من انعامات اللہ۔ وھذا ھو الحق فلا تکن من الممترین۔

" " ۹۰

فلا یخفی ان اللہ جعلنا فی ھذا الدعاء کاظلال الانبیاء واورثنا واعطانا المعلوم والمکتوم والمعکوم والمختوم ومن کل الآلاء والنعماء
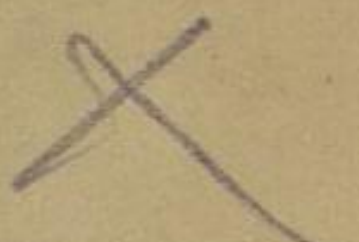
ہیں۔ حق واجب ہے جو کبھی منقطع نہیں ہوتا اور مقرر کیا گیا ہے۔ ان سے ملنے والوں کے لئے جو مومن صالح ہوں قیامت کے دن تک اور وہ نبیوں کے وارث ہوتے ہیں اور پاتے ہیں جو پائے انہوں نے اللہ کے انعام اور یہ سچ ہے پس تو جھگڑنے والوں میں سے نہ ہو*

پس تو مخفی رہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس دعا میں ہم کو نبیوں کے ظلوں کی طرح بنایا ہے اور ہم کو وارث بنایا ہے اور دیا ہے جو معلوم ہے اور جو چھپا ہوا ہے اور جو نہاں ہے اور جس پر مہر لگائی گئی ہے اور ہر قسم کی نعمتوں اور برکتوں سے

جنگ مقدس صفحہ ۶۷

میرا نبوت کا کوئی دعویٰ نہیں۔ یہ آپ کی غلطی ہے یا آپ کسی خیال سے کہہ رہے ہیں کیا یہ ضروری ہے کہ جو الہام کا دعوےٰ کرتا ہے وہ نبی بھی ہو جائے۔ میں تو محمدی اور کامل طور پر اللہ و رسول کا متبع ہوں اور ان نشانوں کا نام معجزہ رکھنا نہیں چاہتا۔ بلکہ ہمارے مذہب کے رو سے ان نشانوں کا نام کرامات ہے جو اللہ کے رسول کی پیروی سے دیئے جاتے ہیں*

شہادت القرآن صفحہ ۲۷ دوسرا ایڈیشن

مسیح موعود نے بھی چودھویں صدی کے سر پر ظہور کیا اور محمدی سلسلہ موسوی سلسلہ سے انطباق کلی پا گیا اور اگر یہ کہا جائے کہ موسوی سلسلہ میں تو حمایت دین کے لئے نبی آتے رہے۔ اور حضرت مسیح بھی نبی تھے تو اس کا جواب یہ ہے کہ مرسل ہونے میں نبی اور محدث ایک ہی منصب رکھتے ہیں۔ اور جیسا کہ خدا تعالےٰ نے نبیوں کا نام مرسل رکھا۔ اور ایسا ہی محدثین کا نام بھی مرسل رکھا۔ اسی اشارہ کی غرض سے قرآن شریف میں وقفینا من بعدہ بالرسل آیا ہے اور یہ نہیں آیا کہ قفینا من بعدہ بالانبیاء پس یہ اسی بات کی طرف اشارہ ہے۔ کہ رسل سے مراد مرسل ہیں۔ خواہ وہ رسول ہوں یا نبی ہوں یا محدث ہوں۔ چونکہ ہمارے سید و رسول صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں اور بعد آنحضرت صلعم کوئی نبی نہیں آسکتا اس لئے اس شریعت میں نبی کے قائم مقام محدث رکھے گئے۔ اور اسی کی طرف اس آیت میں اشارہ ہے کہ ثلۃ من الاولین وثلۃ من الاخرین چونکہ ثلہ کا لفظ دونوں فقروں میں برابر آیا ہے اس لئے قطعی طور پر بیان سے ثابت ہوا کہ اس اُمت کے محدث اپنی تعداد میں اور اپنے طولانی سلسلہ میں موسوی امت کے مرسلوں کے برابر ہیں*

" " ۵۵

" " ۲۶

اب چونکہ مماثلت فی الانعامات ہونا ازبس ضروری ہے اور مماثلت تامہ تب ہی متحقق ہو سکتی تھی۔ کہ جب مماثلت فی الانعامات متحقق ہو پس اسی لئے یہ ظہور میں آیا کہ جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو قریباً چودہ سو برس تک اپنے خدام شریعت عطا کئے گئے کہ وہ رسول اور ملہم من اللہ تھے۔ اور اختتام اس سلسلہ کا ایک ایسے رسول پر ہوا جس نے تلوار سے نہیں بلکہ فقط رحمت اور خلق سے حق کی طرف دعوت کی اسی طرح ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی وہ

شہادت القرآن صفحہ ۴۶

خدام شریعت عطا کئے گئے جو بر طبق حدیث علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل ملہم اور محدث تھے ؏

〃 〃 ۴۷

لیکن افسوس کہ معترض بے خبر نے ناحق آیت الیوم اکملت لکم دینکم کو پیش کر دیا۔ ہم کب کہتے ہیں کہ مجدد اور محدث دنیا میں آکر دین میں سے کچھ کم کرتے ہیں یا زیادہ کرتے ہیں بلکہ ہمارا تو یہ قول ہے کہ ایک زمانہ گذرنے کے بعد جب پاک تعلیم پر خیالات فاسدہ کا ایک غبار پڑ جاتا ہے۔ اور حق خالص کا چہرہ چھپ جاتا ہے۔ تب اس خوبصورت چہرہ کو دکھلانے کے لئے مجدد اور محدث اور روحانی خلیفے آتے ہیں۔ نہ معلوم کہ بیچارہ معترض نے کہاں سے اور کس سے سُن لیا کہ مجدد اور روحانی خلیفے دنیا میں آکر دین کی کچھ ترمیم و تنسیخ کرتے ہیں نہیں وہ دین کو منسوخ کرنے نہیں آتے بلکہ دین کی چمک اور روشنی دکھانے کو آتے ہیں ؏

〃 〃 ۴۸

اور اس جگہ یہ بھی یاد رہے کہ دین کی تکمیل اس بات کو مستلزم نہیں جو اس کی مناسب حفاظت سے بکلی دست بردار ہو جائے۔ مثلاً اگر کوئی گھر بنا دے اور اس کے تمام کمرے سلیقہ سے تیار کرے۔ اور اس کی تمام ضرورتیں جو عمارت کے متعلق ہیں باحسن وجہ پوری کر دیوے اور پھر مدت کے بعد اندھیریاں چلیں اور بارشیں ہوں اور اس گھر کے نقش و نگار پر گرد و غبار بیٹھ جائے اور اس کی خوبصورتی چھپ جاوے اور اس کا کوئی وارث اس گھر کو صاف اور سفید کرنا چاہے مگر اس کو منع کر دیا جاوے کہ گھر تو مکمل ہو چکا ہے تو ظاہر ہے کہ یہ منع کرنا سراسر حماقت ہے۔ افسوس کہ ایسے اعتراضات کرنے والے نہیں سوچتے کہ تکمیل شے دیگر ہے اور وقتاً فوقتاً ایک مکمل عمارت کی صفائی کرنا یہ اور بات ہے۔ یہ یاد رہے کہ مجدد لوگ دین میں کچھ کمی بیشی نہیں کرتے۔ ہاں گم شدہ دین کو پھر دلوں میں قایم کرتے ہیں۔ اور یہ کہنا کہ مجددوں پر ایمان لانا کچھ فرض نہیں خدا تعالیٰ کے حکم سے انحراف ہے کیونکہ وہ فرماتا ہے کہ ومن کفر بعد ذالک فاولئک ھم الفاسقون۔ بعد اس کے جو خلیفے بھیجے جائیں۔ پھر جو شخص ان کا منکر رہے وہ فاسقوں میں سے ہے ؏

〃 〃 ۵۰

ماسوا اس کے امت کو ہر ایک زمانہ میں نئی مشکلات بھی تو پیش آتی ہیں اور قرآن جامع جمیع علوم تو ہے لیکن یہ ضروری نہیں کہ ایک ہی زمانہ میں اس کے تمام علوم ظاہر ہو جائیں۔ بلکہ جیسی جیسی مشکلات کا سامنا ہوتا ہے ویسے ویسے قرآنی علوم کھلتے ہیں اور ہر ایک زمانہ کی مشکلات کے مناسب حال ان مشکلات کو حل کرنے والے روحانی معلم بھیجے جاتے ہیں۔ جو وارث رسل ہوتے ہیں اور ظلی طور پر رسولوں کے کمالات کو پاتے ہیں اور جس مجدد کی کارروائیاں کسی ایک رسول کی منصبی کارروائیوں سے شدید مشابہت رکھتی ہیں وہ عند اللہ اسی رسول کے نام سے پکارا جاتا ہے ؏

〃 〃 ۵۳

اللہ جل شانہ فرماتا ہے واما ما ینفع الناس فیمکث فی الارض الجزو نمبر ۱۳ یعنی جو چیز انسانوں کو نفع پہنچاتی ہے وہ زمین پر باقی رہتی ہے۔ اب ظاہر ہے کہ دنیا میں زیادہ تر انسانوں کو نفع پہنچانے والے گروہ انبیاء ہیں کہ جو خوارق سے معجزات سے پیشگوئیوں سے حقایق سے معارف سے اپنی راستبازی کے نمونہ سے انسانوں کے ایمان کو قوی کرتے ہیں اور حق کے طالبوں کو دینی نفع پہنچاتے ہیں۔ اور یہ بھی ظاہر ہے کہ وہ دنیا میں کچھ بہت مدت تک نہیں رہتے۔ بلکہ تھوڑی سی زندگی

شہادت القرآن صفحہ ۵۲ — بسر کرکے اس عالم سے اُٹھائے جاتے ہیں۔ لیکن آیت کے مضمون میں خلاف نہیں اور ممکن نہیں کہ خدا تعالیٰ کا کلام خلاف واقع ہو۔ پس انبیاء کی طرف نسبت دیگر معنے آیت کے یوں ہوں گے کہ انبیاء من حیث الظل باقی رکھے جاتے ہیں اور خدا تعالیٰ ظلی طور پر ہر ایک ضرورت کے وقت میں کسی اپنے بندہ کو ان کی نظیر اور مثیل پیدا کر دیتا ہے جو انہیں کے رنگ میں ہوکر ان کی دائمی زندگی کا موجب ہوتا ہے۔ اور اسی ظلی وجود کے قائم رکھنے کے لئے خدا تعالیٰ نے اپنے بندوں کو یہ دعا سکھلائی ہے اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیہم یعنی اے خدا ہمارے ہمیں وہ سیدھی راہ دکھا جو تیرے ان بندوں کی راہ ہے جن پر تیرا انعام ہے۔ اور ظاہر ہے کہ خدا تعالیٰ کا انعام جو انبیاء پر ہوا تھا جس کے مانگنے کے لئے اس دعا میں حکم ہے وہ درم اور دینار کی قسم میں سے نہیں بلکہ وہ انوار اور برکات اور محبت اور یقین اور خوارق اور تائید سماوی اور قبولیت اور معرفت تامہ کاملہ اور وحی اور کشف کا انعام ہے۔ اور خدا تعالیٰ نے اس امت کو اس انعام کے مانگنے کے لئے تب ہی حکم فرمایا کہ اول اس انعام کے عطا کرنے کا ارادہ بھی کر لیا ہے۔ پس اس آیت سے بھی کھلے کھلے طور پر یہی ثابت ہوا کہ خدا تعالیٰ اس امت کو ظلی طور پر تمام انبیاء کا وارث ٹھیراتا ہے۔ تا انبیاء کا وجود ظلی طور پر ہمیشہ باقی رہے۔ اور دنیا ان کے وجود سے کبھی خالی نہ ہو۔

〃 〃 ۵۹ — ایسا ہی اس امت میں بھی ان ہی کے ہم رنگ اور اس زمانہ کے مشابہ ایک محدث ایسے وقت میں پیدا ہونا ضروری ہے کہ جب یہ امت بھی اسی طور پر بگڑ جائے کہ جیسے عیسیٰ علیہ السلام کے وقت میں یہودی بگڑے ہوئے تھے۔

〃 〃 ۵۷ دوسرا ایڈیشن — اب جب کہ قرآن شریف کے رو سے بھی ثابت ہوا کہ اس اُمت مرحومہ میں سلسلہ خلافت دائمی اسی طور پر اور اسی کی مانند قایم کیا گیا ہے جو حضرت موسیٰ کی شریعت میں قایم کیا گیا تھا اور صرف اس قدر لفظی فرق رہا کہ اس وقت تائید دین عیسوی کے لئے نبی آتے تھے۔ اور اب محدث آتے ہیں۔

برکات الدعا۔ صفحہ ۱۲ — صاحب وحی محدثیت اپنے نبی متبوع کا پورا ہم رنگ ہوتا ہے۔ اور بغیر نبوت اور تجدید احکام کے وہ سب باتیں اس کو دی جاتی ہیں جو نبی کو دی جاتی ہیں..... اور یہ راہ اس امت کے لئے کھلی ہے..... خدا تعالیٰ وعدہ کر چکا ہے کہ بجز مطہرین کے علم نبوت کسی کو نہیں دیا جائے گا۔

〃 〃 ۱۳ و ۱۴ — اسلام کے زندہ ہونے کا ثبوت اور نبوت کی یقینی حقیقت جو ہمیشہ ہر ایک زمانہ میں منکرین وحی کو ساکت کر سکے۔ اسی حالت میں قایم رہ سکتی ہے کہ سلسلہ وحی بزرنگ محدثیت ہمیشہ کے لئے جاری رہے۔ سو اس نے ایسا ہی کیا۔ محدث وہ لوگ ہیں جو شرف مکالمہ الٰہی سے مشرف ہوتے ہیں اور ان کا جوہر نفس انبیاء کے جوہر نفس سے اشد مشابہت رکھتا ہے۔ اور وہ خواص عجیبہ نبوت کے ملئے بطور آیات باقیہ کے ہوتے ہیں تا یہ دقیق مسئلہ نزول وحی کا کسی زمانہ میں بے ثبوت ہو کر صرف بطور قصہ کے نہ ہو جائے۔

〃 〃 ۱۷ — میں نے دیکھا ہے کہ اس وحی کے وقت جو بزرنگ وحی ولایت میرے پر نازل ہوتی ہے۔ ایک خارجی اور شدید الاثر تصرف

کا احساس ہوتا ہے ؂

والقی فی روعی ان المراد من لفظ الروح فی آیۃ یوم یقوم الروح جماعۃ الرسل والنبیین والمحدثین اجمعین الذین یلقی الروح علیہم ویجعلون مکلمین۔

نور الحق حصہ اول صفحہ ۳۷

اور میرے دل میں ڈالا گیا اس آیت میں لفظ روح سے مراد رسولوں اور نبیوں اور محدثوں کی جماعت مراد ہے جن پر روح القدس ڈالا جاتا ہے اور خدا تعالیٰ کے ہمکلام ہوتے ہیں ؂

انوار الاسلام صفحہ ۳۴

اور اگر یہ اعتراض ہے کہ نبوت کا دعویٰ کیا ہے اور وہ کلمہ کفر ہے تو بجز اس کے کیا کہیں کہ لعنۃ اللہ علی الکاذبین المفترین ؂

سراج الدین عیسائی کے چار سوالوں کا جواب صفحہ ۱۵

یاد رہے کہ خدا تعالیٰ نے قرآن شریف میں اعلیٰ درجہ کی پاک زندگی کی یہ علامت بیان فرمائی ہے کہ ایسے شخص سے خوارق ظاہر ہوتے ہیں اور خدا تعالیٰ ایسے شخصوں کی دعا سنتا ہے اور ان سے ہم کلام ہوتا ہے اور پیش از وقت ان کو غیب کی خبریں بتلاتا ہے اور ان کی تائید کرتا ہے۔ سو ہم دیکھتے ہیں کہ ہزاروں اسلام میں ایسے ہوتے آئے ہیں۔ چنانچہ اس زمانہ میں یہ نمونہ دکھلانے کے لئے یہ عاجز موجود ہے ؂

سراج منیر صفحہ ۳-۲

جھوٹے الزام مجھ پر مت لگاؤ کہ حقیقی طور پر نبوت کا دعویٰ کیا۔ کیا تم نے نہیں پڑھا کہ محدث بھی ایک مرسل ہوتا ہے کیا قرأت وما محدث کی یاد نہیں رہی پھر یہ کیسی بیہودہ نکتہ چینی ہے کہ مرسل ہونے کا دعویٰ کیا ہے! اے نادانو! بھلا بتلاؤ کہ جو بھیجا گیا ہے اس کو عربی میں مرسل یا رسول ہی کہیں گے۔ یا اور کچھ کہیں گے۔ مگر یاد رکھو کہ خدا کے الہام میں اس جگہ حقیقی معنے مراد نہیں۔ جو صاحب شریعت سے تعلق رکھتے ہیں۔ بلکہ جو مامور کیا جاتا ہے وہ مرسل ہی ہوتا ہے۔ یہ سچ ہے کہ وہ الہام جو خدا نے اپنے اس بندہ پر نازل فرمایا اس میں اس بندہ کی نسبت نبی اور رسول اور مرسل کے لفظ بکثرت موجود ہیں۔ سو یہ حقیقی معنوں پر محمول نہیں ہیں ولکل ان یصطلح سو خدا کی یہ اصطلاح ہے جو اس نے ایسے لفظ استعمال کئے۔ ہم اس بات کے قائل اور معترف ہیں کہ نبوت کے حقیقی معنوں کی رو سے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نہ کوئی نیا نبی آسکتا ہے اور نہ پرانا۔ قرآن ایسے نبیوں کے ظہور سے مانع ہے۔ مگر مجازی معنوں کی رو سے خدا کا اختیار ہے کہ کسی ملہم کو نبی کے لفظ سے یا مرسل کے لفظ سے یاد کرے۔ .... عرب کے لوگ تو اب تک انسان کے فرستادہ کو بھی رسول کہتے ہیں۔ پھر خدا کو کیوں یہ حرام ہو گیا کہ مرسل کا لفظ مجازی معنوں پر بھی استعمال کرے۔ کیا قرآن میں سے فقالوا انا الیکم مرسلون بھی یاد نہیں رہا۔ انصافاً دیکھو کیا یہی تکفیر کی بنا ہے اگر خدا کے حضور میں پوچھے جاؤ تو بتاؤ کہ میرے کافر ٹھیرانے کے لئے تمہارے ہاتھ میں کونسی دلیل ہے بار بار کہتا ہوں کہ یہ الفاظ رسول اور مرسل اور نبی کے میرے الہام میں میری نسبت خدا تعالیٰ کی طرف سے بے شک ہیں۔ لیکن اپنے حقیقی معنوں پر محمول نہیں ہیں اور جیسے یہ محمول نہیں ایسے ہی وہ نبی کر کے پکارنا جو حدیثوں میں مسیح موعود کے لئے آیا ہے وہ بھی اپنے حقیقی معنوں پر اطلاق نہیں پاتا۔ یہ وہ علم ہے جو خدا نے مجھے دیا ہے جس نے سمجھنا ہو سمجھ لے۔ میرے پر یہی کھولا گیا ہے کہ حقیقی نبوت کے دروازے خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بکلی بند ہیں۔ اب نہ کوئی جدید نبی حقیقی معنوں کی رو سے آسکتا ہے اور نہ کوئی قدیم نبی۔ مگر ہمارے ظالم مخالف ختم نبوت کے دروازوں کو پورے طور پر بند نہیں سمجھتے بلکہ ان کے نزدیک مسیح اسرائیلی

سراج منیر صفحہ ۲و۳

نبی کے واپس آنے کے لئے ابھی ایک کھڑکی کھلی ہے۔ پس جب قرآن کے بعد بھی ایک حقیقی نبی آگیا اور وحی نبوت کا سلسلہ شروع ہوا تو کہو کہ ختم نبوت کیونکر اور کیا ہوا کیا نبی کی وحی وحی نبوت کہلائے گی یا کچھ اور۔

، ، ۴

تم تو قایل ہو کہ جزئی فضیلت ایک ادنے شہید کو ایک بڑے نبی پر ہو سکتی ہے۔ اور یہ سچ ہے کہ میں خدا کا فضل اپنے پر مسیح سے کم نہیں دیکھتا ...... اس کو کیا کہو گے جو کہا گیا ہو افضل من بعض الانبیاء۔

حجۃ اللہ صفحہ ۱۴

میں نے ان کتابوں کی تالیف سے صرف خدا کا نشان پیش کیا تھا۔ کیونکہ یہ ولایت کامل طور پر ظل نبوت ہے۔ خدا نے نبوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اثبات کے لئے پیشگوئیاں دکھلائیں۔

حاشیہ انجام آتھم صفحہ ۲۷

کیا ایسا بدبخت مفتری جو خود رسالت اور نبوت کا دعویٰ کرتا ہے۔ قرآن شریف پر ایمان رکھ سکتا ہے۔ اور کیا ایسا وہ شخص جو قرآن شریف پر ایمان رکھتا ہے اور آیت ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین کو خدا کا کلام یقین رکھتا ہے وہ کہہ سکتا ہے کہ میں بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد رسول اور نبی ہوں۔ صاحب انصاف طلب کو یاد رکھنا چاہیئے کہ اس عاجز نے کبھی اور کسی وقت حقیقی طور پر نبوت یا رسالت کا دعویٰ نہیں کیا اور غیر حقیقی طور پر کسی لفظ کو استعمال کرنا اور لغت کے عام معنوں کے لحاظ سے اس کو بول چال میں لانا مستلزم کفر نہیں۔ مگر میں اس کو بھی پسند نہیں کرتا کہ اس میں عام مسلمانوں کو دھوکا لگ جانے کا احتمال ہے۔ لیکن وہ مکالمات اور مخاطبات جو اللہ جل شانہ کی طرف سے مجھ کو ملے ہیں۔ جن میں یہ لفظ نبوت اور رسالت کا بکثرت آیا ہے ان کو میں بوجہ مامور ہونے کے مخفی نہیں رکھ سکتا۔ لیکن بار بار کہتا ہوں کہ ان الہامات میں جو لفظ مرسل یا رسول یا نبی کا میری نسبت آیا ہے (ایسے لفظ نہ اب سے بلکہ سولہ برس سے میرے الہامات میں درج ہیں چنانچہ براہین احمدیہ میں ایسے کئی مخاطبات الٰہیہ میری نسبت پاؤ گے) وہ اپنے حقیقی معنوں پر مستعمل نہیں ہے۔ اور اصل حقیقت جس کی میں علیٰ رؤس الاشہاد گواہی دیتا ہوں یہی ہے جو ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں اور آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا۔ نہ کوئی پرانا اور نہ کوئی نیا۔ ومن قال بعد رسولنا وسیدنا انی نبی او رسول علیٰ وجہ الحقیقۃ والافتراء وترک القرآن واحکام الشریعۃ الغراء فھو کافر کذاب۔

، ، ۲۸

لیکن یاد رکھنا چاہیئے کہ جیسا کہ ابھی ہم نے بیان کیا ہے۔ بعض اوقات خدا تعالیٰ کے الہامات میں ایسے الفاظ استعارہ اور مجاز کے طور پر اس کے بعض اولیاء کی نسبت استعمال ہو جاتے ہیں اور وہ حقیقت پر محمول نہیں ہوتے۔ سارا جھگڑا یہ ہے جس کو نادان متعصب اور طرف کھینچ کرلے گئے ہیں۔ آنے والے مسیح موعود کا نام جو صحیح مسلم وغیرہ میں زبان مقدس حضرت نبوی سے نبی اللہ نکلا ہے۔ وہ انہی مجازی معنوں کے رو سے ہے جو صوفیہ کرام کی کتابوں میں مسلم اور ایک معمولی محاورہ مکالمات الٰہیہ کا ہے۔ ورنہ خاتم الانبیاء کے بعد نبی کیسا۔

، ، ۱۴۳

دمن برلیئے ایں آمدم کہ از اخلاق بد منع کنم و طریق اخلاص و توحید بنمائم۔ و ہیچ دینے نداریم بجز دین اسلام و ہیچ کتابے نداریم بجز قرآن شریف و ہیچ پیغمبرے نداریم بجز حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کہ خاتم الانبیاء ماست۔

ضمیمہ رسالہ انجام آتھم صفحہ ۱۹

مکالمہ الٰہیہ کی حقیقت یہ ہے کہ خدا تعالیٰ اپنے نبیوں کی طرح اس شخص کو جو فنافی النبی ہے اپنے کامل مکالمہ کا شرف بخشے اور اس مکالمہ میں وہ بندہ جو کلیم اللہ ہو خدا سے گویا آمنے سامنے باتیں کرتا ہے وہ سوال کرتا ہے خدا اس کا جواب دیتا ہے۔ گو ایسا سوال جواب پچاس دفعہ واقعہ ہو یا اس سے زیادہ بھی خدا تعالیٰ اپنے مکالمہ کے ذریعہ سے تین نعمتیں اپنے کامل بندہ کو عطا فرماتا ہے۔ اول ان کی اکثر دعائیں قبول ہوتی ہیں۔ اور قبولیت سے اطلاع دی جاتی ہے۔ دوم اس کو خدا تعالیٰ بہت سے امور غیبیہ پر اطلاع دیتا ہے۔ سوم۔ اس پر قرآن شریف کے بہت سے علوم حکمیہ بذریعہ الہام کھولے جاتے ہیں بس جو شخص اس عاجز کا مکذب ہو کر پھر یہ دعویٰ کرتا ہے کہ یہ ہنر مجھ میں پایا جاتا ہے۔ میں اس کو خدا تعالیٰ کی قسم دیتا ہوں کہ ان تینوں باتوں میں میرے ساتھ مقابلہ کرے......

ضرورت الامام صفحہ ۱۲

چھٹے کشوف اور الہامات کا سلسلہ ہے جو امام الزمان کے لئے ضروری ہوتا ہے امام الزمان اکثر بذریعہ الہامات کے خدا تعالیٰ سے علوم اور حقایق اور معارف پاتا ہے اور اس کے الہامات دوسروں پر قیاس نہیں ہو سکتے کیونکہ وہ کیفیت اور کمیت میں اس اعلیٰ درجہ پر ہوتے ہیں جس سے بڑھ کر انسان کے لئے ممکن نہیں اور ان کے ذریعہ سے علوم کھلتے ہیں اور قرآنی معارف معلوم ہوتے ہیں اور دینی عقدے اور معضلات حل ہوتے ہیں اور اعلیٰ درجہ کی پیشگوئیاں جو مخالف قوموں پر اثر ڈال سکیں ظاہر ہوتی ہیں۔ غرض جو لوگ امام الزمان ہوں ان کے کشوف اور الہام ذاتیات تک محدود نہیں ہوتے بلکہ نصرت دین اور تقویت ایمان کے لئے نہایت مفید اور مبارک ہوتے ہیں اور خدا تعالیٰ ان سے نہایت صفائی سے مکالمہ کرتا ہے۔ اور ان کی دعا کا جواب دیتا ہے..... اور امام الزمان کی الہامی پیش گوئیاں اظہار علی الغیب کا مرتبہ رکھتی ہیں یعنی غیب کو ہر ایک پہلو سے اپنے قبضہ میں کر لیتی ہیں۔ جیسا کہ چابک سوار گھوڑے کو اپنے قبضہ میں کرتا ہے اور یہ قوت اور انکشاف اس لئے ان کے الہام کو دیا جاتا ہے کہ تا ان کے پاک الہام شیطانی الہامات سے مشتبہ نہ ہوں۔ اور تا دوسروں پر حجت ہو سکیں۔

ضرورۃ الامام صفحہ ۲۴

یاد رہے کہ امام الزمان کے لفظ میں نبی رسول محدث مجدد سب داخل ہیں۔ مگر جو لوگ ارشاد اور ہدایت خلق اللہ کے لئے مامور نہیں ہوئے اور نہ وہ کمالات انکو دیئے گئے۔ وہ گو ولی ہوں یا ابدال ہوں امام الزمان نہیں کہلا سکتے.....

راز حقیقت صفحہ ۱۶

نبی کا لفظ صرف دو ہی قوموں کے نبیوں میں مشترک تھا۔ یعنی مسلمانوں اور بنی اسرائیل کے نبیوں میں اور اسلام میں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آسکتا۔

کتاب البریہ صفحہ ۹۰

رسالت کے دعویٰ کے بارہ میں مجھ کو خود ازالہ اوہام کے دیکھنے سے۔ دیز آپ کی وہ روحانی اور مردہ دلوں کو زندہ کرنیوالی تقریر سے جو جلسہ مذاہب لاہور میں پیش ہوئی میری تسلی ہو گئی ہے۔ جو محض افترا و بہتان ذات والا پر کسی نے باندھا ہے۔

حاشیہ کتاب البریہ صفحہ ۱۸۲

افترا کے طور پر ہم پر یہ تہمت لگاتے ہیں کہ گویا ہم نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے اور گویا ہم معجزات اور فرشتوں کے منکر ہیں لیکن یاد رہے کہ یہ تمام افترا ہیں۔ ہمارا ایمان ہے کہ ہمارے سید و مولا حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں اور ہم فرشتوں اور معجزات اور تمام عقاید اہل سنت کے قائل ہیں۔

حاشیہ کتاب البریہ صفحہ ۱۸۴

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بار بار فرما دیا تھا کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔ اور حدیث لانبی بعدی ایسی مشہور تھی کہ کسی کو اس کی صحت میں کلام نہ تھا۔ اور قرآن شریف جس کا لفظ لفظ قطعی ہے اپنی آیت کریمہ ولٰکن رسول اللّٰہ وخاتم النبیین سے بھی اس بات کی تصدیق کرتا تھا کہ فی الحقیقت ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت ختم ہو چکی ہے ۔

〃 〃 ۱۸۵

غرض قرآن شریف میں خدا تعالیٰ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نام خاتم النبیین رکھ کر اور حدیث میں خود آنحضرت نے لانبی بعدی فرما کر اس امر کا فیصلہ کر دیا تھا کہ کوئی نبی نبوت کے حقیقی معنوں کے رو سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نہیں آسکتا ۔

کشف الغطاء صفحہ ۴

اور اسلام کا اعتقاد ہے کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کبھی نبی نہیں آئیگا ۔

ایام الصلح صفحہ ۳۵

جیسا کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ پیشگوئی کہ قیصر و کسریٰ کے خزانوں کی کنجیاں آپ کے ہاتھ پر رکھی گئیں ہیں حالانکہ ظاہر ہے کہ پیشگوئی کے ظہور سے پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہو چکے تھے۔ اور آنجناب نے نہ قیصر اور کسریٰ کے خزانوں کو دیکھا اور نہ کنجیاں دیکھیں۔ مگر چونکہ مقدر تھا کہ وہ کنجیاں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ملیں کیونکہ حضرت عمرؓ کا وجود ظلی طور پر گویا آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود ہی تھا۔ اس لئے عالم وحی میں حضرت عمرؓ کا ہاتھ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ قرار دیا گیا ۔

〃 〃 ۴۱

اس جگہ یاد رہے کہ میں نے براہین احمدیہ میں غلطی سے توفی کے معنے ایک جگہ پورا دینے کے کئے ہیں جس کو بعض مولوی صاحبان بطور اعتراض پیش کیا کرتے ہیں۔ مگر یہ امر جائے اعتراض نہیں۔ میں مانتا ہوں کہ وہ میری غلطی ہے الہامی غلطی نہیں میں بشر ہوں اور بشریت کے عوارض مثلاً جیسا کہ سہو اور نسیان اور غلطی یہ تمام انسانوں کی طرح مجھ میں بھی ہیں۔ گو میں جانتا ہوں کہ کسی غلطی پر مجھے خدا تعالیٰ قایم نہیں رکھتا۔ مگر یہ دعویٰ نہیں کرتا کہ میں اپنے اجتہاد میں غلطی نہیں کر سکتا۔ خدا کا الہام غلطی سے پاک ہوتا ہے۔ مگر انسان کا کلام غلطی کا احتمال رکھتا ہے۔ کیونکہ سہو و نسیان لازمہ بشریت ہے۔ الخ ۔

〃 〃 ۴۷

علاوہ ان باتوں کے کہ مسیح ابن مریم کے دوبارہ آنے کو یہ آیت بھی روکتی ہے ولٰکن رسول اللّٰہ وخاتم النبیین اور ایسا ہی یہ حدیث بھی کہ لانبی بعدی یہ کیونکر جائز ہو سکتا ہے کہ باوجودیکہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں پھر کسی وقت دوسرا نبی آجائے اور وحی نبوت شروع ہو جائے؟ کیا یہ سب امور حکم نہیں کرتے کہ اس حدیث کے معنے کرنے کے وقت ضرور ہے کہ الفاظ کو ظاہر سے پھیرا جائے ۔

〃 〃 ۴۲

اگر کوئی کہے کہ حضرت عیسیٰ نبی اللہ ہو کر توریت کی تصدیق کیلئے آئے۔ پس انکے مقابل پر تمہاری گواہی کیا قدر رکھتی ہے۔ اس جگہ بھی تصدیق محمدیہ کے لئے کوئی نبی ہی چاہئے تھا۔ سو اس کا جواب یہ ہے کہ اسلام میں اس نبوت کا دروازہ تو بند ہے جو اپنا سکہ جماتی ہو۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ولٰکن رسول اللّٰہ وخاتم النبیین اور حدیث میں ہے لانبی بعدی اور با ایں ہمہ حضرت مسیح کی وفات نصوص قطعیہ سے ثابت ہو چکی۔ لہٰذا دنیا میں ان کے دوبارہ آنے کی امید طمع خام ہے۔ اور اگر کوئی اور نبی نیا یا پرانا آوے تو ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کیونکر خاتم الانبیاء رہیں۔ ہاں وحی ولایت اور مکالمات الٰہیہ کا دروازہ بند نہیں ہے ...... ۔

〃 〃 ۵۷

حدیث صحیح سے ثابت ہے کہ محدث بھی نبیوں اور رسولوں کی طرح خدا کے مرسلوں میں داخل ہے۔ بخاری میں وما ارسلنا من رسول ولا نبی ولا محدث کی قرأت غور سے پڑھو۔ اور نیز ایک دوسری حدیث میں ہے کہ علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل

ایام الصلح صفحہ ۷۵

صوفیہ نے اپنے مکاشفات سے بھی اس حدیث کی رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے تصحیح کی ہے۔ یہ بھی یاد رہے کہ مسلم میں مسیح موعود کے حق میں نبی کا لفظ بھی آیا ہے یعنی بطور مجاز اور استعارہ کے۔

〃 〃 ۸۶و۸۷

جن پانچ چیزوں پر اسلام کی بنا رکھی گئی ہے۔ وہ ہمارا عقیدہ ہے۔ اور جس خدا کے کلام یعنی قرآن کو پنجہ مارنا حکم ہے۔ ہم اس کو پنجہ مار رہے ہیں ...... اور ہم اس بات پر ایمان لاتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور سیدنا حضرت محمد مصطفےٰ صلعم اس کے رسول اور خاتم الانبیاء ہیں اور ہم ایمان لاتے ہیں کہ ملائک حق اور حشر اجساد حق اور روز حساب حق اور جنت حق اور جہنم حق ہے اور ہم ایمان لاتے ہیں کہ جو کچھ اللہ جل شانہ نے قرآن شریف میں فرمایا ہے اور جو کچھ ہمارے نبی صلعم نے فرمایا ہے وہ سب بلحاظ بیان مذکورہ بالا حق ہے اور ہم ایمان لاتے ہیں کہ جو شخص اس شریعت اسلام میں سے ایک ذرہ کم کرے یا ایک ذرہ زیادہ کرے یا ترک فرایض اور اباحت کی بنیاد ڈالے وہ بے ایمان اور اسلام سے برگشتہ ہے اور ہم اپنی جماعت کو نصیحت کرتے ہیں کہ وہ سچے دل سے اس کلمہ طیبہ پر ایمان رکھیں کہ لا الٰہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ اور اسی پر مریں اور تمام انبیاء اور تمام کتابیں جن کی سچائی قرآن شریف سے ثابت ہے۔ ان سب پر ایمان لاویں اور صوم اور صلوٰۃ اور زکوٰۃ اور حج اور خدا تعالیٰ اور اس کے رسول کے مقرر کردہ تمام فرایض کو فرایض سمجھ کر اور تمام منہیات کو منہیات سمجھ کر ٹھیک ٹھیک اسلام پر کاربند ہوں۔ غرض وہ تمام امور جن پر سلف صالحہ کو اعتقادی اور عملی طور پر اجماع تھا اور وہ امور جو اہل سنت کی اجماعی رائے سے اسلام کہلاتے ہیں ان سب کا ماننا فرض ہے۔

〃 〃 ۱۳۸

روحانیت کمل گاہے بر ارباب ریاضت اچناں تصرف مے فرماید کہ فاعل افعال شاں میگردد و ایں مرتبہ را صوفیا بروز می گویند ...... و در شرح فصوص الحکم می نویسد یعنی بغرض بیان کردن نظیر بروز می گوید کہ محمد بود کہ بصورت آدم در مبدا ظہور نمود یعنی بطور بروز در ابتدائے عالم روحانیت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم در آدم متجلی شد و ہم او باشد کہ در آخر بصورت خاتم ظاہر گردد یعنی در خاتم الولایت کہ مہدی است نیز روحانیت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم بروز و ظہور خواہد کرد و تصرفہا خواہد نمود و ایں را بروزات کمل گویند۔

〃 〃 ۱۴۶

ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا خاتم الانبیاء ہونا بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی موت کو ہی چاہتا ہے۔ کیونکہ آپ کے بعد اگر کوئی دوسرا نبی آجائے تو آپ خاتم الانبیاء نہیں ٹھیر سکتے اور نہ سلسلہ وحی نبوت کا منقطع متصور ہو سکتا ہے۔ اور اگر فرض بھی کرلیں کہ حضرت عیسیٰ امتی ہو کر آئیں گے تو شان نبوت تو ان سے منقطع نہیں ہوگی۔ گو امتیوں کی طرح وہ شریعت اسلام کی پابندی بھی کریں مگر یہ تو نہیں کہہ سکتے کہ اس وقت وہ خدا تعالیٰ کے علم میں نبی نہیں ہوں گے۔ اور اگر خدا تعالیٰ کے علم میں وہ نبی ہوں گے تو وہی اعتراض لازم آیا کہ خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ایک نبی دنیا میں آگیا اور اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کا استخفاف اور نص صریح قرآن کی تکذیب لازم آتی ہے۔ قرآن شریف میں مسیح ابن مریم کے دوبارہ آنے کا تو کہیں بھی ذکر نہیں۔ لیکن ختم نبوت کا بکمال تصریح ذکر ہے۔ اور پرانے یا نئے نبی کی تفریق کرنا یہ شرارت ہے۔ نہ حدیث میں نہ قرآن میں یہ تفریق موجود ہے۔ اور حدیث لا نبی بعدی میں بھی نفی عام ہے۔ پس یہ کس قدر جرأت اور دلیری اور گستاخی ہے کہ خیالات رکیکہ کی پیروی کر کے نصوص صریحہ قرآن کو عمداً چھوڑ

ایام الصلح صفحہ ۱۴۶ دیا جائے اور خاتم الانبیاء کے بعد ایک نبی کا آنا مان لیا جائے اور بعد اسکے کہ وحی نبوت منقطع ہو چکی تھی۔ پھر سلسلہ وحی نبوت کا جاری کر دیا جائے۔ کیونکہ جس میں شان نبوت باقی ہے اس کی وحی بلاشبہ نبوت کی وحی ہوگی۔

" " ۱۴۷ مسلم اور بخاری میں فقرہ امامکم منکم اور امکم منکم صاف موجود ہے۔ یہ جواب سوال مقدر کا ہے۔ یعنی جب کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں مسیح ابن مریم حکم عدل ہو کر آئے گا۔ تو بعض لوگوں کو یہ وسوسہ دامنگیر ہو سکتا تھا کہ پھر ختم نبوت کیونکر رہے گا اس کے جواب میں یہ ارشاد ہوا کہ وہ تم میں سے ایک امتی ہوگا۔ اور بروز کے طور پر مسیح بھی کہلائے گا۔ چنانچہ مسیح کے مقابل پر جو مہدی کا آنا لکھا ہے اس میں بھی یہ اشارات موجود ہیں کہ مہدی بروز کے طور پر آنحضرت صلعم کی روحانیت کا مورد ہوگا۔

" " ۱۵۱ و ۱۵۲ اور جس طرح بعض صفات کے لحاظ سے امام موعود کا نام احمد اور محمد رکھا گیا اسی طرح بعض دوسری صفات کے لحاظ سے عیسیٰ اور مسیح ابن مریم رکھا گیا اب ظاہر ہے کہ احمد کے نام سے کوئی شخص یہ نہیں سمجھ سکتا کہ حقیقت میں آنحضرت صلعم دوبارہ آجائیں گے اسی طرح عیسےٰ کے نام سے یہ سمجھنا کہ حضرت عیسےٰ دوبارہ دنیا میں آجائیں گے۔ یہ ایک غلطی ہے کہ اس پیشگوئی کے مراد اور مغز نہ سمجھنے سے پیدا ہوئی ہے۔ اصل حقیقت یہ ہے کہ دونوں ناموں میں بروزی ظہور کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

" " ۱۵۲ ایسا ہی آپ نے لا نبی بعدی کہہ کر کسی نئے نبی یا دوبارہ آنے والے نبی کا قطعاً دروازہ بند کر دیا۔

" " ۱۶۳ و ۱۶۴ **قولہ** ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے لئے ایک نبی شاہد کی ضرورت ہے۔

اقول ۔ ایسا ہی اس نبی شاہد کی نبوت کے لئے کسی اور نبی کی ضرورت ہے۔ وقس علیٰ ہذا اور ہزار حیف ہے ان لوگوں کے ایمان پر جن کے نزدیک ابھی ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی نبوت ثابت نہیں ہوئی۔ بلکہ جب مسیح آئے گا اور گواہی دیگا تب ثابت ہوگی۔

قولہ مسیح نبی ہو کر نہیں آئے گا امتی ہو کر آئے گا۔ مگر نبوت اس کی شان میں مضمر ہوگی۔

اقول ۔ جب کہ شان نبوت اس کے ساتھ ہوگی۔ اور خدا کے علم میں وہ نبی ہوگا تو بلاشبہ اس کا دنیا میں آنا ختم نبوت کے منافی ہوگا۔ کیونکہ درحقیقت وہ نبی ہے اور قرآن کے رو سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی نبی کا آنا ممنوع ہے۔

قولہ ۔ نبی کا مثیل نبی ہوتا ہے۔

اقول ۔ تمام امت کا اس پر اتفاق ہے کہ غیر نبی بروز کے طور پر قایم مقام نبی ہو جاتا ہے یہی معنے اس حدیث کے ہیں علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل یعنی میری امت کے علماء مثیل انبیاء ہیں۔ دیکھو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے علماء کو مثیل انبیاء قرار دیا اور ایک حدیث میں ہے کہ علماء انبیاء کے وارث ہیں۔ اور ایک حدیث میں ہے کہ ہمیشہ میری امت میں سے چالیس آدمی ابراہیم کے قلب پر ہوں گے۔ اس حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو مثیل ابراہیم قرار دیا۔ اور اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے۔ اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیہم اس جگہ تمام مفسر قایل ہیں کہ صراط الذین انعمت علیہم کی ہدایت سے غرض تشبہ بالانبیاء ہے۔ جو اصل حقیقت اتباع ہے۔ اور صوفیوں کا مذہب ہے کہ جب تک انسان

(ایام الصلح صفحہ ۱۶۳ و ۱۶۴)

ایمان اور اعمال اور اخلاق میں انبیاء علیہم السلام سے ایسی مشابہت پیدا نہ کرے کہ خود وہی ہو جائے تب تک اس کا ایمان کامل نہیں ہوتا۔ اور نہ مرد صالح ہو سکتا ہے۔ پس نہایت ظلم اور خیانت ہے کہ قبل اس کے کہ دین کی کتابوں کو دیکھا جائے دنیاداروں کے مقدمہ بازی کی طرح ایک خود تراشیدہ بات پیش کی جائے۔ خدا نے انبیاء علیہم السلام کو اسی لئے دنیا میں بھیجا ہے کہ تا دنیا میں ان کے مثیل قایم کرے۔ اگر یہ بات نہیں تو پھر نبوت لغو ٹھہرتی ہے۔ نبی اس لئے نہیں آتے کہ ان کی پرستش کی جائے بلکہ اس لئے آتے ہیں کہ لوگ ان کے نمونہ پر چلیں اور ان سے تشبہ حاصل کریں اور ان میں فنا ہو کر گویا وہی بن جائیں۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ پس خدا جس سے محبت کریگا کونسی نعمت ہے جو اس سے اٹھا رکھیگا۔ اور اتباع سے مراد بھی مرتبہ فنا ہے جو مثیل کے درجہ تک پہنچاتا ہے اور یہ مسئلہ سب کا مانا ہوا ہے اور اس سے کوئی انکار نہیں کریگا۔ مگر وہی جو جاہل سفیہ یا ملحد بے دین ہوگا*

(〃 〃 ۱۷۱)

قرآن شریف میں ہے فلا یظھر علےٰ غیبہ احداً الا من ارتضی من رسول یعنی کامل طور پر غیب کا بیان کرنا صرف رسولوں کا کام ہے۔ دوسرے کو یہ مرتبہ نہیں عطا ہوتا۔ رسولوں سے مراد وہ لوگ ہیں جو خدا تعالیٰ کی طرف سے بھیجے جاتے ہیں۔ خواہ وہ نبی ہوں یا رسول یا محدث اور مجدد ہوں*

(حاشیہ اربعین نمبر ۳ صفحہ ۲۵)

اور اس جگہ میری نسبت کلام الٰہی میں رسول اور نبی کا لفظ اختیار کیا گیا ہے کہ یہ رسول اور نبی اللہ ہے۔ یہ اطلاق مجاز اور استعارہ کے طور پر ہے*

(〃 نمبر ۴ صفحہ ۷)

ہمارا یہ ایمان ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں اور قرآن ربانی کتابوں کا خاتم ہے۔ تاہم خدا تعالیٰ نے اپنے نفس پر یہ حرام نہیں کیا کہ تجدید کے طور پر کسی اور مامور کے ذریعہ سے یہ احکام صادر کرے کہ جھوٹ نہ بولو۔ جھوٹی گواہی نہ دو۔ زنا نہ کرو۔ خون نہ کرو اور ظاہر ہے کہ ایسا بیان کرنا شریعت ہے جو مسیح موعود کا بھی کام ہے*

ایک غلطی کا ازالہ

ہماری جماعت میں سے بعض صاحب جو ہمارے دعویٰ اور دلایل سے کم واقفیت رکھتے ہیں جن کو نہ بغور کتابیں دیکھنے کا اتفاق ہوا اور نہ وہ ایک معقول مدت تک صحبت میں رہکر اپنے معلومات کی تکمیل کر سکے۔ وہ بعض حالات میں مخالفین کے کسی اعتراض پر ایسا جواب دیتے ہیں کہ جو سراسر واقعہ کے خلاف ہوتا ہے۔ اسلئے باوجود اہل حق ہونے کے ان کو ندامت اٹھانی پڑتی ہے۔ چنانچہ چند روز ہوئے کہ ایک صاحب پر ایک مخالف کی طرف سے یہ اعتراض پیش ہوا کہ جس سے تم نے بیعت کی ہے وہ نبی اور رسول ہونے کا دعویٰ کرتا ہے اور اس کا جواب محض انکار کے الفاظ سے دیا گیا۔ حالانکہ ایسا جواب صحیح نہیں ہے۔ حق یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کی وہ پاک وحی جو

میرے پر نازل ہوتی ہے اس میں ایسے لفظ رسول اور مرسل اور نبی کے موجود ہیں نہ ایک دفعہ بلکہ صدہا دفعہ۔ پھر کیونکر یہ جواب صحیح ہو سکتا ہے کہ ایسے الفاظ موجود نہیں ہیں۔ بلکہ اس وقت تو پہلے زمانہ کی نسبت بھی بہت تصریح اور توضیح سے یہ الفاظ موجود ہیں اور براہین احمدیہ میں بھی جس کو طبع ہوئے بائیس برس ہوئے۔ یہ الفاظ کچھ تھوڑے نہیں ہیں۔ چنانچہ وہ مکالمات الٰہیہ جو براہین احمدیہ میں شائع ہو چکے ہیں۔ ان میں سے ایک یہ وحی اللہ ہے ھو الذی ارسل رسولہ بالھدی ودین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ دیکھو صفحہ ۴۹۸ براہین احمدیہ اس میں صاف طور پر اس عاجز کو رسول کر کے پکارا گیا ہے پھر اس کے بعد اسی کتاب میں میری نسبت یہ وحی اللہ ہے جری اللہ فی حلل الانبیاء یعنی خدا کا رسول نبیوں کے حلوں میں۔ دیکھو براہین احمدیہ صفحہ ۵۰۴۔ پھر اسی کتاب میں اس مکالمہ کے قریب ہی یہ وحی اللہ ہے محمد رسول اللہ والذین معہ اشداء علی الکفار رحماء بینھم اس وحی الٰہی میں میرا نام محمد رکھا گیا اور رسول بھی۔ پھر یہ وحی اللہ ہے جو صفحہ ۵۵۷ براہین میں درج ہے "دنیا میں ایک نذیر آیا" اس کی دوسری قرأت یہ ہے کہ دنیا میں ایک نبی آیا۔ اسی طرح براہین احمدیہ میں اور کئی جگہ رسول کے لفظ سے اس عاجز کو یاد کیا گیا۔ سو اگر یہ کہا جائے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تو خاتم النبیین ہیں۔ پھر آپ کے بعد اور نبی کس طرح آسکتا ہے۔ اس کا جواب یہی ہے کہ بیشک اس طرح سے تو کوئی نبی نیا ہو یا پرانا نہیں آسکتا جس طرح سے آپ لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آخری زمانہ میں اتارتے ہیں اور پھر اس حالت میں انکو نبی بھی مانتے ہیں۔ بلکہ چالیس برس تک سلسلہ وحی نبوت کا جاری رہنا اور زمانہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی بڑھ جانا آپ لوگوں کا عقیدہ ہے۔ بیشک ایسا عقیدہ تو معصیت ہے اور آیت ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین اور حدیث لا نبی بعدی اس عقیدہ کے کذب صریح ہونے پر کامل شہادت ہے لیکن ہم اس قسم کے عقاید کے سخت مخالف ہیں اور ہم اس بات پر سچا اور کامل ایمان رکھتے ہیں جو فرمایا ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین اور اس آیت میں ایک پیشگوئی ہے جسکی ہمارے مخالفوں کو خبر نہیں۔ اور وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس آیت میں فرماتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد پیشگوئیوں کے دروازے قیامت تک بند کر دیئے گئے۔ اور ممکن نہیں کہ اب کوئی ہندو یا یہودی یا عیسائی یا کوئی رسمی مسلمان نبی کے لفظ کو اپنی نسبت ثابت کر سکے۔ نبوت کی تمام کھڑکیاں بند کی گئیں۔ مگر ایک کھڑکی سیرت صدیقی کی کھلی ہے یعنی فنافی الرسول کی۔ پس جو شخص اس کھڑکی کی راہ سے خدا کے پاس آتا ہے۔ اس پر ظلی طور پر وہی نبوت کی چادر پہنائی جاتی ہے جو نبوت محمدی کی چادر ہے۔ اس لئے اس کا نبی ہونا غیرت کی جگہ نہیں کیونکہ وہ اپنی ذات سے نہیں۔ بلکہ اپنے نبی کے چشمہ سے لیتا ہے اور نہ اپنے لئے بلکہ اسی کے جلال کے لئے۔ اس لئے اس کا نام آسمان پر محمد اور احمد ہے۔ اس کے یہ معنی ہیں کہ محمد کی نبوت آخر محمد کو ہی ملی۔ گو بروزی طور پر مگر نہ کسی اور کو پس یہ آیت کہ ماکان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین۔ اس کے معنے یہ ہیں کہ لیس محمد ابا احد من رجال الدنیا ولکن ھو اب لرجال الاخرۃ لانہ خاتم النبیین ولا سبیل الی فیوض اللہ من غیر توسطہ۔ غرض میری نبوت اور رسالت باعتبار محمد اور احمد ہونے کے ہے۔ نہ میرے نفس کے رو سے اور یہ نام بحیثیت فنافی الرسول مجھے ملا۔ لہٰذا خاتم النبیین کے مفہوم میں فرق نہ آیا۔ لیکن عیسیٰ کے اترنے سے ضرور فرق آئے گا۔ اور یہ بھی یاد رہے کہ نبی کے معنے لغت کے رو سے یہ ہیں کہ خدا کی طرف سے اطلاع پا کر غیب کی خبر دینے والا۔ پس جہاں یہ معنے صادق آئیں گے نبی کا

لفظ بھی صادق آئے گا۔ اور نبی کا رسول ہونا شرط ہے۔ کیونکہ اگر وہ رسول نہ ہو تو پھر غیب مصفے کی خبر اس کو مل نہیں سکتی اور یہ آیت روکتی ہے فلا یظھر علےٰ غیبہ احداً الا من ارتضیٰ من رسول۔ اب اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ان معنوں کے رو سے نبی سے انکار کیا جائے تو اس سے لازم آتا ہے کہ یہ عقیدہ رکھا جائے کہ یہ امت مکالمات و مخاطبات الٰہیہ سے بے نصیب ہے۔ کیونکہ جس کے ہاتھ پر اخبار غیبیہ منجانب اللہ ظاہر ہوں گے بالضرورت اس پر مطابق آیت لا یظھر علی غیبہ کے مفہوم نبی کا صادق آئے گا۔ اسی طرح جو خدا تعالیٰ کی طرف سے بھیجا جائیگا اسی کو ہم رسول کہیں گے۔ فرق درمیان یہ ہے۔ کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد قیامت تک ایسا نبی کوئی نہیں۔ جس پر جدید شریعت نازل ہو۔ یا جس کو بغیر توسط آنجناب اور ایسی فنا فی الرسول کی حالت کے جو آسمان پر اس کا نام محمدؐ اور احمدؐ رکھا جائے۔ یوں ہی نبوت کا لقب عنایت کیا جائے و من ادعیٰ فقد کفر۔ اس میں اصل بھید یہی ہے کہ خاتم النبیین کا مفہوم تقاضا کرتا ہے کہ جب تک کوئی پردہ مغائرت کا باقی ہے اس وقت تک اگر کوئی نبی کہلائے گا۔ تو گویا اس مہر کو توڑنے والا ہوگا۔ جو خاتم النبیین پر ہے۔ لیکن اگر کوئی شخص اسی خاتم النبیین میں ایسا گم ہو کہ بباعث نہایت اتحاد اور نفی غیریت کے اسی کا نام پالیا ہو اور صاف آئینہ کی طرح محمدی چہرہ کا انعکاس ہوگیا ہو تو وہ بغیر مہر توڑنے کے نبی کہلائے گا کیونکہ وہ محمدؐ ہے گو ظلی طور پر۔ پس باوجود اس شخص کے دعویٰ نبوت کے جس کا نام ظلی طور پر محمدؐ اور احمد رکھا گیا۔ پھر بھی سیدنا محمد خاتم النبیین ہی رہا۔ کیونکہ یہ محمد ثانی اسی محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی تصویر اور اسی کا نام ہے مگر عیسیٰ بغیر مہر توڑنے کے آ نہیں سکتا۔ کیونکہ اس کی نبوت ایک الگ نبوت ہے۔ اور اگر بروزی معنوں کے رو سے بھی کوئی شخص نبی اور رسول نہیں ہو سکتا۔ تو پھر اس کے کیا معنی ہیں کہ اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم [1] سو یاد رکھنا چاہئے کہ ان معنوں کے رو سے مجھے نبوت اور رسالت سے انکار نہیں ہے۔ اسی لحاظ سے صحیح مسلم میں بھی مسیح موعود کا نام نبی رکھا گیا۔ اگر خدا تعالیٰ سے غیب کی خبریں پانے والا نبی کا نام نہیں رکھتا تو پھر بتلاؤ کس نام سے اس کو پکارا جائے اگر کہو اس کا نام محدث رکھنا چاہئے تو میں کہتا ہوں کہ تحدیث کے معنے کسی لغت کی کتاب میں اظہار غیب نہیں ہے مگر نبوت کے معنے اظہار امر غیب ہے اور نبی ایک لفظ ہے جو عربی اور عبرانی میں مشترک ہے یعنی عبرانی میں اس لفظ کو نابی کہتے ہیں اور یہ لفظ نابا سے مشتق ہے جس کے یہ معنے ہیں خدا سے خبر پاکر پیشگوئی کرنا اور نبی کے لئے شارع ہونا شرط نہیں ہے۔ یہ صرف موہبت ہے جس کے ذریعہ سے امور غیبیہ کھلتے ہیں۔ پس میں جب کہ اس مدت تک ڈیڑھ سو پیشگوئی کے قریب خدا کی طرف سے

[1] یہ ضرور یاد رکھو کہ اس امت کے لئے وعدہ ہے کہ وہ ہر ایک ایسے انعام پائے گی جو پہلے نبی اور صدیق پاچکے۔ پس منجملہ ان انعامات کے وہ نبوتیں اور پیشگوئیاں ہیں جن کے رو سے انبیاء علیہم السلام نبی کہلاتے رہے لیکن قرآن شریف بجز نبی بلکہ رسول ہونے کے دوسروں پر علوم غیب کا دروازہ بند کرتا ہے جیسا کہ آیت لا یظھر علےٰ غیبہ احداً الا من ارتضےٰ من رسول سے ظاہر ہے پس مصفے غیب پانے کے لئے نبی ہونا ضروری ہوا۔ اور آیت انعمت علیھم گواہی دیتی ہے کہ اس مصفے غیب سے یہ امت محروم نہیں۔ اور مصفے غیب حسب منطوق آیت نبوت اور رسالت کو چاہتا ہے اور وہ طریق براہ راست بند ہے اس لئے ماننا پڑتا ہے کہ اس موہبت کے لئے محض بروز اور ظلیت اور فنا فی الرسول کا دروازہ کھلا ہے فتدبر منہ۔

پاکر بچشم خود دیکھ چکا ہوں کہ صاف طور پر پوری ہوگئیں تو میں اپنی نسبت نبی یا رسول کے نام سے کیونکر انکار کر سکتا ہوں۔ اور جب کہ خود خدا تعالیٰ نے یہ نام میرے رکھے ہیں تو میں کیونکر رد کردوں یا کیونکر اس کے سوا کسی دوسرے سے ڈروں مجھے اس خدا کی قسم ہے جس نے مجھے بھیجا ہے اور جس پر افترا کرنا لعنتیوں کا کام ہے کہ اس نے مسیح موعود بنا کر مجھے بھیجا ہے اور میں جیسا کہ قرآن شریف کی آیات پر ایمان رکھتا ہوں ایسا ہی بغیر فرق ایک ذرہ کے خدا کی اس کھلی کھلی وحی پر ایمان لاتا ہوں جو مجھے ہوئی جس کی سچائی اس کے متواتر نشانوں سے مجھ پر کھل گئی ہے۔ اور میں بیت اللہ میں کھڑے ہو کر یہ قسم کھا سکتا ہوں کہ وہ پاک وحی جو میرے پر نازل ہوتی ہے وہ اسی خدا کا کلام ہے جس نے حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ اور حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنا کلام نازل کیا تھا۔ میرے لئے زمین نے بھی گواہی دی اور آسمان نے بھی اس طرح پر میرے لئے آسمان بھی بولا اور زمین بھی کہ میں خلیفۃ اللہ ہوں۔ مگر پیشگوئیوں کے مطابق ضرور تھا کہ انکار بھی کیا جاتا۔ اس لئے جن کے دلوں پر پردے ہیں وہ قبول نہیں کرتے۔ میں جانتا ہوں کہ ضرور خدا میری تائید کرے گا جیسا کہ ہمیشہ اپنے رسولوں کی تائید کرتا رہا ہے کوئی نہیں کہ میرے مقابل پر ٹھہر سکے کیونکہ خدا کی تائید ان کے ساتھ نہیں اور جس جس جگہ میں نے نبوت یا رسالت سے انکار کیا ہے صرف ان معنوں سے کیا ہے کہ میں مستقل طور پر کوئی شریعت لانے والا نہیں ہوں اور نہ میں مستقل طور پر نبی ہوں۔ مگر ان معنوں سے کہ میں نے اپنے رسول مقتدا سے باطنی فیوض حاصل کر کے اور اپنے لئے اس کا نام پا کر اس کے واسطہ سے خدا کی طرف سے علم غیب پایا ہے رسول اور نبی ہوں مگر بغیر کسی جدید شریعت کے اس طور کا نبی کہلانے سے میں نے کبھی انکار نہیں کیا۔ بلکہ انہی معنوں سے خدا نے مجھے نبی اور رسول کر کے پکارا ہے۔ سو اب بھی میں ان معنوں سے نبی اور رسول ہونے سے انکار نہیں کرتا۔ اور میرا یہ قول کہ "من نیستم رسول و نیاوردہ ام کتاب" اس کے معنے صرف اس قدر ہیں کہ میں صاحب شریعت نہیں ہوں ہاں یہ بات بھی یاد رکھنی چاہئے۔ اور ہرگز فراموش نہیں کرنی چاہئے کہ میں باوجود نبی اور رسول کے لفظ کے ساتھ پکارے جانے کے خدا کی طرف سے اطلاع دیا گیا ہوں کہ یہ تمام فیوض بلاواسطہ میرے پر نہیں ہیں بلکہ آسمان پر ایک پاک وجود ہے جس کا روحانی افاضہ میرے شامل حال ہے یعنی محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم۔ اس واسطہ کو ملحوظ رکھ کر اور اس میں ہو کر اور اس کے نام محمدؐ اور احمدؐ سے مسمّٰی ہو کر میں رسول بھی ہوں اور نبی بھی ہوں یعنی بھیجا گیا بھی اور خدا سے غیب کی خبریں پانے والا بھی۔ اور اس طور سے خاتم النبیین کی مہر محفوظ رہی کیونکہ میں نے انعکاسی اور ظلی طور پر محبت کے آئینہ کے ذریعہ سے وہی نام پایا۔ اگر کوئی شخص اس وحی الٰہی پر ناراض ہو کہ کیوں خدا تعالیٰ نے میرا نام نبی اور رسول رکھا ہے تو یہ اس کی حماقت ہے۔ کیونکہ میرے نبی اور رسول ہونے سے خدا کی مہر نہیں ٹوٹتی[1] یہ بات ظاہر ہے کہ جیسا کہ میں اپنی نسبت کہتا ہوں کہ خدا نے مجھے رسول اور نبی کے نام سے پکارا ہے۔ ایسا ہی میرے مخالف حضرت عیسیٰ ابن مریم کی نسبت کہتے ہیں کہ وہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم

---

[1] یہ کیسی عمدہ بات ہے کہ اس طریق سے نہ تو خاتم النبیین کی پیشگوئی کی مہر ٹوٹی۔ اور نہ امت کے کل افراد مفہوم نبوت سے جو آیت لا یظہر علیٰ غیبہ کے مطابق ہے محروم رہے۔ مگر حضرت عیسیٰ کو دوبارہ اتارنے سے جن کی نبوت اسلام سے چھ سو برس پہلے قرار پا چکی ہے۔ اسلام کا کچھ باقی نہیں رہتا اور آیت خاتم النبیین کی صریح تکذیب لازم آتی ہے۔ اس کے مقابل پر ہم صرف مخالفوں کی گالیاں سنیں گے۔ سو گالیاں دیں وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون۔ منہ

کے بعد دوبارہ دنیا میں آئیں گے اور چونکہ وہ نبی ہیں۔ اسلئے انکے آنے پر بھی وہی اعتراض ہوگا جو مجھ پر کیا جاتا ہے۔ یعنی یہ کہ خاتم النبیین کی مہر ختمیت ٹوٹ جائے گی مگر میں کہتا ہوں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جو درحقیقت خاتم النبیین تھے مجھے رسول اور نبی کے لفظ سے پکارے جانا کوئی اعتراض کی بات نہیں اور نہ اس سے مہر ختمیت ٹوٹتی ہے۔ کیونکہ بارہا بتلا چکا ہوں کہ میں بموجب آیت وَآخَرِينَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوا بِهِمْ بروزی طور پر وہی نبی خاتم الانبیاء ہوں۔ اور خدا نے آج سے بیس برس پہلے براہین احمدیہ میں میرا نام محمد اور احمد رکھا ہے اور مجھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ہی وجود قرار دیا ہے۔ پس اس طور سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم الانبیاء ہونے میں میری نبوت سے کوئی تزلزل نہیں آیا۔ کیونکہ ظل اپنے اصل سے علیحدہ نہیں ہوتا۔ اور چونکہ میں ظلی طور پر محمد ہوں صلی اللہ علیہ وسلم پس اس طور سے خاتم النبیین کی مہر نہیں ٹوٹی۔ کیونکہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت محمد تک ہی محدود رہی۔ یعنی بہرحال نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہی نبی رہا نہ اور کوئی یعنی جب کہ میں بروزی طور پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہوں اور بروزی رنگ میں تمام کمالات محمدی مع نبوت محمدیہ کے میرے آئینہ ظلیت میں منعکس ہیں تو پھر کون سا الگ انسان ہوا جس نے علیحدہ طور پر نبوت کا دعویٰ کیا۔ بھلا اگر مجھے قبول نہیں کرتے تو یوں سمجھ لو کہ تمہاری حدیثوں میں لکھا ہے کہ مہدی موعود خلق اور خُلق میں ہم رنگ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ہوگا۔ اور اس کا اسم آنجناب کے اسم سے مطابق ہوگا۔ یعنی اس کا نام بھی محمد اور احمد ہوگا۔ اور اس کے اہل بیت میں سے ہوگا[1]۔ اور بعض حدیثوں میں ہے کہ مجھ میں سے ہوگا۔ یہ عمیق اشارہ اس بات کی طرف ہے کہ وہ روحانیت کے رو سے اسی نبی میں سے نکلا ہوا ہوگا۔ اور اسی کی روح کا روپ ہوگا۔ اس پر نہایت قوی قرینہ یہ ہے کہ جن الفاظ کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تعلق بیان کیا۔ یہاں تک کہ دونوں کے نام ایک کر دیئے۔ ان الفاظ سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس موعود کو اپنا بروز بیان فرمانا چاہتے ہیں۔ جیسا کہ حضرت موسیٰ کا یشوعا بروز تھا۔ اور بروز کے لئے یہ ضرور نہیں۔ کہ بروزی انسان صاحب بروز کا بیٹا یا نواسہ ہو۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ روحانیت کے تعلقات کے لحاظ سے شخص مورد بروز صاحب بروز میں سے نکلا ہوا ہو۔ اور ازل سے باہمی کشش اور باہمی تعلق درمیان ہو۔ سو یہ خیال آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی شان معرفت کے سراسر خلاف ہے کہ آپ اس بیان کو تو چھوڑ

---

[1] یہ بات میرے اجداد کی تاریخ سے ثابت ہے کہ ایک دادی ہماری شریف خاندان سادات سے اور بنی فاطمہ میں سے تھی۔ اس کی تصدیق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی کی ہے اور خواب میں مجھے فرمایا کہ سلمان منا اھل البیت علیٰ مشرب الحسن۔ میرا نام سلمان رکھا یعنی دو سلم اور سلم عربی میں صلح کو کہتے ہیں یعنی مقدر ہے کہ دو صلح میرے ہاتھ پر ہوں گی۔ ایک اندرونی کہ جو اندرونی بغض اور شحنا کو دور کرے گی۔ دوسری بیرونی کہ جو بیرونی عداوت کے وجود کو پامال کر کے اور اسلام کی عظمت دکھا کر غیر مذاہب والوں کو اسلام کی طرف جھکا دیگی معلوم ہوتا ہے کہ حدیث میں جو سلمان آیا ہے اس سے بھی میں مراد ہوں ورنہ اس سلمان پر دو صلح کی پیشگوئی صادق نہیں آتی اور میں خدا سے وحی پاکر کہتا ہوں کہ میں بنی فارس میں سے ہوں اور بموجب اس حدیث کے جو کنز العمال میں درج ہے۔ بنی فارس بھی بنی اسرائیل اور اہل بیت میں سے ہیں اور حضرت فاطمہ نے کشفی حالت میں اپنی ران پر میرا سر رکھا اور مجھے دکھایا کہ میں اس میں سے ہوں۔ چنانچہ یہ کشف براہین احمدیہ میں موجود ہے۔

دیں جو اظہار مفہوم بروز کے لئے ضروری ہے۔ اور یہ امر ظاہر کرنا شروع کر دیں کہ وہ میرا نواسہ ہوگا۔ بھلا نواسہ ہونے سے بروز کو کیا تعلق۔ اور اگر بروز کے لئے یہ تعلق ضروری تھا تو فقط نواسہ ہونے کی ایک ناقص نسبت کیوں اختیار کی گئی بیٹا ہونا چاہیئے۔ لیکن اللہ تعالٰے نے اپنی کلام پاک میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے کسی کے باپ ہونے کی نفی کی ہے۔ لیکن بروز کی خبر دی ہے۔ اگر بروز صحیح نہ ہوتا تو پھر آیت وَّاٰخَرِیْنَ مِنْھُمْ میں اس موعود کے رفیق آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کیوں ٹھہرتے۔ اور نفی بروز سے اس آیت کی تکذیب لازم آتی ہے۔ جسمانی خیال کے لوگوں نے کبھی اس موعود کو حسن کی اولاد بتایا اور کبھی حسین کی اور کبھی عباس کی۔ لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا صرف یہ مقصود تھا کہ وہ فرزندوں کی طرح اس کا وارث ہوگا۔ اس کے نام کا وارث اس کے خلق کا وارث اس کے علم کا وارث۔ اس کی روحانیت کا وارث۔ اور ہر ایک پہلو سے اپنے اندر اس کی تصویر دکھلائے گا۔ اور وہ اپنی طرف سے نہیں بلکہ سب کچھ اس سے لے گا۔ اور اس میں فنا ہو کر اس کے چہرہ کو دکھلائے گا۔ پس جیسا کہ ظلی طور پر اس کا نام لے گا۔ اس کا خلق لے گا۔ اس کا علم لے گا۔ ایسا ہی اس کا نبی لقب بھی لے گا۔ کیونکہ بروزی تصویر پوری نہیں ہو سکتی۔ جب تک کہ یہ تصویر ہر ایک پہلو سے اپنے اصل کے کمال اپنے اندر نہ رکھتی ہو۔ پس چونکہ نبوت بھی نبی میں ایک کمال ہے۔ اس لئے ضروری ہے کہ تصویر بروزی میں وہ کمال بھی نمودار ہو تمام نبی اس بات کو مانتے چلے آئے ہیں۔ کہ وجود بروزی اپنے اصل کی پوری تصویر ہوتی ہے۔ یہاں تک کہ نام بھی ایک ہو جاتا ہے۔ پس اس صورت میں ظاہر ہے کہ جس طرح بروزی طور پر محمدؐ اور احمدؐ نام رکھے جانے سے دو محمد اور دو احمد نہیں ہو گئے۔ اسی طرح بروزی طور نبی یا رسول کہنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ خاتم النبیین کی مہر ٹوٹ گئی۔ کیونکہ وجود بروزی کوئی الگ وجود نہیں۔ اس طرح پر تو محمد کے نام کی نبوت محمدؐ صلے اللہ علیہ وسلم تک ہی محدود رہی۔ تمام انبیاء علیہم السلام کا اس پر اتفاق ہے کہ بروز میں دوئی نہیں ہوتی۔ کیونکہ بروز کا مقام اس مضمون کا مصداق ہوتا ہے کہ ؎

من تو شدم تو من شدی من تن شدم تو جاں شدی
تا کس نگوید بعد ازیں من دیگرم تو دیگری

لیکن اگر حضرت عیسٰے علیہ السلام دوبارہ دنیا میں آئے۔ تو بغیر خاتم النبیین کی مہر توڑنے

کے کیونکر دنیا میں آسکتے ہیں۔ غرض خاتم النبیین کا لفظ ایک الٰہی مہر ہے۔ جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر لگ گئی ہے۔ اب ممکن نہیں کہ کبھی یہ مہر ٹوٹ جائے۔ ہاں یہ ممکن ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نہ ایک دفعہ بلکہ ہزار دفعہ دنیا میں بروزی رنگ میں آجائیں اور بروزی رنگ میں اور کمالات کے ساتھ اپنی نبوت کا بھی اظہار کریں۔ اور یہ بروز خدا تعالیٰ کی طرف سے ایک قرار یافتہ عہد تھا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے واٰخرین منھم لما یلحقوا بھم اور انبیاء کو اپنے بروز پر غیرت نہیں ہوتی۔ کیونکہ وہ انہی کی صورت اور انہی کا نقش ہے۔ لیکن دوسرے پر ضرور غیرت ہوتی ہے۔ دیکھو حضرت موسیٰؑ نے معراج کی رات جب دیکھا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ان کے مقام سے آگے نکل گئے۔ تو کیونکر رو رو کر اپنی غیرت ظاہر کی۔ تو پھر جس حالت میں خدا تو فرمائے کہ تیرے بعد کوئی اور نبی نہیں آئے گا۔ اور پھر اپنے فرمودہ کے برخلاف عیسیٰؑ کو بھیجدے تو پھر کس قدر یہ فعل آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی دل آزاری کا موجب ہوگا غرض بروزی رنگ کی نبوت سے ختم نبوت میں فرق نہیں آتا۔ اور نہ مہر ٹوٹتی ہے۔ لیکن کسی دوسرے نبی کے آنے سے اسلام کی بیخکنی ہو جاتی ہے۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی اس میں سخت اہانت ہے۔ کہ عظیم الشان کام دجال کشی کا عیسےٰؑ سے ہو نہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے اور آیت کریمہ ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین نعوذ باللہ اس سے جھوٹی ٹھہرتی ہے۔ اور اس آیت میں ایک پیشگوئی مخفی ہے۔ اور وہ یہ کہ اب نبوت پر قیامت تک مہر لگ گئی ہے۔ اور بجز بروزی وجود کے جو خود آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا وجود ہے۔ کسی میں یہ طاقت نہیں جو کھلے کھلے طور پر نبیوں کی طرح خدا سے کوئی علم غیب پاوے۔ اور چونکہ وہ بروز محمدیؐ جو قدیم سے موعود تھا وہ میں ہوں۔ اس لئے بروزی رنگ کی نبوت مجھے عطا کی گئی۔ اور اس نبوت کے مقابل پر اب تمام دنیا بے دست و پا ہے۔ کیونکہ نبوت پر مہر ہے۔ ایک بروز محمدیؐ جمیع کمالات محمدیہؐ کے ساتھ آخری زمانہ کے لئے مقدر تھا۔ سو وہ ظاہر ہو گیا۔ اب بجز اس کھڑکی کے اور کوئی کھڑکی نبوت کے چشمہ سے پانی لینے کے لئے باقی نہیں۔ خلاصہ کلام یہ کہ بروزی طور کی نبوت اور رسالت سے ختمیت کی مہر نہیں ٹوٹتی۔ اور حضرت عیسیٰؑ کے نزول کا خیال جو مستلزم تکذیب آیت ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین ہے۔ وہ ختمیت کی مہر کو توڑتا ہے۔ اور اس فضول اور خلاف عقیدہ کا تو قرآن شریف میں نشان نہیں اور کیونکر ہو سکتا ہے کہ وہ آیت ممدوحہ بالا کے صریح برخلاف ہے۔ لیکن ایک بروزی نبی اور رسول کا آنا قرآن شریف سے ثابت ہو رہا ہے۔ جیسا کہ آیت واٰخرین منھم سے ظاہر ہے۔ اس آیت میں ایک لطافت بیان یہ ہے کہ اس گروہ کا ذکر تو اس میں کیا گیا جو صحابہ میں سے ٹھہرائے گئے۔ لیکن جگہ اس مورد بروز کا تصریح ذکر نہیں کیا۔ یعنے مسیح موعود کا۔ جس کے ذریعہ سے وہ لوگ صحابہ ٹھہرے۔ اور صحابہ کی طرح زیر تربیت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سمجھے گئے۔ اس ترک ذکر سے یہ اشارہ مطلوب ہے کہ مورد بروز حکم نفی وجود کا رکھتا ہے۔ اسلئے اس کی بروزی نبوت اور رسالت سے مہر ختمیت نہیں ٹوٹتی۔ پس آیت میں اس کو ایک وجود منفی کی طرح رہنے دیا اور اس کے عوض

میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پیش کردیا ہے۔ اور اسی طرح آیت انا اعطینک الکوثر میں ایک بروزی وجود کا وعدہ دیا گیا۔ جس کے زمانہ میں کوثر ظہور میں آئے گا۔ یعنی دینی برکات کے چشمے بہ نکلیں گے۔ اور بکثرت دنیا میں سچے اہل اسلام ہو جائیں گے۔ اس آیت میں بھی ظاہری اولاد کی ضرورت کو نظر تحقیر سے دیکھا۔ اور بروزی اولاد کی پیشگوئی کی گئی۔ اور گو خدا نے مجھے یہ شرف بخشا ہے۔ کہ میں اسرائیلی بھی ہوں اور فاطمی بھی اور دونوں خونوں سے حصہ رکھتا ہوں۔ لیکن میں روحانیت کی نسبت کو مقدم سمجھتا ہوں۔ جو بروزی نسبت ہے۔ اب اس تمام تحریر سے مطلب میرا یہ ہے۔ کہ جاہل مخالف میری نسبت الزام لگاتے ہیں۔ کہ یہ شخص نبی یا رسول ہونے کا دعویٰ کرتا ہے۔ مجھے ایسا کوئی دعوے نہیں۔ میں اس طور سے جو وہ خیال کرتے ہیں۔ نہ نبی ہوں نہ رسول ہوں۔ ہاں میں اس طور سے نبی اور رسول ہوں جس طور سے ابھی میں نے بیان کیا ہے۔ پس جو شخص میرے پر شرارت سے یہ الزام لگاتا ہے۔ جو دعوے نبوت اور رسالت کا کرتے ہیں وہ جھوٹا اور ناپاک خیال ہے۔ مجھے بروزی صورت نے نبی اور رسول بنایا ہے اور اسی بنا پر خدا نے بار بار میرا نام نبی اللہ اور رسول اللہ رکھا مگر بروزی صورت میں۔ میرا نفس درمیان نہیں ہے۔ بلکہ محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم ہے اسی لحاظ سے میرا نام محمدؐ اور احمدؐ ہوا۔ پس نبوت اور رسالت کسی دوسرے کے پاس نہیں گئی۔ محمدؐ کی چیز محمدؐ کے پاس رہی علیہ الصلوٰۃ والسلام +

5/11/1901

خطبہ الہامیہ الاعلانات صفحہ ج

ومن فضل اللہ واحسانہ انہ جعل ھذا الفتح علی ید المسیح المحمدی لیری الناس انہ اکمل من المسیح الاسرائیلی فی بعض شیونہ وذلک من غیرۃ اللہ التی ھیجھا النصارٰی باطراء مسیحھم ولما کان شان المسیح المحمدی کذلک فما اکبر شان نبی ھو من امتہ +	اور اللہ کا فضل اور اسکے احسان سے یہ ہے کہ اس نے اس فتح کو مسیح محمدی کے ہاتھ پر رکھا تا کہ لوگوں کو دکھائے کہ وہ مسیح اسرائیلی سے اپنی بعض شانوں میں زیادہ کامل ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کی غیرت سے ہے۔ جس کو وہ جوش میں لائے ہیں اپنے مسیح کے متعلق غلو کرنے کی وجہ سے پس جب مسیح محمدی کی ایسی شان ہے تو کس قدر بلند شان ہوگی اس نبی کی جس کی امت میں سے وہ ہے +
وبعد ذلک یکسی الانسان الکامل حلۃ الخلافۃ من الحضرۃ ویصبغ بصبغ صفات الالوھیۃ علی وجہ الظلیۃ تحقیقا لمقام الخلافۃ +	اور اس کے بعد انسان کامل کو حضرت احدیت کی طرف سے خلافت کا لباس بنایا جاتا ہے اور رنگ دیا جاتا ہے الوہیت کی صفتوں کے ساتھ اور یہ رنگ ظلی طور پر ہوتا ہے۔ تا مقام خلافت متحقق ہو جائے +

خطبہ الہامیہ صفحہ ۸ و ۹

میں ولایت کے سلسلہ کو ختم کرنیوالا ہوں۔ جیسا کہ ہمارے سید آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نبوت کے سلسلہ کو ختم کرنے والے ہیں۔ اور وہ خاتم الانبیاء ہیں اور میں خاتم الاولیاء ہوں۔ میرے بعد کوئی ولی نہیں۔ مگر وہ جو مجھ سے ہوگا اور میرے عہد پر ہوگا +

خطبہ الہامیہ صفحہ ۳۵

یہ امت امت وسط ہے اور ترقیات کیلئے ایسی استعداد رکھتی ہے۔ کہ ممکن ہے کہ بعض ان میں سے انبیاء ہو جائیں +

خطبہ الہامیہ صفحہ ۱۱۴

لا جرم خدا نے مجھ کو آدم بنایا اور مجھ کو وہ سب چیزیں بخشیں اور مجھ کو خاتم النبیین اور سید المرسلین کا بروز بنایا۔

خطبہ الہامیہ صفحہ ۱۶۷ و ۱۶۸

اور بھید اس میں یہ ہے۔ کہ خدا نے ابتدا سے ارادہ فرمایا تھا کہ اس آدم کو پیدا کرے گا کہ آخری زمانہ میں خاتم الخلفاء ہو گا +

خطبہ الہامیہ صفحہ (ب)

وقد ختمت النبوۃ علی نبینا صلی اللہ علیہ وسلم فلا نبی بعدہ الا الذی نور بنورہ وجعل وارثہ من حضرت الکبریاء اعلموا ان الختمیۃ اعطیت من الازل لمحمد صلی اللہ علیہ وسلم ثم اعطیت لمن علّمہ روحہ وجعلہ ظلہ فتبارک من علّم وتعلّم +

اور نبوت ختم کی گئی ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم پر پس کوئی نبی نہیں آپ کے بعد مگر وہی جو اسکے نور سے منوّر کیا گیا۔ اور حضرت کبریا کی طرف سے اس کا وارث بنایا گیا۔ جان لو کہ ختمیت ازل سے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو دی گئی پھر دی گئی اسے جس کو اسکی روح نے تعلیم دی اور اسکو اس کا ظل بنایا۔ سو بابرکت ہو وہ جس نے سکھایا اور وہ جو شاگرد ہوا +

اشتہار منارۃ المسیح ملحقہ خطبہ الہامیہ صفحہ (ح)

اور پھر قدم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آسمانی سیر کے طور پر اوپر کی طرف گیا۔ اور مرتبہ قاب قوسین کا پایا۔ یہ اس بات کی طرف اشارہ تھا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم مظہر صفات الٰہیہ اتم اور اکمل طور پر تھے +

ضمیمہ رسالہ جہاد صفحہ ۳ و ۴

اور اس کا نام اسی طور سے مسیح رکھا۔ جیسا کہ پانی یا آئینہ میں ایک شخص کا جو عکس پڑتا ہے۔ اس عکس کو مجازاً کہہ سکتے ہیں کہ یہ فلاں شخص ہے .... +

حاشیہ ضمیمہ تحفہ گولڑویہ صفحہ ۲۴

اس جگہ میری نسبت کلام الٰہی میں رسول اور نبی کا لفظ اختیار کیا گیا ہے۔ کہ یہ رسول اور نبی اللہ ہے۔ یہ اطلاق مجاز اور استعارہ کے طور پر ہے۔ کیونکہ جو شخص خدا سے براہ راست وحی پاتا ہے۔ اور یقینی طور پر خدا اس سے مکالمہ کرتا ہے۔ جیسا کہ نبیوں سے کیا اس پر رسول یا نبی کا لفظ بولنا غیر موزون نہیں ہے۔ بلکہ یہ نہائت فصیح استعارہ ہے۔ اسی وجہ سے صحیح بخاری اور صحیح مسلم اور انجیل اور دانیئل اور دوسرے نبیوں کی کتابوں میں بھی جہاں میرا ذکر کیا گیا ہے۔ وہاں میری نسبت نبی کا لفظ بولا گیا ہے۔ اور بعض نبیوں کی کتابوں میں میری نسبت بطور استعارہ فرشتہ کا لفظ آگیا ہے۔ اور دانیئل نبی نے اپنی کتاب میں میرا نام میکائیل رکھا ہے۔ اور عبرانی میں لفظی معنے میکائیل کے ہیں خدا کی مانند +

تحفہ گولڑویہ صفحہ لد

پھر جب اللہ تعالےٰ اپنے رسولوں اور نبیوں اور محدثوں کو دنیا میں بھیجتا ۔ اور وہ بڑے بڑے پوشیدہ واقعات اور علم مجازات اور غیب کی خبریں دیتے تو لوگوں کے دل میں یہ گمان گذر سکتا تھا

تحفہ گولڑویہ صفحہ ۸۳

قرآن شریف جیسا کہ آئت .... الیوم اکملت لکم دینکم اور آئت ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین میں صریح نبوت کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر ختم کر چکا ہے۔ اور صریح لفظوں میں فرما چکا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں۔ جیسا کہ فرمایا ہے ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین۔ لیکن وہ لوگ جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دوبارہ دنیا میں واپس لاتے ہیں۔ ان کا یہ عقیدہ ہے کہ وہ بدستور اپنی نبوت کیسا تھ دنیا میں آئیں گے۔ اور برابر پینتالیس برس تک ان پر جبرئیل علیہ السلام وحی نبوت لے کر نازل ہوتا رہے گا۔ اب بتلاؤ کہ ان کے عقیدہ کے موافق ختم نبوت اور ختم وحی نبوت کہاں باقی رہا۔ بلکہ ماننا پڑا کہ خاتم الانبیاء حضرت عیسےٰ ہیں +

تحفہ گولڑویہ صفحہ ۸۴

اگر حضرت مسیح سچ مچ زمین پہ اُتریں گے اور پینتالیس برس تک جبرئیل وحی نبوت لیکر ان پر نازل ہوتا رہے گا تو کیا

تحفہ گولڑویہ

ایسے عقیدہ سے دین اسلام باقی رہ جائے گا - اور آنحضرت کی ختم نبوت اور قرآن کی ختم وحی پر کوئی داغ نہیں لگے گا +

تحفہ گولڑویہ

اس امت میں سے بھی ایک آخری خلیفہ پیدا ہوگا - تا کہ وہ اسی طرح محمدی سلسلہ خلافت کا خاتم الاولیاء ہو - اور مجددانہ حیثیت اور لوازم میں حضرت عیسےٰ علیہ السلام کی مانند ہو +

حاشیہ تحفہ گولڑویہ صفحہ ۱۳۰

اس جگہ منّی کے لفظ سے قریش ہونا مراد نہیں - ورنہ یہ حدیث صرف مہدی کا قریش ہونا ظاہر کرتی اور کسی عالی مفہوم پر مشتمل نہ ہوتی - لیکن جس طرز سے ہم نے لفظ منّی کے معنے مراد لئے ہیں - یعنے آنحضرت کے اخلاق اور کمالات اور معجزات اور کلام معجز نظام کا ظلی طور پر وارث ہونا اس سے صریح ثابت ہوتا ہے کہ مہدی افراد کاملہ میں سے اور اپنے کمالات اخلاق میں ظل النبی ہے - اور یہی عظیم الشان اشارہ ہے جو منّی کے لفظ سے نکلتا ہے +

اعجاز محمدی صفحہ ۲۴

اور بعض کا یہ خیال ہے - کہ اگر کسی الہام کے سمجھنے میں غلطی ہو جائے تو امان اٹھ جاتا ہے - اور شک پڑ جاتا ہے - کہ شائد اس نبی یا رسول یا محدث نے اپنے دعوے میں بھی دھوکا کھایا ہو - یہ خیال سراسر سفسطہ ہے - اور جو لوگ نیم سودائی ہوتے ہیں وہ ایسی ہی باتیں کیا کرتے ہیں +

اعجاز احمدی صفحہ ۲۶

کہ جس یقین کو نبی کے دل میں اس کی نبوت کے بارے میں بٹھایا جاتا ہے - وہ دلائل تو آفتاب کی طرح چمک اٹھتے ہیں اور اس قدر تواتر سے جمع ہوتے ہیں - کہ وہ امر بدیہی ہو جاتا ہے - اور پھر بعض دوسری جزئیات میں اگر اجتہاد کی غلطی ہو بھی تو وہ اس یقین کو مضر نہیں ہوتی . . . . نبیوں اور رسولوں کو انکے دعوےٰ کے متعلق اور ان کی تعلیموں کے متعلق بہت نزدیک سے دکھایا جاتا ہے - اور اس میں اس قدر تواتر ہوتا ہے - جس میں کچھ شک باقی نہیں رہتا - لیکن بعض جزوی امور جو اہم مقاصد میں سے نہیں ہوتے ان کو نظر کشفی دور سے دیکھتی ہے - اور ان میں کچھ تواتر نہیں ہوتا - اس لئے کبھی ان کی تشخیص میں دھوکا بھی کھا لیتی ہے - پس حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے جو اپنی پیشگوئیوں میں دھوکے کھائے وہ اسی رنگ میں کھائے تھے - مگر نبوت کے دعوے میں انہوں نے دھوکا نہیں کھایا - کیونکہ وہ حقیقت نبوت قریب سے دکھائی گئی - اور بار بار دکھائی گئی +

کشتی نوح صفحہ ۱۵

نوع انسان کے لئے روئے زمین پر اب کوئی کتاب نہیں مگر قرآن اور تمام آدم زادوں کے لئے اب کوئی رسول اور شفیع نہیں مگر عقیدہ کے رو سے جو خدا تم سے چاہتا ہے - وہ یہی ہے - خدا ایک اور محمد صلے اللہ علیہ وسلم اس کا نبی ہے اور وہ خاتم الانبیاء ہے اور سب سے بڑھ کر ہے - اب بعد اس کے کوئی نبی نہیں - مگر وہی جس پر بروزی طور سے محمدیت کی چادر پہنائی گئی - کیونکہ خادم اپنے مخدوم سے جدا نہیں - اور نہ شاخ اپنی بیخ سے جدا ہے - پس جو کامل طور پر مخدوم میں فنا ہو کر خدا سے نبی کا لقب پاتا ہے - وہ ختم نبوت کا خلل انداز نہیں - جیسا کہ تم جب آئینہ میں اپنی شکل دیکھو تو تم دو نہیں ہو سکتے - بلکہ ایک ہی ہو - اگرچہ بظاہر دو نظر آتے ہیں - صرف ظل اور اصل کا فرق ہے +

کشتی نوح صفحہ ۳۹

قرآنی دعا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ سے قبول ہو کر اخیار و ابرار مسلمان بالخصوص ان کے کامل فرد

انبیاء بنی اسرائیل کے وارث ٹھیرائے گئے۔ اور دراصل مسیح موعود کا اس امت میں سے پیدا ہونا یہ بھی اس دعا کی قبولیت کا نتیجہ ہے۔ کیونکہ گو مخفی طور پر بہت سے اخیار و ابرار نے انبیاء بنی اسرائیل کی مماثلت کا حصہ لیا ہے۔ مگر اس امت کا مسیح موعود کھلے کھلے طور پر خدا کے حکم اور اذن سے اسرائیلی مسیح کے مقابل کھڑا کیا گیا ہے۔ تا موسوی اور محمدی سلسلہ کی مماثلت سمجھ آجائے۔

تحفۃ الندوہ صفحہ ۴

میں خدا کا ظلی اور بروزی طور پر نبی ہوں۔ اور ہر ایک مسلمان کو دینی امور میں میری اطاعت واجب ہے۔ اور مسیح موعود ماننا واجب ہے۔ اور ہر ایک جس کو میری تبلیغ پہنچ گئی ہے گو وہ مسلمان ہے۔ مگر مجھے اپنا حکم نہیں ٹھیراتا اور نہ مجھے مسیح موعود مانتا ہے۔ اور نہ میری وحی کو خدا کی طرف سے جانتا ہے۔ وہ آسمان پر قابل مواخذہ ہے۔ کیونکہ جس امر کو اُس نے اپنے وقت پر قبول کرنا تھا اس کو رد کر دیا۔

محمد حسین بٹالوی اور عبداللہ چکڑالوی کے مباحثہ پر حضرت اقدس کا ریویو صفحہ ۶-۷

ما کان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین یعنے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم تمہارے مردوں میں سے کسی کا باپ نہیں ہے۔ مگر وہ رسول اللہ ہے اور خاتم الانبیاء ہے۔ اب ظاہر ہے کہ لکن کا لفظ زبان عرب میں استدراک کے لئے آتا ہے۔ یعنے تدارک مافات کے لئے سو اس آیت کے پہلے حصہ میں جو امر فوت شدہ قرار دیا گیا تھا یعنے جس کی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی ذات سے نفی کی گئی تھی۔ وہ جسمانی طور سے کسی مرد کا باپ ہونا تھا۔ سو لکن کے لفظ کے ساتھ ایسے فوت شدہ امر کا اس طرح تدارک کیا گیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم الانبیاء ٹھہرایا گیا۔ جس کے یہ معنے ہیں کہ آپ کے بعد براہ راست فیوض نبوت منقطع ہو گئے۔ اور اب کمال نبوت صرف اسی شخص کو ملیگا جو اپنے اعمال پر اتباع نبوی کی مہر رکھتا ہو۔ اور اس طرح پر وہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا بیٹا اور آپ کا وارث ہوتا۔ ماحصل اس آیت کا یہ ہوا۔ کہ نبوت گو بغیر شریعت ہو اس طرح پر تو منقطع ہے۔ کہ کوئی شخص براہ راست مقام نبوت حاصل کر سکے۔ لیکن اس طرح پر ممتنع نہیں۔ کہ وہ نبوت چراغ نبوت محمدیہ سے مکتسب اور مستفاض ہو۔ یعنے ایسا صاحب کمال ایک جہت سے تو امتی ہو۔ اور دوسری جہت سے بوجہ اکتساب انوار محمدیہ نبوت کے کمال بھی اپنے اندر رکھتا ہو۔ اب جبکہ یہ بات طے پا چکی۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت مستقلہ جو براہ راست ملتی ہے۔ اس کا دروازہ قیامت تک بند ہے۔

الہدیٰ والتبصرۃ لمن یریٰ صفحہ ۱

والصلوۃ والسلام علیٰ خاتم الرسل الذی اقتضے ختم نبوتہ ان تبعث مثل الانبیاء من امتہ۔ ترجمہ اور صلوۃ اور سلام خاتم رسل پر جس کی نبوت کے ختم نے چاہا کہ آپ کی امت سے نبیوں کی مانند لوگ پیدا ہوں۔

الہدیٰ صفحہ ۱۳

سنو ساری قلمیں خدا کے قبضے میں اور وہ کتاب مبین کے معجزات میں سے ایک معجزہ ہیں۔ پھر یہی قلمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کی قدر پر مقربوں کو عطا ہوتی ہیں۔ اس لئے کہ معجزات جاہتے ہیں کرامات کو تو کہ ان کا نشان قیامت تک باقی رہے اور اپنے نبی علیہ السلام کے وارثوں کو بطور ظلیت کے آپ کی نعمتیں مرحمت ہوتی ہیں۔ اور اگر یہ قاعدہ جاری نہ رہتا تو نبوت

الہدیٰ صفحہ ۳۱

کے فیض بالکل باطل ہو جاتے - اس لئے یہ وارث نقش قدم ہوتے ہیں اس اصل کے جو گذر چکی ہوتی ہے - اور گویا عکس ہوتے ہیں ایک صورت کے جو شیشہ میں نظر آتا ہے - ان لوگوں نے فنا کی سلائیوں سے سرمہ آنکھ میں ڈالا ہوتا ہے - اور ریاکاری کے انگن سے کوچ کر چکے ہوتے ہیں . . . . سو ان لوگوں سے جو کچھ خارق عادت افعال یا اقوال پاک نوشتوں سے مشابہ تم دیکھتے ہو وہ ان کی طرف سے نہیں - بلکہ وہ حضرت سید المرسلین صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ہوتے ہیں ہاں وہ ظلیت کے لباسوں میں ہوتے ہیں - اور تمہیں اولیاء الرحمٰن کی نسبت ایسی بزرگی اور شان میں شک ہے - تو پڑھ تو آیت صراط الذین انعمت علیھم کو غور اور فکر سے +

الہدیٰ صفحہ ۳۲

سو خدا کی لعنت ان پر جو دعویٰ کریں - کہ وہ قرآن کی مثل لا سکتے ہیں - قرآن شریف معجزہ ہے - جس کی مثل کوئی انس اور جن نہیں لا سکتا . . . . بلکہ وہ ایسی وحی ہے - کہ اس کی مثل اور کوئی وحی بھی نہیں اگرچہ رحمان کی طرف سے اس کے بعد اور کوئی وحی بھی ہو - اس لئے کہ وحی رسانی میں خدا کی تجلیات ہیں - اور یہ یقینی بات ہے کہ خدائے تعالیٰ کی تجلی جیسی کہ خاتم الانبیاء پر ہوئی ایسی کسی پر نہ پہلے ہوئی اور نہ کبھی پیچھے ہوگی - اور جو شان قرآن کی وحی کی ہے وہ اولیاء کی وحی کی شان نہیں - اگرچہ قرآن کے کلمات کی مانند کوئی کلمہ انہیں وحی کیا جائے +

دافع البلاء صفحہ ۱۳

سچا شفیع میں ہوں جو اس بزرگ شفیع کا سایہ ہوں - اور اس کا ظل جس کو اس زمانہ کے اندھوں نے قبول نہ کیا . . . . خدا نے اس امت سے مسیح موعود بھیجا جو اس پہلے مسیح سے اپنی تمام شان میں بہت بڑھ کر ہے - اور اس نے اس دوسرے مسیح کا نام غلام احمدؐ رکھا تا یہ اشارہ ہو کہ عیسائیوں کا مسیح کیسا خدا ہے جو احمدؐ کے ادنے غلام سے بھی مقابلہ نہیں کر سکتا - یعنے وہ کیسا مسیح ہے جو اپنے قرب اور شفاعت کے مرتبہ میں احمدؐ کے غلام سے بھی کمتر ہے +

منم مسیح زمان و منم کلیم خدا | منم محمدؐ و احمدؐ کہ مجتبےٰ باشد

تریاق القلوب صفحہ ۳

وہ مجدد جو اس چودھویں صدی کے سر پر بموجب حدیث نبوی کے آنا چاہیئے تھا وہ یہی راقم ہے - یہ بات جلد عقلمند اور

تریاق القلوب صفحہ ۲

منصف مزاج کو سمجھ آ سکتی ہے کہ ہر ایک مجدد ان مفاسد کے دُور کرنے کے لئے مبعوث ہوتا ہے جو زمین پر سب سے زیادہ خطرناک اور سب سے زیادہ موجب ہلاکت اور نیز سب سے زیادہ کثرت میں ہوتے ہیں اور انہی خدمات کے مناسب حال اس مجدد کا نام آسمان پر ہوتا ہے +

تریاق القلوب صفحہ ۶۱

خدا نے اس رسول کو یعنی کامل مجدد کو اس لئے بھیجا ہے کہ تا خدا اس زمانہ میں یہ ثابت کر کے دکھلادے کہ اسلام کے مقابل پر سب دین اور تمام تعلیمیں ہیچ ہیں - اور اسلام ایک ایسا مذہب ہے جو تمام دینوں پر ہر ایک برکت اور دقیقہ معرفت اور آسمانی نشانوں میں غالب ہے +

تریاق القلوب صفحہ ۶۸

جب میری عمر چالیس برس تک پہنچی تو خدا تعالیٰ نے الہام کے ذریعہ سے میرے پر ظاہر کیا کہ تو اس صدی کا مجدد اور صلیبی فتنوں کا

چارہ گر ہے۔ اور یہ اس طرف اشارہ تھا کہ تو ہی مسیح موعود ہے +

تریاق القلوب صفحہ ۷۷ (از خط راجہ جہانداد خان مصدقہ حضرت مسیح موعود مندرجہ کتاب ہذا)

(۱) رسالت کے دعوے کے بارے میں مجھ کو خود ازالہ اوہام کے دیکھنے سے و نیز آپکی وہ روحانی اور مردہ دلوں کو زندہ کرنیوالی تقریر جو جلسہ مذاہب لاہور میں پیش ہوئی میری تسلی ہو گئی۔ جو محض افترا و بہتان ذات والا پر کسی نے باندھا +

تریاق القلوب صفحہ ۱۳۰

ابتدا سے میرا یہی مذہب ہے کہ میرے دعوے کے انکار کی وجہ سے کوئی شخص کافر یا دجال نہیں ہو سکتا (حاشیہ یہ نکتہ یاد رکھنے کے لائق ہے کہ اپنے دعوے کے انکار کرنیوالے کو کافر کہنا یہ صرف ان نبیوں کی شان ہے جو خدا تعالیٰ کی طرف سے شریعت اور احکام جدیدہ لاتے ہیں لیکن صاحب الشریعت کے ماسوا جس قدر اور محدث ہیں گو وہ کیسی ہی جناب الٰہی میں اعلیٰ شان رکھتے ہوں اور خلعت مکالمہ الٰہیہ سے سرفراز ہوں ان کے انکار سے کوئی کافر نہیں بن جاتا) .... میں کسی کلمہ گو کا نام کافر نہیں رکھتا۔ جب تک وہ میری تکفیر اور تکذیب کر کے اپنے تئیں خود کافر نہ بنا لیوے +

تریاق القلوب صفحہ ۱۵۷-۱۵۸

اس جگہ کسی کو یہ وہم نہ گذرے کہ اس تقریر میں اپنے نفس کو حضرت مسیح پر فضیلت دی ہے کیونکہ یہ ایک جزئی فضیلت ہے جو غیر نبی کو نبی پر ہو سکتی ہے۔ اور تمام اہل علم اور معرفت اس فضیلت کے قائل ہیں۔ اور اس سے کوئی محذور لازم نہیں آتا۔ اور نہ میں اکیلا اسکا قایل ہوں جس قدر اکابر اور عارف مجھ سے پہلے گزرے ہیں وہ تمام آخری آدم کو ولایت عامہ کا خاتم سمجھتے ہیں۔ اور حقیقت آدمیہ کی بروزات کا تمام دائرہ اس پر ختم کرتے ہیں اور اپنے کشوف صحیحہ کے رو سے اسی کا نام آخری آدم رکھتے ہیں اور اسی کا نام مہدی معہود اور اسی کا نام مسیح موعود رکھتے ہیں +

مواہب الرحمن صفحہ ۶۶ تا ۶۷

اندکے ذکر در بارۂ عقائد ما

ما مسلمانیم بکتاب الٰہی قرآن شریف ایمان مے آریم کہ سیدنا محمد مصطفے صلی اللہ علیہ وسلم نبی خدا و رسول خدا است و دین او بہتر ادیان است و ایمان می آریم کہ او خاتم الانبیاء است بعد او پیغمبرے نیست مگر آنکہ از فیض او پرورش یافتہ باشد و موافق وعدۂ او ظاہر شدہ۔ و خدا را مکالمات و مخاطبات است با اولیائے خود درین امت و ایشان را رنگ انبیاء دادہ میشود و در حقیقت انبیا نیستند۔ زیرا کہ قرآن حاجت شریعت را بکمال رسانیدہ است و دادہ نمی شوند مگر فہم قرآن و نہ زیادہ می کنند و نہ کم می کنند از آن قرآن و ہر کہ زیادہ کرد و کم کرد پس او از شیطانان است کہ بدکاران اند واز لفظ ختم نبوت مراد ما ختم کمالات نبوت است بر رسول ما صلے اللہ علیہ وسلم و او از ہمہ پیغمبران افضل است و اعتقاد میداریم کہ بعد از او ہیچ پیغمبرے نیست مگر آنکہ از امت او باشد و از روحانیت او فیض یافتہ باشد پس در ہمچنین نبوت وجود غیری نیست و نہ مقام غیرت است +

تذکرۃ الشہادتین صفحہ ۱۱

پھر یہ کہنا کہ ان یہودیوں کی اصلاح کے لئے اسرائیلی عیسیٰ آسمان سے نازل ہوگا بالکل غیر معقول بات ہے۔ کیونکہ اول تو باہر سے ایک نبی کے آنے سے مہر نبوت ٹوٹتی ہے اور قرآن شریف صریح طور پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم الانبیاء ٹھہراتا ہے +

تذکرۃ الشہادتین صفحہ ۱۴

ہر ایک کامل جو اس امت کے لئے آتا ہے وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فیض سے پرورش یافتہ ہے۔ اور اس کی وحی محمدی وحی کی ظل ہے یہی ایک نکتہ ہے جو سمجھنے کے لائق ہے +

تذکرۃ الشہادتین صفحہ ۲۹

اسلام میں اگرچہ ہزارہا ولی اور اہل اللہ گذرے ہیں مگر ان میں کوئی موعود نہ تھا۔ لیکن وہ جو مسیح کے نام پر آنے والا تھا۔ وہ موعود تھا۔ ایسا ہی حضرت عیسےٰ علیہ السلام کے پہلے کوئی نبی موعود نہ تھا۔ صرف مسیح موعود تھا +

تذکرۃ الشہادتین صفحہ ۴۳

میں نے ایک موقع پر ایک اعتراض کا جواب بھی ان کو (یعنے صاحبزادہ عبداللطیف صاحب کو) سمجھایا تھا۔ جس سے وہ بہت خوش ہوئے تھے۔ اور وہ یہ ہے کہ جس حالت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مثیل موسےٰ ہیں اور آپ کے خلفاء مثیل انبیاء بنی اسرائیل ہیں تو پھر کیا وجہ کہ مسیح موعود کا نام احادیث میں نبی کرکے پکارا گیا ہے۔ مگر دوسرے تمام خلفاء کو یہ نام نہیں دیا گیا۔ سو میں نے انکو یہ جواب دیا کہ جبکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء تھے اور آپ کے بعد کوئی نبی نہیں تھا اسلئے اگر تمام خلفاء کو نبی کے نام سے پکارا جاتا تو امر ختم نبوت مشتبہ ہو جاتا۔ اور اگر کسی فرد کو بھی نبی کے نام سے نہ پکارا جاتا تو عدم مشابہت کا اعتراض باقی رہ جاتا۔ کیونکہ موسیٰ کے خلفاء نبی ہیں۔ اسلئے حکمت الٰہی نے یہ تقاضا کیا۔ کہ پہلے بہت سے خلفاء کو برعایت ختم نبوت بھیجا جائے۔ اور ان کا نام نبی نہ رکھا جائے اور یہ مرتبہ ان کو نہ دیا جائے تا ختم نبوت پر یہ نشان ہو۔ پھر آخری خلیفہ یعنی مسیح موعود کو نبی کے نام سے پکارا جائے۔ تا خلافت کے۔ امر میں دونوں سلسلوں کی مشابہت ثابت ہو جائے۔ اور ہم کئی دفعہ بیان کرچکے ہیں کہ مسیح موعود کی نبوت ظلی طور پر ہے۔ کیونکہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بروز کامل ہونے کی وجہ سے نفس نبی سے مستفیض ہو کر نبی کہلانیکا مستحق ہوگیا ہے جیسا کہ ایک وحی میں خدا تعالےٰ نے مجھ کو مخاطب کرکے فرمایا تھا یا احمد جعلت مرسلا اے احمد تو مرسل بنایا گیا یعنے جیسے کہ تو بروزی رنگ میں احمدؐ کے نام کا مستحق ہوا۔ حالانکہ تیرا نام غلام احمد تھا۔ سو اسی طرح بروز کے رنگ میں نبی کے نام کا مستحق ہے۔ کیونکہ احمد نبی ہے۔ نبوت اس سے منفک نہیں ہو سکتی ۔

تذکرۃ الشہادتین صفحہ ۸۵

وانی نبی من معنی وفرد من الامۃ بمعنی وکذالک ورد فی امری افلا یقرؤون فی ما عندھم انہ منکم وانہ نبی اما ان صفتان توجدان فی عیسیٰ ۔

اور میں ایک معنی سے نبی ہوں اور ایک معنی سے امت کا ایک فرد ہوں اور اسیطرح میرے معاملہ میں وارد ہوا کیا نہیں پڑھتے جو ان کے پاس ہے کہ وہ تم ہی سے ہے اور وہ نبی ہے۔ کیا یہ دونوں صفتیں عیسےٰ میں پائی جاتی ہیں ۔

لیکچر اسلام سیالکوٹ صفحہ ۶

ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم روحانیت قائم کرنے کے لحاظ سے آدم ثانی تھے۔ بلکہ حقیقی آدم وہی تھے جن کے ذریعہ اور طفیل سے تمام انسانی فضائل کمال کو پہنچے اور تمام نیک قوتیں اپنے اپنے کام میں لگ گئیں اور کوئی شاخ فطرت انسانی کی بے بار و بر نہ رہی۔ اور ختم نبوت آپ پر نہ صرف زمانہ کی تاخر کی وجہ سے ہوا بلکہ اس وجہ سے بھی کہ تمام کمالات نبوت آپ پر ختم ہوگئے۔ اور چونکہ آپ صفات الٰہیہ کے مظہر اتم تھے اس لئے آپ کی شریعت صفات جلالیہ و جمالیہ دونوں کی حامل تھی۔ اور آپ کے دو نام محمد اور احمد صلے اللہ علیہ وسلم اسی غرض سے ہیں۔ اور آپ کی نبوت عامہ میں کوئی حصہ بخل کا نہیں۔ بلکہ وہ ابتدا سے تمام دنیا کے لئے ہے ۔

لیکچر اسلام سیالکوٹ صفحہ ۷

چونکہ یہ آخری ہزار ہے۔ اس لئے ضرور تھا۔ کہ امام آخر الزمان اس کے سر پر پیدا ہو اور اس کے بعد کوئی امام نہیں اور نہ کوئی مسیح۔ مگر وہ جو اس کے لئے بطور ظل کے ہو ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اور یہ امام جو خدا تعالیٰ کی طرف مسیح موعود کہلاتا ہے۔ وہ مجدد صدی بھی ہے۔ اور مجدد الف آخر بھی ۔

لیکچر اسلام سیالکوٹ صفحہ ۳۰

ایسے شخص میں ایک طرف تو خدا تعالیٰ کی ذاتی محبت ہوتی ہے۔ اور دوسری طرف بنی نوع کی ہمدردی اور اصلاح کا بھی ایک

عشق ہوتا ہے۔اسی وجہ سے ایک طرف تو خدا کے ساتھ اس کا ایسا رابطہ ہوتا ہے کہ جو اس کی طرف ہر وقت کھینچا چلا جاتا ہے اور دوسری طرف نوع انسان کے ساتھ بھی اسکو ایسا تعلق ہوتا ہے جو ان مستعد طبائع کو اپنی طرف کھینچتا ہے۔جیسا کہ آفتاب زمین کے تمام طبقات کو اپنی طرف کھینچ رہا ہے اور خود بھی ایک طرف کھینچا جا رہا ہے یہی حالت اس شخص کی ہوتی ہے۔ایسے لوگوں کو اصطلاح اسلام میں نبی اور رسول اور محدث کہتے ہیں اور وہ خدا کے پاک مکالمات اور مخاطبات سے مشرف ہوتے ہیں اور خوارق انکے ہاتھ پر ظاہر ہوتے ہیں۔

تجلیات الٰہیہ صفحہ ۸ و ۹

وما کنا معذبین حتی نبعث رسولا پھر یہ کیا بات ہے کہ ایک طرف تو طاعون ملک کو کھا رہی ہے اور دوسری طرف ہیبت ناک زلزلے پیچھا نہیں چھوڑتے۔اے غافلو! تلاش تو کرو شاید تم میں خدا کی طرف سے کوئی نبی قائم ہو گیا ہے جس کی تم تکذیب کر رہے ہو؟

تجلیات الٰہیہ صفحہ ۲۴ و ۲۵

اور سب کے بعد ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسا ہمکلام ہوا کہ آپ پر سب سے زیادہ روشن اور پاک وحی نازل کی ایسا ہی اس نے مجھے بھی اپنے مکالمہ مخاطبہ کا شرف بخشا۔مگر یہ شرف مجھے محض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی سے حاصل ہوا۔اگر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی امت نہ ہوتا۔اور آپکی پیروی نہ کرتا تو اگر دنیا کے تمام پہاڑوں کے برابر میرے اعمال ہوتے۔تو پھر بھی میں کبھی یہ شرف مکالمہ مخاطبہ ہرگز نہ پاتا۔کیونکہ اب بجز محمدی نبوت کے سب نبوتیں بند ہیں۔شریعت والا نبی کوئی نہیں آسکتا۔اور بغیر شریعت کے نبی ہو سکتا ہے۔مگر وہی جو پہلے امتی ہو۔پس اسی بنا پر میں امتی بھی ہوں اور نبی بھی۔اور میری نبوت یعنی مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا ایک ظل ہے۔اور بجز اس کے میری نبوت کچھ بھی نہیں وہی نبوت محمدیہ ہے جو مجھ میں ظاہر ہوئی۔اور چونکہ میں محض ظل ہوں اور امتی ہوں اس لئے آنجناب کی اس سے کچھ کسر شان نہیں۔

چشمہ مسیحی صفحہ ۱۴

مجھے کہتے ہیں کہ مسیح موعود ہونے کا کیوں دعویٰ کیا۔مگر میں سچ سچ کہتا ہوں کہ اس نبی کی کامل پیروی سے ایک شخص عیسیٰ سے بڑھکر بھی ہو سکتا ہے۔اندھے کہتے ہیں کہ یہ کفر ہے میں کہتا ہوں کہ تم خود ایمان سے بے نصیب ہو۔پھر کیا جانتے ہو کہ کفر کیا چیز ہے۔کفر تمہارے اندر ہے اگر تم جانتے کہ اس آیت کے کیا معنی ہیں کہ اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم تو ایسا کلمہ منہ پر نہ لاتے۔خدا تو تمہیں یہ ترغیب دیتا ہے کہ تم اس رسول کی کامل پیروی کی برکت سے تمام رسولوں کے متفرق کمالات اپنے اندر جمع کر سکتے ہو۔اور تم صرف ایک نبی کے کمالات حاصل کرنا کفر جانتے ہو۔

چشمہ مسیحی صفحہ ۲۸

فبھداھم اقتدہ یعنے تمام نبیوں کو جو ہدایتیں ملی تھیں ان سب کا اقتدا کر۔پس ظاہر ہے کہ جو شخص ان تمام متفرق ہدایتوں کو اپنے اندر جمع کریگا۔اس کا وجود ایک جامع وجود ہو جائے گا۔اور تمام نبیوں سے وہ افضل ہوگا۔پھر جو شخص اس نبی جامع الکمالات کی پیروی

لہ نبی کے لفظ سے اس زمانہ کے لئے صرف خدا تعالیٰ کی یہ مراد ہے۔کہ کوئی شخص کامل طور پر شرف مکالمہ اور مخاطبہ الٰہیہ حاصل کرے اور تجدید دین کے لئے مامور ہو یہ نہیں کہ وہ کوئی دوسری شریعت لاوے۔کیونکہ شریعت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہے۔اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی پر نبی کے لفظ کا اطلاق بھی جائز نہیں جب تک اسکو امتی بھی نہ کہا جائے جس کے یہ معنے ہیں کہ ہر ایک انعام اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی سے پایا ہے نہ براہ راست ۱۲ منہ

کریگا ضرور ہی کہ ظلی طور پر وہ بھی جامع الکمالات ہو۔ پس اس دعا کے سکھلانے میں جو سورۂ فاتحہ میں ہے یہی راز ہے کہ تا کاملین امت جو نبی جامع الکمالات کے پیرو ہیں وہ بھی جامع الکمالات ہو جائیں۔

حاشیہ چشمہ مسیحی صفحہ ۲۰

اور بالآخر یاد رہے کہ اگر ایک اُمتی کو جو محض پیروی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے درجہ وحی اور الہام اور نبوت کا پاتا ہے۔ نبی کے نام کا اعزاز دیا جائے۔ تو اس سے مہر نبوت نہیں ٹوٹتی کیونکہ وہ امتی ہے اور اس کا اپنا وجود کچھ نہیں۔ اور اس کا کمال نبی متبوع کا کمال ہے اور وہ صرف نبی نہیں کہلاتا بلکہ نبی بھی اور امتی بھی۔ مگر کسی ایسے نبی کا دوبارہ آنا جو امتی نہیں ہے ختم نبوت کے منافی ہے۔

چشمہ مسیحی صفحہ ۴۵

نبی کا کمال یہ ہے کہ وہ دوسرے شخص کو ظلی طور پر نبوت کے کمالات سے متمتع کر دے اور روحانی امور میں اس کی پوری پرورش کر کے دکھلا دے۔ اسی پرورش کی غرض سے نبی آتے ہیں۔ اور ماں کی طرح حق کے طالبوں کو گود میں لیکر خداشناسی کا دودھ پلاتے ہیں۔ پس اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس یہ دودھ نہیں تھا۔ تو نعوذ باللہ آپ کی نبوت ثابت نہیں ہو سکتی۔ مگر خدا تعالیٰ نے قرآن شریف میں آپکا نام سراج منیر رکھا ہے۔ جو دوسروں کو روشن کرتا ہے .... گذشتہ مذہبوں میں عورتوں کو بھی الہام ہوا۔ جیسا کہ موسیٰ کی ماں اور مریم کو۔ مگر تم مرد ہو کر ان عورتوں کے برابر بھی نہیں۔

سیرۃ الابدال صفحہ ۲

وللاتقیاء علامات یعرفون بہا ولا ولی الا التقی یا فتیان منہم قوم یرسلون لاصلاح الناس عند مفاسد الخناس	اور اتقیاء کے لئے علامتیں ہیں جن سے وہ پہچانے جاتے ہیں اور متقی ہی ولی ہوتا ہے۔ اے جوانو! ان میں سے ایک قوم ہے جو شیطان کے فسادوں کے وقت لوگوں کی اصلاح کیلئے بھیجے جاتے ہیں۔

الوصیت صفحہ ۱۰

تمام نبوتیں اور تمام کتابیں جو پہلے گذر چکیں ان کی الگ طور پر پیروی کی حاجت نہیں رہی۔ کیونکہ نبوت محمدیہ ان سب پر مشتمل اور حاوی ہے۔ اور بجز اسکے سب راہیں بند ہیں۔ تمام سچائیاں جو خدا تک پہنچاتی ہیں اسی کے اندر ہیں۔ نہ اس کے بعد کوئی نئی سچائی آئے گی اور نہ اس سے پہلے کوئی ایسی سچائی تھی جو اس میں موجود نہیں۔ اس لئے اس نبوت پر تمام نبوتوں کا خاتمہ ہے اور ہونا چاہیئے تھا۔ کیونکہ جس چیز کے لئے ایک آغاز ہے۔ اُس کے لئے ایک انجام بھی ہے۔ لیکن یہ نبوت محمدیہ اپنی ذاتی فیض رسانی سے قاصر نہیں بلکہ سب نبوتوں سے زیادہ اس میں فیض ہے۔ اس نبوت کی پیروی خدا تک بہت سہل طریق سے پہنچا دیتی ہے۔ اور اسکی پیروی سے خدا تعالیٰ کی محبت اور اس کے مکالمہ اور مخاطبہ کا اس سے بڑھکر انعام مل سکتا ہے جو پہلے ملتا تھا۔ مگر اس کا کامل پیرو صرف نبی نہیں کہلا سکتا۔ کیونکہ نبوت کاملہ تامہ محمدیہ کی اس میں ہتک ہے۔ ہاں امتی اور نبی دونوں لفظ اجتماعی حالت میں اسپر صادق آسکتے ہیں۔ کیونکہ اس نبوت تامہ کاملہ محمدیہ کی ہتک نہیں۔ بلکہ اس نبوت کی چمک اس فیضان سے زیادہ ظاہر ہوتی ہے اور جبکہ وہ مکالمہ مخاطبہ اپنی کیفیت اور کمیت کی رو سے کمال درجہ تک پہنچ جائے اور اس میں کوئی کثافت اور کمی باقی نہ ہو اور کھلے طور پر امور غیبیہ پر مشتمل ہو تو وہی دوسرے لفظوں میں نبوت کے نام سے موسوم ہوتا ہے۔ جس پر تمام نبیوں کا اتفاق ہے پس یہ ممکن نہ تھا کہ وہ قوم جس کے لئے فرمایا گیا کنتم خیر امۃ اخرجت للناس اور جن کے لئے یہ دعا سکھائی گئی ہے کہ اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم

لیکچر اسلام سیالکوٹ صفحہ ۳۰

...... کہ تمام افراد اس مرتبہ عالیہ سے محروم رہتے اور کوئی ایک فرد بھی اس مرتبہ کو نہ پاتا اور ایسی صورت میں صرف یہی خرابی نہیں ایسے شخص میں ایک حرکت

تھی کہ امت محمدیہ ناقص اور ناتمام رہتی اور سب کے سب اندھوں کی طرح رہتے۔ بلکہ یہ بھی نقص تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قوت فیضان پر داغ لگتا تھا۔ اور آپ کی قوت قدسیہ ناقص ٹھہرتی تھی اور ساتھ اس کے وہ دعا جس کا پانچ وقت نماز میں پڑھنا تعلیم کیا گیا اس کا سکھلانا بھی عبث ٹھہرتا تھا۔ مگر اس کی دوسری طرف یہ خرابی بھی تھی کہ اگر یہ کمال کسی فرد امت کو براہ راست بغیر پیروی نور نبوت محمدیہ کے مل سکتا تو ختم نبوت کے معنے باطل ہوتے تھے۔ پس ان دونوں خرابیوں سے محفوظ رکھنے کے لئے خدا تعالیٰ نے مکالمہ مخاطبہ کاملہ تامہ مطہرہ مقدسہ کا شرف ایسے بعض افراد کو عطا کیا جو فنا فی الرسول کی حالت تک اتم درجہ تک پہنچ گئے اور کوئی حجاب درمیان نہ رہا۔ اور امتی ہونے کا مفہوم اور پیروی کے معنے اتم اور اکمل درجہ پر ان میں پائے گئے ایسے طور پر کہ ان کا وجود اپنا وجود نہ رہا۔ بلکہ ان کی محویت کے آئینہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود منعکس ہوگیا۔ دوسری طرف اتم اور اکمل طور پر مکالمہ اور مخاطبہ الٰہیہ نبیوں کی طرح ان کو نصیب ہوا۔ پس اس طرح پر بعض افراد نے باوجود امتی ہونے کے نبی ہونے کا خطاب پایا۔

حقیقۃ الوحی صفحہ ۴ و ۵

باب سوم ان لوگوں کے بیان میں جو خدا تعالیٰ سے اکمل اور اصفیٰ طور پر وحی پاتے ہیں۔ اور کامل طور پر شرف مکالمہ اور مخاطبہ ان کو حاصل ہے۔ اور خوابیں بھی ان کو فلق الصبح کی طرح سچی آتی ہیں۔ اور خدا تعالیٰ سے اکمل اور اتم اور اصفیٰ تعلق رکھتے ہیں۔ جیسا کہ خدا تعالیٰ کے برگزیدہ نبیوں اور رسولوں کا تعلق ہوتا ہے۔

حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۴-۱۵

خدا تعالیٰ سے کامل تعلق پیدا کرنیوالے اس شخص سے مشابہت رکھتے ہیں جو اول دور سے آگ کی روشنی دیکھے۔ اور پھر اس سے نزدیک ہو جائے۔ یہاں تک کہ اس آگ میں اپنے تئیں داخل کردے۔ . . . . اور وہ غیب کے دروازے اس کی پیشگوئیوں پر کھولے جاتے ہیں۔ جو دوسروں پر نہیں کھولے جاتے۔ خدا کا کلام اس پر اس طرح نازل ہوتا ہے۔ جیسے کہ خدا کے پاک نبیوں اور رسولوں پر نازل ہوتا ہے۔

حقیقۃ الوحی حاشیہ صفحہ ۱۵

ایک بڑی علامت کامل تعلق کی یہ ہوتی ہے۔ کہ جس طرح خدا ہر ایک چیز پر غالب ہے اسی طرح وہ ہر ایک دشمن اور مقابلہ کرنے والے پر غالب رہتا ہے کتب اللہ لاغلبن انا ورسلی۔

حقیقۃ الوحی صفحہ ۲۰

خدا کے مقبول بندے جو انوار سبحانی میں غرق کئے جاتے ہیں اور آتش محبت سے ان کی ساری نفسانیت جلائی جاتی ہے۔ وہ اپنی ہر شان میں کیا باعتبار کمیت اور کیا باعتبار کیفیت غیروں پر غالب ہوتے ہیں۔ اور غیر معمولی طور پر خدا کی تائید اور نصرت کے نشان اس کثرت سے ان کے لئے ظاہر ہوتے ہیں۔ کہ دنیا میں کسی کو مجال نہیں ہوتی کہ ان کی نظیر پیش کر سکے۔

حقیقۃ الوحی صفحہ ۲۱-۲۲

پھر تیسری قسم کے ملہم اور خواب بین وہ لوگ ہیں۔ جن کے خوابوں اور الہاموں کی حالت اس جسمانی نظارہ سے مشابہ ہے۔ جب کہ ایک شخص اندھیری اور شدید البرد رات میں نہ صرف آگ کی کامل روشنی ہی پاتا ہے۔ اور اسی میں چلتا ہے۔ بلکہ اس کے گرم حلقے میں داخل ہو کر بکلی سردی سے محفوظ ہو جاتا ہے۔ اس مرتبہ تک وہ لوگ پہنچتے ہیں جو شہوات نفسانیہ کا چولہ آتش محبت الٰہی میں جلا دیتے ہیں . . . .

حقیقۃ الوحی صفحہ ۲۳

وہ وحی کامل جو اقسام ثلاثہ میں سے تیسری قسم کی وحی ہے جو کامل فرد پر نازل ہوتی ہے +

حقیقۃ الوحی صفحہ ۲۳

اور اس نفس پر صفات الہیہ کا انعکاس پورے طور پر ہو جاتا ہے۔ اور پورے طور پر چہرہ حضرت احدیت ظاہر ہوتا ہے +

حقیقۃ الوحی صفحہ ۲۴

مگر تاہم وہ لوگ جو اپنی نفسانی حیات سے مر کر خدا تعالےٰ کی ذات کا مظہر اتم ہو جاتے ہیں۔ اور ظلی طور پر خدا تعالےٰ ان کے اندر داخل ہو جاتا ہے ان کی حالت سب سے الگ ہے +

حقیقۃ الوحی صفحہ ۲۷ و ۲۸

مگر جس کامل انسان پر قرآن شریف نازل ہوا اس کی نظر محدود نہ تھی۔ اور اس کی عام غمخواری اور ہمدردی میں کچھ قصور نہ تھا۔ بلکہ کیا باعتبار زمان اور کیا باعتبار مکان اس کے نفس کے اندر کامل ہمدردی موجود تھی اسلئے قدرت کی تجلیات کا پورا اور کامل حصہ اس کو ملا۔ اور وہ خاتم الانبیاء بنے۔ مگر ان معنوں سے نہیں کہ آئندہ اس سے کوئی روحانی فیض نہیں ملے گا۔ بلکہ ان معنوں سے کہ وہ صاحب خاتم ہے۔ بجز اس کی مہر کے کوئی فیض کسی کو نہیں پہنچ سکتا۔ اور اس کی امت کے لئے قیامت تک مکالمہ اور مخاطبہ الہیہ کا دروازہ کبھی بند نہ ہوگا۔ اور بجز اس کے کوئی نبی صاحب خاتم نہیں۔ ایک وہی ہے جس کی مہر سے ایسی نبوت بھی مل سکتی ہے۔ جس کے لئے امتی ہونا لازمی ہے اور اس کی ہمت اور ہمدردی نے امت کو ناقص حالت پر چھوڑنا نہیں چاہا۔ اور ان پر وحی کا دروازہ جو حصول معرفت کی اصل جڑھ ہے بند رہنا گوارا نہیں کیا۔ ہاں اپنی ختم رسالت کا نشان قائم رکھنے کے لئے یہ چاہا کہ فیض وحی آپ کی پیروی کے وسیلہ سے ملے۔ اور جو شخص امتی نہ ہو اُس پر وحی الٰہی کا دروازہ بند ہو۔ سو خدا نے ان معنوں سے آپ کو خاتم الانبیاء ٹھہرایا۔ لہذا قیامت تک یہ بات قائم ہوئی کہ جو شخص سچی پیروی سے اپنا امتی ہونا ثابت نہ کرے۔ اور آپ کی متابعت میں اپنا تمام وجود محو نہ کرے ایسا انسان قیامت تک نہ کوئی کامل وحی پا سکتا ہے۔ اور نہ کامل ملہم ہو سکتا ہے۔ کیونکہ مستقل نبوت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر ختم ہو گئی۔ مگر ظلی نبوت جس کے معنے ہیں کہ محض فیض محمدی سے وحی پانا وہ قیامت تک باقی رہے گی۔ تا انسانوں کی تکمیل کا دروازہ بند نہ ہو۔ تا یہ نشان دنیا سے مٹ نہ جائے۔ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی ہمت نے قیامت تک یہی چاہا ہے کہ مکالمات و مخاطبات الہیہ کے دروازے کھلے رہیں +

(حاشیہ) اس جگہ یہ سوال طبعاً ہو سکتا ہے۔ کہ حضرت موسیٰ کی امت میں بہت سے نبی گذرے ہیں۔ پس اس حالت میں موسےٰ کا افضل ہونا لازم آتا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ جس قدر نبی گذرے ہیں۔ ان سب کو خدا نے براہ راست چن لیا تھا۔ حضرت موسیٰ ؑ کا اس میں کچھ بھی دخل نہ تھا۔ لیکن اس اُمت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کی برکت سے ہزارہا اولیاء ہوئے ہیں۔ اور ایک وہ بھی ہوا جو امتی بھی ہے اور نبی بھی۔ اس کثرت فیضان کی کسی نبی میں نظیر نہیں مل سکتی۔ اسرائیلی نبیوں کو الگ کر کے باقی تمام لوگ اکثر موسوی امت میں ناقص پائے جاتے ہیں

رہے انبیاء سو ہم بیان کر چکے۔ کہ انہوں نے حضرت موسیٰ سے کچھ نہیں پایا۔ بلکہ وہ براہ راست نبی کئے گئے۔ مگر امت محمدیہ میں سے ہزارہا لوگ محض پیروی کی وجہ سے ولی کئے گئے +

حقیقۃ الوحی صفحہ ۲۹

بیشک حدیثوں میں مسیح موعود کے ساتھ نبی کا نام موجود ہے۔ مگر ساتھ اس کے امتی کا نام بھی تو موجود ہے۔ اور اگر موجود بھی نہ ہوتا تو مفاسد مذکورہ بالا پر نظر کر کے ماننا پڑتا کہ ہرگز ایسا ہو نہیں سکتا کہ کوئی مستقل نبی آنحضرت جدید صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد آوے۔ کیونکہ ایسے شخص کا آنا صریح طور پر ختم نبوت کے منافی ہے +

حقیقۃ الوحی صفحہ ۵۵

اور یاد رہے کہ جیسا کہ تیسری قسم کے لوگوں کی خوابیں نہائت صاف ہوتی ہیں۔ اور پیشگوئیاں ان کی تمام دنیا سے بڑھ کر صحیح نکلتی ہیں اور نیز وہ عظیم الشان امور کے متعلق ہوتی ہیں۔ اور اس قدر ان کی کثرت ہوتی ہے کہ گویا ایک سمندر ہے۔ ایسا ہی اس کے معارف اور حقائق بھی کیفیت اور کمیت میں تمام بنی نوع سے بڑھ کر ہوتے ہیں +

حقیقۃ الوحی صفحہ ۶۳

ان کامل راستبازوں کے آئینہ صافی میں عکسی طور پر خدا نازل ہوا تھا۔ اور ایک شخص کا عکس جو آئینے میں ظاہر ہوتا ہے۔ استعارہ کے رنگ میں گویا وہ اس کا بیٹا ہوتا ہے۔ کیونکہ جیسا کہ بیٹا باپ سے پیدا ہوتا ہے۔ ایسا ہی عکس اپنے اصل سے پیدا ہوتا ہے۔ پس ایسے دل میں جو نہایت صافی ہے۔ اور کوئی کدورت اس میں باقی نہیں رہی تجلیات الٰہیہ کا انعکاس ہوتا ہے۔ تو وہ عکسی تصویر استعارہ کے رنگ میں اصل کے لئے بطور بیٹے کے ہو جاتی ہے ... . جیسا کہ استعارہ کے رنگ میں ان نبیوں کو پہلے نبیوں کی کتابوں میں بیٹا کر کے پکارا گیا ہے۔ ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو بعض پیشگوئیوں میں خدا کر کے پکارا گیا ہے +

حقیقۃ الوحی صفحہ ۶۶

لیکن وہ امور جو خاص طور کے غائب ہیں۔ وہ خدا تعالے کے خاص بندوں سے مخصوص ہیں۔ وہ لوگ عام لوگوں کی خوابوں اور الہاموں سے چار طور کا امتیاز رکھتے ہیں۔ ایک یہ کہ اکثر اس کے مکاشفات نہائت صاف ہوتے ہیں۔ اور شاذ و نادر مشتبہ ہوتا ہے۔ مگر دوسرے لوگوں کے مکاشفات اکثر مکدر اور مشتبہ ہوتے ہیں اور شاذ و نادر کوئی صاف ہوتا ہے۔ دوسرے یہ کہ وہ عام لوگوں کی نسبت اس قدر کثیر الوقوع ہوتے ہیں۔ کہ اگر مقابلہ کیا جائے تو وہ مقابلہ ایسا فرق رکھتا ہے۔ جیسا کہ ایک بادشاہ اور ایک گدا کے مال کا مقابلہ کیا جائے۔ تیسرے ان سے ایسے عظیم الشان نشان ظاہر ہوتے ہیں۔ کہ کوئی دوسرا شخص ان کی نظیر پیش نہیں کر سکتا۔ چوتھے ان کے نشانوں میں قبولیت کے نمونے اور علامتیں پائی جاتی ہیں۔ اور محبوب حقیقی کی محبت اور نصرت کے آثار ان میں نمودار ہوتے ہیں +

حقیقۃ الوحی صفحہ ۶۷

میری تائید میں اس نے وہ نشان ظاہر فرمائے ہیں۔ جو آج کی تاریخ سے جو ۱۶ جولائی ۱۹۰۶ء ہے۔ اگر میں ان کو فرداً فرداً شمار کروں۔ تو میں خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر کہہ سکتا ہوں کہ وہ تین لاکھ سے بھی زیادہ ہیں +

حقیقۃ الوحی صفحہ ۷۲

حاشیہ۔ اس وحی الٰہی میں خدا نے میرا نام رسل رکھا۔ کیونکہ جیسا کہ براہین احمدیہ میں لکھا گیا ہے

حقیقۃ الوحی صفحہ ۷۲

خدا تعالیٰ نے مجھے تمام انبیاء علیہم السلام کا مظہر ٹھہرایا ہے۔ اور تمام نبیوں کے نام میری طرف منسوب کئے ہیں
میں آدم ہوں میں شیث ہوں میں نوح ہوں میں ابراہیم ہوں میں اسحٰق ہوں میں اسمٰعیل ہوں میں یعقوب ہوں
میں یوسف ہوں میں موسیٰ ہوں میں داؤد ہوں میں عیسیٰ ہوں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کا میں مظہر اتم
ہوں یعنے ظلی طور پر محمد اور احمد ہوں+

حاشیہ حقیقۃ الوحی ۹۶ و ۹۷

یہ وحی الٰہی کہ خدا کی فیلنگ اور خدا کی مہر نے کتنا بڑا کام کیا۔ اس کے یہ معنے ہیں کہ خدا نے اس زمانہ میں
محسوس کیا کہ یہ ایسا فاسد زمانہ آگیا ہے۔ جس میں ایک عظیم الشان مصلح کی ضرورت ہے اور خدا کی مہر نے یہ کام کیا۔ کہ
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرنے والا اس درجہ کو پہنچا کہ ایک پہلو سے وہ امتی ہے۔ اور ایک پہلو سے نبی۔
کیونکہ اللہ جل شانہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو صاحب خاتم بنایا۔ یعنے آپ کو افاضہ کمال کے لئے مہر دی۔ جو کسی
اور نبی کو ہرگز نہیں دی گئی۔ اسی وجہ سے آپ کا نام خاتم النبیین ٹھہرا۔ یعنے آپ کی پیروی کمالات نبوت بخشتی
ہے اور آپ کی توجہ روحانی نبی تراش ہے۔ اور یہ قوت قدسیہ کسی اور نبی کو نہیں ملی۔ یہی معنے اس حدیث کے
ہیں۔ کہ علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل یعنے میری امت کے علماء بنی اسرائیل کے نبیوں کی طرح ہوں گے+

حقیقۃ الوحی صفحہ ۹۷

بنی اسرائیل میں اگرچہ بہت نبی آئے۔ مگر ان کی نبوت موسیٰ کی پیروی کا نتیجہ نہ تھا۔ بلکہ وہ نبوتیں
براہ راست خدا کی ایک موہبت تھیں۔ حضرت موسیٰ کی پیروی کا اس میں ایک ذرہ کچھ دخل نہ تھا۔ اسی وجہ سے
میری طرح ان کا یہ نام نہ ہوا۔ کہ ایک پہلو سے نبی اور ایک پہلو سے اُمتی۔ بلکہ وہ انبیاء مستقل نبی کہلائے۔ اور
براہ راست ان کو منصب نبوت ملا . . . . حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ
کی امت اولیاء اللہ کے وجود سے عموماً محروم رہی تھی اور کوئی شاذ و نادر ان میں ہوا تو وہ حکم معدوم کا رکھتا ہے+

حاشیہ حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۰۱

یہ کس قدر ظلم ہے۔ جو نادان مسلمانوں کا عقیدہ ہے۔ کہ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی امت مکالمہ مخاطبہ
الٰہیہ سے بے نصیب ہے۔ اور خود حدیثیں پڑھتے ہیں۔ جن سے ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی امت
میں اسرائیلی نبیوں کے مشابہ لوگ پیدا ہوں گے۔ اور ایک ایسا ہوگا کہ ایک پہلو سے نبی ہوگا اور ایک پہلو سے امتی
وہی مسیح موعود کہلائے گا+

حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۱۱

اور اگر خدا تعالیٰ کی تمام کتابوں کو غور سے دیکھا جاوے۔ تو معلوم ہوگا کہ تمام نبی یہی سکھلاتے آئے ہیں۔ کہ خدا
تعالیٰ کو واحد لاشریک مانو۔ اور ساتھ اسکے ہماری رسالت پر بھی ایمان لاؤ۔ اسی وجہ سے اسلامی تعلیم کا ان دو فقروں
میں خلاصہ تمام امت کو سکھلایا گیا کہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ+

حقیقۃ الوحی ۱۲۴

یہ تو ہم بیان کر چکے ہیں۔ کہ وہ امر جس کا نام توحید ہے۔ اور جو مدار نجات ہے۔ اور جو شیطانی توحید سے ایک علیحدہ امر
ہے۔ وہ بجز اس کے کہ وقت کے نبی یعنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لایا جائے اور ان کی اطاعت کی جائے میسر نہیں

حقیقۃ الوحی ۱۲۴

سکتا۔ اور صرف توحید خشک بجز اطاعت رسول کے کچھ چیز نہیں۔ بلکہ اس مردہ کی طرح ہے جس میں روح نہیں۔ اب یہ بیان کرنا رہ گیا۔ کہ کیا قرآن شریف نے ہمارے بیان کے مطابق انسانی نجات کو اطاعت رسول کے ساتھ وابستہ فرمایا ہے۔ یا اس کے برخلاف قرآنی تعلیم ہے۔ سو اس حقیقت کے سمجھانے کے لئے ہم آیات ذیل پیش کرتے ہیں:۔ قولہ تعالیٰ

قل اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول الجزو ۳ سورۃ ۳ ترجمہ کہہ خدا کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو

وما ارسلنا من رسول الا لیطاع باذن اللہ الجزو ۵ .... بمنشاء اس آیت کے نبی واجب الاطاعت ہے

پس جو شخص نبی کی اطاعت سے باہر ہو۔ وہ کیونکر نجات پا سکتا ہے +

حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۴۹

اگرچہ خدا تعالیٰ نے براہین احمدیہ میں میرا نام عیسیٰ رکھا۔ اور یہ بھی مجھے فرمایا۔ کہ تیرے آنے کی خبر خدا اور رسول نے دی تھی۔ مگر چونکہ ایک گروہ مسلمانوں کا اس اعتقاد پر جما ہوا تھا اور میرا بھی یہی اعتقاد تھا کہ حضرت عیسیٰ آسمان پر سے نازل ہونگے اسلئے میں نے خدا کی وحی کو ظاہر پر حمل کرنا نہ چاہا۔ بلکہ اس وحی کی تاویل کی اور اپنا اعتقاد وہی رکھا جو عام مسلمانوں کا تھا اور اسی کو براہین احمدیہ میں شائع کیا۔ لیکن بعد اسکے اس بارے میں بارش کی طرح وحی الٰہی نازل ہوئی کہ وہ مسیح موعود جو آنیوالا تھا تو ہی ہے +

حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۴۹ و ۱۵۰

اسی طرح اوائل میں میرا یہی عقیدہ تھا کہ مجھ کو مسیح ابن مریم سے کیا نسبت ہے۔ وہ نبی ہے اور خدا کے بزرگ مقربین میں سے ہے اور اگر کوئی امر میری فضیلت کی نسبت ظاہر ہوتا تو میں اسکو جزئی فضیلت قرار دیتا تھا۔ مگر بعد میں جو خدا تعالیٰ کی وحی بارش کی طرح میرے پر نازل ہوئی اس نے مجھے اس عقیدہ پر قائم نہ رہنے دیا۔ اور صریح طور پر نبی کا خطاب مجھے دیا گیا۔ مگر اس طرح سے کہ ایک پہلو سے نبی اور ایک پہلو سے امتی +

حاشیہ حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۵۰

یاد رہے کہ بہت سے لوگ میرے دعویٰ میں نبی کا نام سن کر دھوکہ کھاتے ہیں اور خیال کرتے ہیں کہ گویا میں نے اس نبوت کا دعویٰ کیا ہے جو پہلے زمانوں میں براہ راست نبیوں کو ملی ہے۔ لیکن وہ اس خیال میں غلطی پر ہیں۔ میرا ایسا دعویٰ نہیں ہے بلکہ خدا تعالیٰ کی مصلحت اور حکمت نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے افاضہ روحانیہ کا کمال ثابت کرنے کے لئے یہ مرتبہ بخشا ہے کہ آپکے فیض کی برکت سے مجھے نبوت کے مقام تک پہنچایا۔ اس لئے میں صرف نبی نہیں کہلا سکتا۔ بلکہ ایک پہلو سے نبی اور ایک پہلو سے امتی اسی وجہ سے حدیث اور میرے الہام میں جیسا کہ میرا نام نبی رکھا گیا ایسا ہی میرا نام امتی بھی رکھا ہے تا معلوم ہو کہ ہر ایک کمال مجھکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع اور آپکے ذریعہ سے ملا ہے +

حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۵۱

لیکن قرآن شریف سے ہم کوئی امر زیادہ بیان نہیں کر سکتے۔ کیونکہ اسکی تعلیم اتم اور اکمل ہے اور وہ توریت کیطرح کسی انجیل کا محتاج نہیں

حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۵۳

خلاصہ کلام یہ کہ چونکہ میں ایک ایسے نبی کا تابع ہوں جو انسانیت کے تمام کمالات کا جامع تھا اور اسکی شریعت اکمل اور اتم تھی اور تمام دنیا کی اصلاح کیلئے تھی اسلئے مجھے وہ قوتیں عنایت کیگئیں جو تمام دنیا کی اصلاح کیلئے ضروری تھیں۔ تو پھر اس امر میں کیا شک ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام کی وہ فطرتی طاقتیں نہیں دی گئیں جو مجھے دی گئیں۔ کیونکہ وہ ایک خاص قوم کے لئے آئے تھے اور اگر وہ میری جگہ ہوتے تو اپنی اس فطرت کی وجہ سے وہ کام انجام نہ دے سکتے جو خدا کی عنایت نے مجھے انجام دینے کی قوت دی وھذا تحدیث نعمۃ اللہ ولا فخر +

حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۷۸

از انجملہ ایک یہ کہ ڈاکٹر عبد الحکیم خان اپنے رسالہ المسیح الدجال وغیرہ میں میرے پر یہ الزام لگاتا ہے کہ گویا میں نے اپنی کتاب میں یہ لکھا ہے کہ جو شخص میرے پر ایمان نہیں لائے گا گو وہ میرے نام سے بھی بے خبر ہو گا۔ اور گو وہ ایسے ملک میں ہو گا جہاں تک میری دعوت نہیں پہنچی تب بھی وہ کافر ہو جائے گا اور دوزخ میں پڑے گا۔ یہ ڈاکٹر مذکور کا سراسر افترا ہے میں نے کسی کتاب یا کسی اشتہار میں ایسا نہیں لکھا۔ اُس پر فرض ہے کہ جو ایسی کوئی میری کتاب پیش کرے جس میں یہ لکھا ہے +

حقیقۃ الوحی صفحہ ۳۴۴

یا احمد بارک اللہ فیک ۔ یعنی اے احمدؐ (یہ ظلی طور پر اس عاجز کا نام ہے) خدا نے تجھ میں برکت رکھدی +

حقیقۃ الوحی حاشیہ صفحہ ۳۸۹

جس بلا سے اللہ تعالےٰ بذریعہ کسی نبی یا رسول یا محدث کے اطلاع دیتا ہے +

حقیقۃ الوحی صفحہ ۳۹۰

اور پھر ایک اور نادانی یہ ہے کہ جاہل لوگوں کو بھڑکانے کے لئے کہتے ہیں۔ کہ اس شخص نے نبوت کا دعوے کیا ہے۔ حالانکہ یہ ان کا سراسر افترا ہے۔ بلکہ جس نبوت کا دعویٰ کرنا قرآن شریف کے رو سے منع معلوم ہوتا ہے۔ ایسا کوئی دعویٰ نہیں کیا گیا۔ صرف یہ دعویٰ ہے کہ ایک پہلو سے میں امتی ہوں اور ایک پہلو سے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی فیض نبوت کی وجہ سے نبی ہوں۔ اور نبی سے مراد صرف اس قدر ہے کہ خدا تعالےٰ سے بکثرت شرف مکالمہ مخاطبہ پاتا ہوں۔ بات یہ ہے کہ جیسا کہ مجدد صاحب سرہندی نے اپنے مکتوبات میں لکھا ہے۔ کہ اگرچہ اس امت کے بعض افراد مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ سے مخصوص ہیں اور قیامت تک مخصوص رہیں گے۔ لیکن جس شخص کو بکثرت اس مکالمہ و مخاطبہ سے مشرف کیا جائے۔ اور بکثرت امور غیبیہ اُس پر ظاہر کئے جائیں وہ نبی کہلاتا ہے +

حقیقۃ الوحی صفحہ ۳۹۱

غرض اس حصہ کثیر وحی الٰہی اور امور غیبیہ میں اس امت میں سے میں ہی ایک فرد مخصوص ہوں۔ اور جس قدر مجھ سے پہلے اولیاء اور ابدال اور اقطاب اس امت میں گذر چکے ہیں ان کو یہ حصہ کثیر اس نعمت کا نہیں دیا گیا۔ پس اس وجہ سے نبی کا نام پانے کے لئے میں ہی مخصوص کیا گیا۔ اور دوسرے تمام لوگ اس نام کے مستحق نہیں۔ کیونکہ کثرت وحی اور کثرت امور غیبیہ اس میں شرط ہے۔ اور وہ شرط ان میں پائی نہیں جاتی +

تتمہ حقیقۃ الوحی صفحہ ۶۸

اور یہ کہنا کہ نبوت کا دعویٰ کیا ہے کس قدر جہالت کس قدر حماقت اور کس قدر حق سے خروج ہے۔ اے نادانو! میری مراد نبوت سے یہ نہیں ہے کہ میں نعوذ باللہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابل پر کھڑا ہو کر نبوت کا دعویٰ کرتا ہوں یا کوئی نئی شریعت لایا ہوں صرف مراد میری نبوت سے کثرت مکالمت و مخاطبت الٰہیہ ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع سے حاصل ہے سو مکالمہ و مخاطبہ کے آپ لوگ بھی قائل ہیں۔ پس یہ صرف لفظی نزاع ہوئی یعنے آپ لوگ جس امر کا نام مکالمہ و مخاطبہ رکھتے ہیں میں اسکی کثرت کا نام بموجب حکم الٰہی نبوت رکھتا ہوں ولکل ان یصطلح +

تتمہ حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۰۲

لیکن وہ لوگ جو خدا کے نزدیک ملہم اور مکلم کہلاتے ہیں۔ اور مکالمہ اور مخاطبہ کا شرف رکھتے ہیں اور دعوت خلق کے لئے مبعوث ہوتے ہیں ان کی تائید میں خدا تعالیٰ کے نشان بارش کی طرح برستے ہیں اور دنیا ان کا مقابلہ نہیں کرسکتی اور قول الٰہی اپنی کثرت کیساتھ گواہی دیتا ہے کہ جو کلام وہ بیان کرتے ہیں وہ کلام الٰہی ہے۔ اگر الہام کا دعویٰ کرنیوالے اس علامت کو مدنظر رکھتے تو وہ اس فتنہ سے بچ جاتے +

تتمہ حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۴۸ و ۱۴۹

خدا نے میرے ہزارہا نشانوں سے میری وہ تائید کی ہے کہ بہت ہی کم نبی گذرے ہیں۔ جن کی یہ تائید کی گئی لیکن پھر بھی جن کے دلوں پر مہریں ہیں وہ خدا کے نشانوں سے کچھ بھی فائدہ نہیں اٹھاتے ۔

الاستفتاء ضمیمہ حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۶

ولا یقول ھذا العبد الا ما قال النبی صلے اللہ علیہ وسلم ولا یخرج قدما من الھدیٰ ویقول ان اللہ سمانی نبیًا بوحیہ وکذالک سمیت من قبل علی لسان رسولنا المصطفٰی ولیس مرادہ من النبوۃ الا کثرۃ مکالمۃ اللہ وکثرۃ انباء من اللہ وکثرۃ ما یوحیٰ۔ ویقول ما نعنی من النبوۃ ما یعنی فی الصحف الاولیٰ بل ھی درجۃ لا تعطی الا من اتباع نبینا خیر الوریٰ وکل من حصلت لہ ھذہ الدرجۃ یکلم اللہ ذالک الرجل بکلام اکثر واجلیٰ۔

یہ بندہ وہی کہتا ہے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اور ایک قدم بھی اس ہدایت سے باہر نہیں ہوتا۔ اور کہتا ہے کہ تحقیق اللہ تعالےٰ نے اپنی وحی میں میرا نام نبی رکھا اور ایسا ہی پہلے سے ہمارے رسول مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا نام نبی رکھا ہے اور نبوت سے اس کی مراد سوائے کثرت مکالمات الٰہیہ اور کثرت اخبار الٰہیہ اور کثرت وحی کے اور کچھ نہیں۔ اور کہتا ہے کہ اس نبوت سے وہ نبوت مراد نہیں جو پہلے صحیفوں میں گذر چکی ہے بلکہ یہ ایک درجہ ہے جو ہمارے نبی خیر الوریٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کے بغیر کسی کو نہیں ملتا اور ہر ایک شخص جس کو یہ درجہ حاصل ہو اس شخص سے اللہ تعالےٰ کثرت سے اور نہایت صفائی سے کلام کرتا ہے ۔

حاشیہ الاستفتاء ضمیمہ حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۶

وان قال قائل کیف یکون نبی من ھذہ الامۃ وقد ختم اللہ علی النبوۃ۔

سوال۔ اگر کوئی کہنے والا یہ کہے کہ اس امت میں سے کیونکر نبی ہو سکتا ہے۔ جبکہ اللہ تعالےٰ نے نبوت پر مہر لگا دی ہے۔

فالجواب۔ انہ عز وجل ما سمی ھذا الرجل نبیًا الا لاثبات کمال نبوۃ سیدنا خیر البریۃ فان ثبوت کمال النبی لا یتحقق الا بثبوت کمال الامۃ ومن دون ذالک ادعاء محض لا دلیل علیہ عند اھل الفطنۃ ولا معنی لختم النبوۃ علی فرد من غیر

جواب۔ پس اس کا جواب یہ ہے کہ تحقیق اللہ تعالےٰ نے اس شخص کا نام نبی اس لئے رکھا ہے تاکہ ہمارے سردار خیر البریہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا کمال ثابت ہو پس تحقیق اس نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے کمال کا ثبوت متحقق نہیں ہو سکتا۔ جب تک اس امت کا کمال ثابت نہ ہو۔ اور اس کے سوا کوئی دعوےٰ کرنا عقلمندوں کے نزدیک بلا دلیل ہے اور اس کا ل

ان تختتم کمالات النبوۃ علی ذالک المفرد ومن الکمالات العظمی کمال النبی فی الافاضۃ وھو لا یثبت من غیر نموذج یوجد فی الامۃ ثم مع ذالک ذکرت غیر مرۃ ان اللہ ما اراد من نبوتی الا کثرۃ المکالمۃ و المخاطبۃ وھو مسلم عند اکابر اھل السنۃ فالنزاع لیس الا نزاعا لفظیا فلا تستعجلوا یا اھل العقل والفطنۃ ولعنۃ اللہ علی من ادعی خلاف ذالک مثقال ذرۃ ومعھا لعنۃ الناس والملئکۃ۔

فرد پر نبوت کے ختم ہونے سے یہ مراد ہے کہ نبوت کے تمام کمالات اس فرد پر ختم ہو گئے۔ اور بڑے کمالات میں سے نبی کا کمال افاضہ میں ہوتا ہے اور وہ ثابت نہیں ہو سکتا جب تک کہ کوئی نمونہ اس کی امت میں نہ پایا جائے۔ علاوہ بریں میں کئی مرتبہ بیان کر چکا ہوں کہ میری نبوت سے اللہ تعالےٰ کی مراد سوائے کثرت مکالمہ اور مخاطبہ کے اور کچھ نہیں اور یہ اہل سنت کے اکابر کے نزدیک مسلم ہے۔ پس صرف لفظی نزاع ہے۔ پس اے عقلمندو اور دانا ؤ جلدی نہ کرو اور اللہ تعالےٰ کی لعنت اس شخص پر ہو جو اس کے خلاف ذرہ بھر دعوے کرے اور ساتھ ہی تمام لوگوں اور تمام فرشتوں کی لعنت اس پر ہو۔

وان نبینا خاتم الانبیاء لا نبی بعدہ الا الذی ینور بنورہ ویکون ظھورہ ظل ظھورہ فالوحی لنا حق وملک بعد الاتباع۔ وھو ضالۃ فطرتنا و وجدناہ من ھذا النبی المطاع فاعطینا مجانا من غیر الاشتراء والمؤمن الکامل ھو الذی رزق من ھذہ النعمۃ۔ علی سبیل الموھبۃ والذی لم یرزق منہ شیئا یخاف علیہ سوء الخاتمۃ۔

(الاستفتاء ضمیمہ حقیقۃ الوحی صفحہ ۲۲)

اور تحقیق ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیا ہیں۔ ان کے بعد کوئی نبی نہیں مگر وہی جو ان کے نور سے منور کیا جائے اور اس کا ظہور اس کے ظل کا ظہور ہوگا۔ پس وحی ہمارے لئے حق ہے اور اتباع کے بعد ہماری ملک ہے۔ اور یہ ہماری فطرت کی کھوئی ہوئی چیز ہے جس کو ہم نے اس نبی مطاع سے پایا پس بغیر خریدنے کے ہم نے اس کو مفت پا لیا۔ اور مومن کامل وہ ہے جو بطور موہبت اس نعمت سے رزق دیا جاتا ہے اور جو شخص اس نعمت سے کچھ بھی نہیں دیا جاتا اس کے برے خاتمہ کا اندیشہ ہے۔

والنبوۃ قد انقطعت بعد نبینا صلی اللہ علیہ وسلم ولا کتاب بعد الفرقان الذی ھو خیر الصحف

(۶۴)

اور نبوت ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد تحقیق منقطع ہو گئی اور قرآن شریف کے پیچھے جو سب صحیفوں سے بہتر ہے اور کوئی کتاب نہیں۔

السابقة - ولا شريعة بعد الشريعة المحمدية - بيد انى سميت نبيًا على لسان خير البرية وذالك امر ظلى من بركات المتابعة وما ارى فى نفسى خيرًا ووجدت كلما وجدت من هذه النفس المقدسة وما عنى الله من نبوتى الا كثرة المكالمة والمخاطبة ولعنة الله على من اراد فوق ذالك او حسب نفسه شيئًا او اخرج عنقه من الربقة النبوية و ان رسولنا خاتم النبيين وعليه انقطعت سلسلة المرسلين فليس حق احد ان يدعى النبوة بعد رسولنا المصطفى على الطريقة المستقلة وما بقى بعده الا كثرة المكالمة وهو بشرط الاتباع لا بغير متابعة خير البرية - ووالله ما حصل لى هذا المقام الا من انوار اتباع الاشعة المصطفوية وسميت نبيا من الله على طريق المجاز لا على وجه الحقيقة -

اور شریعت محمدیہ کے پیچھے اور کوئی شریعت نہیں۔ آنحضرت صلعم جو سب مخلوقات سے بہتر ہیں اُنہوں نے میرا نام نبی رکھا اور ان کی متابعت کی برکتوں میں سے یہ ایک ظلی امر ہے اور میں اپنے نفس میں کوئی خوبی نہیں دیکھتا۔ اور جو کچھ میں نے پایا اس مقدس نفس سے ہی پایا اور میری نبوت سے اللہ تعالےٰ کی مراد سوائے کثرت مکالمہ اور مخاطبہ کے اور کچھ نہیں اور اللہ تعالےٰ کی لعنت اس شخص پر جو اس امر سے اوپر کچھ ارادہ کرے یا اپنے آپ کو کچھ سمجھے یا اپنی گردن کو اس نبی کی اطاعت کی رسی سے باہر نکالے اور تحقیق ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں اور ان پر مرسلین کا سلسلہ منقطع ہو گیا اور ہمارے رسول مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی شخص کا حق نہیں کہ مستقل طور پر نبوت کا دعوےٰ کرے اور ان کے بعد سوائے کثرت مکالمہ کے اور کچھ باقی نہیں اور وہ بھی بغیر اتباع آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جو سب مخلوق سے بہتر ہیں حاصل نہیں ہو سکتا اور قسم ہے اللہ کی یہ مقام مجھ کو حاصل نہیں ہوا مگر محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کی شعاؤں کی اتباع کے انوار سے۔ اور میرا نام اللہ تعالےٰ کی طرف سے نبی رکھا گیا مجاز کے طریق پر نہ علی وجہ الحقیقت ٭

اگر درمیانی زمانے میں یہ غلطیاں نہ پڑتیں تو پھر مسیح موعود کا آنا فضول اور انتظار کرنا بھی فضول تھا۔ کیونکہ مسیح موعود مجدد ہے اور مجدد غلطیوں کی اصلاح کے لئے ہی آیا کرتے ہیں ٭

اور قوم پر تو اس قدر بھی امید نہ تھی کہ وہ اس امر کو بھی تسلیم کر سکیں۔ کہ بعد زمانہ نبوت وحی غیر تشریعی کا سلسلہ منقطع نہیں ہوا۔ اور قیامت تک باقی ہے۔ بلکہ صریح معلوم ہوتا تھا کہ ان کی طرف سے وحی کے دعوے پر تکفیر کا انعام ملیگا۔ اور سب علماء متفق ہو کر درپے ایذا و بیخ کنی ہو جائینگے کیونکہ ان کے نزدیک بعد سیدنا جناب ختمی پناہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وحی الٰہی پر قیامت تک مہر لگ گئی ہے اور بالکل غیر ممکن ہے کہ اب کسی سے مکالمہ و مخاطبہ الٰہیہ ہو ٭

یہ سات قسم کے نشان ہیں جن میں سے ہر ایک نشان ہزارہا نشانوں کا جامع ہے۔ مثلاً یہ پیشگوئی کہ یاتیک من کل فج عمیق

براہین احمدیہ حصہ پنجم صفحہ ۵

جس کے یہ معنے ہیں کہ ہر ایک جگہ سے اور دور دراز ملکوں سے نقد اور جنس کی امداد آئیگی - اور خطوط بھی آئینگے - اب اس صورت میں ہر ایک جگہ سے جواب تک کوئی روپیہ آتا ہے یا پارچات یا دوسرے ہدیے آتے ہیں یہ سب بجائے خود ایک ایک نشان ہیں کیونکہ ایسے وقت میں ان تمام باتوں کی خبر دیگئی تھی جبکہ انسانی عقل اس کثرت مدد کو دور از قیاس و محال سمجھتی تھی - ایسا ہی یہ دوسری پیشگوئی یعنی یاتون من کل فج عمیق جس کے یہ معنے ہیں کہ دور دور سے لوگ تیرے پاس آئینگے - یہانتک کہ وہ سڑکیں ٹوٹ جائینگی جن پر وہ چلینگے اس زمانہ میں وہ پیشگوئی بھی پوری ہو گئی چنانچہ اب تک کئی لاکھ انسان قادیاں میں آچکے ہیں - اگر خطوط بھی اس کے ساتھ شامل کئے جائیں جن کی کثرت کی خبر بھی قبل از وقت گمنامی کی حالت میں دیگئی تھی تو شاید یہ اندازہ کروڑ تک پہنچ جائیگا - مگر ہم صرف مالی مدد اور بیعت کنندوں کی آمد پر کفایت کرکے ان نشانوں کو تخمیناً دس لاکھ نشان قرار دیتے ہیں ॰

۱۰ لاکھ

براہین احمدیہ حصہ پنجم صفحہ ۶۰

خدا تعالےٰ اپنے کلام عزیز میں فرماتا ہے کہ ہر ایک مومن پر غیب کامل کے امور ظاہر نہیں کئے جاتے بلکہ محض ان بندوں پر جو اصطفاء اور اجتبار کا مرتبہ رکھتے ہیں ظاہر ہوتے ہیں - جیسا کہ اللہ تعالےٰ قرآن شریف میں ایک جگہ فرماتا ہے - لا یظہر علی غیبہ احداً الا من ارتضی من رسول یعنی اللہ تعالےٰ اپنے غیب پر کسی کو غالب نہیں ہونے دیتا - مگر ان لوگوں کو جو اس کے رسول اور اس کی درگاہ کے پسندیدہ ہوں ॰

ضمیمہ " " ۸۱

اور جیسا کہ ہم کہہ سکتے ہیں - کہ وہ آئینہ جو ایک سامنے کھڑے ہونے والے کے منہ کے تمام نقوش اپنے اندر لے کر اس منہ کا خلیفہ ہو جاتا ہے - اسی طرح ایک مومن بھی ظلی طور پر اخلاق اور صفات الٰہیہ کو اپنے اندر لے کر خلافت کا درجہ اپنے اندر حاصل کرتا ہے اور ظلی طور پر الٰہی صورت کا مظہر ہو جاتا ہے اور جیسا کہ خدا غیب الغیب ہے اور اپنی ذات میں وراء الوراء ہے ایسا ہی یہ مومن کامل اپنی ذات میں غیب الغیب اور وراء الوراء ہوتا ہے دنیا اس کی حقیقت تک پہنچ نہیں سکتی ॰

" " " ۱۱۴

پھر اس نادان مولوی کے اس قول پر مجھے تعجب آتا ہے کہ وہ کہتا ہے کہ سچے نبی یا ملہم کا یہ نشان نہیں ہے کہ جس بات کی تبلیغ کا خدا اس کو حکم دے وہ دانستہ اور عمداً پچیس برس تک اس کو چھپائے رکھے - اس نادان کو اب تک یہ بھی معلوم نہیں کہ تبلیغ الٰہی احکام کے متعلق ہوتی ہے - نہ ایسی پیشگوئیوں کے متعلق جن کی اشاعت کیلئے ملہم مامور بھی نہیں بلکہ اختیار رکھتا ہے چاہے ان کو شائع کرے یا نہ کرے ॰

" " " ۱۳۹

سو سچے دین کا تبع اگر خود نفس امارہ کے حجاب میں نہ ہو - خدا تعالےٰ کی کلام کو سُن سکتا ہے سو ایک اُمتی کو اس طرح کا نبی بنانا سچے دین کی ایک لازمی نشانی ہے - اگر نبی کے صرف یہ معنے کئے جائیں کہ اللہ جل شانہ اس سے مکالمہ و مخاطبہ رکھتا ہے - اور بعض اسرار غیب کے اس پر ظاہر کرتا ہے تو اگر ایک امتی ایسا نبی ہو جائے تو اس میں حرج کیا ہے جبکہ خدا تعالےٰ نے قرآن شریف میں اکثر جگہ یہ امید دلائی ہے کہ ایک امتی شرف مکالمہ الٰہیہ سے مشرف ہو سکتا ہے - اور خدا تعالےٰ کو اپنے اولیا سے مکالمات اور مخاطبات ہوتے ہیں ॰

" " " ۱۸۱

قولہ - احادیث میں نازل ہونیوالے عیسیٰ کو نبی اللہ کے نام سے پکارا گیا ہے - تو کیا قرآن اور حدیث سے ثابت ہو سکتا

ہے۔ کہ محدث کو بھی نبی کہا گیا ہے ۔:۔

ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم صفحہ ۱۸۱

اقول۔ عربی اور عبرانی زبان میں نبی کے معنے صرف پیشگوئی کرنیوالے کے ہیں۔ جو خدا تعالےٰ سے الہام پاکر پیشگوئی کرے۔ پس جبکہ قرآن شریف کے رو سے ایسی نبوت کا دروازہ بند نہیں ہے جو بتوسط فیض اور اتباع۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کسی انسان کو خدا تعالےٰ سے شرف مکالمہ و مخاطبہ حاصل ہو اور وہ بذریعہ وحی الٰہی کے مخفی امور پر اطلاع پاوے تو پھر ایسے نبی اس امت میں کیوں نہیں ہونگے۔ اس پر کیا دلیل ہے۔ ہمارا مذہب نہیں ہے کہ ایسی نبوت پر مہر لگ گئی ہے صرف اس نبوت کا دروازہ بند ہے جو احکام شریعت جدیدہ ساتھ رکھتی ہو یا ایسا دعوےٰ ہو جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع سے الگ ہو کر دعوےٰ کیا جائے۔ لیکن ایسا شخص جو ایک طرف اسکو خدا تعالےٰ اس کی وحی میں امتی بھی قرار دیتا ہے پھر دوسری طرف اس کا نام نبی بھی رکھتا ہے۔ یہ دعوےٰ قرآن شریف کے احکام کے مخالف نہیں ہے کیونکہ یہ نبوت بباعث امتی ہونے کے دراصل آنحضرت کی نبوت کا ایک ظل ہے۔ کوئی مستقل نبوت نہیں ہے ۔:۔

" " ۱۳۸ و ۱۳۹

بعض یہ کہتے ہیں کہ اگرچہ یہ سچ ہے کہ صحیح بخاری اور مسلم میں لکھا ہے کہ آنیوالا عیسےٰ اسی امت میں سے ہوگا۔ لیکن صحیح مسلم میں صریح لفظوں میں اس کا نام نبی اللہ رکھا ہے۔ پھر کیونکر ہم مان لیں کہ وہ اسی امت میں سے ہوگا ۔:۔

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ تمام بدقسمتی دھوکہ سے پیدا ہوئی ہے۔ کہ نبی کے حقیقی معنوں پر غور نہیں کی گئی۔ نبی کے معنے صرف یہ ہیں کہ خدا سے بذریعہ وحی خبر پانیوالا ہو اور شرف مکالمہ اور مخاطبہ الٰہیہ سے مشرف ہو۔ شریعت کا لانا اس کیلئے ضروری نہیں اور نہ یہ ضروری ہے کہ صاحب شریعت رسول کا تبع نہ ہو۔ پس ایک امتی کو ایسا نبی قرار دینے سے کوئی محذور لازم نہیں آتا۔ بالخصوص اس حالت میں کہ وہ امتی اپنے اسی نبی متبوع سے فیض پانیوالا ہو۔ بلکہ فساد اس حالت میں لازم آتا ہے کہ اس امت کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد قیامت تک مکالمات الٰہیہ سے بے نصیب قرار دیا جائے وہ دین۔ دین نہیں ہے۔ اور نہ وہ نبی۔ نبی ہے۔ جس کی متابعت سے انسان خدا تعالےٰ سے اسقدر نزدیک نہیں ہو سکتا کہ مکالمات الٰہیہ سے مشرف ہو سکے ۔:۔

" " ۹۲ ؛

ہاں اگر آنیوالے عیسےٰ کی نسبت حدیثوں میں صرف نبی کا لفظ استعمال پاتا اور امتی اس کا نام نہ رکھا جاتا تو دھوکہ لگ سکتا تھا۔ مگر اب تو صحیح بخاری میں آنیوالے عیسےٰ کی نسبت صاف لکھا ہے کہ اماکم منکم یعنے اے امتیو! آنیوالا عیسےٰ بھی صرف ایک امتی ہے۔ اور نہ کچھ ایسا ہی صحیح مسلم میں بھی اس کی نسبت یہ لفظ ہیں امکم منکم۔ یعنی وہ عیسےٰ تمہارا امام ہوگا اور تم میں سے ہوگا یعنے ایک فرد امت میں سے ہوگا۔ اب جبکہ ان حدیثوں سے ثابت ہے کہ آنیوالا عیسےٰ امتی ہے سو کلام الٰہی میں اس کا نام نبی رکھنا ان معنوں سے نہیں ہے جو ایک مستقل نبی کیلئے مستعمل ہوتے ہیں۔ بلکہ اس جگہ صرف یہ مقصود ہے کہ خدا تعالےٰ اس سے مکالمہ مخاطبہ کریگا۔ اور غیب کی باتیں اس پر ظاہر کریگا۔ کہ اس لئے باوجود امتی ہونے کے وہ نبی بھی کہلائیگا اور اگر یہ کہا جائے کہ اس امت پر قیامت تک دروازہ مکالمہ مخاطبہ

اور وحی الٰہی کا بند ہے تو پھر اس صورت میں کوئی امتی نبی کیونکر کہلا سکتا ہے۔ کیونکہ نبی کیلئے ضروری ہے کہ خدا اس سے ہمکلام ہو تو اس کا یہ جواب ہے کہ اس امت پر یہ دروازہ ہرگز بند نہیں ہے۔ اور اگر اس امت پر یہ دروازہ بند ہوتا تو یہ امت ایک مردہ امت ہوتی اور خدا تعالےٰ سے دور اور مہجور ہوتی اور اگر یہ دروازہ اس امت پر بند ہوتا تو کیوں قرآن میں یہ دعا سکھلائی جاتی کہ اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیہم ۞

ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم صفحہ ۱۸۳

اور آنحضرت صلعم کو خاتم الانبیاء فرمایا گیا ہے۔ اس کے یہ معنے نہیں ہیں کہ آپ کے بعد دروازہ مکالمات اور مخاطبات الٰہیہ کا بند ہے۔ اگر یہ معنے ہوتے یہ امت ایک لعنتی امت ہوتی جو شیطان کی طرح ہمیشہ سے خدا تعالےٰ سے دور و مہجور ہوتی۔ بلکہ یہ معنی ہیں کہ براہ راست خدا تعالےٰ سے فیضِ وحی بند ہے۔ اور یہ نعمت بغیر اتباع آنحضرت صلعم کے کسی کو ملنا محال اور ممتنع اور یہ خود آنحضرت صلعم کا فخر ہے کہ ان کی اتباع میں یہ برکت ہے کہ جب ایک شخص پورے طور پر آپ کی پیروی کرنیوالا ہو تو وہ خدا تعالےٰ کے مکالمات و مخاطبات سے مشرف ہو جائے ۞

۱۸۴ ، ، ، ،

یاد رہے کہ خدا تعالےٰ کے صفات کبھی معطل نہیں ہوتی پس جیسا کہ وہ ہمیشہ سنتا رہیگا ایسا ہی وہ ہمیشہ بولتا بھی رہیگا۔ اس دلیل سے زیادہ تر صاف اور کونسی دلیل ہو سکتی ہے کہ خدا تعالےٰ کے سننے کی طرح بولنے کا سلسلہ بھی کبھی ختم نہیں ہوگا۔ اور اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ایک گروہ ہمیشہ ایسا رہیگا جن سے خدا تعالیٰ مکالمات و مخاطبات کرتا رہیگا۔ اور میں نہیں سمجھ سکتا کہ نبی کے نام پر اکثر لوگ کیوں چڑ جاتے ہیں جس حالت میں یہ ثابت ہو گیا ہے کہ آنیوالا مسیح اسی امت میں سے ہوگا پھر اگر خدا تعالےٰ نے اس کا نام نبی رکھدیا تو حرج کیا ہوا۔ ایسے لوگ یہ نہیں دیکھتے کہ اسی کا نام امتی بھی تو رکھا گیا ہے۔ اور انبیوں کے تمام صفات اس میں رکھے گئے ہیں۔ پس یہ مرکب نام ایک الگ نام ہے۔ اور کبھی حضرت عیسیٰ اسرائیلی اس نام سے موسوم نہیں ہوئے اور مجھے خدا تعالےٰ نے میری وحی میں بار بار امتی کر کے بھی پکارا ہے اور نبی کر کے بھی پکارا ہے ۞

۱۸۳ ، ، ، ،

اسی وجہ سے حدیث میں آیا ہے۔ کہ علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل۔ یعنی میری امت کے علماء ربانی بنی اسرائیل کے نبیوں کی طرح ہیں۔ اس حدیث میں بھی علماء ربانی کو ایک طرف امتی کہا اور دوسری طرف نبیوں سے مشابہت دی ہے ۞

حاشیہ ، ، ۱۸۸

اسی طرح خدا تعالےٰ کی طرف سے دو نام میں نے پائے۔ ایک میرا نام امتی رکھا گیا جیسا کہ میرے نام غلام احمد سے ظاہر ہے۔ دوسرے میرا نام ظلی طور پر نبی رکھا گیا ہے۔ جیسا کہ خدا تعالےٰ نے حصص سابقہ براہین احمدیہ میں میرا نام احمد رکھا۔ اور اسی نام سے بار بار مجھ کو پکارا۔ اور یہ اسی بات کی طرف اشارہ تھا کہ میں ظلی طور پر نبی ہوں۔ پس میں امتی بھی ہوں اور ظلی طور پر نبی بھی ہوں ۞

کوئی شخص اس جگہ نبی ہونے کے لفظ سے دھوکا نہ کھاوے میں بار بار لکھ چکا ہوں مگر یہ وہ نبوت نہیں

ہے۔ جو ایک مستقل نبوت کہلاتی ہے۔ کوئی مستقل نبی امتی نہیں کہلا سکتا۔ مگر میں امتی ہوں۔ پس یہ صرف خدا تعالےٰ کی طرف سے ایک اعزازی نام ہے۔ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع سے حاصل ہوا۔ تا حضرت عیسےٰ سے تکمیل مشابہت ہو۔

براہین احمدیہ حصہ پنجم صفحہ ۱۸۹

کل برکۃ من محمد صلعم فتبارک من علّم وتعلّم یعنی ہر ایک برکت آنحضرت صلعم کی طرف سے ہے پس بہت برکت والا وہ انسان ہے جس نے تعلیم کی یعنی آنحضرت صلعم اور پھر بعد اس کے بہت برکت والا وہ ہے جس نے تعلیم پائی یعنی یہ عاجز۔ پس اتباع کامل کی وجہ سے میرا نام امتی ہوا۔ اور پورا عکس نبوت حاصل کرنے سے میرا نام نبی ہو گیا۔ پس اس طرح پر مجھے دو نام حاصل ہوئے جو لوگ بار بار اعتراض کرتے ہیں کہ صحیح مسلم میں آنیوالا عیسےٰ کا نام نبی رکھا گیا ہے۔ ان پر لازم ہے کہ یہ ہمارا بیان توجہ سے پڑھیں کیونکہ جس مسلم میں آنیوالے عیسیٰ کا نام نبی رکھا گیا ہے اسی مسلم میں آنیوالے عیسیٰ کا نام امتی بھی رکھا گیا ہے اور نہ صرف حدیثوں میں بلکہ قرآن شریف سے بھی یہی مستنبط ہوتا ہے۔

۰، ۱۹۲، ۱۹۳

پھر ہم اپنے پہلے مقصد کی طرف رجوع کر کے کہتے ہیں کہ یہ بالکل غلط اور دھوکہ کھانا ہے۔ کہ حدیثوں میں مسیح موعود کے بارے میں نبی کا نام دیکھ کر یہ سمجھا جائے کہ وہ حضرت عیسےٰ ہی ہیں کیونکہ انہیں حدیثوں میں اگرچہ آنیوالے عیسےٰ کا نام نبی رکھا گیا ہے۔ مگر اس کے ساتھ ایک ایسی شرط لگا دی گئی ہے کہ اس شرط کے لحاظ سے ممکن ہی نہیں کہ اس نبی سے مراد حضرت عیسیٰ اسرائیلی ہوں۔ کیونکہ باوجود نبی نام رکھنے کے اس عیسےٰ کو انہیں حدیثوں میں امتی بھی قرار دیا ہے اور جو شخص امتی کی حقیقت پر نظر غور ڈالیگا وہ بداہت سمجھ لیگا کہ حضرت عیسیٰ کو امتی قرار دینا ایک کفر ہے کیونکہ امتی اس کو کہتے ہیں کہ جو بغیر اتباع آنحضرت صلعم اور بغیر اتباع قرآن شریف محض ناقص اور گمراہ اور بیدین ہو۔ اور پھر آنحضرت صلعم کی پیروی اور قرآن شریف کی پیروی سے اسکو ایمان اور کمال نصیب ہو۔۔۔ پس میں اپنے مخالفوں کو یقیناً کہتا ہوں کہ حضرت عیسیٰ امتی ہرگز نہیں ہیں۔ گو وہ بلکہ تمام انبیاء آنحضرت صلعم کی سچائی پر ایمان رکھتے تھے مگر وہ ان ہدایتوں کے پیرو تھے جو ان پر نازل ہوئی تھیں اور براہ راست خدا نے ان پر تجلی فرمائی تھی یہ ہرگز نہیں تھا کہ آنحضرت صلعم کی پیروی اور کہ آنحضرت کی روحانی تعلیم سے وہ نبی بنے تھے تا وہ امتی کہلاتے ان کو خدا تعالےٰ نے الگ کتابیں دی تھیں اور ان کو ہدایت تھی کہ ان کتابوں پر عمل کریں اور کراویں جیسا کہ قرآن شریف اس پر گواہ ہے۔

نزول المسیح صفحہ ۲۰۳

کتب اللہ لاغلبن انا و رسلی۔ یعنی خدا نے ابتدا سے لکھ چھوڑا ہے اور قانون اور اپنی سنت قرار دیدیا ہے کہ وہ اور اس کے رسول ہمیشہ غالب رہینگے۔ پس چونکہ میں اس کا رسول یعنی فرستادہ ہوں مگر بغیر کسی نئی شریعت اور نئے دعوے اور نئے نام کے بلکہ اسی نبی کریم خاتم الانبیا کا نام پا کر اور اسی میں ہو کر اور اسی کا مظہر بن کر آیا ہوں۔

حاشیہ ۔ یہ قول اس حدیث کے مطابق ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آنیوالا مہدی اور مسیح موعود میرا اسم پائیگا اور کوئی نیا اسم نہیں لائیگا یعنے اس طرف سے کوئی نیا دعوٰے نبوّت اور رسالت کا نہیں ہوگا۔ بلکہ جیسا کہ ابتدا سے قرار پا چکا ہے وہ محمدی نبوّت کی چادر کو ہی ظلی طور پر اپنے اوپر لیگا۔ اور اپنی زندگی اسی کے نام پر ظاہر کرے گا۔ اور مر کر بھی اسی کی قبر میں جائیگا تا یہ خیال نہ ہو کہ کوئی علیحدہ وجود ہے اور یا علیحدہ رسول آیا بلکہ بروزی طور پر وہی آیا جو خاتم الانبیا تھا مگر ظلی طور پر اس راز کے لئے کہا گیا کہ مسیح موعود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر میں دفن کیا جائیگا کیونکہ رنگ دوئی اس میں نہیں آیا پھر کیونکر علیحدہ قبر میں تصور کیا جائے دنیا اس نکتہ کو نہیں پہچانتی۔ اگر اہل دنیا اس بات کو جانتے کہ اس کے کیا معنے ہیں کہ اسمہ کاسمی ویدفن معی فی قبری تو وہ شوخیاں نہ کرتے اور ایمان لاتے اس نکتہ کو یاد رکھو کہ میں رسول اور نبی نہیں ہوں یعنی باعتبار نئی شریعت اور نئے دعوے اور نئے نام کے اور میں رسول اور نبی ہوں یعنی باعتبار ظلیت کاملہ کے میں وہ آئینہ ہوں جس میں محمدی شکل اور محمدی نبوّت کا کامل انعکاس ہے۔ اگر میں کوئی علیحدہ شخص نبوّت کا دعوٰے کرنیوالا ہوتا تو خدا تعالٰے میرا نام محمدؐ اور احمدؐ اور مصطفٰے اور مجتبٰے نہ رکھتا اور نہ خاتم الانبیا کی طرح خاتم الاولیاء کا مجھ کو خطاب دیا جاتا۔ بلکہ میں کسی علیحدہ نام سے آتا ؂

(نزول المسیح حاشیہ صفحہ ۵) اگر رجعت حقیقی ہو تو پھر سب میں حقیقی چاہئے نہ صرف حضرت عیسٰے میں۔ کیا وجہ کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی رجعت تو بروزی طور پر مہدی کے لباس میں ہو اور عیسٰے کی رجعت واقعی طور پر ؂

(، ، ،) مہدی مسیح کا نام ابن مریم رکھا گیا اور پھر اسی خاتم الخلفاء کا نام باعتبار ظہور تین صفات محمدیہ کے محمد اور احمد رکھا گیا اور مستعار طور پر رسول اور نبی کہا گیا۔ اور اسی کو آدم سے لے کر اخیر تک تمام انبیا کے نام دیئے گئے ؂

(نزول المسیح صفحہ ۸۹) اسی طرح خضر جو نبی نہیں تھا اور اس کو علم لدنی دیا گیا تو کیا اس کا الہام ظنی تھا یقینی نہیں تھا۔ تو کیوں اُس نے ناحق ایک بچے کو قتل کر دیا۔ اور اگر صحابہ رضی اللہ عنہم کا یہ الہام کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو غسل دینا چاہئے یقینی اور قطعی نہ تھا تو کیوں انہوں نے اس پر عمل کیا ...... پس اگر ایک شخص اپنی نابینائی سے میری وحی سے منکر ہے تاہم اگر وہ مسلمان کہلاتا ہے اور پوشیدہ دہریہ نہیں تو اس کے ایمان میں یہ بات داخل ہونی چاہئے کہ یقینی قطعی مکالمہ الٰہیہ ہو سکتا ہے۔ اور جیسا کہ خدا تعالٰے کے وحی یقینی پہلی امتوں میں اکثر مردوں اور عورتوں کو ہوتی رہی ہے اور وہ نبی بھی نہ تھے۔ اس امت میں بھی اس یقینی اور قطعی وحی کا وجود ضروری ہے۔ تا یہ امت بجائے افضل الامم ہونے کے اخسر الامم نہ ٹھہر جائے ؂

(، ، ۱۰۹) کیونکہ وہ یہ دعا سکھلاتا ہے کہ اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم۔ اس دعا میں

اس انعام کی امید دلائی گئی ہے جو پہلے نبیوں اور رسولوں کو دیا گیا ہے اور ظاہر ہے کہ ان تمام انعامات میں بزرگتر انعام وحی یقینی کا انعام ہے کیونکہ گفتار الٰہی قائمقام دیدار الٰہی ہے ۔ کیونکہ اس سے پتہ لگتا ہے کہ خدا موجود ہے پس اگر کسی کو اس امت میں سے وحی یقینی نصیب ہی نہیں اور وہ اس بات پر جرأت نہیں کر سکتا کہ اپنی وحی کو قطعی طور پر مثل انبیا علیہم السلام کے یقینی سمجھے اور نہ اس کی ایسی وحی ہو کہ انبیا کی طرح ترک متابعت اور ترک عمل یقینی طور پر دنیا کا ضرر متصور ہو سکے ۔ ایسی دعا سکھلانا محض دھوکا ہوگا کیونکہ اگر خدا کو یہ منظور ہی نہیں کہ بموجب دعا اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیہم انبیا علیہم السلام کے انعامات میں اس امت کو بھی شریک کرے ۔

پس بیان کن کہ کدام کمال در تو پوشیدہ است اگر تو در قول خود صادقی ۔ آیا عصا ہمچو عصائے موسیٰ ترا دادہ اند یا نشان خون برائے نافرمانان یا دست سفید و برائے آنکہ بہ بیند یا ترا معجزہ ہمچو معجزۂ قرآن دادہ شد یا بلاغت بیان ترا بخشیدہ شد ہمچو بلاغت بیان پیغمبر آخر الزمان زیرا آنکہ نبی بر قدم رسول خود مے آید و از انسان خوارق دادہ مے شود کہ رسول متبوع را عنایت شدہ و اہل دلہا بریں متفق اند کہ ولایت ظل نبوت است پس ہر چہ اصل را از انواع کمال باشد ظل را نیز بید ہند تا آں نشان ظلیہ باشد ۔

باز بداں کہ کلام اولیا و برائے کلام انبیا ہمچو سایہ است متمثل اشکال منعکسہ و آئینہ ہائے باہم متقابل و ہر دو از یک چشمہ بیرون مے آیند و ہر چہ برائے اصل ثابت است برائے ظل نیز ثابت است و تفرقہ جائز نیست ۔

سوائے سچائی کے ساتھ بجان و دل پیار کرنیوالو! اور اے صداقت کے بھوکو اور پیاسو یقیناً سمجھو کہ ایمان کو اس آشوب خانہ سے سلامت لیجانے کے لئے ولایت اور اس کے لوازم کا یقین نہایت ضروریات سے ہے ولایت نبوت کے اعتقاد کی پناہ ہے اور نبوت اقرار وجود باری تعالے کے لئے پناہ پس اولیا انبیا کے وجود میخوں کی مانند ہیں اور انبیا خدا تعالیٰ کا وجود قائم کرنے کیلئے نہایت مستحکم کیلوں کے مشابہ ہیں ۔

تمام مسلمانوں کی خدمت میں گذارش ہے کہ اس عاجز کے رسالہ فتح الاسلام و توضیح مرام و ازالہ اوہام میں جس قدر ایسے الفاظ موجود ہیں کہ محدث ایک معنی میں نبی ہوتا ہے ۔ یا یہ کہ محدثیت جزوی نبوت ہے یا یہ کہ محدثیت نبوت ناقصہ ہے یہ تمام الفاظ حقیقی معنوں پر محمول نہیں ہیں بلکہ صرف سادگی سے انکے لغوی معنے کے رو سے بیان کئے گئے ہیں ورنہ حاشا و کلا مجھے نبوت حقیقی کا ہرگز دعوےٰ نہیں ہے ۔ بلکہ جیسا کہ میں کتاب ازالہ اوہام کے صفحہ ۱۳۷ میں لکھ چکا ہوں میرا اس بات پر ایمان ہے کہ ہمارے سید و مولے محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیا ہیں ۔ سو میں تمام مسلمان بھائیوں کی خدمت میں واضح کرنا چاہتا ہوں کہ اگر وہ ان لفظوں سے ناراض ہیں اور اُن کے دلوں پر یہ الفاظ شاق ہیں تو وہ ان الفاظ کو ترمیم شدہ تصور فرما کر بجائے اس کے محدث کا لفظ میری طرف سے سمجھ لیں کیونکہ کسی طرح مجھ کو مسلمانوں میں تفرقہ اور نفاق ڈالنا منظور نہیں ہے جس حالت میں ابتدا سے

لجۃ النور صفحہ ۳۳ و ۳۴

۴۰ ؍ ؍

مجموعہ اشتہارات حصہ اول صفحہ ۲۹

۹۷ ؍ ؍

میری نیت میں جسکو اللہ تعالےٰ جل شانہ خوب جانتا ہے ۔ اس لفظ نبی سے مراد نبوت حقیقی نہیں ہے بلکہ صرف محدث مراد ہے جس کے معنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مکلم مراد لئے ہیں یعنی محدثوں کی نسبت فرمایا ہے عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم قد کان فیمن قبلکم من بنی اسرائیل رجال یکلمون من غیر ان یکونوا انبیاء فان یک فی امتی منھم احد فعمر صحیح بخاری جلد اول صفحہ ۵۲۱ پارہ ۱۴ باب مناقب عمرؓ ۔

مجموعہ اشتہارات حصہ دوم صفحہ ۱۰۴

جو چودھویں صدی کے سر پر ایک مجدد موعود آنیوالا تھا جس کی نسبت بہت سے راستباز ملہموں نے پیشگوئی کی تھی کہ وہ مسیح موعود ہوگا وہ میں ہی ہوں ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے لیکر شاہ ولی اللہ تک مقدس لوگوں نے الہام پاکر یہ پیشگوئی کی تھی کہ وہ آنیوالا مسیح موعود چودھویں صدی کا مجدد ہوگا ۔

" حصہ سوم صفحہ ۲۲۳

ان کا یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ میں تو نبوت کا مدعی نہیں کہ تا فوری عذاب نازل کروں ۔ ان پر واضح رہے کہ ہم بھی نبوت کے مدعی پر لعنت بھیجتے ہیں اور لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے قائل ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ختم نبوت پر ایمان رکھتے ہیں اور وحی نبوت نہیں ۔ بلکہ وحی ولایت جو زیر سایہ نبوت محمدیہ اور بہ اتباع آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم اولیاء اللہ کو ملتی ہے ۔ اس کے ہم قایل ہیں اور اس سے زیادہ جو شخص ہم پر الزام لگادے وہ تقوےٰ اور دیانت کو چھوڑتا ہے ...... غرض جبکہ نبوت کا دعوےٰ اس طرف بھی نہیں صرف ولایت اور مجددیت کا دعوےٰ ہے ۔ اپریل ۱۸۹۷ء ۔

" حصہ چہارم صفحہ ۳۳۳

اور دوسرے الزامات جو میرے پر لگائے جاتے ہیں کہ یہ شخص لیلۃ القدر کا منکر ہے اور معجزات کا انکاری اور معراج کا منکر اور نیز نبوت کا مدعی اور ختم نبوت سے انکاری ہے ۔ یہ سارے الزامات باطل اور دروغ محض ہیں ان تمام امور میں میرا وہی مذہب ہے جو دیگر اہل سنت وجماعت کا مذہب ہے ...... اب میں مفصلہ ذیل امور کا مسلمانوں کے سامنے صاف صاف اقرار اس خانہ خدا مسجد میں کرتا ہوں کہ میں جناب خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت کا قایل ہوں اور جو شخص ختم نبوت کا منکر ہو اس کو بیدین اور دائرہ اسلام سے خارج سمجھتا ہوں ۔

چشمہ معرفت صفحہ ۸۲ و ۸۳

اور چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا زمانہ قیامت تک ممتد ہے اور آپ خاتم الانبیاء ہیں اس لئے خدا نے یہ نہ چاہا کہ وحدت اقوامی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں ہی کمال تک پہنچ جائے کیونکہ یہ صورت آپ کے زمانہ کے خاتمہ پر دلالت کرتی تھی ۔

" ۱۸۰ اور ۱۸۱

اسلام کی رو سے جیسا کہ پہلے زمانہ میں خدا تعالےٰ اپنے خاص بندوں سے مکالمہ مخاطبہ کرتا تھا ۔ اب بھی کرتا ہے اور ہم میں اور ہمارے مخالف مسلمانوں میں صرف لفظی نزاع ہے اور وہ یہ کہ ہم خدا کے ان کلمات کو جو نبوت یعنی پیشگوئیوں پر مشتمل ہوں نبوت کے اسم سے موسوم کرتے ہیں اور ایسا شخص جس کو بکثرت ایسی پیشگوئیاں بذریعہ

وحی دی جائیں یعنے اس قدر کہ اس کے زمانہ میں اس کی کوئی نظیر نہ ہو اس کا نام ہم نبی رکھتے ہیں کیونکہ نبی اسکو کہتے ہیں جو خدا کے الہام سے بہ کثرت آئندہ کی خبریں دے۔ مگر ہمارے مخالف مسلمان مکالمہ الٰہیہ کے قایل ہیں۔ لیکن اپنی نادانی سے ایسے مکالمات کو جو بکثرت پیشگوئیوں پر مشتمل ہوں نبوت کے نام سے موسوم نہیں کرتے حالانکہ نبوت صرف آئندہ کی خبر دینے کو کہتے ہیں جو بذریعہ وحی الہام ہو اور ہم سب اس بات پر اتفاق رکھتے ہیں کہ شریعت قرآن شریف پر ختم ہو گئی ہے صرف مبشرات یعنی پیشگوئیاں باقی ہیں۔

قرآن شریف مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ کے سلسلہ کو بند نہیں کرتا جیسا کہ وہ خود فرماتا ہے یلقی الروح من امرہ علی من یشاء من عبادہ یعنی خدا جس پر چاہتا ہے اپنا کلام نازل کرتا ہے اور فرماتا ہے لہم البشریٰ فی الحیٰوۃ الدنیا یعنے مومنوں کے لئے مبشر الہام باقی رہ گئے ہیں گو شریعت ختم ہو گئی ہے کیونکہ عمر دنیا ختم ہونے کو ہے پس خدا کا کلام بشارتوں کے رنگ میں قیامت تک باقی ہے۔

اور صرف اسی پر بس نہیں۔ بلکہ خدا کے کلام کی یہ بھی نشانی ہے کہ وہ زبردست معجزات پر مشتمل ہوتا ہے۔ اور وہ معجزات کیا باعتبار کثرت اور کیا باعتبار کیفیت اپنے اندر مابہ الامتیاز رکھتے ہیں یعنے کثرت مقدار اور صفائی قدر کیفیت کی وجہ سے کوئی دوسرا ان کا مقابلہ نہیں کرسکتا۔ اور جس پر وہ کلام نازل ہوتا ہے اس کو ایک خاص نصرت اور حمایت الٰہی ملتی ہے۔

چشمہ معرفت حاشیہ صفحہ ۱۸۰

چشمہ معرفت صفحہ ۳۱۸ و ۳۱۷

حاشیہ

جس شخص پر خدا کا کلام نازل ہوتا ہے اور سچ مچ وہ مکالمہ الٰہیہ سے شرف پاتا ہے اس کو اس مکالمہ کے ساتھ اور لوازم نصرت اور مدد بھی عطا کئے جاتے ہیں منجملہ انکے یہ کہ اس پر کوئی غالب نہیں آسکتا۔ بلکہ وہ ہر ایک پر خود غالب ہوتا ہے۔

اور خدا تعالےٰ نے اس بات کے ثابت کرنے کیلئے کہ میں اس کی طرف سے ہوں اسقدر نشان دکھلائے ہیں کہ اگر وہ ہزار نبی پر بھی تقسیم کئے جائیں۔ تو ان کی بھی ان سے نبوت ثابت ہوسکتی ہے۔ لیکن چونکہ یہ آخری زمانہ تھا اور شیطان کا معہ اپنے تمام ذریت کے آخری حملہ تھا اس لئے خدا نے شیطان کو شکست دینے کے لئے ہزار ہا نشان ایک جگہ جمع کر دیئے۔

۳۱۷

اور میری کتابوں کے یہودیوں کی طرح معنے محرف مبدل کر کے اور بہت کچھ اپنی طرف سے ملا کر میرے پر صدہا اعتراض کئے گئے ہیں۔ کہ گویا میں ایک مستقل نبوت کا دعوےٰ کرتا ہوں اور قرآن کو چھوڑتا ہوں اور گویا میں خدا کے نبیوں کو گالیاں نکالتا ہوں اور توہین کرتا ہوں اور گویا میں معجزات کا منکر ہوں۔ سو میری یہ تمام شکایات خدا تعالےٰ کی جناب میں ہے۔ اور میں یقیناً جانتا ہوں کہ وہ اپنے فضل سے میرے حق میں فیصلہ کریگا۔ کیونکہ میں مظلوم ہوں۔

۳۱۶

چشمہ معرفت صفحہ ۳۲۴ و ۳۲۵

اور جانتا ہوں کہ تمام نبوتیں اس پر ختم ہیں اور اسکی شریعت خاتم الشرائع ہے مگر ایک قسم کی نبوت ختم نہیں یعنے وہ نبوت جو اسکی کامل پیروی سے ملتی ہے اور جو اس کے چراغ میں سے نور لیتی ہے وہ ختم نہیں کیونکہ وہ محمدی نبوت ہے یعنے اس کا ظل ہے اور اسی کے ذریعہ سے ہے اور اسی کا مظہر ہے اور اسی سے فیضیاب ہے ۔۔۔ اور خدا کا پیار یہ ہے کہ اس کو اپنی طرف کھینچتا ہے اور اس کو اپنے مکالمہ مخاطبہ سے مشرف کرتا ہے اور اس کی حمایت میں اپنے نشان ظاہر کرتا ہے اور جب اس کی پیروی کمال کو پہنچتی ہے تو ایک ظلی نبوت اسکو عطا کرتا ہے۔ جو نبوت کا ظل ہے یہ اس لئے کہ تا اسلام ایسے لوگوں کے وجود سے تازہ رہے اور تا اسلام ہمیشہ مخالفوں پر غالب رہے۔۔۔۔

نبوت اور رسالت کا لفظ خدا تعالےٰ نے اپنی وحی میں میری نسبت صدہا مرتبہ استعمال کیا ہے۔ مگر اس لفظ سے صرف وہ مکالمات مخاطبات الٰہیہ مراد ہیں جو بکثرت ہیں اور غیب پر مشتمل ہیں اس سے بڑھ کر کچھ نہیں۔ ہر ایک شخص اپنی گفتگو میں ایک اصطلاح اختیار کر سکتا ہے لکل ان یصطلح سو خدا کی یہ اصطلاح ہے جو کثرت مکالمات و مخاطبات کا نام اس نے نبوت رکھا ہے یعنی ایسے مکالمات جن میں اکثر غیب کی خبریں دی گئی ہیں اور لعنت ہے اس شخص پر جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فیض سے علیحدہ ہو کر نبوت کا دعوےٰ کرے مگر یہ نبوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت ہے نہ کوئی نئی نبوت ؂

، حاشیہ ۳۲۴

ہم بارہا لکھ چکے ہیں کہ حقیقی اور واقعی طور پر تو یہ امر ہے کہ ہمارے سید و مولیٰ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں اور آنجناب کے بعد مستقل طور پر کوئی نبوت نہیں اور نہ کوئی شریعت ہے اور اگر کوئی ایسا دعویٰ کرے تو بلاشبہ وہ بیدین اور مردود ہے لیکن خدا تعالےٰ نے ابتدا سے ارادہ کیا تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کمالات معدیہ کے اظہار اور اثبات کیلئے کسی شخص کو آنجناب کی پیروی اور متابعت کی وجہ سے وہ مرتبہ کثرت مکالمات اور مخاطبات الٰہیہ بخشے کہ جو اس کے وجود میں عکسی طور پر نبوت کا رنگ پیدا کرے سو اس طور سے خدا نے میرا نام نبی رکھا یعنے نبوت محمدیہ میرے آئینہ نفس میں منعکس ہو گئی اور ظلی طور پر نہ اصلی طور پر مجھے یہ نام دیا گیا۔ تا میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فیوض کا کامل نمونہ ٹھہروں ؂

، حصہ دوم صفحہ ۹

پہلے زمانوں میں جو نبی ہوتا تھا۔ وہ کسی گذشتہ نبی کی اُمت نہیں کہلاتا تھا۔ گو اس کے دین کی نصرت کرتا تھا اور اس کو سچا جانتا تھا۔ مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک خاص فخر دیا گیا ہے کہ وہ ان معنوں سے خاتم الانبیا ہیں کہ ایک تو تمام کمالات نبوت ان پر ختم ہیں۔ اور دوسرے یہ کہ ان کے بعد کوئی نئی شریعت لانیوالا رسول نہیں اور نہ کوئی ایسا نبی ہے جو ان کی امت سے باہر ہو بلکہ ہر ایک کو جو شرف مکالمہ الٰہیہ ملتا ہے وہ انہیں کے فیض اور انہیں کی وساطت سے ملتا ہے اور وہ امتی کہلاتا ہے اور نہ کوئی مستقل نبی۔۔۔۔ ہمیں بڑا فخر ہے کہ جس نبی علیہ السلام کا ہم نے دامن پکڑا ہے خدا کا اس پر بڑا ہی فضل ہے وہ خدا تو نہیں مگر اس کے ذریعہ سے ہم نے

خدا کو دیکھ لیا ہے۔ اس کا مذہب جو ہمیں ملا ہے خدا کی طاقتوں کا آئینہ ہے ؛

چشمہ معرفت حصہ دوم صفحہ ۴۰

غرض قرآن شریف کی زبردست طاقتوں میں سے ایک یہ طاقت ہے کہ اس کی پیروی کرنیوالے کو معجزات اور خوارق دئے جاتے ہیں اور وہ اس کثرت سے ہوتے ہیں کہ دنیا ان کا مقابلہ نہیں کر سکتی ..... لہم البشری فی الحیوۃ الدنیا۔ اور یہ وعدہ ہے کہ ایدھم منہ۔ ویجعل لکم فرقانا ... ترجمہ ان آیات کا یہ ہے کہ جو لوگ قرآن شریف پر ایمان لائیں گے ان کو مبشر خوابیں اور الہام دئے جائیں گے ۔ یعنے بکثرت دئے جائینگے ؛

صفحہ ۱۸

ایک قطرہ کو ایک دریا کے ساتھ کچھ نسبت نہیں۔ اور ایک پیسہ کو ایک خزانہ سے کچھ مشابہت نہیں۔ اور پھر فرمایا کہ کامل پیروی کرنیوالے کی روح القدس سے تائید کی جائیگی یعنے ان کی عقل کو غیب سے ایک روشنی ملیگی اور ان کی کشفی حالت نہایت صفا کی جائیگی۔ اور ان کے کلام اور کام میں تاثیر رکھی جائیگی ؛

چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ قدیم سے خدا تعالےٰ کا یہ وعدہ پورا ہوتا چلا آتا ہے اور اس زمانہ میں ہم خود شاہد رویت ہیں ؛

〃 〃 ۵۹

جو شخص اس خدا کی طرف سچے دل سے رجوع کرتا ہے اور وفاداری اور صدق قدم سے اس کی طرف آتا ہے اس کا انجام یہ ہوتا ہے کہ جیسا کہ خدا بے مثل ہے وہ بھی بے مثل ہو جاتا ہے اور آسمانی برکتوں کے دروازے اس پر کھولے جاتے ہیں۔ اور جیسا کہ خدا نے آسمان اور زمین میں کئی قسم کی قدرتیں دکھلائی ہیں ایسا ہی اس کے ہاتھ پر بھی کئی قسم کی قدرتیں ظاہر ہوتی ہیں اور خوارق ظہور میں آتے ہیں جو دوسرے انسان ان پر قادر نہیں ہو سکتے اور آسمانی برکتوں کے دروازے اس پر کھولے جاتے ہیں اور مقابلہ کے وقت کوئی اس پر غالب نہیں آ سکتا کیونکہ خدا اس کی زبان ہو جاتا ہے جس سے وہ بولتا ہے۔ اور خدا اس کے ہاتھ ہو جاتا ہے جس سے طرح طرح کے تصرفات زمین پر ظاہر کر سکتا ہے۔ نہیں کہہ سکتے کہ وہ خدا ہے یا خدا کا بیٹا ہے۔ مگر جو شخص قرآن شریف کا پیرو ہو کر محبت اور صدق کو انتہا تک پہنچا دیتا ہے۔ وہ ظلی طور پر خدا تعالیٰ کی صفات کا مظہر ہو جاتا ہے یہ سب نتیجہ اس زبردست طاقت اور خاصیت کا ہوتا ہے جو خدا کے کلام قرآن شریف میں ہم مشاہدہ کرتے ہیں ؛

چشمہ معرفت حصہ دوم صفحہ ۶۰

کہ جس طرح قرآن شریف اور آنحضرت صلعم کی سچی پیروی سے انسان جماعت اولیاء اللہ میں داخل ہو سکتا ہے ؛

میں نے قرآن شریف میں ایک زبردست طاقت پائی ہے۔ میں نے آنحضرت صلعم کی پیروی میں ایک عجیب خاصیت دیکھی ہے جو کسی مذہب میں وہ خاصیت اور طاقت نہیں۔ اور وہ یہ کہ سچا پیرو اس کا مقام ولایت تک پہنچ جاتا ہے خدا اس کو نہ صرف اپنے قول سے مشرف کرتا ہے بلکہ اپنے فعل سے اس کو دکھلاتا ہے کہ میں وہی خدا ہوں جس نے زمین اور آسمان پیدا کیا تب اس کا ایمان بلندی میں دور دور کے تاروں سے بھی آگے گذر جاتا ہے چنانچہ میں اس امر میں صاحب مشاہدہ ہوں خدا مجھ سے ہمکلام ہوتا ہے۔ اور ایک لاکھ سے بھی زیادہ میرے ہاتھ پر اس نے نشان دکھلائے ہیں ؛

چشمہ معرفت
حصہ دوم صفحہ ۲۸۶

اسی طرح خدا تعالیٰ نے جو کچھ اپنی خوبیوں کا قرآن شریف میں ذکر کیا ہے وہ تمام حسن اور محبوبانہ اخلاق کے بیان میں ہے اور اس کے پڑھنے سے صریح معلوم ہوتا ہے کہ وہ پڑھنے والے کو خدا کا عاشق بنانا چاہتا ہے چنانچہ اس نے ہزارہا عاشق بنائے اور میں بھی اُن میں سے ایک ناچیز بندہ ہوں ؞

خط حضرت مسیح موعود

(از اخبار الحکم نمبر ۲۹ جلد ۳ - ۱۷ اگست ۱۸۹۹ء)

مجھی عزیزی اخویم - السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ - عنایت نامہ پہنچا حال یہ ہے کہ اگرچہ عرصہ بیس سال سے متواتر اس عاجز کو الہام ہوا ہے - اکثر دفعہ ان میں رسول یا نبی کا لفظ آگیا ہے جیسا کہ یہ الہام ھو الذی ارسل رسولہ بالھدی ودین الحق - اور جیسا کہ یہ الہام ہوا - جری اللہ فی حلل الانبیاء اور جیسا کہ یہ الہام ہوا دنیا میں ایک نبی آیا - مگر دنیا نے اس کو قبول نہ کیا - ایسے ہی بہت سے الہام ہیں - جن میں اس عاجز کی نسبت نبی یا رسول کا لفظ آیا ہے - لیکن وہ شخص غلطی کرتا ہے - جو ایسا سمجھتا ہے کہ اس نبوت اور رسالت سے مراد حقیقی نبوت اور رسالت ہے جس سے انسان خود صاحب شریعت کہلاتا ہے - بلکہ رسول کے لفظ سے اسی قدر مراد ہے - کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے بھیجا گیا - اور نبی کے لفظ سے صرف اسی قدر مراد ہے کہ خدا تعالیٰ سے علم پاکر پیشگوئی کرنیوالا یا معارف پوشیدہ بتانیوالا سو چونکہ ایسے لفظوں سے جو محض استعارہ کے رنگ میں ہیں اسلام میں فتنہ پڑتا ہے - اور اس کا نتیجہ سخت بد نکلتا ہے - اس لئے اپنی جماعت کی معمولی بول چال اور دن رات کے محاورات میں یہ لفظ نہیں آنے چاہئیں - اور دلی ایمان سے سمجھنا چاہئے کہ نبوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہو گئی ہے - جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ولکن رسول اللہ و خاتم النبیین اس آیت کا انکار کرنا یا استخفاف کی نظر سے دیکھنا درحقیقت اسلام سے علیحدہ ہونا ہے - جو شخص انکار میں حد سے گزرتا ہے جس طرح کہ وہ ایک خطرناک حالت میں ہے اسی طرح وہ جو شیعوں کی طرح اعتقاد میں حد سے گذر جاتا ہے جاننا چاہئے کہ خدا تعالیٰ نے اپنی تمام نبوتوں اور رسالتوں کو قرآن شریف اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم کر دیا ہے - اور ہم محض دین اسلام کے خادم بن کر دنیا میں آئے ہیں - اور دنیا میں بھیجے گئے ہیں - نہ اس لئے کہ اسلام کو چھوڑ کر کوئی اور دین بناویں - ہمیشہ شیطان کی رہزنی سے اپنے تئیں بچانا چاہئے - اور اسلام سے محبت سچی رکھنی چاہئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت کو بھلانا نہیں چاہئے - ہم خادم دین اسلام ہیں - اور یہی ہمارے ظہور کی علت غائی ہے - اور نبی اور رسول کے لفظ استعارہ اور مجاز کے رنگ میں ہیں - رسالت لغت عرب میں بھیجے جانے کو کہتے ہیں - اور نبوت یہ ہے کہ خدا سے علم پاکر پوشیدہ حقایق اور معارف کو بیان کرنا سو اسی حد تک مفہوم کو ذہن میں رکھ کر دل میں اس کے معنے کے موافق اعتقاد کرنا مذموم نہیں ہے - مگر چونکہ اسلام کی اصطلاح میں نبی اور رسول کے

یہ معنے ہوتے ہیں کہ وہ کامل شریعت لاتے ہیں یا بعض احکام شریعت سابقہ کو منسوخ کرتے ہیں یا نبی سابق کی امت نہیں کہلاتے۔ اور براہ راست بغیر استفادہ کسی نبی کے خدا تعالےٰ سے تعلق رکھتے ہیں۔ اس لئے ہوشیار رہنا چاہیئے کہ اس جگہ بھی یہی معنے نہ سمجھ لیں۔ کیونکہ ہماری کتاب بجز قرآن کریم کے نہیں ہے۔ اور کوئی دین بجز اسلام کے نہیں ہے۔ اور ہم اس بات پر ایمان رکھتے ہیں کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء اور قرآن شریف خاتم الکتب ہے۔ سو دین کو بچوں کا کھیل نہیں بنانا چاہیئے۔ اور یاد رکھنا چاہیئے کہ ہمیں بجز خادم اسلام ہونے کے اور کوئی دعوے بالمقابل نہیں۔ اور جو شخص ہماری طرف اس کے خلاف منسوب کرے وہ ہم پر افترا کرتا ہے ہم اپنے نبی کریم کے ذریعہ فیض و برکات پاتے ہیں۔ اور قرآن کے ذریعہ سے ہمیں فیض معارف ملتا ہے۔ سو مناسب ہے کہ کوئی شخص اس ہدایت کے برخلاف کچھ بھی دل میں نہ رکھے۔ ورنہ وہ ہی خدا تعالےٰ کے نزدیک اس کا جواب دہ ہوگا۔ اگر ہم اسلام کے خادم نہیں ہیں تو ہمارا سب کاروبار عبث اور مردود اور قابل مواخذہ ہے۔ زیادہ خیریت والسلام۔ مورخہ ۱۷۔ اگست ۱۸۹۹ء

ے نوٹ:۔ ایک قرأت اس الہام میں یہ بھی ہے کہ دنیا میں ایک نذیر آیا۔ اور یہی قرأت براہین میں درج ہے۔ اور فتنہ سے بچنے کے لئے یہ دوسری قرأت درج نہیں کی گئی۔

خط بنام اخبار عام

جناب ایڈیٹر صاحب اخبار۔ پرچہ اخبار عام ۲۳ مئی ۱۹۰۸ء کے پہلے کالم کی دوسری سطر میں میری نسبت یہ خبر درج ہے کہ گویا میں نے جلسۂ دعوت میں نبوت سے انکار کیا۔ اس کے جواب میں واضح ہو کہ اس جلسہ میں میں نے صرف یہ تقریر کی تھی کہ میں ہمیشہ اپنی تالیفات کے ذریعہ سے لوگوں کو اطلاع دیتا رہا ہوں۔ اور اب بھی ظاہر کرتا ہوں کہ یہ الزام جو میرے ذمہ لگایا جاتا ہے کہ گویا میں ایسی نبوت کا دعوٰی کرتا ہوں جس سے مجھے اسلام سے کچھ تعلق باقی نہیں رہتا اور جس کے یہ معنے ہیں کہ میں مستقل طور پر اپنے تئیں ایسا نبی سمجھتا ہوں کہ قرآن شریف کی پیروی کی کچھ حاجت نہیں رکھتا اور اپنا علیحدہ کلمہ اور علیحدہ قبلہ بناتا ہوں اور شریعت اسلام کو منسوخ کی طرح قرار دیتا ہوں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اقتدا اور متابعت سے باہر جاتا ہوں یہ الزام صحیح نہیں ہے بلکہ ایسا دعوی نبوت کا میرے نزدیک کفر ہے اور نہ آج سے بلکہ اپنی ہر ایک کتاب میں ہمیشہ میں یہی لکھتا آیا ہوں کہ اس قسم کی نبوت کا مجھے کوئی دعوی نہیں اور یہ سراسر میرے پر تہمت ہے اور جس بنا پر میں اپنے تئیں نبی کہلاتا ہوں وہ صرف اس قدر ہے کہ میں خدا تعالےٰ کی ہمکلامی سے مشرف ہوں اور میرے ساتھ بکثرت بولتا اور کلام کرتا ہے اور میری

باتوں کا جواب دیتا ہے اور بہت سی غیب کی باتیں میرے پر ظاہر کرتا اور آئندہ زمانوں کے وہ راز میرے پر کھولتا ہے کہ جب تک انسان کو اس کیساتھ خصوصیت کا قرب نہ ہو۔ دوسرے پر وہ اسرار نہیں کھولتا۔ اور انہیں امور کی کثرت کی وجہ سے اس نے میرا نام نبی رکھا ہے۔ سو میں خدا کے حکم کے موافق نبی ہوں۔ اور اگر میں اس سے انکار کروں تو میرا گناہ ہوگا۔ اور جس حالت میں خدا میرا نام نبی رکھتا ہے تو میں کیونکر انکار کر سکتا ہوں میں اس پر قائم ہوں۔" اس وقت تک جو اس دنیا سے گذر جاؤں"۔ مگر میں ان معنوں سے نبی نہیں ہوں کہ گویا میں اسلام سے اپنے تئیں الگ کرتا ہوں یا اسلام کا کوئی حکم منسوخ کرتا ہوں۔ میری گردن اس جوئے کے نیچے ہے۔ جو قرآن شریف نے پیش کیا اور کسی کو مجال نہیں کہ ایک نقطہ یا ایک شعشہ قرآن شریف کا منسوخ کر سکے سو میں صرف اس وجہ سے نبی کہلاتا ہوں کہ عربی اور عبرانی میں زبان میں نبی کے یہ معنے ہیں کہ خدا سے الہام پاکر بکثرت پیشگوئی کرنیوالا۔ اور بغیر کثرت کے یہ معنے تحقیق نہیں ہو سکتے جیسا کہ صرف ایک پیسہ سے کوئی مالدار نہیں کہلا سکتا۔ سو خدا نے مجھے اپنے کلام کے ذریعہ سے بکثرت علم غیب عطا کیا ہے اور ہزارہا نشان میرے ہاتھ پر ظاہر کئے ہیں اور کر رہا ہے میں خودستائی سے نہیں بلکہ خدا کے فضل اور اس کے وعدہ کی بنا پر کہتا ہوں کہ اگر تمام دنیا ایک طرف ہو اور ایک طرف صرف میں کھڑا کیا جاؤں اور کوئی ایسا امر پیش کیا جائے جس سے خدا کے بندے آزمائے جاتے ہیں تو مجھے اس مقابلہ میں خدا غلبہ دیگا اور ہر ایک پہلو کے مقابلہ میں خدا میرے ساتھ ہوگا اور ہر ایک میدان میں وہ مجھے فتح دیگا پس اسی بنا پر خدا نے میرا نام نبی رکھا ہے اس زمانہ میں کثرت مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ اور کثرت اطلاع بر علوم غیب صرف مجھے ہی عطا کی گئی ہے اور جس حالت میں عام طور پر لوگوں کو خوابیں بھی آتی ہیں بعض کو الہام بھی ہوتا ہے اور کسی قدر ملونی کیساتھ علم غیب سے بھی اطلاع دیجاتی ہے مگر وہ الہام مقدار میں نہایت قلیل ہوتا ہے اور اخبار غیبیہ بھی اس میں نہایت کم ہوتی ہیں اور باوجود کمی کے مشتبہ اور مکدر اور خیالات نفسانی سے آلودہ ہوتی ہیں تو اس صورت میں عقل سلیم خود چاہتی ہے کہ جس کی وحی اور علم غیب اس کدورت اور نقصان سے پاک ہو اس کو دوسرے معمولی انسانوں کے ساتھ نہ ملایا جائے بلکہ اس کو کسی خاص نام کے ساتھ پکارا جائے تاکہ اس میں اور اسکے غیر میں امتیاز ہو۔ اس لئے محض مجھے امتیازی مرتبہ بخشنے کیلئے خدا نے میرا نام نبی رکھدیا اور یہ مجھے ایک عزت کا خطاب دیا گیا ہے تاکہ ان میں اور مجھ میں فرق ظاہر ہو جائے۔ ان معنوں سے میں نبی ہوں اور امتی بھی ہوں تاکہ ہمارے سید و آقا کی وہ پیشگوئی پوری ہو کہ آنیوالا مسیح امتی بھی ہوگا اور نبی بھی ہوگا۔ ورنہ حضرت عیسےٰ جن کے دوبارہ آنے کے بارے میں ایک جھوٹی امید اور جھوٹی طمع لوگوں کو دامنگیر ہے وہ امتی کیونکر بن سکتے ہیں۔ کیا آسمان سے اُتر کر نئے سرے وہ مسلمان ہونگے یا کیا اس وقت ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء نہیں رہیں گے۔

والسلام علی من اتبع الھدٰے۔

الراقم خاکسار المفتقر الی اللہ احد **غلام احمد** عفی اللہ عنہ۔ ۲۳ مئی ۱۹۰۸ء از شہر لاہور

دار الکتب اسلامیہ کی چند ضروری کتابیں

سیرت خیر البشر۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق فاضلہ پر محققانہ روشنی ڈالی گئی ہے۔ قیمت بے جلد عہ۔ مجلد عہ

تاریخ خلافت راشدہ۔ خلفائے راشدین کے تاریخی حالات قیمت بے جلد عہ۔ مجلد .... عہ

جمع قرآن۔ قرآن کریم کی جمع و ترتیب کے متعلق تاریخی واقعات۔ قیمت ۱۲ر

مقام حدیث۔ ضرورت حدیث۔ جمع و تنقید حدیث پر مفصل بحث۔ قیمت .... عہ

حدوث مادہ۔ مادہ کا حادث ہونا ثابت کیا گیا ہے۔ قیمت ۵ر

شناخت مامورین۔ مامورین من اللہ اور انہیں پرکھنے کے نشانات۔ قیمت ۳ر

حقیقت المسیح۔ ایک عیسائی کے چند سوالوں کا جواب ازروئے قرآن شریف و بائبل۔ قیمت ۲ر

آیت اللہ۔ مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری کا مباہلہ سے فرار۔ قیمت ۴ر

مرأۃ الحقیقت۔ محمودی مغالطہ اندازیوں اور اصول عقاید کی تصویر۔ قیمت ۴ر

احمد مجتبےٰ۔ احمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام تھا۔ قیمت ۹ر

تسہیل القرآن۔ قرآن شریف پڑھنے کے تمام قواعد مکمل و مفصل درج ہیں۔ جو بچہ یہ قاعدہ بموجب ہدایات مندرجہ پڑھ لیگا قرآن مجید خود بخود بغیر استاد کی مدد کے پڑھ سکے گا۔ قیمت ۴ر

نماز۔ نماز کی فلاسفی اور اس کے متعلقہ احکام و مسائل قیمت ۸ر

روزہ۔ روزہ کی فلاسفی اور اس کے متعلق احکام و مسائل قیمت ۴ر

زکوٰۃ۔ زکوٰۃ کی فلاسفی اور اس کے متعلق احکام ۳ر

حج " " " " " " " ۶ر

تربیت اولاد۔ جس میں بچوں کی تعلیم و تربیت کے اصول قرآن مجید و حدیث شریف سے اخذ کئے گئے ہیں۔ قیمت.. ۵ر

اردو کا قاعدہ۔ بچوں کے لئے قیمت .... ار

اردو کی پہلی قیمت ۲ر

" " دوسری " ۳ر

" " تیسری ۵ر

ملفوظات احمدیہ حصہ اول۔ مرزا صاحب کی ان تقاریر کا مجموعہ ہے جن کو سلسلہ اخبارات سے لیکر کتاب کی شکل میں شائع کیا گیا ہے۔ ان تقاریر میں مسائل دینیہ پر نہایت عمدگی سے روشنی ڈالی گئی ہے اور بڑے بڑے مسائل کو صاف سلیس زبان میں سمجھایا گیا ہے۔ یہ کتاب مطالعہ کے قابل ہے۔ حجم ۲۰۰ صفحات قسم اول ولایتی کاغذ بے جلد ۱۲ر۔ مجلد ۱ر

ملفوظات احمدیہ حصہ دوم۔ مرزا صاحب کی تقاریر کا مجموعہ۔ قیمت .... عار

اسلامی اصول کی فلاسفی۔ یہ کتاب اس مضمون پر مشتمل ہے کہ مجدد صدی چہاردہم نے جلسہ اعظم مذاہب کے لئے زیب رقم فرمایا۔ جو دسمبر ۱۸۹۶ء میں شہر لاہور دار السلطنت پنجاب میں

منعقد ہوا اور اس میں ذیل کے پانچ معرکۃ الآرا مذہبی مسائل پر نقطہ خیال سے روشنی ڈالی گئی ہے۔ جو بانیان جلسہ متذکرہ بالا کی طرف تجویز ہوئے تھے۔ **اول**۔ انسان کی اخلاقی جسمانی اور روحانی حالتیں۔ **دوم**۔ انسان کی زندگی کے بعد کے حالات یعنی عقبیٰ۔ **سوم**۔ دنیا میں انسان کی اصلی غرض کیا ہے۔ اور وہ غرض کس طرح پوری ہو سکتی ہے۔ **چہارم**۔ کرم یعنی اعمال کا اثر دنیا و آخرت میں کیا ہوتا ہے۔ **پنجم**۔ علم گیان اور معرفت کے ذرائع کیا ہیں۔ قیمت صرف ۱۲ار

عصمتِ انبیاء۔ قرآن کریم سے انبیاء علیہم السلام کی عصمت کو ثابت کیا گیا ہے۔ قیمت صرف ۹ر

غلامی۔ غلاموں اور لونڈیوں کے بارہ میں وہ اصول جو قرآن کریم نے بیان فرمائے ہیں۔ ان سے ثابت کیا گیا ہے کہ مخالفین اسلام کے اعتراضات صداقت سے خالی ہیں۔ قیمت صرف ۴ر

حمامۃ البشریٰ۔ یہ حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی مجدد مائۃ حاضرہ مسیح موعود مہدی مسعود کی اعلیٰ پایہ کی عربی تصنیف ہے اور خدا کے حکم کے ماتحت اس کتاب میں یہ دعویٰ کیا ہے کہ آنیوالا مسیح اس امت کا ایک فرد ہوگا اور وہ میں ہوں۔ اور خدا کی تائید اور نصرت میرے ساتھ ہے۔ اور قائلین حیات مسیح اور اس کے معہود نزول کے دلائل کی ایسی تردید کی ہے جو کافی سے زیادہ ہے۔ اور یہ ثابت کیا ہے کہ اشراط قیامت جن کا آنا قیامت سے پہلے ضروری ہے وہ ساری موجود ہو گئی ہے۔ اور دجال اور خروج یاجوج ماجوج اور دابۃ الارض کی حقیقت سے پردہ اٹھا دیا ہے اور اس کے دوسرے حصے میں علمائے زمانہ کے اعتراضات کا جواب قرآن اور حدیث کے رو سے اہل السنت والجماعت کے عقاید کے موافق دیا گیا ہے۔ قیمت

نور الحق۔ اس کتاب کے دو حصے ہیں۔ مسیح موعود نے تمیں اسلام کی حقانیت اور نبی کریم کا خاتم الانبیاء ہونا ثابت کیا ہے اور انجیل کی تحریف اور تثلیث اور کفارہ کے خلاف عقل ہونا ثابت کیا ہے۔ ا
اس میں بعض اخبار غیب کی جو اللہ تعالیٰ نے ان کو قبل از وقت د
تھیں تفصیل ہے۔ قیمت حصہ اول عہ ر حصہ دوم ۸

کلیات نور الدین۔ حضرت مولوی نور الدین صاحب خلیفۃ المسیح اول کی نادر تصانیف جو مذہبی علوم اور معلومات کا ایک قیمتی خزانہ ہیں اور جو عیسائیوں اور آریوں کے اعتراضات کی تردید اور اسلام کی تائید اور مخالفین اسلام کے مذاہب کی تنقید کے متعلق ٹھوس اور تسلی بخش ذخیرہ ہیں۔ عرصہ سے نایاب تھیں۔ اب بفضلہ تعالےٰ ان سب کتابوں کو ایک ایک کر کے تمام چھپوا لیا ہے اور اس کو کلیات کی طرز پر ایک جگہ مجلد کرا لی ہیں۔ احباب کو چاہئے کہ کم از کم ایک ایک کلیات ضرور خرید کر اپنے تئیں مستمتع کریں۔ اس میں مندرجہ ذیل کتب شامل ہیں:۔

آریوں کی تردید میں۔ تصدیق براہین احمدیہ بجواب تکذیب براہین احمدیہ مصنفہ لیکھرام قیمت .... عہ ر

ردتناسخ قیمت ۳ر

نور الدین بجواب ترک اسلام۔ قریباً دو سو اعتراضات کا جواب عہ ر

عیسائیوں کی تردید میں۔ فصل الخطاب ہر دو حصہ۔ عیسائیوں کے اعتراضات کے مدلل جوابات۔ عیسائی مذہب کی حقیقت قیمت ۸ر

ابطال الوہیت مسیح۔ حضرت مسیح کے خدا ہونے کی تردید میں زبردست دلائل از روئے عقل و بائبل۔ قیمت ۳ر

اس تمام مجموعہ کی قیمت ۶ر جلد عہ کل ۶ر معایتی مجلد عہ مجلد ۵ر